ماہنامہ
حنا
SEPTEMBER 2011
عید نمبر
PDFBOOKSFREE.PK

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسلامیات

حمد — نوید عرفان 7

نعت — ناصر زیدی 7

پیارے نبی کی پیاری باتیں — سید اختر ناز 8

ناول

میرے ساحر سے کہو — ام مریم 20

وہ ستارہ صبح امید کا — فوزیہ غزل 146

انشا نامہ

چاند کی تمنائی — ابن انشاء 12

مکمل ناول

تم سنگ عید مناؤں پیا — ساجدہ تاج 46

سانول پھر شام سلونا — سعدیہ عابد 74

انٹرویو

بکھری یادوں کی خوشبو — فوزیہ شفیق 14

ناولٹ

محبتوں میں حساب کیسا؟ — مدیحہ تبسم 166

چوہدری سردار محمود نے نواز پرنٹنگ پریس سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ "حنا" 205 سرکلر روڈ سے شائع کیا۔
خط و کتابت کا پتہ 207- سرکلر روڈ محمد علی امین میڈیسن مارکیٹ چوک اردو بازار لاہور، فون نمبر
37321690-37310797 ای میل Monthly hina @ hot mail.com
Monthly hina @ yahoo.com

افسانے

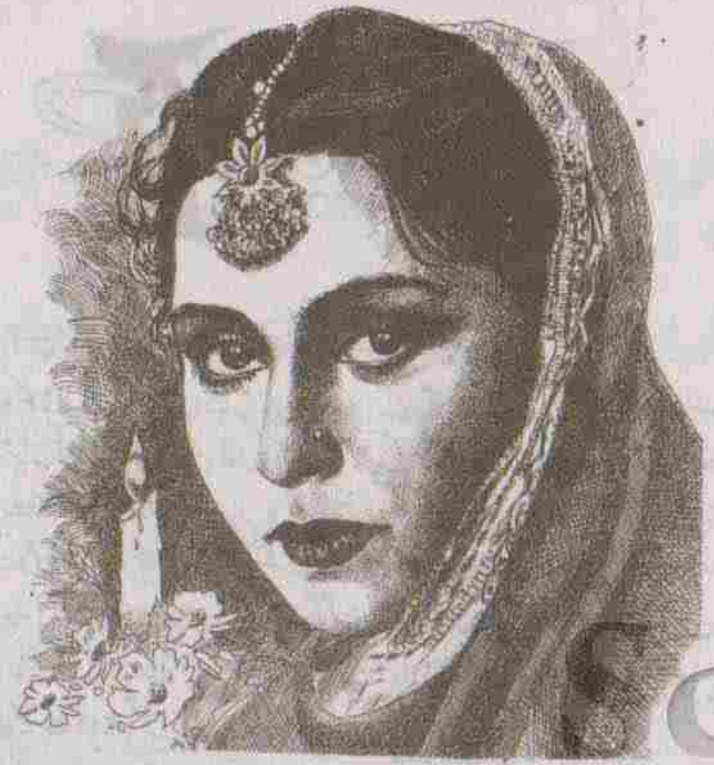

مہندی، گجرے اور عید — تحسین اختر 111

اک کسک سی — فرحت شوکت 127

کیسے بنا پاکستان؟ — سدرہ سحر عمران 189

عید مبارک ہو! — نازیہ ضیاء 195

پھول کھلنے کا موسم — عتیقہ ملک 206

☆☆☆

☆☆☆

مستقل سلسلے

حاصل مطالعہ — فرزانہ سلیم 224

بیاض — تسنیم طاہر 228

رنگ حنا — بلقیس بھٹی 232

میری ڈائری سے — صائمہ محمود 236

عید کے پکوان — ثمینہ احتشام 240

حنا کی محفل — عین غین 244

خبر نامہ — عبداللہ 246

مہندی کے رنگ — فوزیہ شفیق 248

کس قیامت کے یہ نامے — فوزیہ شفیق 250

Scan & PDF
FIAZ AHMED
Friends Korner.com

کچھ باتیں ہماری

قارئین کرام! حنا کا شمارہ ستمبر 2011ء بطور عید نمبر پیش خدمت ہے۔

عید کا نام لیتے ہی دل ودماغ میں خوشیوں کے رنگ پھوٹنے لگتے ہیں، عید کا تصور ایسے تہوار کا ہے جب ہر طرف خوشیاں ہی خوشیاں بکھری ہوں اور ہر چہرہ عید کی خوشی سے تمتما رہا ہو، ہر مسلمان رمضان المبارک کے روزوں اور عبادات کا صلہ اپنے رب کے ہاں پانے کی خوشی میں مسرور ہو، ہر طرف امن وسلامتی کا دور دورہ ہو، لیکن اس سال ہمارے وطن کی عید کو نجانے کس کی نظر لگ گئی ہے کہ عید کے موقع پر ملک کے مختلف حصوں خصوصاً عروس البلاد کراچی میں جاری خونریزی نے عید کی خوشیوں کو گہنا دیا ہے، اگست اور ستمبر دونوں ماہ ہمارے وطن کی تاریخ میں بہت اہمیت کے حامل ہیں، اگست 1947ء میں ہم نے آزادی حاصل کی اور روئے زمین پر اسلام کے نام پر حاصل کی گئی، پہلی مملکت کا وجود عمل میں آیا۔

جبکہ ستمبر 1965ء میں ہماری قوم نے یکجان ہو کر دشمن کی جارحیت کا منہ توڑ جواب دیا تھا اور دنیا کو بتا دیا تھا کہ پاکستان میں رہنے والے ایک قوم ہیں اور جب وطن پر مصیبت آتی ہے تو اس کا سامنا کرنے میں ہم سب ایک ہیں، آج حالت یہ ہے کہ پاکستانی قوم کو مختلف قومیتوں میں تقسیم کیا جا رہا ہے اور ان قومیتوں کو آپس میں لڑا کر دشمنوں کے عزائم کی تکمیل کی جا رہی ہے، ستمبر 1965ء میں ہمیں بیرونی جارحیت کا سامنا کرنا پڑا تھا، آج ہمیں اندرونی جارحیت کا سامنا ہے، اگست 1947ء میں ہم نے ایک قوم کی صورت میں آزادی حاصل کی تھی اور آج 2011ء میں اسی آزادی کو بچانے کے لیے قومیتوں کی سطح سے اٹھ کر ایک قوم کی صورت میں دینا ہوگا، اللہ تعالیٰ ہمارے ملک کی حفاظت فرمائے (آمین)۔

عید نمبر 2:۔ عید کے حوالے سے بہت سی تحریریں اور عید سروے ہمیں لیٹ موصول ہوئی جس کی وجہ "عید نمبر" شامل اشاعت نہ ہو سکیں لہٰذا اکتوبر کا شمارہ عید نمبر 2 ہوگا۔

میرے ساحر سے کہو:۔ اس ماہ اُم مریم کا سلسلے وار ناول "میرے ساحر سے کہو" اپنے اختتام کو پہنچا اکتوبر کے شمارے میں آپ کی پسند کو مدنظر رکھتے ہوئے آپ کی ہر دلعزیز مصنفہ (؟) کا سلسلے وار ناول شروع کیا جائے گا۔

اس شمارے میں:۔ مصنفین سے عید سروے، اُم مریم اور فوزیہ غزل کے سلسلے وار ناول، ساجدہ تاج اور سعدیہ عابد کے مکمل ناول، مدیحہ تبسم کے ناولٹ اور تحسین اختر، فرحت شوکت، سدرہ سحر، نازیہ ضیاء، عقیلہ ملک اور اسماء بدر کے افسانوں کے علاوہ حنا کے سبھی مستقل سلسلے شامل ہیں۔

آپ کی آرا کا منتظر
سردار محمود

حمد باری تعالیٰ

میں سرخرو ہر بار ہوا کرتا ہوں
کیونکہ تیرے نام سے ابتدا کرتا ہوں

تیرا کرم ہے ورنہ میں گنہگار
نہ ہی رکوع نہ سجدہ کرتا ہوں

زمین و آسمان بھی مصروف کار ہیں
میں اکیلا ہی نہیں تیری ثنا کرتا ہوں

جنت و دوزخ کا معاملہ تو تو جانے
میں تو سامنے تجھ کو دیکھا کرتا ہوں

تو رہے گا تیرا نام رہے گا
میں خاکسار ہوں خاک ہوا کرتا ہوں

نوید عرفان نوید

نعت ﷺ

میں واپس آگیا ہوں اس نگر سے
جہاں ابر کرم دن رات برسے

کہاں میں اور اذن باریابی؟
بہت خوش ہوں سعادت کے سفر سے

مری نظروں میں ہے طیبہ کا منظر
دل و جاں مدتوں تک جس کو ترسے

مدینہ ہو نقوش پا ہوں انؐ کے
گزرتا ہی رہوں اس رہگذر سے

نہ دیکھا کچھ کھلی آنکھوں وہاں پر
گلہ ہے مجھ کو اپنی چشم تر سے

ہوا مجھ پر عجب فیضان ناصر
مدینے میں حضوری کے اثر سے

ناصر زیدی

Scan & PDF EJAZ AHMED Friends Korner.com

سید اختر ناز

پیارے نبیؐ کی پیاری باتیں

عیدین میں اذان اور اقامت

سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ دونوں عیدوں کی نماز کئی بار بغیر اذان کے اور بغیر اقامت کے پڑھی۔ (صحیح مسلم)

عید الفطر میں صدقہ

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نماز فطر کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اور سیدنا ابوبکر وعمر وعثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ گیا تو ان سب بزرگوں کا قاعدہ تھا کہ نماز خطبہ سے پہلے پڑھتے تھے اور اس کے بعد خطبہ پڑھتے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اترے، یعنی خطبہ پڑھ کر گویا میں ان کی طرف دیکھ رہا ہوں، جب انہوں نے لوگوں کو ہاتھ سے اشارہ کرکے بٹھانا شروع کیا پھر ان کی صفیں چیرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عورتوں کے پاس آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے فارغ ہوئے اور پھر فرمایا کہ تم نے ان سب کا اقرار کیا کہ اس میں سے ایک عورت نے کہا کہ ”ہاں اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!“ راوی نے کہا کہ معلوم نہیں وہ کون تھی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ”صدقہ کرو“ پھر انہوں نے صدقہ دینا شروع کیا اور سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے اپنا کپڑا پھیلایا اور کہا کہ ”لاؤ میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں۔“ اور وہ سب چھلے اور انگوٹھیاں اتار اتار کر سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کے کپڑے میں ڈالنے لگیں۔ (صحیح مسلم)

نماز عید میں کیا پڑھیں

عبید اللہ بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور فطر میں کیا پڑھتے تھے؟“ انہوں نے کہا کہ ”آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان میں ق و القرآن المجید اور اقتربت ساعتہ و انشق القمر پڑھتے تھے۔“ (صحیح مسلم)

عورتوں کی نماز عید

سیدہ ام عطیہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم کیا کہ ہم عید الفطر میں اور عید الاضحیٰ میں اپنی کنواری جوان لڑکیوں کو اور حیض والیوں کو اور پردہ والیوں کو لے جائیں، پس حیض والیاں نماز کی جگہ سے الگ رہیں اور اس کار نیک اور مسلمانوں کی دعا میں حاضر ہوں، میں نے عرض کیا کہ ”اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم میں سے کسی کے پاس چادر نہیں ہوتی۔“ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ”اس کی بہن اسے اپنی چادر اوڑھا دے۔“ (صحیح مسلم)

عید کرن تفریح

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے گھر آئے اور میرے پاس دو لڑکیاں بعاث کی لڑائی کے گیت گا رہی تھیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بچھونے پر لیٹ گئے اور اپنا منہ ان کی طرف سے پھیر لیا اور پھر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور مجھے جھڑکا کہ ”شیطان کی تان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس“ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ ”ان کو چھوڑ دو“ (یعنی گانے دو) پھر جب وہ غافل ہو گئے تو میں نے ان دونوں کے چٹکی لی کہ وہ نکل گئیں اور وہ عید کا دن تھا اور سوڈان ڈھالوں اور نیزوں سے کھیلتے تھے، سو مجھے یاد نہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خواہش کی تھی یا انہوں نے خود فرمایا کہ ”کیا تم اسے دیکھنا چاہتی ہو؟“

میں نے کہا کہ۔

”ہاں۔“

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اپنے پیچھے کھڑا کر لیا اور میرا رخسار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رخسار پر تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ۔

”اے اولاد ارفدہ! تم اپنے کھیل میں مشغول رہو۔“

یہاں تک کہ جب میں تھک گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ۔

”بس؟“

میں نے عرض کیا کہ۔

”ہاں۔“ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ ”جاؤ۔“ (صحیح مسلم)

رمضان کے بعد شوال کے چھ روزے رکھنا

سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

”جو رمضان کے روزے رکھے اور اس کے ساتھ شوال کے چھ روزے رکھے تو اس کو ہمیشہ کے روزوں کا ثواب ہوگا“ (پورے سال کے روزوں کا ثواب ہوگا۔) (صحیح مسلم)

عید الاضحیٰ اور عید الفطر کے دن روزہ رکھنے کی ممانعت

ابن ازہر کے غلام ابوعبید سے روایت ہے کہ میں عید میں سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ حاضر ہوا اور آپ آئے اور نماز پڑھی پھر فارغ ہوئے اور لوگوں پر خطبہ پڑھا اور کہا کہ۔

”یہ دونوں دن ایسے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان (دونوں دنوں) میں روزہ رکھنے سے منع کیا ہے اور آج کا یہ دن رمضان کے بعد تمہارے افطار کا ہے اور دوسرا دن ایسا ہے کہ تم اس میں اپنی قربانیوں کا گوشت کھاتے ہو۔“ (مسلم)

عید فطر کے دن

انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ ”آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عید الفطر کے دن جب تک کچھ کھجوریں نہ کھا لیتے نماز کے لئے نہ جاتے۔

انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پھر یہی حدیث بیان کی اس میں یہ ہے کہ آپ طاق کھجوریں کھاتے۔ (بخاری شریف)

عید کی نماز کے لئے سویرے جانا

عبد اللہ بن بسر صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (ملک شام میں امام کے دیر سے نکلنے پر اعتراض کیا اور) کہا اس وقت تو ہم نماز سے فارغ ہو جاتے تھے یعنی جس وقت نفل پڑھنا درست ہوتا ہے۔ (بخاری شریف)۔

حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد کا

Scan & PDF
EJAZ AHMED
Friends Korner.com

بیان

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔
"اللہ نے آدم علیہ السلام کو ساٹھ ہاتھ لمبا بنایا۔" پھر فرمایا۔
"جا ان فرشتوں کے گروہ کو سلام کر سن وہ تجھ کو کیا جواب دیتے ہیں؟ وہی تیرا اور تیری اولاد کا سلام ہوگا؟" آدم علیہ السلام نے کہا۔
"السلام وعلیکم!" انہوں نے جواب السلام وعلیکم ورحمتہ اللہ کا لفظ انہوں نے بڑھایا۔
خیر جو لوگ قیامت کے دن (بہشت) میں داخل ہوں گے وہ سب آدم علیہ السلام کی صورت (حسن اور قامت) پر ہوں گے، آدم علیہ السلام کے بعد پھر اب تک قد چھوٹے ہوتے رہے۔
حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔
"پہلا گروہ آدمیوں کا جو بہشت میں جائے گا، وہ لوگ چودھویں رات کے چاند کی طرح (حسن اور چمک میں) ہوں گے، پھر جو ان کے بعد جائیں گے وہ بہت چمکتے ستارے کی طرح جو آسمان میں ہے یہ لوگ (بہشت میں) نہ پیشاب پاخانہ کریں گے، نہ تھوکیں گے، نہ ناک سے رینٹ نکالیں گے، ان کی کنگھیاں سونے کی ہوں گی، ان کے پسینے میں مشک کی خوشبو پھوٹے گی، ان کی انگیٹھیوں میں عود (جلتا) رہے گا یعنی خوشبو دار عود، ان کی بیویاں بڑی آنکھ والی حوریں ہوں گی سب ایک ہی شخص یعنی اپنی باپ آدم کی قد و قامت پر ساٹھ ہاتھ اونچے ہوں گے۔ (بخاری شریف)۔

یہودی کے سوال

عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ (یہود کے عالم) کو یہ خبر پہنچی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے ہیں، وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے کہنے لگے۔
"میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تین باتیں پوچھتا ہوں پیغمبر کے سوا کوئی اور ان کو نہیں جان سکتا۔"
قیامت کی پہلی نشانی کیا ہے؟
اور بہشتی لوگ بہشت میں جا کر پہلے کیا کھائیں گے؟
اور بچہ اپنے باپ کے مشابہ کیوں ہوتا ہے؟ اسی طرح اپنے ننھیال کے؟
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔
"ابھی ابھی جب تو نے (پوچھا) جبرئیل نے یہ باتیں مجھ کو بتلا دیں۔"
عبداللہ نے کہا یہ فرشتہ یہودیوں کا دشمن ہے ان کے زعم میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔
قیامت کی پہلی نشانی ایک آگ ہے جو لوگوں کو مشرق سے مغرب لے جائے گی۔
پہلا کھانا بہشتوں کا مچھلی کے کلیجے پر جو ٹکڑا لٹکا رہتا ہے وہ ہوگا (نہایت لذیذ ہوتا ہے)
"بچہ کے مشابہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جب مرد عورت سے صحبت کرتا ہے اگر مرد کا پانی آگے بڑھ جاتا ہے (غالب آ جاتا ہے مسلم) تو بچہ باپ کے مشابہ ہو جاتا ہے اگر عورت کا پانی آگے بڑھ جاتا ہے تو اس کے مشابہ ہو جاتا ہے۔"
عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر عرض کی۔
"میں گواہی دیتا ہوں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔" پھر انہوں نے عرض کی۔
"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! یہودی لوگ انتہا کے جھوٹے فریبی (لپوٹ) ہیں آپ صلی اللہ علی وآلہ وسلم ان سے میرا حال پوچھیے، پوچھنے سے پہلے اگر ان کو معلوم ہو جائے گا کہ میں مسلمان ہو گیا ہوں تو وہ مجھ کو جھوٹا لپاٹیا کہیں گے۔" (کبھی میری تعریف نہیں کریں گے۔)
خیر یہودی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کوٹھڑی میں چلے گئے (چھپ گئے)۔
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے پوچھا۔
"عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ تم میں کیسا آدمی ہے؟"
انہوں نے کہا۔
"عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ عالم ہیں اور عالم کے بیٹے اور سب سے افضل اور سب سے افضل کے بیٹے۔"
آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا دیکھو اگر عبداللہ مسلمان ہو جائیں (تو تم بھی مسلمان ہو جاؤ گے)
انہوں نے کہا اللہ نہ کرے) اللہ ان کو مسلمان ہونے سے بچائے رکھے۔
یہ سن کر عبداللہ کوٹھڑی سے نکلے اور کہنے لگے۔
"اشہدان لا الہ الا اللہ واشہدان محمد ارسول اللہ" اس وقت یہودی شرمندہ ہو کر کیا کہنے لگے۔
"عبدالہ تو ہم سب میں برا آدمی ہے، سب سے برے شخص کا بیٹا ہے۔" لگے اس کو سخت ست کہنے۔ (بخاری شریف)

لباس کا بیان

اللہ تعالیٰ کا (سورۃ عراف میں) فرمانا۔
"اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہہ دے کس نے یہ زیب و زینت کی چیزیں حرام کیں جو اللہ نے اپنے بندوں کے لئے نکالیں۔" (یعنی عمدہ عمدہ لباس)
نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔
کھاؤ پیو، پہنو، خیرات کرو لیکن اسراف نہ کرو (حد سے نہ بڑھ جاؤ) نہ تکبر (غرور) کرو۔"
اور ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا۔
"جو تیرا جی چاہے (بشرطیکہ حلال ہو کھا اور جو تیرا جی ہے) (مباح کپڑوں میں سے) پہن کو کتنا ہی بیش قیمت ہو) مگر جب تک دو باتوں سے بچا رہے اسراف اور تکبر سے۔ (بخاری شریف)

ٹخنوں سے نیچے کپڑا

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔
"جو تہبند (شلوار، پتلون وغیرہ) ٹخنے سے نیچے ہو وہ دوزخ میں لے جائے گا۔" (یعنی اپنے پہننے والے کو)۔

تکبر کا بیان

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا وہ کہتے تھے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا حضرت ابو القاسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ایسا ہوا (بنی اسرائیل میں) ایک شخص (قارون یا فارس کا رہنے والا) ایک جوڑا پہن کر بالوں میں کنگھی کیے اتراتا جا رہا تھا، یکایک اللہ تعالیٰ نے اس کو زمین میں دھنسا دیا، وہ قیامت تک دھنستا چلا جائے گا۔ (بخاری شریف)

ریشمی قبا

سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک ریشمی قبا تحفہ میں آئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو پہنا اور نماز پڑھی پھر نماز سے فارغ ہو کر اس کو زور سے اتارا جیسے اس کو برا جانتے ہیں پھر فرمایا کہ یہ پرہیزگاروں کے لائق نہیں ہے۔ (صحیح مسلم)

☆☆☆

Scan & PDF EJAZ AHMED Friends Korner.com

چاند کے تمنائی

انشائیہ نامہ

ابن انشا

شہر دل کی گلیوں میں آج دل میں ویرانی
شام سے بھٹکتے ہیں ابر بن کے گھر آئی
چاند کے تمنائی آج جل کو کیا کہیے
بے قرار سودائی باوفا نہ ہرجائی
دل گداز تاریکی پھر بھی لوگ دیوانے
جاں گداز تنہائی آ گئے ہیں سمجھانے
روح و جاں کو ڈستی ہے اپنی وحشت دل کے
روح و جاں میں بستی ہے بن لئے ہیں افسانے
شہر دل کی گلیوں میں خوش خیال دنیا نے
تاک شب کی بیلوں پر گرمیاں تو جاتی ہیں
شبنمیں سر شکوں کی وہ رتیں بھی آتی ہیں
بے قرار لوگوں نے جب ملول راتوں میں
بے شمار لوگوں نے دوستوں کی باتوں میں
یاد گار چھوڑی ہے جی نہ چین پائے گا
اتنی بات تھوڑی ہے ؟ اور اُوب جائے گا

☆

صد ہزار باتیں تھیں آہٹوں سے گونجے گی
حیلۂ شکیبائی شہر دل کی پہنائی
صورتوں کی زیبائی اور چاند راتوں میں
قامتوں کی رعنائی چاندنی کے شیدائی
ان سیاہ راتوں میں ہر بہانے نکلیں گے
ایک بھی نہ یاد آئی آزمانے نکلیں گے
جا بجا بھٹکتے ہیں آرزو کی گیرائی
کس کی راہ تکتے ہیں ڈھونڈنے کو رسوائی
چاند کے تمنائی سرد سرد راتوں کو
یہ نگر کبھی پہلے زرد چاند بخشے گا
اس قدر نہ ویراں تھا بے حساب تنہائی
کہنے والے کہتے ہیں بے نجاب تنہائی
قریۂ نگاراں تھا شہر دل کی گلیوں میں

☆☆☆

عید کا چاند نمودار ہوتے ہی دل میں خوشیوں کی لہر اٹھتی ہے، سہانی یادیں دلوں دماغ پر دستک دیتی ہیں اور کئی خوبصورت یادوں کے مناظر نگاہوں میں بسیرا کر لیتے ہیں۔
مبادک باد کے جلوہ میں عید کا دن پوری آب و تاب سے چمکتا دمکتا طلوع ہوتا ہے اور پھر قہقہوں مسکراہٹوں کے ہجوم میں ملنے ملانے کا خوشگوار سلسلہ سارا دن جاری رہتا ہے۔
عید کی ان خوشیوں میں ہم نے مصنفین سے ایک سروے کیا، سروے کے سوالات یہ ہیں۔

سروے کے سوالات:

کہتے ہیں عید کارڈ جس کو روایت ہے اک زمانے کی
دستک ہے یہ ان کے ذہنوں پہ عادت ہے جن کو بھول جانے کی

۱۔ اپنے چاہنے والوں کو عید کی مبارکباد کیسے دیتے ہیں؟
۲۔ کیا زمانے کی تیز رفتاری نے عید کا روایتی و مذہبی جوش و خروش کم کر دیا ہے؟
۳۔ افطاری میں کیا چیز نہ ہو تو افطاری ادھوری لگتی ہے؟
۴۔ رمضان اور عید کی سب سے اچھی روایت کون سی لگتی ہے؟
۵۔ عید لینا اچھا لگتا ہے یا دینا، اس حوالہ سے کوئی خوشگوار یاد ہو تو؟
۶۔ چاند دیکھ کر مانگی ہوئی کوئی دعا قبول ہوئی؟

چاند کو دیکھ کر گر ہاتھ اٹھیں
مانگنا بھول نہ جانا ہمیں

آیئے دیکھتے ہیں مصنفین نے کیا جوابات دیئے ہیں۔

بکھری یادوں کی خوشبو

فوزیہ شفیق

مبشرہ ناز ..... کراچی

۱۔ عید کی صبح اور پاپا اور بھائیوں کے عید گاہ جانے کے بعد سب سے پہلے میں تیار ہوتی ہوں اور پھر میسج کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے میں عید کے ناشتے سے پہلے ہی تمام فرینڈز اور عزیز و اقارب کو اسپیشل عید کے میسج سینڈ کر دیتی ہوں، پھر ناشتہ اور گھر کے دیگر چھوٹے موٹے کاموں سے فراغت کے بعد ملنے ملانے اور گھر پہ آنے والوں کو عید مبارکباد کہنے کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور پھر سارا دن مہمانوں کو عید مبارک کہنے اور اہتمام کا ایک لمبا سلسلہ چل نکلتا ہے جو سارا دن

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

جاری وساری رہتا ہے۔

۲۔ یہ حقیقت ہے کہ زمانے کی تیز رفتاری نے جہاں ہمیں مذہب سے دور کر دیا ہے وہیں ہمارے روایتی و مذہبی جوش وخروش کو کم کر دیا ہے جوں جوں وقت تیز رفتار ہو رہا ہے وہیں روایتیں ختم ہو رہی ہیں اور مذہبی احکامات بھی پس پشت ڈالے جا رہے ہیں، مسلمانوں میں ایک نہایت اہم روایت اور مذہبی فریضہ عید کی نماز ادا کرنے کے بعد قبرستان اپنے سے دور جانے والوں کی قبروں پہ فاتحہ پڑھ کر ان کو یاد رکھنے کی تھی جو کہ اب خال خال نظر آتی ہے اب ہر شخص نماز ادا کرنے کے بعد روایتی طور پر عید مبارک کہنے اور مذہبی نکتہ نظر سے ملنے ملانے کی بجائے عید کے دن صرف سونے کو ترجیح دیتا ہے کیونکہ چاند رات کو رت جگا منانے کے بعد اتنی ہمت بھی نہیں رہتی کہ وہ عید کی خوشیوں کو خوشدلی سے ویلکم کہہ سکیں۔

۳۔ ویسے تو رمضان میں ہر گھر میں دستر خوان اللہ کے فضل و کرم سے برکتوں والا ہوتا ہے، کیونکہ اس ماہ کا مطلب ہی اہتمام ہے چاہے وہ نماز، روزہ میں ہو قرآن کی تلاوت میں یا دستر خوان پر اللہ کی نعمتوں کی شکل میں، ہمارے ہاں بھی ہر روز دستر خوان پر ہر چیز کا اہتمام کیا جاتا ہے مگر مجھے ذاتی طور پر افطار کی دستر خوان پر آلو کی پھلکیاں اور فروٹ چاٹ نہ ہو تو دستر خوان بہت ادھورا لگتا ہے اس لئے ہمارے ہاں پورے رمضان آلو کی پھلکیوں اور فروٹ چاٹ کی غیر حاضری ممنوع ہے۔

۴۔ رمضان کی سب سے اچھی روایت مساجد اور گھروں میں تراویح کی صورت با آواز بلند قرآن پڑھنے کی لگتی ہے جس سے ہر طرف نور کا سا سماں ہو جاتا ہے، جبکہ عید کی سب سے اچھی روایت تو آپ نے خود ہی بتا دی ہے جی ہاں۔

جی ہاں میں ذکر کر رہی ہوں عید کارڈ کا جس کے ذریعے دشمن کو دوست اور انجان کو اپنے لئے قریبی رشتہ دار بنا سکتے ہیں اور یہ ایک ایسی روایت ہے جو صدیوں سے چلی آ رہی ہے مگر آج تک ختم نہیں ہوئی بس طریقہ کار تبدیل ہو گئے ہیں۔

۵۔ عید لینا زیادہ اچھا لگتا ہے کیونکہ ابھی دینے کی ہماری عمر نہیں ہوئی، (آہم) بھئی سمجھا کریں اول تو ہمارے ہاں عید صرف مرد حضرات دیتے ہیں اور اگر خواتین دیتی بھی ہیں تو صرف نانی دادی وغیرہ ہم جیسی بچیاں (کہنے میں کوئی حرج نہیں) لیتی ہوئی اچھی لگتی ہیں، یاد ہیں تو بہت ساری ہیں بچپن کی کھٹی میٹھی عیدیں جو کبھی ذہن سے نہ محو ہو سکیں گی مگر خیر کہاں تک سنیں گی کہاں تک سناؤں والی مثال ہو جائے گی اس لئے آپ کو پچھلی عید کا تازہ بہ تازہ واقعہ سنا لی ہوں، ہوا یوں کہ ہمارے بہنوئی نے ہم سب بہنوں کو عیدی دینے کے لئے طلب کر لیا اب سچوئیشن کچھ یوں تھی کہ ہمارے بہنوئی کے ایک ہاتھ میں قائداعظم والا لفافہ اور دوسرے ہاتھ میں خالی اب جس کی بھی عیدی لینے کی باری آتی وہ خالی اور بھرے لفافے کو ہاتھ گھما کر تبدیل کر دیتے اب یہ لینے والے کی قسمت کہ اس کا لفافہ خالی نکلے یا بھرا ہوا تو جناب جب ہماری باری آئی تو وائے ری قسمت ہمارے ہاتھ آیا خالی لفافہ ہم نے غصے سے اپنے بہنوئی کو دیکھا اور پھر اسی لفافے کو لیکر خاموشی سے کمرے سے نکلنے لگے تو ہماری خاموشی پہ ہماری بہن دانیہ

نے خوب شور مچایا اور ہمارے حصہ کا عیدی والا لفافہ ہمیں دلوا دیا اور اس کے ہنگامے سے ہم عیدی سے محروم ہوتے ہوتے رہ گئے مگر پھر وہی عیدی جو دانیہ نے شور مچا کر ہمیں دلوائی تھی زبردستی ٹریٹ لے لی اور ہمیں وہ عیدی اس کی ٹریٹ پہ قربان کرنی پڑ گئی۔

۶۔ آہ یہ کیا سوال کر دیا آپ نے ہم تو جب بھی چاند دیکھنے کے لئے دوڑتے ہیں چاند نجانے آسمان کی کون سی بلندی پہ جا بیٹھتا ہے اور ہمیں صرف نیلا آسمان ہی نظر آتا ہے سو ہم مسجد کے اسپیکر سے ابھرتی آواز کے بعد اسی آسمان کو دیکھ کر دعا مانگ لیتے ہیں اور اگر چاند دیکھنے کی قید نہیں تو الحمدللہ میری مانگی ہوئی ہر دعا اس بارگاہ میں قبول ہوئی ہے کیونکہ جب میرے رب نے خود فرما دیا مجھ سے مانگو میں تمہاری دعا قبول کروں گا، تو یہ کیسے ممکن ہے کہ کسی کی دعا قبولیت کی سند نہ پا سکے۔

ڈاکٹر نازش امین ..... کراچی

آپ کے سروے کے جوابات حاضر ہیں، سب سے پہلے تو میرے سب قارئین کو عید کی بہت مبارکباد اور فوزیہ کا بہت شکریہ کہ اتنے عرصے کی غیر حاضری کے باوجود بھی آپ نے مجھے یاد رکھا۔

۱۔ میں چونکہ دور جدید میں رہتی ہوں، اس لئے نئے دور میں استعمال ہونے والے طریقوں کے ذریعے اپنے احباب اور رشتے داروں کو عید کی مبارکباد دیتی ہوں جن میں سرفہرست تو سیل فون پر پیغام بھیجنا ہے، اس کے علاوہ وہ لوگ جو شہر یا ملک سے دور ہیں ان کو فیس بک پر پیغام ضرور بھیجتی ہوں، سچ تو یہ کہ عید اس قدر مصروف ہوتی ہے کہ فون پر گفتگو کرنے کا بھی وقت نہیں مل پاتا۔

۲۔ مجھے محسوس ہوتا ہے کہ زمانے کی تیز رفتاری کے علاوہ بھی کچھ وجوہات ہیں سب سے پہلے تو یہ کہ ہم مصروف بہت زیادہ ہو گئے ہیں، دوسرے یہ کہ پچھلے زمانے میں یا ہمارے بچپن کے دور میں تہوار یا تقریبات بہت کم ہوتی تھیں اس لئے عید پر منائی جانے والی خوشی بہت اہم ہوتی تھی، اب یہ حالات ہیں کہ ہم ہر چند دن میں کوئی نہ کوئی تقریب منا رہے ہیں، نئے کپڑے بھی ہر تھوڑے دنوں میں بن رہے ہیں، پہلے صرف عید پر خصوصی شاپنگ ہوتی تھی اب یہ روز کا معمول بن گیا ہے اس لئے بھی شاید عید کی خوشی ماند پڑ جاتی ہے لیکن یہ بھی طے شدہ بات ہے کہ جس نے رمضان کو حاصل کر لیا اپنی عبادت اور ریاضت کے ذریعے اس کے دل کو عید پر سچی خوشی ضرور نصیب ہوتی ہے۔

۳۔ افطاری میں تین چیزیں بہت لازمی ہیں، کھجور، پانی اور فروٹ چاٹ۔

۴۔ رمضان میں عبادت کی طرف اور نیکی کی طرف جو رغبت ہوتی ہے وہ مجھے بہت پسند ہے، راتوں کو جاگ جاگ کر عبادت کرنا اور خاص طور رمضان کے آخری چند روز عید پر رشتے داروں اور احباب سے ملاقات اور دعوتوں کا سلسلہ اچھا لگتا ہے ویسے مجھے عید پر بہت اہتمام سے مہندی لگانا بہت اچھا لگتا ہے۔

۵۔ عید لینا ظاہر ہے بہت اچھا لگتا ہے اب کچھ عرصے سے چونکہ عیدی دے بھی رہی ہوں اس لئے اس کی بھی اپنی خوشی ہے، سچ تو یہ ہے کہ یہ سب محبتوں کے سلسلے ہیں اور کچھ بھی نہیں۔

۶۔ کوئی خاص نہیں جو اس وقت مجھے یاد آ جائے

Scan & PDF HAZ AHMED FriendsKorner.com

لیکن رمضان میں مانگی ہر دعا کو میں نے قبولیت کا شرف پاتے ہوئے خود محسوس کیا ہے۔

کنول ریاض............منڈی بہاؤالدین

سب کو السلام وعلیکم! اور بہت بہت عید مبارک اب آتے ہیں سوالات کی طرف۔

۱۔ سکول کالج کے زمانے میں تو عید کارڈز سب سے اہم سمجھے جاتے تھے اور پندرہ بیس سے کم کارڈز نہیں بنتے تھے (یہ تعداد صرف دوستوں کی تھی) لیکن وقت کی تیز رفتاری نے اس خوبصورت روایت کو دم توڑنے پہ مجبور کر دیا، جبھی اب بہت عرصہ سے موبائل اور لینڈ لائن کے ذریعے ہی عید کی مبارک باد دے کر گویا فرض ادا کر لیتی ہوں ہاں لیکن اس سال میری ڈیڑھ سالہ بیٹی تمثال نے اپنے پاپا اور دونوں ماموؤں مان (رانبیل) اور عالی (عادل) اور رانبیل کے دوست مون اور حمزہ کے لئے بھی اپنی پسند کے عید کارڈز خریدے ہیں، اسلامک ٹچ لیے (احادیث مبارکہ اور عید کے دن کی سنتوں سے سجے) یہ کارڈز جہاں اسلامی نقطہ نگاہ سے فائدہ مند ہیں وہیں مختلف رنگوں سے ہلکی پھلکی ڈیزائنگ اور چاند کی خوبصورت تصاویر بھی خوب ہیں سو میں یہ کہہ سکتی ہوں کہ اب کی بار پھر سے عید کارڈز کی روایت کو تازہ کیا ہے اور انشا اللہ میں کوشش کروں گی کہ یہ خوبصورت روایت میرے بچوں کی زندگیوں میں ضرور شامل ہو، اس سے جہاں محبتوں کو فروغ ملتا ہے وہاں بچوں میں عید کی اہمیت کا احساس بھی اجاگر ہوتا ہے۔

۲۔ جہاں تک روایتی اور مذہبی جوش و خروش کی بات ہے تو میرے خیال میں مذہبی جوش و خروش ماند پڑ گیا ہے، نماز عید میٹھے کا تبادلہ یا ہمسائیوں رشتہ داروں کو صبح میٹھے میں سے کچھ بنا کر بھجوانا، ایک دوسرے سے تمام ناراضگیاں بھلا کر عید کے دن ایک دوسرے کے گھر عید ملنے جانا یہ سب تو اب تقریباً ناپید ہوتا جا رہا ہے ہاں روایتی جوش و خروش کو مزید فروغ دے دیا ہے ہم لوگوں نے غریبوں کو اپنی خوشیوں میں شریک کرنے کی بجائے ہم لوگ اس فکر میں ہوتے ہیں کہ عید کے کتنے جوڑے بنائیں فلاں دوست یا رشتہ دار نے اتنے روپے کا تحفہ دیا تھا پچھلی بار اس بار میں نے اسے زیادہ مہنگا دینا ہے فلاں تو اس قابل ہی نہیں کہ اس سے تحائف کا لین دین کیا جائے ایسے تو سینس ہی نہیں کہ اگلے بندے کو زیادہ قیمتی تحفہ دیا جاتا ہے، عید پارٹی میں فلاں فلاں شخص کو بلانے سے یہ فائدے ہو سکتے ہیں وغیرہ وغیرہ اور یہ لسٹ اتنی لمبی ہے کہ شاید لکھنے کو الفاظ کم پڑ جائیں لیکن ہم لوگوں کی مفاد پرستی ختم نہ ہو، سو ایسے میں زمانے کو الزام دینے کے بجائے ہمیں اپنے رویوں پر غور کرنے اور انہیں تبدیل کرنے کی ضرورت ہے ورنہ ہم اپنی آئندہ نسلوں کو عید کے خوبصورت رنگوں سے روشناس نہ کروا سکیں گے۔

۳۔ میرے خیال میں تو کھجور کے بغیر افطاری ادھوری لگتی ہے باقی سب تو ثانوی چیزیں ہیں، لہٰذا کھجور کا ہونا ازحد ضروری ہے۔

۴۔ رمضان اور عید کی سب سے اچھی روایت کون سی ہے؟ رمضان میں سحری اور افطار کے وقت سب گھر والوں کا مل بیٹھ کر روزہ رکھنا اور افطار کرنا مجھے بے حد پسند ہے ورنہ باقی کے دنوں میں تو کوئی پہلے کھا رہا ہے کوئی بعد میں کسی کا ناشتہ دن کے بارہ بجے ہو رہا

Scan & PDF
FIAZ AHMED
Friends Korner.com

ہے تو کوئی دوپہر کا کھانا تین بجے تناول فرما رہا ہے رمضان میں اپنی مرضی چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے بنائے قوانین کے مطابق چلنا اور ایک ہی وقت پر سحر و افطار مجھے بے حد بھاتا ہے اور جہاں تک بات ہے عید کی تو اس حوالے سے ایک دوسرے کے گھر ملنے جانا مجھے اچھا لگتا ہے کیوں کہ روزمرہ مصروفیت میں اتنا وقت ہی نہیں نکال پاتے کہ اپنوں سے میل ملاقات کر سکیں ایسے میں عید کے دن کسی کا ہماری طرف آنکلنا یا ہمارا کسی کے گھر جانا مجھے بہت اچھا لگتا ہے۔

۵۔ پہلے جب چھوٹے تھے تو لینا اچھا لگتا تھا اور اس تاک میں ہوتے تھے کہ کسی طرح عید زیادہ بٹور سکیں، اب چونکہ خود بچوں والے ہیں تو دینے میں مزا آتا ہے اس حوالے سے کوئی خاص واقعہ نہیں گزارے ورنہ ذہن کے دریچوں میں کہیں محفوظ ضرور ہوتا۔

۶۔ پہلی بات تو یہ کہ چاند دیکھنے کا تردد کرنا ہی اب چھوڑ دیا ہے جب اتنی عجل خواری کے بعد بھی فضا میں آلودگی کے سبب چاند نظر نہیں آنا تو فائدہ اور کچھ پہلی تاریخ کے چاند صاحب جانے کب جلوہ افروز ہوتے ہیں کہ دیکھنے دکھانے میں غائب بھی ہو جاتے ہیں، اس لئے اب ٹی وی یہ اعلان سن کر ہی خوش ہو جاتے ہیں اور جہاں تک دعا کا تعلق ہے تو اگر کبھی چاند دیکھ بھی لیا تو ملک، امت مسلمہ اور اپنے پیاروں کی سلامتی اور بقاء کی دعا کرتی ہوں اور سب کی نجات کی اللہ تعالیٰ ہمیں دین و دنیا میں اور آخرت میں کامیابی سے ہمکنار کرے (آمین)۔

سباس گل.....رحیم یار خان

۱۔ اپنے چاہنے والوں کو یہ بڑا معنی خیز جملہ ہے آپی! بھئی ہم تو بھی کو خوشی سے مسکراتے ہوئے دعاؤں کے ساتھ عید کی مبارکباد دیتے ہیں، عید کارڈز اور خوبصورت ایس ایم ایس کے ذریعے عید کی مبارکباد کے پیغامات بھیجتے ہیں دو تین قریبی سہیلیوں کی عید گفٹ بھی بھیجتے ہیں، گھر والوں کو بھی خوشی خوشی عید مبارک کہتے ہیں اور..... اور اپنے چاہنے والوں کو ہم "حنا" کے ذریعے دلی عید مبارک پیش کرتے ہیں۔

۲۔ جی ہاں کسی حد تک یہ بات درست ہے یوں بھی اچھی روایت سے بغاوت کرنا ہماری سرشت میں شامل ہوتا جا رہا ہے ہمیں یاد رہے کہ بچپن میں عید پر کتنے جوش و خروش سے اہتمام ہوتا تھا ہم بچے عید کی صبح نئے کپڑے جوتے پہن کر تیار ہوتے تھے اور ہنستے کھیلتے محلے میں نکلتے تھے، امی حضور شیر خورمہ کے پیالے طشتری میں سجا کر اوپر مکرانے کا ڈش کور پھیلا کر ہمیں دیتی تھیں اور ہم محلے کے ہر گھر میں یعنی ہمایوں کو ایک پیالہ دیتے تھے اور گھر کے سربراہ ہمیں عیدی کی صورت میں کچھ روپے بھی دیتے تھے تو ہم کتنے خوش ہوتے تھے، اب نہ گھر گھر شیر بھی تقسیم کرنے کی روایت باقی رہی ہے اور نہ ہی عیدی دینے کی، اب تو کسی کے گھر عید، شب برات پر نیاز کی کوئی چیز کوئی پکوان بھیجو تو اگلے یہ کہہ کر واپس کر دیتے ہیں کہ سویاں تو ہم نے بھی پکائی ہیں، چاول تو ہمارے گھر بھی پکے ہیں آپ پلیٹ واپس لے جائیں، (منہ ایسی ترقی کا جس نے رشتوں کا خلوص اور اچھی روایتوں کا احترام ہی ختم کر دیا ہے) ایسے لوگوں سے بہتر ہے کہ کسی غریب کو کھانا کھلا دیا جائے اور دعا اور ثواب بھی کما لیا جائے کیا خیال ہے؟ نا نیک خیال۔

۳۔ افطاری میں اگر ہماری امی حضور موجود نہ ہوں تو کوئی بھی ٹک کے نہیں بیٹھتا، امی کہاں ہیں؟ امی نہیں آئیں ابھی تک، کی صدائیں بلند ہونے لگتی ہیں، کیا کہا؟ اوا چھا! فوزیہ آپی ہم آپ کی بات کا مطلب سمجھ گئے ہیں کہ آپ نے کیا پوچھا ہے بھئی افطاری میں کھجور کے بنا افطاری ادھوری لگتی ہے، میز پر کئی لوازمات چنے ہوتے ہیں مگر روزہ افطار کرنے کے لئے سب کو کھجور ہی چاہیے، جنت کا میوہ سب کھانوں کی شان بڑھا دیتا ہے ماشاءاللہ۔

۴۔ رمضان کی سب سے اچھی روایت یہ ہے کہ یہ مہینہ سب گھر والوں کو عبادت اور سحر و افطار کے وقت یکجا کر دیتا ہے، نیند کتنی ہی گہری کیوں نہ ہو سحری کے لئے بیدار ہونا محض اللہ کی رضا کے لئے یہ احساس ہی بہت روح پرور ہے، عید کی جو روایت حوادث زمانہ اور بے پرواہی انسان سے اب بھی بچی ہوئی ہے وہ ہے عید کا چاند نظر آنے پر مبارکباد دینا، گھروں میں روایتی پکوان پکانا اور روٹھے ہوؤں کو منانے کا عید سب سے اچھا موقع ہے اس دن کوئی گلہ شکوہ نہیں ہو سکتا بس آپ اپنے روٹھے دوست یا عزیز کے گھر جائے اسے عید مبارک کہیے، گلے سے لگائے ساری ناراضگی ختم ہو جائے گی اور عید شروع۔

۵۔ ہمیں عید دینا زیادہ اچھا لگتا ہے جب ہم اپنے کسی دوست یا عزیز رشتے کو عید گفٹ یا عیدی دیتے ہیں تو اس کے چہرے پر جو خوشی بکھرتی ہے جو مسکان ابھرتی ہے دل میں جو محبت امنڈتی ہے اس کا کوئی مول ہی نہیں ہے، یہ سب بہت انمول ہے، بہت اطمینان بخش بھی، خوشگوار واقعہ ایک تو جب ہم نے اپنی پیاری دوست فردوس کو اپنی کتاب گفٹ کی تو وہ کتاب کا انتساب اپنے نام دیکھ کر بے انتہا خوشی نے اس کی اس خوشی کو دوچند کر دیا تھا بقول اس کے اور دو سال پہلے جب ہم نے اپنی نیک کمائی میں سے اپنی بہنوں کو عیدی دی تھی تب انہیں بہت خوشی ہوئی تھی، ہمیں بھی بہت اچھا لگا تھا، خوشی دینا بہت ہی خوشگوار احساس ہے ہمیں اس کا تجربہ بھی خوشی دے گیا تھا۔

۶۔ چاند کو دیکھ کر تو ہم سب کے لئے دعا مانگتے ہیں پاکستان میں امن و سلامتی بھائی چارے کے لئے اپنی فرینڈز اینڈ فیملی کی صحت و سلامتی اور خوشیوں کے لئے، ہاں ہر بار یہ دعا ضرور مانگتے ہیں کہ یہ عید ہم سب گھر والوں کے لئے خوشی کا باعث ہو، ہم سب ساتھ ہوں اور عید خیریت سے گزرے آمین، اللہ کا شکر ہے یہ دعا ضرور قبول ہوتی ہے۔

آخر میں ہم فوزیہ آپی آپ کو انکل سردار محمود کو حنا کی تمام پیاری پیاری رائٹرز کو عید کی دلی مبارکباد پیش کرتے ہیں، اللہ کرے کہ یہ عید آپ سب کے لئے ہمارے لئے ہمارے پیارے وطن پاکستان کے لئے خوشیوں سے بھرپور اور مبارک ثابت ہو آمین، پاکستان زندہ باد۔

قراۃ العین رائے.....شیخوپورہ

۱۔ بھئی چونکہ طبیعت قدرے ناساز ہے تو جواب بھی طبیعت کی مانند دینے کو چاہا جسے سراسر دماغ کی خرابی کہا جا سکتا ہے اب یہ پیمانہ بلکہ ایکسرے مشین کیسے ایجاد ہو کہ واقعی جیسے ہم چاہتے ہیں یا جو ہمیں چاہتے ہیں

بقیہ 253

Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com

میرے ساحر سے کہو

ام مریم

تیسویں قسط کا خلاصہ

پریشے کی رخصتی طارق شیرازی کے ضبط کی ساری طنابیں توڑ دیتی ہے، تنہائی اضطراب اور وحشت سے گھبرا کر وہ گھر آتا ہے ماہ نور اس کی مجنونانہ کیفیت اور ہیجان کو پا کے ششدر ہی نہیں ہوتی احساس توہین اور رقابت سے بھی سلگ جاتی ہے۔

شہریار اپنے چونچالی مزاج اور فطرت کے برخلاف ایک فیصلہ کرتا ہے، جسے جان لینے کے بعد رابیل بھڑک اٹھتی ہے، وہ کسی صورت بھی اسے کشمیر کے محاذ پہ بقا اور آزادی کی جدوجہد کرنے کی اجازت نہیں دیتی تو شہریار اس کی ضد کے سامنے ہتھیار ڈال دیتا ہے، مگر یہ بات رابیل نہیں جانتی تھی کہ اس کی یہ خاموشی عارضی ہے اور وہ کچھ کرنے کا فیصلہ کر چکا ہے۔

اکتیسویں اور آخری قسط

Scan & PDF
FIAZ AHMED
Friends Korner.com

دل پہ ایسے بھی عذابوں کو اترتے دیکھا
ہم نے چپ چاپ اسے خود سے بچھڑتے دیکھا
اس کو سوچا تو ہر سوچ میں خوشبو اتری
اس کو لکھا تو ہر لفظ مہکتے دیکھا
یاد آجاتے تو قابو نہیں رہتا دل پر
ورنہ دنیا نے بھی ہم کو نہ تڑپتے دیکھا
اس کی صورت کو فقط آنکھ نہیں ترسی ہے
راستوں کو بھی اس کی یاد میں روتے دیکھا
ہم محبت کے لئے آج بھی دیوانے ہیں
یہ الگ بات ہے کہ اس نے نہیں مڑ کے دیکھا

وہی راستے تھے وہی شناسا جگہیں مگر وہ کسی اجنبی کی طرح پھرتا تھا، صرف اک اس کی صورت ہی نگاہوں سے اوجھل ہوئی تھی مگر اس کے لئے کائنات کے سب رنگ پھیکے پڑ گئے تھے، تنہا خود کو سمیٹتا اور جوڑتا جب بری طرح سے تھک گیا تو ویک اینڈ پہ گھر چلا آیا، ماہ نور اس وقت ضویا، دادو اور تائی اماں کے ساتھ لاؤنج میں ہی موجود تھی، ابھی کوئی ڈرامہ ختم ہوا تھا اور وہ ضویا کے ساتھ اس کے اینڈ پہ بحث میں مصروف تھی، اپنے کمرے کی سمت جاتے طارق شیرازی کی اس نے محض ایک جھلک ہی دیکھی اور کوئی تو شاید یہ بھی نہیں دیکھ پایا، اس کا دل بری طرح روٹھے ساجن کی آمد کے ساتھ ہی بے ساختہ و بے ترتیب ہو کر دھڑکنے لگا تو کسی کو بھی اس کی آمد سے آگاہ کرنے کی بجائے خود چپکے سے اٹھ کر کمرے کی جانب بڑھ گئی اس وقت وہ اس کے ساتھ تنہائی کی متمنی تھی، صرف حساب کتاب ہی نہیں کرنے تھے، نگاہ و دل کے تقاضے بھی پورے کرنے تھے، اس نے دروازہ کھول کر اندر قدم رکھا تو طارق کو جوتوں سمیت بستر پہ دراز پایا۔

''آپ کب آئے؟'' اس نے وہیں تھم کر گویا موڈ کا اندازہ کرنا چاہا، مگر جواب ندارد تھا۔

''خفا ہیں سرتاج!'' اس کے لبوں کے گوشوں میں البیلی سی مسکان بکھرنے لگی پہلے ڈسٹربنس اور مداخلت سے بچنے کی غرض سے دروازہ لاکڈ کیا پھر آگے بڑھ کر بہت مگن سے انداز میں اس کے پیروں کو جوتوں اور موزوں کی قید سے رہائی دلانے لگی، سنگ مرمر سے سفید مضبوط پیر ہلکی نمی اور ٹھنڈک لئے ہوئے تھے، اس نے اپنے ہاتھوں کی نرم پوروں سے اس کے پیروں کو بہت دھیرے سے سہلایا مگر ادھر پوزیشن میں کوئی فرق نہیں آیا تھا، اسے ہلکی سی تشویش ہوئی تو مزید پیش رفت کی اور بیڈ کے کنارے ٹک کر اس کے کاندھے پہ ہاتھ رکھا۔

''طارق!'' وہ جانتی تھی مزاج یار کے موسم بدلنے کے بعد اسے ہی پیش رفت بھی کرنا ہے، منانا بھی ہے اور وہ دل و جان سے تیار تھی۔

وہ جہاں کہیں بھی گیا لوٹا تو میرے پاس آیا
بس یہی اک بات ہے اچھی میرے ہرجائی کی

اس کے گھنیرے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے وہ ایک سرشاری کی کیفیت میں گنگنائی، طارق نے ایک دم رخ بدلا اور آنکھیں کھول کر لہو رنگ دہکتی آنکھوں سے اسے دیکھا۔

(اور تمہیں کیا پتہ ماہ نور کہ میں ایک مقدس وعدے کی نازک زنجیر سے بندھا ہوا ہوں، محبت

اور عقیدت کا تقاضا ہے کہ میں اس وعدے کا تاعمر احترام کروں۔)

''میں بہت تھکا ہوا ہوں ماہ نور اس وقت صرف آرام کرنا چاہتا ہوں، اف یو ڈونٹ مائنڈ پلیز لیو می الون۔'' اس نے اپنے بالوں میں سرسراتا اس کا ہاتھ پکڑ کر پیچھے کرنا چاہا تو ماہ نور نے بہت چونکتے ہوئے اس کا وہی ہاتھ زبردستی اپنے ہاتھوں میں لے کر اس کی حدت کو محسوس کیا اور سخت بے چین سی ہو گئی۔

''کب سے ہے آپ کی، کو ٹمپریچر؟ دوا لی؟''

(اب کیسی دوا کیسی صحت سب کچھ بے کار لاحاصل)

طارق نے جواب نہیں دیا۔

''اچھا چینج تو کر لیں ریلیکس ہو جائیں گے۔'' اس نے اس کے مضبوط کڑیل سراپے پہ سجے یونیفارم کو دیکھ کر لجاجت سے کہا اب کے طارق نے بحث یا انکار نہیں کیا اور چپ چاپ اٹھ کھڑا ہوا، ماہ نور نے جلدی سے بڑھ کر اس کے لئے آف وائیٹ کاٹن کا آرام دہ کرتا شلوار وارڈ روب سے نکال کر واش روم میں لٹکا دیا، طارق یونیفارم کی شرٹ اور بنیان اتار کر واش روم میں گھس گیا، ماہ نور اس کے کپڑے سمیٹ کر رکھنے کے بعد خود چائے بنانے کے ارادے سے باہر نکل گئی اور جب پندرہ منٹ بعد چائے کے ساتھ بوائل انڈا دو سینکے ہوئے سلائس لے کر اندر آئی تو اس پل طارق بھی گیلے بال تولیے سے خشک کرتا ہوا واش روم سے برآمد ہوا تھا، ماہ نور ایکدم تشویش کا شکار ہو گئی۔

''اُف، طارق اس قدر ہائی ٹمپریچر کے باوجود آپ نے باتھ لے لیا، پھر آج موسم بھی...... اگر طبیعت زیادہ خراب ہو گئی تو......؟'' وہ ٹرے رکھ کر لپک کر نزدیک آئی اور اس کا بازو پکڑ لیا۔

''بستر میں چلیں میں چین کلر لائی ہوں کچھ کھا کر لے لیں۔'' اس کے لہجے و انداز میں تشویش کے رنگ گہرے تھے، طارق نے جلتی ہوئی سرخ آنکھوں سے اسے دیکھا۔

(تم راحت جاں نہیں ہو ورنہ تو یہ کٹھن مرحلہ میں شاید سہولت سے طے کر لیتا، تمہیں کیا پتہ میرے اندر کیسی آگ بھڑک رہی ہے، جو بجھتی نہیں۔)

اسے ہیٹر آن کرنے سے منع کرتا وہ بستر میں چلا گیا۔

''چائے لیں طارق!'' ماہ نور کپ سمیت آگئی، طارق نے ہاتھ کے اشارے سے منع کیا۔

''نہیں مجھے پانی دو بہت ٹھنڈا ڈھیر ساری برف ڈال کر۔'' اس نے تھکے ہوئے انداز میں سر تکیے پہ ڈال دیا، ماہ نور اسے سینہ بے چینی سے مسلتے دیکھ کر گھبراہٹ میں مبتلا ہوئی حکم کی تعمیل کو دوڑ گئی، اگلے دو منٹ بعد وہ بہت ٹھنڈا پانی لے کر لوٹی تو طارق کی پیشانی پہ پسینہ بوندوں کی صورت چمک رہا تھا، وہ غٹا غٹ ایک ہی سانس میں سارا پانی پی گیا۔

''آپ کی طبیعت زیادہ خراب ہو رہی ہے میں فاروق بھائی کو فون کرتی ہوں۔'' ماہ نور کسی بھی لمحے رونے کو تیار تھی، طارق نے ایک وحشت کے عالم میں باہر کی جانب بھاگتی ماہ نور کی کلائی جکڑ لی اس کے مضبوط ہاتھ کی آہنی گرفت سے ٹوٹتی چوڑیوں کی چبھن بھی ماہ نور پہ اثر انداز نہ ہو سکی۔

''فاروق کچھ نہیں کر سکتا ایویں اسے بلا کر پریشان مت کرنا پلیز!'' اس نے گہرے گہرے سانس کھینچتے ہوئے اسے اس عمل سے روکا۔

''آپ کو کیا ہو رہا ہے طارق! آپ مجھے پریشان کر رہے ہیں۔'' ماہ نور نے اس کے پاس

Scan & PDF EJAZ AHMED Friends Korner.com

بیٹھ کر اس کا سر اپنی گود میں رکھ لیا آنسو بے اختیار بہہ نکلے تھے۔

''تم نے بھی کیا تھا نا مجھے پریشان؟ اب خود بھی ہوتی رہو، یہ سب تو شاید اب یونہی چلے گا، میرا سکون کھو گیا ہے میری خوشی چھن گئی ہے۔'' وہ جیسے حواسوں میں نہیں رہا، اس کی بڑی بڑی آنکھوں میں وحشت سی وحشت تھی تو چہرے کے تاثرات میں ایک ہیجان سا برپا تھا، ماہ نور خوفزدہ سی ہونے لگی۔

''کون سا سکون طارق، کون سی خوشی، کچھ نہیں کھویا ہے آپ نے، ادھر میری طرف دیکھیں میرے پاس ہے آپ کا سکون آپ کی ہر خوشی اور میرا سب کچھ آپ پہ فدا ہے۔'' وہ آج بلا جھجکے اس پہ پوری صداقت سے اپنے دل کا حال عیاں کرنے لگی مگر نہیں جانتی تھی کہ وقت گزر جانے پہ بہت ساری باتیں اور خوشیاں اپنی اہمیت کھو کر بے کار ہو جاتی ہیں، طارق نے بھی جیسے اس کی بات سنی ہی نہ تھی۔

''تمہیں پتہ ہے، پریشے چلی گئی، وہ ہمیشہ کے لئے چلی گئی، مجھے چھوڑ کر، اب وہ کبھی نہیں لوٹے گی میں، میں اسے دیکھنے کو ساری عمر ترستا رہوں گا۔'' وہ کچھ اور بھی حواس کھونے لگا، ماہ نور نے بے ساختہ چونک کر ساکن ہو کر اسے دیکھا۔

''یہ صرف تمہاری وجہ سے ہوا ہے صرف تمہاری وجہ سے ہوا ہے، تمہیں شاید خود بھی پتہ نہیں کہ تم کتنی کٹھور ہو کس قدر بے حس، وہ چند روزہ زندگی کو بھی سسک سسک کر جیئے گی، وہ اپنی زندگی کی سب سے بڑی خواہش سے دستبردار ہو گئی اس لئے کہ وہ اس کی گود کو نہیں دے سکتی تھی اور تم...... تم نے اسے کتنے بڑا دکھ دے ڈالا کم ظرفی کی انتہا یہ ہے تم، کہ تم سے چند روز کا بٹوارہ برداشت نہ ہو سکا اور تم نے عمر بھر کی تشنگی اور کرب میں مبتلا کر دیا مجھے تم نے مجھے مار دیا ماہ نور اندر سے ختم کر دیا، میں تمہیں کیسے بتاؤں تم نے کیا ظلم کر ڈالا ہے۔'' وہ اتنا اونچا پورا مضبوط مرد بچوں کی طرح سسکیاں بھرتے ہچکیاں لیتے بلکتے ہوئے تکیے پہ سر پٹخ رہا تھا اور ماہ نور جیسے پھٹی پھٹی آنکھوں سے حالات کا یہ رخ دیکھتی خود کو خلا میں معلق محسوس کر رہی تھی۔

☆☆☆

اماں نی میری نیندیں بھاگیں
مجھ سے کوسوں دور
اماں نی میرے سپنے ٹوٹے
چبھ گئی سینے پھانس
اماں نی میں پیاسی تڑپی
دل دریا کے بیچ
اماں نی میری سنے نہ کوئی
ہاری کر کر بین
اماں نی میری کشتی ڈوبی
عین کنارے پاس
اماں نی میرے اندر بادل
بارش روکے کون

اماں نی میں نے چاند چرایا
جیون ہوا اندھیر
اماں نی! اماں نی!

سود زیاں کا حساب تھا جو لا متناہی تھی جس کے گرداب میں الجھی کھڑی تھی اور وہ خود کو خالی ہاتھ سا محسوس کر کے تھکن سے دو چار تھی، عجیب بیگانہ سا غافل سا انداز تھا جب ضویا نے کچن میں جھانکا۔

''بھائی کب آئے تھے؟''

ضویا نے کھولتے قہوے پہ نگاہیں مرکوز کیئے ہونٹ بھینچے کھڑی ماہ نور کو مخاطب کیا تب وہ خفیف سا چونک کر متوجہ ہوئی۔

''بھائی کا پوچھ رہی ہوں تم سے؟'' ضویا نے اس کی غائب دماغی کو محسوس کر کے ہی اپنا سوال دہرایا تھا۔

''ہاں، دوپہر کو، شاید طبیعت ٹھیک نہیں ہے آتے ہی سو گئے۔'' وہ آنکھیں چرا کر کہہ رہی تھی۔

''پھر تو تم نے انہیں فاروق بھائی کی منگنی طے ہو جانے کا بھی نہیں بتایا ہو گا؟'' ضویا بہت دھیان سے اس کی ستی ہوئی شکل دیکھ رہی تھی۔

''ہاں موقع ہی نہیں مل سکا، اب اٹھیں گے تو اماں خود بتا دیں گی۔'' وہ کپ میں چائے چھان کر نکالنے لگی۔

''اور تمہارے ان سے تعلقات اب بھی ویسے ہی جامد ہیں موموا! کچھ تو خیال کرو یار بعد میں شادیاں کروانے والے امی ابا بن گئے مگر تم لوگ ہو کہ انا اور جھگڑوں کے چکروں سے باہر نہیں نکلتے۔'' ضویا کے ساتھ گو کہ اب بہت دوستانہ تھا مگر پھر بھی ضویا نے دبے ہوئے محتاط انداز کو اختیار کیا تھا، ماہ نور لب بھینچے چائے کے مگ سے اڑتی بھاپ کو گھورتی رہی۔

''جتنا ستایا ہے نا تم نے میرے بھائی کو اب سزا کے طور پہ ان کا موڈ بھی خود ہی درست کرو اور میں سمجھتی ہوں یہ ان کا حق بھی ہے۔'' ضویا کی اگلی بات پہ اس نے ٹھنڈا سانس بھرا تھا۔

(اور تمہیں کیا پتہ میں اپنی عادت اور مزاج کے برخلاف کیا کچھ نہیں کر چکی، وہ شخص اب اتنا ہی عزیز ہو چکا ہے مجھے، اب تو انا اور عزت نفس بیچ میں کہیں نہیں ہے، مگر ضویا مجھے لگتا ہے میں نے بہت دیر کر دی ہے، میری بے رخیوں کے ہجر موسموں میں وہ کسی کی ترسی ہوئی مگر پائیدار محبتوں کا اسیر ہو گیا، پتہ نہیں غلطی کس کی ہے، شاید میری ہے، انہیں کیوں دوش دوں کہ اگر دیانت داری سے سوچتی ہوں تو جتنا انتظار انہوں نے میرا کیا کوئی مرد کسی اور کا خاص طور پر اپنی بیوی کا نہیں کر سکتا۔)

''میرا خیال ہے بھائی اٹھ گئے ہیں، آؤ وہیں چلتے ہیں۔'' ضویا نے اس کی خاموشی سے عاجز ہو کر کہا اور پلٹ کر باہر چلی گئی، نومبر کی رخصت ہوتی شام تھی، دھوپ کی مرجھائی ہوئی سی کرنیں لان کے سرسبز فرش پہ اپنے پر سمیٹتے رخصت ہو رہی تھیں اور اسی دھوپ میں لان چیئرز میں سے ایک پہ بیٹھا طارق شیرازی اپنے رشتوں کے درمیان گھرا نارمل نظر آ رہا تھا، وہ دھیرے دھیرے چلتی اسی سمت آ گئی۔

''یہاں آ جاؤ بیٹا! تمہارے لاڈ پورے کرنے کا ارمان تو جو دل میں ہے سو ہے، مگر بہو کو بیٹے

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

کے ساتھ دیکھنا زیادہ اچھا لگتا ہے، طارق اب کے جاؤ تو بچی کو ساتھ ہی لے کر جانا تمہارے بغیر بولائی ہوئی سی پھرتی ہے۔'' اماں نے اسے طارق کے ساتھ موجود خالی کرسی پہ بٹھا دیا، ماہ نور نے نگاہ بھر کے دیکھا طارق شیرازی کا چہرہ ویسا ہی بے تاثر اور سپاٹ تھا۔

''اب کہاں جانا ہے اماں! میری پوسٹنگ ادھر ہی ہو جائے گی۔'' ماہ نور نے بہت چونک کر اسے دیکھا پھر سر جھکا کر ناخن سے میز کی سطح کھرچنے لگی۔

''کیا خیال ہے پھر منگنی کے ساتھ ہی شادی کی تاریخ نہ رکھ لی جائے، ضویا کے سسرال والے بھی شادی چاہ رہے ہیں لڑکا آ گیا ہے نا ولایت سے پڑھائی مکمل کر کے۔'' اماں پوچھ رہی تھیں وہ بے خیالی میں خاموش بیٹھی رہی اور یہ سارا وقت اپنوں کے درمیان گزار کر جب رات کے کھانے کے بعد طارق اٹھ کر اپنے کمرے کی جانب گیا تو ماہ نور بھی مزید وہاں ٹھہر نہیں سکی اور اس کے پیچھے ہی چلی آئی، طارق ٹی وی آن کیے نیوز سن رہا تھا، ماہ نور صوفے پہ ٹک کر اسے یونہی دیکھنے لگی تھی کہ طارق نے اچانک گردن موڑ کر اسے دیکھا، وہ گڑبڑانے کی بجائے کھل کر مسکرائی۔

''یہاں آؤ۔'' طارق نے آہستگی سے پکارا تھا، ماہ نور کا دل زور سے دھڑکا اور ساری درماندگی جیسے سرخوشی اور سرشاری میں ڈھل گئی وہ جیسے پھولوں پہ پاؤں دھرتی اس کے پہلو میں آ گئی تھی۔

''میرا خیال ہے اب ہمارے درمیان ایسی کوئی وجہ اختلاف نہیں کہ یہ فاصلے برقرار رہیں۔'' وہ اتنی سنجیدگی سے گویا تھا کہ ماہ نور بس اسے دیکھتی رہ گئی، وہ ایک بار پھر اپنے عظمتوں کی سربلندی پہ کھڑا محسوس ہوا جس نے اسے جھکانے کی بجائے خود سے پیش رفت کر دی تھی۔

''ماہ نور! میرا مقصد تم سے ہار تسلیم کروانا نہیں تھا، میں تو بس تمہاری رضامندی کا منتظر تھا، آئی ایم سیاری کہ تمہاری رضامندی کو پا کر بھی میں تمہاری طرف فوراً رجوع نہیں کر سکا، ایکچوئلی کچھ پرسنل قسم کی پرابلم تھیں۔'' وہ اس کی سنجیدگی کو برقرار رکھے گویا تھا، ماہ نور کا دل اس کے انداز و اطوار کو یکسر بدلا ہوا پا کر ایک دم سے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔

(میں کیسے اور کس سے کہوں کہ مجھے میرا وہی طارق لوٹاؤ، وہ طارق جو زندگی اور زندگی کے رنگوں سے بھرپور تھا جس کی قربتوں میں محبتوں کا تفاخر پوری شان سے اپنا احساس بخشتا تھا، وہ طارق جس کی دھڑکنوں میں شوریدہ سر دریاؤں کا سا جوش تھا، وہ طارق جس کے لمس میں کیف کی نئی دنیاؤں سے آگاہی تھی، وہ طارق جو چھو لیتا تھا تو وجود صندل بن کر دہک اٹھتا تھا، وہ مجھ سے مجھ کو چھین کر خود کون سے جہان میں گم ہو گیا۔)

''ایک بات پوچھوں طارق؟'' اس نے سر اونچا کر کے ڈرتے ڈرتے اسے دیکھا۔

''آج جب آپ گھر آئے تھے تو کیا ہوا تھا آپ کو؟''

''کیا ہوا تھا؟'' وہ بہت زور سے چونکا۔

''بہت ڈسٹرب تھے، کیا پریشے کہیں چلی گئی ہے اور...... اور جب وہ آپ سے محبت کرتی تھی تو پھر شادی سے انکار کیوں کیا؟'' معاً وہ طارق کی لہو رنگ آنکھوں کو دیکھ کر سہم سی گئی۔

''آج کے بعد اس موضوع پر کبھی بات مت کرنا ماہ نور!'' طارق کا لہجہ ایک دم سے بدل گیا، وہ کروٹ بدل کر رخ بھی پھیر گیا تھا، مگر ماہ نور کے اندر ایک ہیجان برپا ہونے لگا۔

''آپ کہہ رہے تھے اس نے میری وجہ سے قربانی دی اور آپ کو چھوڑ کر چلی گئی، کتنا ظلم کیا، اسے اگر آپ سے سچی محبت تھی تو اسے آپ کا خیال کرنا چاہیے تھا نا کہ میرا؟ میں جتنی بھی کم ظرف

ہوتی مگر بہرحال اس کا یا آپ کا کچھ بگاڑ تو نہیں سکتی تھی، طارق یہ ضروری تو نہیں کہ وہ صرف وہی آپ سے محبت کرے اور قربانی دے، محبت تو میں بھی آپ سے کرتی ہوں اور جس حالت میں آپ کو دیکھ چکی ہوں اس کے بعد تو فیصلہ کرنا ہی پڑے گا کہ آپ پریشے سے شادی کر لیں، مجھے بھی آپ کی خوشی آپ کے دکھ سے بڑھ کر عزیز ہے۔''

(وہ جان گئی تھی پریشے ہمیشہ کے لئے جا چکی ہے، وہ محض ایک داؤ کھیل رہی تھی، پریشے! اس نے دانت پیسے! معمولی اور حقیر لڑکی کسی بھی مقام پہ مجھ سے جیت جائے ایسا تو نہیں ہونا چاہیے، میں تمہیں طارق کے دل سے تو کیا سوچوں سے بھی نکال دوں گی، اس کی پور پور زہریلی ہو رہی تھی۔)

طارق نے اس کی سوچوں سے برعکس کسی کرب میں مبتلا ہو کر آنکھیں سختی سے بند کر لیں۔

''اب یہ ممکن نہیں وہ جا چکی ہے اب نہیں لوٹے گی۔'' اس کی آواز کچھ اور دھیمی کچھ اور بوجھل ہو گئی۔

''آپ کے لئے بھی نہیں؟ آپ اسے بتائیں کہ میں با خوشی آپ کو اس کے ساتھ شیئر کر سکتی ہوں، اگر اسے آپ سے محبت ہے تو آپ کے جذبات کی بھی قدر ہونی چاہیے۔'' ماہ نور کا لہجہ جتنا بھی معقول ہو مگر اس نے سوچ سمجھ کر ایسے بھڑکانے والے الفاظ کا چناؤ کیا تھا کہ طارق شیرازی بدگمانی میں مبتلا ہو سکے، طارق نے جواب نہیں دیا۔

(آئی ایم سیاری پریشے تمہارا ایثار اور خلوص سر آنکھوں پہ، مگر یہ بندہ اتنا اہم اور خاص ہے کہ اب میرے علاوہ کسی اور کے لئے تڑپے ماہ نور کی شدت پسند فطرت کو گوارا نہیں۔)

''میرے پاس اس کا کوئی بھی کانٹیکٹ نمبر نہیں ہے اور پلیز اب اس ٹاپک کو کلوز کر دو۔'' طارق نے کہا تھا اور تکیہ اٹھا کر منہ پہ رکھ لیا، ماہ نور کی پیشانی بھاپ چھوڑنے لگی۔

(تم ایک بار پھر مجھے اگنور کر رہے ہو اسی ڈائن کے سوگ میں، میں اسے اتنی بددعائیں دوں گی کہ کل کی مرتی آج مر جائے گی۔)

ماہ نور کی آنکھوں کے ساتھ دل بھی سلگنے لگا تھا۔

☆☆☆

سوہنی دے نخرے سوہنے لگدے مینوں
سوہنی نے نخرے سوہنے لگدے

شہریار اپنی دھن میں تھا ہاتھ میں رابیل کی ساڑھی کا پلو تھا لبوں پہ گنگناہٹیں مگر کمرے سے باہر آتے ہی داؤد حسن خاں کو روبرو پایا اور خفت سے سرخ پڑ گیا۔

''السلام وعلیکم داؤد بھائی!'' شرافت کے جامے میں لوٹتے وہ دونوں ہاتھ سینے پہ باندھ کر رابیل کے ساتھ آن کھڑا ہوا جو اسکن کلر کی جھلملاتی ہوئی ساڑھی میں نیچر کلر کی لپ اسٹک اور پرل کی جیولری پہنے ہوش اڑا دینے کی حد تک حسین لگ رہی تھی۔

''وعلیکم السلام کیسے ہو شہریار اور رابیل آپ بھی؟'' داؤد حسن خاں نے بڑی متانت اور فطری شائستگی سمیت جواب دے کر باری باری دونوں کو دیکھا بلکہ رابیل کے ایکدم ٹھٹکے ہوئے انداز کو بغور دیکھا۔

''فائن بالکل ٹھاک ٹھاک خوش باش! یو نو بھائی جب سے رابیل سے لڑائیاں ختم ہوئی ہیں

Scan & PDF EJAZ AHMED Friends Korner.com

آور گم صم تھا اور اس کی اس خاموشی سے ہر کسی نے اس کی عادت سمجھ کر سمجھوتہ کر لیا تھا۔

"ماموں پلیز آپ میرے ساتھ ہی رہیے۔" وقاص نے اسی وقت اپنے پہلو سے اٹھتے داؤد حسن خاں کا ہاتھ سختی سے جکڑ کر سرگوشی کی تو داؤد حسن خاں اس کی بچگانہ حرکت پہ مسکرائے بنا نہیں رہ سکے، صوحا کو فاروق کے مقابل بٹھانے کے بعد جس پل رابیل نے زوحا کو سہارا دے کر وقاص کے پہلو میں بٹھایا وقاص ایک بار پھر اپنے دل میں سر اٹھاتی بغاوت کو محسوس کر کے خوفزدہ سا ہونے لگا۔

"چلیں جی بسم اللہ کریں، فاروق صاحب آپ بڑے ہیں۔" شہریار نے ہینڈی کیم سنبھالا ہوا تھا اور ان لمحات کو عکس بند کر رہا تھا اس مصروفیت کے عالم میں بھی آواز کی چہکار مزاج کی شوخی کا وہی رنگ ڈھنگ تھا۔

"افوہ بیوی تم تو آگے سے ہٹو، یہاں آ جاؤ میرے پہلو میں ریلیکس رہوں گا۔" زوحا کا دوپٹہ درست کرتی رابیل کو بازو سے پکڑ کر شہریار نے اپنے مقابل کھینچا تو اس کی شرارت پہ سبھی کے لبوں کی تراش میں مسکراہٹ بکھر گئی۔

"اجازت ہے سائرہ؟" تائی اماں کے استفسار پہ ماما مسکرا دیں۔

"جی بالکل! بسم اللہ کریں۔"

پہلے فاروق نے صوحا کو رنگ پہنائی تھی۔

"بھائی مجھے اس موقع پہ جھاڑنے کے لئے کوئی دھانسو قسم کا ڈائیلاگ تو بتائیں تاکہ خوب اچھا تاثر قائم ہو سکے۔" فاروق نے طارق کی سمت جھک کر سرگوشی کی وہ پہلے ہونق ہوا پھر اسے بے دریغ گھورا۔

صوحا نے کانپتے ہاتھوں سے فاروق کو انگوٹھی پہنائی تھی، فاروق کا ارادہ تو تھا اسے چھیڑ نے ستانے کا مگر اس کی نازک سی جان کو یوں کنفیوژڈ دیکھ کر یہ پروگرام پھر کسی اچھے وقت کے لئے اٹھا کر رکھ لیا۔

"یہ لیجئے جناب اور ذرا چہرے کے زاویئے ٹھیک کریں۔" نگین نے آپنے پرس سے دل شیپ میرون کلر کا خوبصورت ننھا سا رنگ کیس نکال کر وقاص کی مٹھی میں دبایا اور گھر کنے کے انداز میں کہا، وقاص نے ایک نگاہ اس کے خفا خفا سے چہرے پہ ڈالی تھی اور گہرا سانس کھینچ کر کیس کھول لیا، وائیٹ گولڈ کی ننھے سے ڈائمنڈ سے سجی جگر جگر چمکتی رنگ جو بالخصوص داؤد حسن خاں نے اسی مقصد کے لئے دوبئی میں مقیم اپنے دوست سے منگوائی تھی، بھلا وہ اتنی بے پایاں اور انمول محبتوں کا قرض چکا سکتا تھا، اس نے ایک محتاط نگاہ زوحا کے چہرے پہ ڈالی اور رنگ اپنے ہاتھ میں لے کر اپنا ہاتھ اس کی سمت پھیلایا، ہمیشہ کی بولڈ اور پراعتماد زوحا پہ اس پل فطری جھجک گریز اور خوف کا غلبہ تھا اس نے بہت آہستگی سے اپنا دھیرے دھیرے کپکپاتا نازک ہاتھ اس کی چوڑی شفاف ہتھیلی پر رکھ دیا، وقاص ذرا سا جھک کر رنگ پہنانے لگا تھا جب شہریار کو اچانک شرارت سوجھ گئی تھی۔

تیرے ہاتھ میں میرا ہاتھ ہو
ساری جنتیں میرے ساتھ ہوں
تو جو ساتھ ہو پھر کیا یہ جہاں
تیرے پیار میں ہو جاؤں فنا!

"کبھی تم بھی اس قسم کی ایکٹویٹی میں میرا ساتھ دے لیا کرو۔" اس نے کنگنانے کا سلسلہ موقوف کر کے رابیل کو گھرکا۔

"جی نہیں شکریہ، آپ کو ہی مبارک ہوں یہ فضولیات۔" رابیل نے نخوت سے ناک سکوڑا تو شہریار نے غصے سے اسے گھورا۔

"اطلاعاً عرض ہے میں یہ تمہارے لئے نہیں وقاص کے لئے گا رہا ہوں۔" اس نے جیسے بدلا چکایا۔

"ڈونٹ مائنڈ اٹ!" رابیل نے کاندھے جھٹک دیئے۔

تو جو ساتھ ہو پھر کیا یہ جہاں
تیرے پیار میں ہو جاؤں فنا
تیرے ہاتھ میں میرا ہاتھ ہو
ساری جنتیں میرے ساتھ ہوں

فاروق نے بڑے جذب سے سر اٹھایا تو شہریار نے بڑی مشکور نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"یہ آپ ہمارے لئے گا رہے تھے؟" شہریار کی معصومیت کے مظاہرے پہ فاروق گڑبڑا اٹھا۔

"یار کیوں امیج خراب کرتے ہو؟" صوحا پہ ایک نگاہ ڈال کر اس نے مسکیت سے کہا تھا۔

"ہاں جیسے میں نے ابھی کر لیا۔" شہریار نے ترچھی نگاہ رابیل پہ ڈالی جو ماہ نور سے محو گفتگو تھی۔

"یار یہ بیویاں بڑی گھنی ہوتی ہیں، سب کچھ جانتی اور سمجھتی ہیں، مگر اظہار کے معاملے میں بہت بخیل ثابت ہوتی ہیں۔" شہریار نے اپنا دکھڑا رو دیا۔

"نہیں شہری! صنف نازک کا یہ انداز بخیل نہیں شرم و حیا کہلاتا ہے اور یہ وہ خوبصورت ردا ہے جس کے بنا عورت اپنا سارا حسن گہنا دیتی ہے۔" طارق نے بہت سنجیدگی و متانت سمیت اختلاف کیا، ماہ نور نے بہت چونک کر اسے دیکھا صد شکر کہ اس کی چپ تو ٹوٹی تھی۔

(یہ سب کچھ تو میرے پاس بھی ہے طارق! مگر شاید پریشے کی نسبت بہت کم اور تمہیں تو بس وہی اچھی لگنے لگی ہے اب اس کا رنگ اتنا گہرا چڑھا ہے تم پہ کہ اب کچھ اور تمہیں جچتا ہی نہیں۔)

"آئی ایگری ود یو بھائی! میں تو یونہی مذاق کر رہا تھا۔" شہریار نے مسکراہٹ سمیت جواب دیا۔

"آپ بھی سوچ رہے ہوں گے وقاص اس ساری شرم و حیا اور نسوانی وقار رکھنے والی نفیس خواتین میں سے آپ کے پلے بندھنے والی کہیں بے حجاب لڑکی ہے، ہے نا؟"

سب کی باتیں بے دھیانی میں سنتا وقاص زوحا کی سرگوشیانہ آواز پہ چونک کے متوجہ ہوا۔

"میں بولڈ اور کونفیڈنٹ ضرور ہوں مگر بے باک بے شرم اور بے حجاب نہیں ہوں، ہاں اپنی فیملی اور اپنے معاشرے کی دیگر لڑکیوں کی نسبت میں نے کچھ بولڈنیس کا مظاہرہ ضرور کیا ہے تو اس کی وجہ بھی آپ تھے کہ میں نے آپ کو سمجھا تھا جانا تھا تو یہ بھی جان لیا تھا آپ کو اس گرداب اور حصار سے نکالنے کو اپنے مخصوص شرم و حیا کو چھوڑنا پڑتا تھا، پہلے پہل زبان شرارت میں پھسلی پھر آپ کے

Scan & PDF
FIAZ AHMED
FriendsKorner.com

حالات سے واقفیت کے بعد ہمدردی میں اور اس کے بعد محبت کی مجبوری اور بے بسی میں جانے کیوں میرے اندر اور اک کے یہ در وا ہوئے تھے کہ اگر میں بھی خاموش اور دبکی ہوئی رہی تو آپ کو ہمیشہ کے لئے کھو دوں گی اور یہی خسارہ مجھے منظور نہیں تھا۔" وہ رک رک کر اٹک اٹک کر کہہ رہی تھی اور اپنے پندار کی حفاظت کرتی ہوئی وہ نازک سی لڑکی وقاص کو پہلی بار اپنی اپنی سی محسوس ہوئی تو لبوں پہ ایک دل آویز سی مسکان بکھر گئی اور یہ اس دوران اس کے ہونٹوں پہ اترنے والی پہلی مسکراہٹ تھی جسے نگین نے دیکھا تھا اور اندر تک کھل اٹھی، جبکہ اس کی خاموشی پہ زوحا کے دل پہ پڑا بوجھ کچھ اور بھی گہرا ہو گیا تھا۔

"کیا تھا جو یہ شخص ذرا سی میری ہاں میں ہاں ملا دیتا۔"

"آپ مسکرائے کیوں؟ میرا مذاق اڑا رہے ہیں؟" وہ جھنجلائی ہی نہیں تھی روہانسی بھی ہو گئی، وقاص کے ہونٹوں کے ساتھ آنکھیں بھی مسکرا اٹھیں۔

"بخدا غلط مت سمجھیں میں اس گستاخی کا مرتکب نہیں ہو سکتا، بس مجھے اپنے وضاحتیں دے کر ہلکان ہوتی ماں کا انتخاب کی یہ لڑکی پہلی بار دل کے نزدیک محسوس ہوئی ہے، امید واثق کہ یہ فیصلہ بہرحال میرے لئے خوشگوار ثابت ہو گا انشاء اللہ۔" وہ خفیف سی شرارت اور شوخی سے کہہ رہا تھا اور منہ کھول کر اس کی بات سنتی ہوئی روحا اتنا جھینپی کہ کھسیاہٹ مٹانے کو اس کے بازو پہ ایک مکا دے مارا تھا اس کی اس حرکت پہ آس پاس موجود لوگ چونکے تھے اور پھر مسکرا دیے تھے کہ انہیں پہلے کی کثافت اور بعد کی خوبصورتی کا اندازہ نہیں تھا مگر داؤد حسن خاں اور نگین کی آنکھوں میں وقاص کی شفاف مسکراہٹ اور زوحا کے چہرے کے شرمیلا تاثر خوشی اور جوش جگا گیا تھا وہ سب سے خاص اور اہم تھا اسی تاثر کو دیکھتے ہوئے وقاص نے اپنے دل میں جھانکا تھا جہاں رابیل کا مسکراتا چہرہ اسی آب و تاب سے روشن تھا وہ جیسے تھک سا گیا ہر صوفے کی ٹیک سے ٹیکا اور لبوں میں بڑبڑا لیا۔

اس کی مٹھی میں بہت دیر رہا میرا وجود
میرے ساحر سے کہو اب مجھے آزاد کرے

اس التجا آمیز خواہش کو دہراتے ہوئے اس کا دل بھرا سا گیا تھا۔

☆☆☆

نند ہماری پارلر جاتیں میمنا نندویا
میں بیچاری شاپنگ جاؤں بچے پالیں میاں
سروتا کہاں بھول آئے اچھے نندویا!
سروتا کہاں بھول آئے

حویلی کے بڑے کمرے میں سب موجود تھے ڈھولک پہ تھاپ نگین دے رہی تھی جبکہ گانے کو رابیل میدان میں اتری تھی آج اس کا رنگ ڈھنگ ہی الگ تھا، اس کے نشانے پہ ماہ نور اور طارق تھے جہاں سب کے ہونٹوں پہ مسکراہٹ بکھری شہریار کا منہ لٹک گیا۔

"اس سارے قصے میں غریب اور مسکین بنانے کو تمہیں میں ہی ملا تھا بس مک گئی گل یہ گانا نہیں گا سکتیں تم لوگ۔" شہریار نے باقاعدہ برا مناتے ہوئے ڈھولک گھسیٹ لی رابیل نے سخت احتجاج کیا جس میں مما سے شکایت لگانا سرفہرست ٹھہرا یہی وجہ تھی کہ رابیل کی حمایت کی گئی۔

"افوہ بھئی شہری غلط نہیں کہہ رہا کچھ اور گا لیں، اس سانگ میں تو غالباً سب کی درگت بنے گی۔" داؤد حسن خاں نے جب شہری کا ساتھ دیا تو رابیل ایکدم ٹھنڈی پڑ گئی۔

"پھر اب اور کیا گائیں؟" رابیل نے یوں اس مسئلے کو اٹھایا گویا بے حد اہم ہو۔

"گیندا پھول گائیں نا پلیز!" یہ فرمائش عینا کی طرف سے اٹھی تھی اور محفل میں گویا جان پڑ گئی بلاشبہ یہ گانا تو سب کا پسندیدہ تھا اور اس موقع پہ بالکل ذہن سے دور تھا، رابیل کے ساتھ نگین اور ماہ نور نے بھی اس ہیلپ پہ تشکرانہ نگاہوں سے اسے دیکھا تھا اور اگلے ہی لمحے اسی گانے کی تان اڑنے لگی۔

میاں چھیڑ دیوے نند چٹکی لیوے سسرال گیندا پھول
ساس گالی دیوے دیور سمجھا لیوے سسرال گیندا پھول
چھوڑا بابل کا انگنا بھاوے ڈیرا پیا کا ہو

سب سے زیادہ خوش عینا ہی ہوئی تھی چوڑیوں سے بھری کلائیوں سے تالیاں بجاتی وہ مسلسل مسکرائے جاتی تھی جب رابیل کو شرارت سوجھ گئی تھی، وہ ماہ نور کی سمت جھکی تھی۔

"ویسے یہ گانا مجھے نہیں تمہیں گانا چاہیے تمہارے حالات کے مواقف ہے۔" ماہ نور جو اپنے دھیان میں تھی کی اسی چھیڑ خانی پہ ایک رنگ آ کر گزر گیا، نگاہ بے ساختہ طارق شیرازی سے جا ملی جو اپنے ساتھ بیٹھے شہریار کی کسی بات کا جواب دیتا اس کی جانب سرے سے متوجہ نہ تھا، مگر اس کی توجہ کے تمام ارتکاز اسی کی ذات کے گرد دیوانہ وار چکراتے تھے وہ ایک بار پھر اسے دیکھتے ہوئے ماحول سے کٹنے لگی تھی جبکہ نگین پوری ترنگ میں گا رہی تھی۔

میاں ہیں ہیں بیوپاری چلے ہیں پردیس
سوورتیا نہارو جیانہ بھاری ہووے
سسرال گیندا پھول
چھوڑا بابل کا انگنا بھاوے
ڈیرا پیا کا ہو
ساس گالی دیوے دیور جی سمجھا دیوے
سسرال گیندا پھول

اس کی نگاہ میں کچھ ایسی لپک ایسی شدت تھی کہ شہریار کی سمت متوجہ طارق شیرازی کی نگاہ لاشعوری طور پہ اس کی سمت اٹھی، گو کہ یہ نگاہ سرسری انداز لئے تھی مگر ماہ نور کے چونکا دینے والے انداز پہ وہ اگلے ثانیے حیرت سمو لائی تھی، طارق کچھ تحیر کچھ استعجاب سے یونہی اس کی سمت دیکھتا رہا جبکہ ماہ نور جانے کس زعم کس تفاخر میں ڈوب کر مسکرائی اور اپنی آواز رابیل اور نگین کے آواز کے ساتھ ملا دی، جو دل کے بھی ہم آہنگ تھی۔

بشرٹ پہنے کھائی کے بیڑا پان
پورے رے پورے الگ ہے پیا جی کی شان
سسرال گیند پھول
ساس گالی دیوے دیور جی سمجھا لیوے

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

سسرال گیندا پھول
چھوڑا بابل کا انگنا بھاوے ڈیرا پیا کا ہو
چھوڑا بابل کا انگنا بھاوے ڈیرا پیا کا ہو
چھوڑا بابل کا انگنا بھاوے ڈیرا پیا کا ہو

ماہ نور اسی ایک بول پہ اٹک گئی تھی، جبکہ نگین اور رابیل کی تان بھی خراب ہوئی جبھی دونوں نے رک کر پھر گھور کر اسے دیکھا مگر وہ حواسوں میں کہاں تھی طارق پہ کچھ جتانے کچھ سمجھانے کا ایک جنون سوار تھا، محسوس تو طارق نے بھی کیا مگر کمال بے نیازی سے ایک بار پھر طرح دے گیا مگر نگین نے اسے باقاعدہ کہنی مار کر ہوش میں لانے کی کوشش کی تھی۔

''بھئی کیا مسئلہ ہے، سب جانتے ہیں تمہیں پیا کا ڈیرا بھاوے ہے مگر یوں ریپیٹ کرنا کیا معنی رکھتا ہے؟'' ماہ نور چونکی تو شرمندہ ہو کر نظریں چرانے لگی فاروق کو مصنوعی کھانسی کا دورہ سا پڑ گیا ظاہر ہے اس پہ کسی نے توجہ دینی تھی سب سمجھ رہے تھے وہ مذاق کر رہا ہے۔

''طارق بھائی سامنے بیٹھے میں ڈائریکٹ بات کرو نا ان سے گانے والے کا سہارا لینے کی کیا ضرورت ہے۔'' نگین کے انداز میں مزاح کا رنگ تھا وہ صورتحال سے لاعلم تھی اور ماہ نور کو ہی محتاط ہونا تھا۔

''چلو یہ گانا تو ختم ہوا کچھ اور گائیں اچھا سا۔'' رابیل نے جلدی سے بات کا رخ موڑا۔

''جی بالکل اور میرا خیال ہے اب میں آپ کو گانا سنا دوں تب سے خاموش بیٹھے بیٹھے میرے ہونٹ آپس میں یوں چپک گئے ہیں جیسے ایلفی سے جڑے ہوں۔'' فاروق کے کہنے پہ مدھر ہنسی کی جھنکار یہاں وہاں بکھر گئی تو گویا فاروق کو بھی حوصلہ ملا اور اس نے فوراً گانے کی پوزیشن لے لی۔

فلک تک چل ساتھ میرے فلک تک ساتھ چل
فلک تک چل ساتھ میرے فلک تک چل ساتھ چل
یہ بادل کی چادر پہ تاروں کے آنچل
میں چھپ جائیں ہم پل دو پل
فلک تک چل ساتھ میرے فلک تک چل ساتھ چل

فاروق نے گاتے ہوئے ترنگ میں آ کر صوحا کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا صوحا پہلے چونکی پھر جھینپ کر سرعت سے اپنا ہاتھ گود میں چھپا لیا، فاروق کے چہرے پہ کھسیاہٹ چھا گئی جبکہ باقی سب زور زور سے ہنس پڑے تھے۔

''کاکے تو ابھی بچہ ہے، مطلب رومینس کے معاملے میں اوپر سے کڑی بھی مشرقی۔'' وقاص نے اس کی جانب جھک کر سرگوشی کی تو فاروق اپنی خفت بھلا کر اس خاموش گم صم رہنے والے وقاص کی برجستگی پر حیرت آمیز خوشگواری کے احساس میں گھر کر مسکرا کے اسے دیکھنے لگا تھا، جس نے زندگی کی جانب قدم بڑھا دیئے تھے۔

''آگے بھی گایئے نا۔'' وقاص اس کی نرم لو دیتی نگاہوں کے تاثر سے آہستگی سے مسکرایا۔

''مجھے نہیں آتا بس، البتہ طارق بھائی سے گوایئے۔'' فاروق نے گویا اپنی بلا طارق کے سر ڈالی جس نے طارق کو بوکھلا ڈالا۔

''ندوی صاحب تو لگتا ہے سر دتا نہیں مسکراہٹ ہنسی اور اپنی شگفتہ کلامی بھی کہیں بھول آئے ہیں، کیوں طارق طبیعت ٹھیک ہے نا؟'' داؤد حسن خاں جو تب سے اس کا جائزہ لے رہے تھے سوال کیا طارق ایکدم سب کی توجہ کا مرکز بنا تو کس قدر ٹپٹا گیا۔

''نو داؤد بھائی! ایسی بات تو نہیں ہے۔''

''اگر ایسی بات نہیں ہے تو پھر ہمیں گانا سنائیں سنا ہے کچھ عرصے قبل ہر رنگ و بو کی محفل میں جب تک آپ کی آواز کا جادو نہیں جاگتا تھا وہ ادھوری ٹھہرتی تھی۔'' شہریار نے اس پہ گرفت کی تو فاروق نے پرزور انداز میں ہاں میں ہاں ملائی اور پھر ہر طرف سے کچھ ایسا اصرار بڑھا کہ طارق انکار کرنے کی پوزیشن میں ہی نہ رہا، جبکہ اس کا دل و دماغ مکمل طور پہ اس کام کے لئے آمادہ نہیں تھے، یہ دل کی خوشی کا نام تھا اور دل کی خوشی ہی اس سے روٹھ گئی تھی، شہریار جانے کہاں سے ایک گٹار دریافت کر لایا تھا اور خود طبلہ سنبھال کر بیٹھ گیا تھا۔

''گایئے پلیز!'' شہریار نے ڈھولک پہ تھاپ دی تب طارق نے مرے مرے انداز میں گٹار کی سمت ہاتھ بڑھایا، کتنی ہی متبسم اور شوخ نگاہوں نے بیک وقت اسے اور ماہ نور کو نگاہوں کی گرفت میں لیا، مگر وہ غافل سے انداز میں بیٹھا تھا۔

''کیا سوچ رہے ہیں؟'' فاروق نے ٹہوکا دیا۔

''کیا گاؤں؟'' وہ عجب بے چارگی سے بولا۔

''یہ بھی پوچھنے کی بات ہے، اپنی جان جہاں کا تصور کریں اور جو منہ میں آتا ہے گنگنا دیں۔'' فاروق کا مشورہ مفت تھا۔

''چاہے گالیاں ہی ہوں۔'' شہریار کھی کھی کرنے لگا۔

''اویں گالیاں ہی ہوں، خراج تحسین ہو گا۔'' فاروق نے برا منایا اور طارق نے آنکھیں موند لیں، پری پیکر کا شبیہ مکھڑا نگاہوں تلے آن سمایا، ان گنت بے شمار روپ تھے، وہ جیسے ماحول سے کٹنے لگا اور دل کی خواہشیں حسرت اور بے قراری کو لفظوں کا روپ پہنا دیا۔

تاکتے رہتے تجھ کو سانجھ سویرے
نینوں میں بسیاں جیسے نین یہ تیرے
تاکتے رہتے تجھ کو سانجھ سویرے
نینوں میں بسیاں جیسے نین یہ تیرے
تیرے مست مست دو نین
میرے دل کا لے گئے چین
میرے دل کا لے گئے چین
تیرے مست مست دو نین

اس کی آواز کا لوچ اس کا سوز اور رچاؤ دلوں پہ اثر انداز ہوتا تھا، پورے ماحول پہ ایک گہرا سناٹا چھا گیا بس اس کی آواز تھی جس کا ردھم دل کی دھڑکن کے سنگ بڑھتا محسوس ہوتا تھا۔

پہلے پہل تجھے دیکھا تو دل میرا دھڑکا
ہائے دھڑکا ہائے ہو

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

پہلے پہل تجھے دیکھا تو دل میرا دھڑکا
ہائے دھڑکا دھڑکا ہائے ہو
جل جل اٹھا ہوں میں شعلہ جو پیار کا
بھڑکا بھڑکا ہائے بھڑکا بھڑکا ہائے
نیندوں میں کھل گئے ہیں سپنے جو تیرے
بدلے سے لگ رہے ہیں انداز یہ میرے
بدلے سے لگ رہے ہیں انداز یہ میرے
تیرے مست مست دو نین
میرے دل کا لے گئے چین
میرے دل کا لے گئے چین
تیرے مست مست دو نین

ماہ نور نے ایک بار نہیں متعدد بار اسے دیکھا تھا مگر وہ جیسے وہاں تھا ہی نہیں، بند آنکھیں شدت ضبط سے سرخ ہوتا چہرا اس کا دل لمحے کے ہزارویں حصے میں جان گیا تھا کہ آج کی محفل میں طارق کے دل کی کسی پکار میں اس کا حصہ کہیں بھی نہیں تھا، مگر اس نقصان پہ وہ جتنا بھی مضطرب ہوتی وہ کم تھا وہ گم صم بیٹھی اسے یک ٹک دیکھے گئی تھی۔

ماہی بے آب سا دل
یہ بے تاب سا تڑپا تڑپا جائے
ماہی بے آب سا دل
یہ بے تاب سا تڑپا تڑپا جائے
نینوں کی جھیل میں اترا تھا دل
یوں ہی ڈوبا جائے ڈوبا ڈوبا جائے
ہوش و حواس اب تو کھونے لگے ہیں
ہم بھی دیوانے تیرے ہونے لگے ہیں
ہم بھی دیوانے تیرے ہونے لگے ہیں
ہم بھی دیوانے تیرے ہونے لگے ہیں
تیرے مست مست دو نین
میرے دل کا لے گئے چین
میرے دل کا لے گئے چین
تیرے مست مست دو نین
تاکتے رہتے تجھ کو سانجھ سویرے
نینوں میں بسیاں جیسے نین یہ تیرے
نینوں میں بسیاں جیسے نین یہ تیرے
تیرے مست مست دو نین

Scan & PDF EJAZ AHMED FriendsKorner.com

اس نے محسوس کیا اس کی آواز بھرا گئی تھی جبھی خاموش ہوتے ہونٹ بھینچ لیے، نگاہ اٹھائے بغیر بھی وہ ماہ نور کی پرتپش سلگتی نگاہوں کو اپنے چہرے پہ ٹھہرا محسوس کر کے بھی بے نیاز بن گیا، حالانکہ ان نگاہوں کی بے قراری اور شدتوں کو نظر انداز کرنا آسان نہیں تھا مگر ساری بات تو دل کے موسم کی ہوا کرتی ہے، وجود پہ اسی کی حکمرانی چلتی ہے، ماہ نور کو احساس بھی شاید نہ ہو وہ اپنے مقام سے کتنا ہٹ گئی تھی وہ اس جگہ پہ آ گئی تھی جہاں کبھی ماضی میں طارق شیرازی کھڑا تھا اب وہ ویسے ہی طارق کے پیچھے دوڑ رہی تھی جیسے کبھی وہ اس کی جانب دوڑتا تھا، اس کشمکش میں جو طارق نے پایا تھا وہی اب شاید اس کا مقدر تھا جیت مگر ہار کے لبادے میں لپٹی ہوئی وقت بتا کر گر مل بھی جائے تو نہ خوشی دیتی ہے نہ سکون طارق اس احساس کو پا چکا تھا وہ نادان تھی ابھی آگاہ نہ تھی اپنے حسن کے زعم میں تھی نہیں جانتی تھی عشق کے پیچ وخم میں اگر حسن ہی سب کچھ ہوتا تو لیلیٰ کی خاطر مجنوں کیوں دیوانہ ہو جاتا۔

اساں جان کے میٹ لئی اکھ وے
جھوٹی موٹی دا پا لیا ای ککھ وے
توں ساڈے دل تک سجناں
تو ساڈے دل تک سجناں

ڈھولک پہ ایک نیا گیت الاپا جا رہا تھا اور بے خیال سے بیٹھے طارق نے گانے کے ان بولوں پہ چونک کر سامنے دیکھا ماہ نور بھی ساتھ آواز ملا رہی تھی توجہ کے تمام ارتکاز طارق کی سمت تھے اور طارق شیرازی کی نگاہوں میں ڈرائی ہاؤس میں بیتا وہ سنہرا پل آن سمایا جب پریشے کو طارق کی موجودگی میں لطیف پیرائے میں چھیڑتے ہوئے سونیا نے یہ گیت گنگنایا تھا اور پریشے کے کھلے چہرے پہ حیا کے رنگوں نے قوس وقزح بکھیر دی تھی اور طارق شیرازی کو پریشے کے چہرے پہ چھلکنے والی حیا کے یہ حسین رنگ کتنے انوکھے نئے نکور اور دلکش محسوس ہوتے تھے اس کا دل یکا یک گھبرانے لگا وہ اٹھا اور سرعت سے اس رنگ و روشنی کے حصار سے نکل گیا، گانے میں ان سب کا ساتھ نبھاتی ماہ نور کی آواز مدھم ہوتے بالکل بند ہو گئی۔

(کب تک بھاگو گے طارق شیرازی! دیکھنا بہت جلد تمہیں لائن پہ لے آؤں گی، مجھے وہی طارق شیرازی چاہیے جو صرف ماہ نور کو دیکھ کر جیتا تھا۔) وہ سلگتی ہوئی ایک بار پھر شدت پسندی اور خود غرضی سے سوچ رہی تھی۔

حالانکہ ہمیشہ وہ نہیں ہوتا جو سوچا جائے یا چاہا جائے اور اتنے زعم سے سوچی گئی سوچیں تو ویسے بھی تکبر میں شمار ہوتی ہیں اور عموماً اس تکبر کو جھٹلانے کو منہ پہ مار دی جاتی ہیں، کبھی اس نے کہا تھا کسی اور کو دیکھ کر تو دیکھو میں ایک حشر اٹھا دوں گی، وہی طارق آج کسی اور کی محبت میں عاجز و بے بس تھا مگر وہ اپنی کہی بات کے مطابق حشر اٹھانے قیامت لانے سے قاصر رہی تھی اور یہ کلستی تھی لمحہ بہ لمحہ اب تک نہ جانتی تھی یہی غلطی ہے یہی غلط روش ہمیں اپنے اعمال کو ہی نہیں اپنی سوچوں کو بھی سدھارنا ہے جبھی تو ایک مثالی انسان ایک مثالی معاشرہ وجود میں آ سکتا ہے۔

☆☆☆

چلو اس کوہ پر تم بھی چڑھ جائیں

جہاں جا کے پھر کوئی کبھی واپس نہیں آتا
سنا ہے اک ندائے اجنبی بانہوں کو پھیلائے
جو آئے اس کا استقبال کرتی ہے
اسے تاریکیوں میں لے کے آخر ڈوب جاتی ہے
یہی وہ راستہ ہے جس پہ سایہ بھی نہیں جاتا
جہاں پہ جا کے پھر کوئی کبھی واپس نہیں آتا
جو سچ پوچھو تو ہم تم زندگی پھر ہارتے آئے
ہمیشہ بے یقینی کے خطر سے کانپتے آئے
ہمیشہ خوف کے پراہنوں سے اپنا پیکر ڈھانپتے آئے
ہمیشہ دوسروں کے سائے میں اک دوسرے کو چاہتے آئے
برا کیا ہے اگر اس کوہ کے دامن میں چھپ جائیں
جہاں پر جا کے پھر کوئی کبھی واپس نہیں آتا
کہاں تک اپنے بوسیدہ بدن محفوظ رکھیں گے
کسی کے ناخنوں کا ہی مقدر جاگ لینے دو
کہاں تک سانس کی ڈوری سے رشتے جھوٹ کے باندھیں
کسی کے پنجۂ دردی سے ٹوٹ جانے دو
پھر اس کے بعد تو اک سکوت مستقل ہوگا
نہ کوئی سرخرو ہوگا نہ کوئی مقفل ہوگا

کھڑکی کی سلائیڈ کھولے پریشے باہر پھیلی گھور رات اور فضا میں تیرتے غبار کو دھندلاتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہی تھی، پچھلے دو دنوں سے اس کی طبیعت بہت خراب تھی، بہت درد سہا تھا اس نے اور اس لامتناہی درد سے لڑتی وہ ایک بار پھر سے موت سے جیت گئی تھی، تھی نا ہمت کی بات یا پھر ابھی کچھ سانس باقی تھے جنہیں پورا کرنا تھا، یہ احساس اور بھی اذیت انگیز تھا کہ اس کی ہر کراہ پہ سات سمندر پار طارق شیرازی کا دل مضطرب کچھ اور اضطراب اور بے کلی سمیٹ لاتا تھا، یہ کیسے تعلق کیسے ان دیکھے بندھن میں باندھ آئی تھی وہ اسے جو محسوس کرنے کے لئے ہی تھا اور جان جلاتا تھا، اسے آپریشن سے ڈر لگتا تھا، وہ آپریشن سے بچنا چاہتی تھی، جبکہ ڈاکٹرز کے خیال کے مطابق آپریشن ناگزیر تھا، آپریشن کے بعد وہ اپنی بیماری سے لڑنے کی طاقت حاصل کر سکتی تھی، زندگی کے باقی بچے جانے والے دن اس اذیت کے ساتھ نہیں گزریں گے اور سالار درانی اسے تکلیف میں ہی تو نہیں دیکھ سکتے تھے، وہ اچھی طرح سے جانتی تھی اسے تکلیف میں مبتلا دیکھنا ان کی کڑی آزمائش تھی، جبھی اس نے منع نہیں کیا، اپنا خدشہ ان سے نہیں کہا وہی خدشہ کہ اسے لگتا اس کا کمزور اعصابی نظام آپریشن کا کڑا امتحان سہہ نہیں پائے گا اور اسی کے مرض میں مبتلا پیشتر مریضوں کی طرح دوران آپریشن ہی زندگی کی جنگ ہار دے گی، کل اس کا آپریشن تھا، آج کے دن اس نے اپنے سب اہم کام نپٹانے تھے، پاپا سے دل کی ساری باتیں کی تھیں، ابھی عشاء کی نماز سے فراغت کے بعد کلام پاک کی تلاوت کی تو دوران تلاوت اس کی ہچکیاں بندھ گئی تھیں یہ خیال کہ ہر وہ کام

جو وہ سرانجام دے رہی ہے زندگی میں آخری بار کر رہی ہے بہت کٹھن بہت اذیت انگیز تھا، طارق کی یاد الگ اس کا دل مسلتی رہی تھی، اس نے کھڑکی بند کی اور پلٹ کر دراز سے ایک صندلی چھوٹا سا منقش بکس نکالا اور اسے کسی قیمتی متاع کی طرح سنبھالے بیڈ پہ آن بیٹھی، ٹیوب لائیٹس کی جگمگاتی روشنیوں میں باکس کا لاک کھولتے اس کی کمزور نحیف انگلیوں میں لرزش در آئی اور پھر باکس کھل گیا تھا اور قیمتی متاع اس کے سامنے بیڈ پر بکھر گئی۔

چند استعمال شدہ سگریٹ کے پیس، ایک خالی سگریٹ کیس وہی سن گلاسز جو اس نے ائیر پورٹ پر رخصت ہوتے خود طارق سے لئے تھے اور اس کے علاوہ ایک لائیٹر اور خوبصورت پوائنٹر، یہ سب چیزیں طارق کے استعمال میں رہ چکی تھیں جو اس سے مختلف اوقات کے لمحات میں وہ سمیٹ پائی تھی، سگریٹ کے پیس اور خالی کیس طارق کی توجہ کا کیا مرکز ہوتے، پوائنٹر وہ اس وقت بے خیالی میں وہاں چھوڑ گیا تھا، جب سونیا کی فرمائش پہ طارق نے پہلی مرتبہ اسے اپنا سیل نمبر دیا تھا اور لائیٹر شاید قابل استعمال نہیں رہا تھا جبھی طارق نے سگریٹ سلگا لینے کے بعد اسے وہیں ڈسٹ بن میں پھینک دیا تھا، وہ پریشے تھی جس نے اس کے لمس سمیٹنے والے سگریٹ کے ٹکڑوں کو بھی متاع جاں کی طرح سینے سے لگایا تھا اس انمول خزانے کو وہاں کیسے پڑا رہنے دیتی۔

کمرے کی بے جان دیواروں نے ایک حسرت ناک منظر دیکھا وہ ان معمولی اور بے کار چیزوں کو اٹھا کر باری باری چومتی جاتی تھی اور بلک بلک کر روتی جاتی تھی، کتنا وقت بیت گیا اسے اسی وحشت میں گھرے پھر اس نے خود کو سنبھالا تھا اور ساری چیزیں سمیٹ کر اس بکس میں بند کر کے رکھی تھیں، پھر اس نے سیل فون اٹھا کر کچھ نمبر پش کیے فون سیٹ کی اسکرین پہ طارق شیرازی کا دلکش نقوش اور سحر آفرین مسکان سے سجا روشن چہرا نمودار ہوا تھا جسے اس نے پھسلتی آنکھوں کی نمی صاف کر کے بہت حسرت و یاس سے بہت دیر تک دیکھا تھا یہاں تک کہ اس کی آنکھیں ٹپ ٹپ برسنے لگیں تھیں، اس نے تھک کر آنکھیں موند لیں اور زیر لب آیۃ الکرسی کا ورد کرنے لگی، وہ کھویا ہوا سکون جو ہر جگہ تلاش کر کے بھی نہیں ملا تھا، اللہ کے ذکر میں پوشیدہ تھا وہ دھیرے دھیرے سہی پرسکون ہونے لگی تھی۔

☆☆☆

تم میرے ساتھ رہو
میرے قاتل میرے دلدار میرے ساتھ رہو
جس گھڑی رات چلے
آسمانوں کا لہو پی کے سیاہ رات چلے
بین کرتی ہوئی ہنستی ہوئی گاتی نکلے
درد کی کاسنی پازیب بجاتی نکلے
پھر نا آسودگی مچلے تو منائے نہ منے
جب کوئی بات بنائے نہ بنے
جب نہ کوئی بات چلے
جس گھڑی ماتمی سنسان سیاہ رات چلے

Scan & PDF FIAZ AHMED Friend Korner.com

تم میرے ساتھ رہو
میرے قاتل میرے دلدار میرے پاس رہو

اور پھر ہمیشہ کی طرح تاریخ نے اپنا آپ دہرایا، قائداعظم کی سالگرہ والے دن آسمان ابر آلود تھا، باہر شاید سردی تھی اور ہوا درختوں سے ٹکرا کر عجیب اور وحشت پیدا کر رہی تھی، سالار درانی نے آپریشن تھیٹر کے باہر سرد کوریڈور میں ٹہلتے ہوئے اپنے دل میں یخ بستہ خوف کو اترتا محسوس کیا تھا، اندر پریشے کا آپریشن جاری تھا اور بوجھل فضا گویا کسی حادثے کا پیش خیمہ لئے گم صم محسوس ہوتی تھی، ان کا ہراس میں مبتلا دل برے برے وہم ہی کیوں سمیٹ رہا تھا، ان کے ہونٹ کچھ اور بھی شدت سے دعا میں مشغول ہوئے مگر پریشان ہراساں اور بیکل دماغ بار بار دعا کے الفاظ بھولنے لگے، انہوں نے ایک خوف کے عالم میں منجمد ہوتے ذہن کے ساتھ گلاس وال کی جانب دیکھا، انہیں اندھیرے میں دور تک کچھ نظر نہیں آسکا، سوائے آرائشی روشنیوں میں شیشے پہ وقفے وقفے سے گرتی بوندوں کے اور پھر دوسرے ہی لمحے بارش بہت زور سے گلاس وال کے شیشے بجانے لگی اور دور کہیں کتے اور بلیاں مل کر روتے چلے گئے، انہوں نے گھبرا کر دعا مانگنا چاہی تو زبان جیسے لفظوں کی ادائیگی سے مکر گئی اور ذہن یکلخت مفلوج ہو گیا، انہوں نے اپنے وجود میں خوف کی سرد لہریں اترتی محسوس کیں وہ اپنی کیفیت اور خوف کو جھٹلانے کی سعی میں ہلکان تھے کہ اسی پل آپریشن روم کا بند دروازہ کھلا اور انہوں نے ڈاکٹر کو باہر آتے دیکھا، انہوں نے متجسس سا کن نگاہوں سے ڈاکٹر کے سپاٹ چہرے سے کچھ اخذ کرنے کی کوشش کی تھی۔

''آئی ایم ساری شی از نو مور۔'' ڈاکٹر ایک نظر ان کے پتھرائے ہوئے چہرے پہ ڈال کر آگے بڑھ گیا، وہ ایک لمحہ کتنی خاموشی سے آ گیا تھا جس کا ہراس انہیں جانے کب سے وحشت زدہ کیے ہوئے تھا، وہ بھربھری مٹی کی مانند بکھرتے چلے گئے اور بے قراری اضطراب اور وحشت کے حصار میں جکڑا طارق شیرازی جو رات کے اس پہر نوافل ادا کر رہا تھا، سجدے میں گر کر دعا مانگتے جانے کیسے نیند کے غلبے میں آیا تھا ایکدم ہڑبڑا کر جاگ اٹھا۔

''پریشے!'' اس کے منہ سے بے ساختہ ایک سسکاری کی صورت یہ نام ٹوٹ کر بکھرا تھا۔

☆☆☆

اے آزادی کی دولہن
تو بہت خوبصورت ہے
لیکن بہت ظالم ہے
تیرے رخساروں کا غمازہ ہمارے بیٹوں کے کفن سے تیار ہوا ہے
تیری مانگ میں ہم نے اپنے خون سے سندور بھرا ہے
تیرے ہونٹوں کی سرخی نے ہمارے لہو سے جلا پائی ہے
اے آزادی کی دولہن تو بہت خوبصورت ہے
لیکن تو نے ہم سے بہت بڑی قیمت لی ہے
اے آزادی کی دولہن! تو بہت خوبصورت ہے
اور تجھے پانے کی چاہ بہت ہے

اور تجھ تک پہنچنے کے لئے ابھی جانے کتنے پل صراط طے کرنے ہیں
اور کتنے کشٹ اٹھانے ہیں
اے آزادی کی دولہن میں نے اپنے پیاروں کا نذرانہ تجھے دیا ہے
تو اسے قبول کر اور اپنا حسین مکھڑا مجھے دکھا
کہ مجھے پانے کی چاہ بہت ہے

رابیل نے اس کی نوٹ بک پہ لکھی یہ نظم پڑھی جو ابھی ادھوری تھی اور جسے لکھتے ہوئے ہی غالباً وہ اٹھ کر کہیں چلا گیا تھا، رابیل کے دل و دماغ میں ایک ہیجان سا برپا ہو گیا، وہ پچھلے دنوں جتنا نارمل نظر آیا تھا اس موضوع کو یکسر فراموش کر دیا تھا اس سے تو اپنے تیئں وہ سمجھ بیٹھی تھی شہریار کا یہ ایک وقتی ابال تھا جو ٹھنڈا پڑ گیا مگر اب یہ......

''کیا کر رہی ہو؟ اس طرح کیوں کھڑی ہو؟'' نوٹ بک اس کے ہاتھ میں تھی اور رنگت میں سرسوں اتر آئی تھی جب شہریار اچانک چلا آیا، اس کی کیفیت کو سمجھا تھا مگر دانستہ انجان بن گیا۔

''یہ...... شہری......'' آواز اس کے حلق میں گھٹ گئی، وہ آہستگی سے مسکرا دیا۔

''یہی سچ ہے، میں کسی اور کے سلسلے میں آؤٹ آف کنٹری نہیں تھا، رابیل میں نے خود کو مجاہدین کی جماعت میں شامل کرا لیا ہے، پچھلا پورا مہینہ میری ٹریننگ کا تھا اور میں اس سلسلے میں......'' اس کی فق ہوتی رنگت کو دیکھتے شہریار نے اچانک اس کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے لئے وہ سوکھے پتوں کی طرح سے کانپ رہی تھی۔

''تمہیں پتہ ہے بیہ! کشمیری مائیں اپنے بیٹوں کو لمبی زندگی کی نہیں آزادی اور شہادت کی سعادت کی دعا دیتی ہیں، مجھے بھی وہاں کی مائیں بیٹیاں اور بہنیں بلا رہی ہیں کہ میں آؤں اور اس جدوجہد میں شامل ہو جاؤں اس توانائی خون اور وجود کی طاقت کا کوئی تو حق دار ہو، تمہیں نہیں لگتا بیہ ہم بے مقصد زندگی گزار رہے ہیں؟''

سوال کتنا اہم تھا رابیل نے اس پہ غور نہیں کیا اور ایک وحشت کے حصار میں گھرتے ہوئے اس سے اپنے ہاتھ زور سے چھڑائے اور بھاگتی ہوئی کمرے سے نکل گئی۔

''رابیل! بیا ڈارلنگ سنو تو۔'' شہریار اس کے پیچھے بھاگا آیا تھا، مگر وہ کان دھرے بغیر دھڑا دھڑا ساری سیڑھیاں پھلانگتی اوپر چلی گئی، ٹیرس پہ روشنیاں گل ہونے کی بنا پر اندھیرا تھا، وہ وہیں رک کر کہر میں لپٹے چاند کو دیکھتی بے آواز رونے لگی۔

''ڈونٹ گیٹ کنفیوژڈ آئی ول بی نیئر سون۔'' وہ لڑکھڑا کے پلٹی شہریار اس کے بالوں پہ چہرا ٹکائے کھڑا تھا، گویا تسلی دے رہا تھا۔

''آپ نے بازی ہی ہار سب کر لیا ماما پاپا کے متعلق سوچا، کیا ہو گا ہم سب کا؟'' اس کے آنسوؤں میں شدت آ گئی۔

''وہی جو میرے ہونے سے پہلے تھا، بیہ میں تو ابھی ملا ہوں نا، انہیں تب بھی وہ جیتے تھے تم بھی جیتی تھیں مجھے میرے مقصد سے مت بھٹکاؤ جو بہت عظیم ہے، میں نے کہا نا مجھے اپنے گناہوں کا کفارہ ادا کر لینے دو شاید میں رب کی نگاہ میں سرخرو ہو سکوں۔'' رابیل آنسوؤں سے چھلکتی آنکھیں لئے اسے دیکھتی رہی۔

Scan & PDF EIJAZ AHMED Friends Korner.com

"کہا نا تم سے ملنے آتا رہوں گا، پاپا کو بتلا چکا ہوں کتنی مشکلوں سے قائل کیا ہے یہ رب جانتا ہے قرآن و احادیث کے حوالوں سے صد شکر مان گئے اب تم مانو گی تو ماما سے بات کروں گا، لیکن یہ ایک بات یاد رکھنا اگر تم نے مجھے اجازت نہ دی تو شاید میں تمہارے پاس تو رہ جاؤں مگر میرا دل میرا دماغ میرا سکون میرے ساتھ نہیں ہوگا۔" وہ چند ثانیوں کو خاموش ہوا، پھر اس کی شاکی نگاہوں کو محسوس کر کے مسکرایا اور اس کے ہاتھ تھام کر ہونٹوں سے چھوئے۔

"ذرا ایک لمحے کو ان بے بس اور مجبور لوگوں کا تصور کرو جو ہمارے اپنے ہیں، ہماری جانب آس امید بھری نگاہیں لگائے بیٹھے ہیں، یہ اپنوں کا حق ہوتا ہے، ہم پہ زیادہ نہ سہی تھوڑا سہی ہمیں وہ حق ادا تو کرنا چاہیے نا اور پھر یہ ضروری تو نہیں کہ میں یہاں تمہارے پاس رہوں تو موت مجھے چھو نہ سکے، یونو زندگی تو اتنی ہی رہے گی جتنی خدا نے لوح محفوظ پہ درج کر دی، پھر کیا حرج اگر اسے مثبت اور بہتر انداز میں گزارا جائے، خدا نے مسلمانوں کو جہاد کا حکم دیا ہے، کیا تم خدا کے حکم سے انحراف کی جرأت کر سکتی ہو؟"

ایک اور بہت اہم سوال اٹھا تھا اور رابیل کا دل پگھل کر پانی بن گیا، وہ کچھ کہے بغیر شہریار سے لپٹ کر زار و قطار رونے لگی تھی، شہریار نے اسے بہت آہستگی نرمی اور محبت کے ساتھ اپنے بازوؤں میں بھر لیا، وہ جان گیا تھا یہ رضا مندی کی طرف ایک پہلا قدم ہے، اگر وہ کوشش جاری رکھے گا تو وہ دن بھی دور نہیں جب ماما کے ساتھ اسے بھی پاپا کی طرح سے قائل کر لے گا۔

☆☆☆

جو خواب سجائے آنکھوں نے وہ خواب بکھرنے والے ہیں
ہمیں دل میں بسانا ٹھیک نہیں ہم لوگ اجڑنے والے ہیں
وہ چھوڑ گیا مجھے کانٹوں پر پھولوں کے کھلتے موسم میں
رب خیر کرے لوٹا ہی نہیں اب پتے جھڑنے والے ہیں
وہ جس کو دیکھتے رہنے سے آنکھوں میں ٹھنڈک رہتی تھی
اب دور گیا تو ایسا لگا ہم جیسے پگھلنے والے ہیں
جو خواہش دل میں تھی میرے وہ خواہش آخر روٹھ گئی
تیرے وصل میں جینا تھا ہم کو تیرے ہجر میں مرنے والے ہیں

پریشے نے بالخصوص کہا تھا، طارق شیرازی کو اس کی موت کی اطلاع نہ دی جائے اور سونیا جانتی تھی جب پریشے کا انتقال ہوا طارق شیرازی کو پوسٹنگ اسلام آباد سے لاہور ہو چکی تھی، لیکن سہیلی کی دائمی جدائی کے غم سے نڈھال سونیا اس وقت بھونچکی رہ گئی تھی جب اس نے جنازہ اٹھانے والوں میں طارق شیرازی کو شامل دیکھا تھا، جس کی آنکھوں کا رنگ اس دن لہو کی طرح سے سرخ تھا اور دیکھنے والوں نے دیکھا تھا کہ وہ شاندار اور باوقار نظر آنے والا میجر طارق شیرازی تب خود پہ ضبط کھو گیا تھا، جب پریشے کو لحد میں اتارنے کے بعد قبر پہ مٹی ڈالنے کا مرحلہ آیا تو وہی مضبوط حوصلوں کا مالک طارق شیرازی سسکیاں لیتے ہوئے ایک بھرے مجمع کے سامنے رو پڑا تھا، بے اختیاری کے یہ چند پل بھی بہت طویل اور کٹھن تھے، اس کے بعد اس نے خود کو سنبھال لیا، پھر آس پاس بسنے والے جانتے تھے کہ اس کے بعد طارق شیرازی کو کسی نے بھی کھل کر مسکراتے نہیں دیکھا

تھا۔

☆☆☆

سالہا سال بیت گئے ہیں، طارق اپنی پوسٹ پہ مزید ترقی اور کامیابیاں حاصل کرتا رہا شہریار کشمیر کے سبزہ زاروں پہ دیگر مجاہدین کے ہمراہ دشمنوں کی صفوں سے محاذ آرا ہے، اس کے وجود میں کوئی پارہ بھرا ہے ان چند سالوں میں اس نے متعدد بار بھارتی فوجیوں کو ناکوں چنے چبوائے ہیں اور خود انہیں بڑے سے بڑے نقصانات سے دو چار کر کے خود چھلاوے کی طرح سے غائب ہو جاتا ہے تو اس کی وجہ اس کا جذبہ ہی نہیں اس کے لئے مانگی گئی دعائیں بھی محفوظ حصار باندھے ہوئے ہیں، اس دوران وہ متعدد بار حویلی کے چکر بھی لگا چکا ہے۔

اور پریشے سے کیے وعدے کے مطابق طارق ماہ نور کو ہر ممکن طریقے سے خوش رکھنے کی کوشش کرتا ہے، ان کے دو بچے ہیں مگر ماہ نور کو قائد اعظم کی سالگرہ والے دن وہ اتنا ہی وحشت زدہ محسوس ہوتا ہے جتنا اس سرمئی سہ پہر کو پہلی مرتبہ نظر آیا تھا، ماہ نور نے اس کی اسٹڈی میں ایک دراز کو ہمیشہ مقفل دیکھا تھا اور جب اس بھید کو پانے کی کوشش کی تو صندلی باکس سے بے کار اشیاء ہاتھ آئیں جن میں صرف ایک چیز ہی کار آمد نظر آئی تھی اور وہ تھے مردانہ سن گلاسز، مگر انہیں محفوظ کرنے کو جس باکس کو استعمال کیا گیا تھا اس کا نقش و نگار دل موہتا تھا، اس نے لاعلمی و بے نیازی سے کاندھے جھٹک کر ہر شے کو پھر سے ویسے ہی رکھ دیا کہ جیسے طارق اس کی سمجھ سے بالاتر تھا ویسے ہی یہ چیزیں بھی۔

سب بھلے اس داستان کو بھول گئے ہوں مگر سونیا اب بھی جب کبھی اسلام آباد جاتی ہے تو وہاں کے بلند و بالا پہاڑوں کے ہر پل اپنی لپیٹ میں لئے رکھنے والی دھند اور اس کے سرسبز راستوں میں اسے آج بھی طارق شیرازی اور پریشے ایک دوسرے کے ہمراہ چلتے ہوئے نظر آتے ہیں، اسلام آباد کی بارشوں کی اک اک بوند اور سرمست ہواؤں میں اسے آج بھی طارق شیرازی اور پریشے کی محبت کی خوشبو رچی بسی محسوس ہوتی ہے اور بلاشبہ یہ سچ ہے کہ ایسا ہے، سونیا اس کی یاد میں آنسو بہاتی ہے تو اس کے لبوں پہ نظم کے الفاظ مچل اٹھتے ہیں۔

لکھ رہی تھی وہ اپنی کرنوں سے شب کے آنچل پہ روشنی سے لفظ
گھور اندھیاروں میں چاندنی سے لفظ
جگنوؤں سے اجالے مانگ کے وہ زندگی کے اندھیرے رستوں میں
آگہی کے شکستہ طاقوں میں
ہر قدم پر دیئے جلاتی رہی
اک نیا راستہ بناتی رہی
گو کہ پیروں میں بیڑیاں بھی تھیں
آرزو کا بدن دریدہ تھا
پھر بھی ہمت چٹان تھی اس کی
اور سچائی شان تھی اس کی
اک نئی صبح کے سفیر تھی وہ

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

اک جواں عزم کی اسیر تھی وہ
لوگ کہتے ہیں مرنے والے لوگ
پھر کبھی لوٹ کر نہیں آتے
جانے کیوں مجھ کو ایسا لگتا ہے
جیسے دنیا سے وہ گئی ہی نہیں
ہر دمکتی کرن میں زندہ ہے
روشنی کے بدن میں زندہ ہے
حق کی ہر انجمن میں زندہ ہے
وہ تو ہر اک ذہن میں زندہ ہے

اور سونیا کے دل کی آواز غلط نہیں ہے، سالہا سال گزر جانے کے باوجود بھی قبرستان کا چوکیدار ہر جمعہ کی صبح ایک خوبرو اور سوئڈ بوئڈ شخص کو وہاں آتے اور گھنٹوں وہاں خاموش سر جھکائے بیٹھے دیکھتا ہے، تو قبر کے سرہانے نصب سفید ماربل کی لوح میں درج ان اشعار کو نئے سرے سے پڑھنے لگتا ہے، جس کا مفہوم اس کا نیم خواندہ دماغ سمجھنے سے قاصر رہتا ہے۔

یہاں پر وہ لڑکی سو رہی ہے
کہ جس کی آنکھوں نے نیند سے خواب مول لے کر
وصال کی عمر رتجگوں میں گزار دی ہے
عجیب تھا انتظار اس کا
کہ جس نے بس اک دریچہ نیم باز کے سکھ پر
روح کا ہر سکھ رہن رکھوا دیا تھا
لیکن وہ ایک تارہ
کہ جس کی کرنوں کے مان پر
چاند سے حریفانہ کشمکش تھی
جب اس کے ماتھے پہ کھلنے والا ہوا
تو اس پل
سپیدہ سحر نمودار ہو چکا تھا
فراق کا لمحہ آچکا تھا

وہ لڑکھڑاتے قدموں سے واپس لوٹتا ہے تو ایک بار پھر وہاں آنے کی خواہش کے ساتھ کہ وہ جس ساحرہ کے سحر میں گرفتار ہوا اس سے یہ کہنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا، مجھے آزاد کر یہی اسیری اس کی زیست کا انمول خزانہ ہے اور خزانے کو احمق ہی کھونا پسند کرتے ہیں۔

(ختم شدہ)

☆☆☆

مجھے کچھ کہنا ہے

ڈیئر قارئین:۔ ”میرے ساحر سے کہو“ کے ذریعے میرا آپ کا 31 مہینوں کا بہت خوبصورت ساتھ رہ چکا ہے جس کو میں سوچوں تو ایک خوشگوار احساس دامن گیر ہوتا ہے آپ کی آرا آپ کی پسندیدگی اور محبت خطوط کے ذریعے مجھ تک پہنچتی رہی اور میں حیران ہوا کرتی تھی کہ یہ ناول تو میری پہلی کاوش تھا جس کے لیے قلم اٹھانے سے قبل میں کتنا ہچکچائی تھی، اللہ جانے اتنی طویل تحریر کے ساتھ انصاف کر بھی پاؤں گی کہ نہیں ابھی بھی میں کچھ نہیں کہہ سکتی کہ آپ میری سوچ اور فیصلے (اس ناول کے کرداروں کے انجام) سے متفق اور مطمئن ہیں یا نہیں اس ناول کو میں نے تین مرتبہ لکھا پہلے تب جب اپنے دل کی خواہش پہ لکھا یہ پانچ چھ سال قبل کی بات ہے ناپختہ ذہن منتشر سوچ اور قلم پہ کمزور گرفت کے ساتھ، دوسری مرتبہ تب جب اسے شائع ہونے کو ادارہ حنا کو بھیجا اور تیسری مرتبہ اس کی اشاعت کے دوران، تینوں مرتبہ اس کو تحریر کرتے ہوئے میں نے اس کے مکالمہ نگاری بچویشنز منظر نگاری کو بار بار بدلا اگر نہیں کچھ چینج کیا تو وہ اس کا اختتام تھا، پتہ نہیں کیوں جو اس کا اختتام میں نے چھ سال قبل ناپختہ ذہن اور سوچ کے ساتھ تجویز کیا تھا اس کو آج چھ سال بعد بھی کیوں قائم رکھا تو اس کی وجہ شاید یہی رہی ہو کہ اس اختتام کی وجہ سے ہی میں نے اس طویل تحریر کو لکھا تھا، اس کا ہر کردار چاہے وہ جتنا بھی خاص رہا ہو یا جتنا بھی معمولی، میں نے اس کے ساتھ انصاف کرنے کی کوشش کی ہے، (یہ میرا ذاتی خیال ہے آپ متفق ہوں ضروری نہیں) مجھے اس کے ہر کردار سے انس تھا محبت تھی جبھی ان کے احساسات و جذبات کو میں نے دل سے محسوس کیا ان کی خوشی نے مجھے خوش کیا تو ان کے غم پہ میں نے بھی آنسو بہائے ہیں، یہی وجہ تھی کہ شہریار کے کردار میں آپ کی چڑ تا پسندیدگی اور نفرت کو میرے دل نے طول ہو کر محسوس کیا اور اختتام پہ اس کے کردار سے بھی آپ کو محبت پہ مجبور کر دیا، پھر شروع میں فوزیہ جی (فوزیہ غزل) سے لاشعوری طور پر ایک وعدہ کر چکی تھی اپنی تحریر میں اصلاح کا بیڑا اٹھانے کا مگر مجھے گمان تک نہ تھا طارق شیرازی کے حوالے سے سوچی بات کو میں شہریار کے کردار سے منسوب کر دوں گی اور ایسا مجھے اس لئے کرنا پڑا کہ طارق کے کردار میں کوئی جھول کوئی خامی نہیں تھی جہاں خامی تھی میں نے اسے دور کرنے کی سعی کی اور مجھے امید ہے کہ آپ کو یہ تبدیلی اچھی لگے گی۔

اس ناول کی اشاعت کے دوران مجھے جہاں تعریف موصول ہوئی وہاں بہت دل برداشتہ کر دینے والی تنقید کا بھی سامنا کرنا پڑا لوگوں نے پڑھنے کے کردار کو قبول نہیں کیا اور احتجاجاً ناول کو پڑھنا چھوڑ دیا ایسے لوگوں سے مجھے صرف ایک سوال کرنا ہے کیوں ہم اتنے خود پسند اور تنگ سوچ رکھتے ہیں کہ عظیم لوگوں کی عظمت کو تسلیم کرنا سراہنا تو دور کی بات انہیں گوارا کرتے بھی ہمارا ظرف تنگ پڑ جاتا ہے، اس طرح کے لوگوں کا وجود دنیا میں موجود ہے تو دنیا کی خوبصورتی قائم دائم ہے، میں اس تنقید کو لے کر جب بہت اپ سیٹ ہو جاتی تو فوزیہ آپی (مدیرہ حنا) سے بات کیا کرتی تھی میں شکر گزار ہوں ان کی کہ انہوں نے ہمیشہ مجھے فری ہینڈ دیا، یہ کہہ کر کہ آپ صرف وہ لکھو جو آپ لکھنے کی خواہش مند ہو اور اللہ کا شکر ہے میں نے لوگوں کی آرا کے مطابق اپنی تحریر کو نہیں چلایا بلکہ صرف وہ لکھا جسے لکھنے کی خواہش میرے اندر تھی یا جسے لکھنے کی صلاحیت اور قوت میرے رب نے مجھے بخشی تھی۔

آج یہ خواہش اپنے تکمیل کو پہنچی ہے تو آپ کے معیار پہ کس حد تک پوری اتری ہے آپ کے ذوق اور سوچ پہ ڈیپنڈ کرتا ہے بہر حال میں اپنے ان بے حد پرخلوص قارئین کی بے حد شکر گزار ہوں جنہوں نے اس دوران اسے سراہا اور پسند کیا ان کے لئے بھی نیک تمنائیں کہ جنہوں نے صرف اسے برداشت کیا اور جن کے معیار پہ یہ پورا نہیں اتر سکا، ان سے معذرت بھی کہ چلیں اس تحریر کی کجی کو معاف کر دیں، ہو سکتا ہے میری کسی اور تحریر میں آپ کو وہ ہی پڑھنے کو مل جائے جس کی آپ کو خواہش تھی، اب اجازت۔

ام مریم

Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com

تم سنگ عید مناؤں پیاء

ساجدہ تاج

اگرچہ کہ بات کچھ اتنی بڑی بھی نہ ہوئی تھی کہ جس پر نفیسہ بیگم کی چھوٹی اور لاڈلی بیٹی غصے سے بھری کمرہ بند ہوگئی تھی اور اس کے اس طرح کمرہ بند ہونے پر نفیسہ بیگم کو افسوس ہونے کے ساتھ ساتھ غصہ بھی آرہا تھا، مزید ان کے غصے کا گراف ڈور بیل کی چیختی آواز پر بلند ہوگیا تھا، جس کا صاف مطلب تھا کہ اب دروازہ کھولنے کے لئے بھی انہیں خود ہی جانا پڑے گا، کیونکہ اریشہ حسین کا غصہ اس طرح کا ہی ہوتا تھا، جس دن اسے غصہ آتا تھا اس دن وہ اس طرح ہر چیز کا بائیکاٹ کرتی تھی، گویا پکانے کھانے سے لے کر سب امور کی انجام دہی سے اس کی چھٹی ہوتی تھی۔

''بہت ڈھیٹ ہے یہ لڑکی مجال ہے جو اٹھ کر دروازہ کھول دے، اب یہ بھی مجھے ہی کرنا پڑے گا، ان بوڑھی ہڈیوں میں اتنا دم کہاں ہے کہ، مگر مجال ہے کہ کوئی پرواہ کرے۔'' چارپائی سے نیچے اترتے ہوئے وہ ہلکے سے بڑبڑائیں تجربے سود کیونکہ اس وقت ان کی بڑبڑاہٹ سننے والا یہاں کوئی نہیں تھا اور مقصد جس کو سنانا تھا وہ اپنے کمرے میں راحت فتح علی کو سن رہی تھی۔

''السلام وعلیکم امی!'' دروازے سے اندر داخل ہونے والی فرح نے بڑے جوش سے سلام کیا تھا اور اس کے پیچھے آنے والے سمیر نے بھی جھک کر ان سے پیار لیا۔

''جیتی رہو بیٹا! آؤ جلدی سے اندر آؤ، باہر تو گرمی کا بہت قہر پڑ رہا ہے۔'' انہوں نے راستہ دیتے ہوئے جلدی سے کہا کہ مبادا وہ مارے گرمی کے یہیں پگھل نہ جائیں گے۔

''اور بیٹا سناؤ کیا حال چال ہے تمہاری امی تو ٹھیک ہیں نا۔'' انہیں ڈرائنگ روم میں بٹھانے کے بعد نفیسہ بیگم نے سمیر سے پوچھا۔

''جی آنٹی اللہ کا شکر ہے، امی بالکل ٹھیک ہیں اور آپ کو سلام دے رہی تھیں۔'' سمیر نے

مکمل ناول

Scan & PDF
FIAZ AHMED
Friends Korner.com

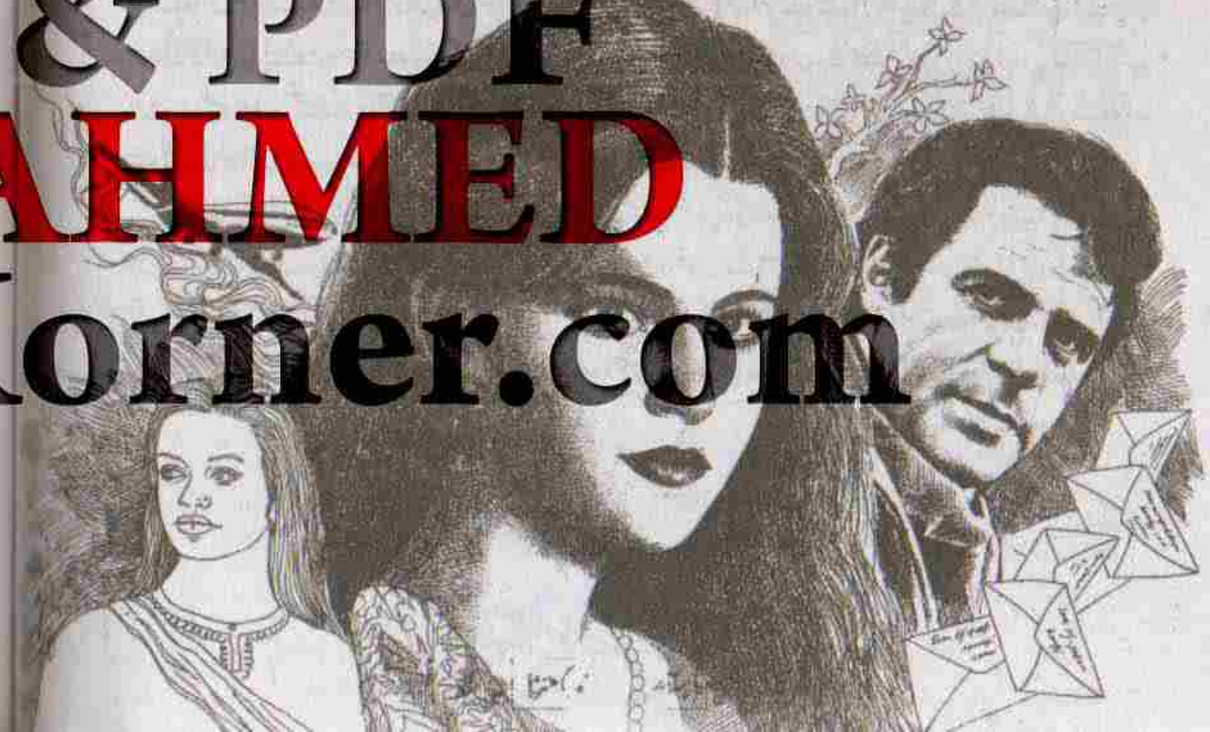

کہا، نظریں جس دشمن جاں کی متلاشی تھیں وہ کہیں نظر نہ آ رہی تھی اور اس کی کھوجتی بے چین نظروں کا مفہوم فرح اچھی طرح سمجھ گئی تھی تب ہی نفیسہ بیگم سے پوچھ بیٹھی۔

"امی یہ اریشہ نظر نہیں آ رہی۔"

"ارے بھاڑ میں گئی ایسی ناخلف اولاد، بات مانتے رہو ان کی تو ٹھیک ہے اور جہاں ماننے سے انکار کر دو وہیں اینٹھ جاتی ہے محترمہ، جیسے اس کا کہا ہوا تو حدیث ہی ہو گیا ہے، آج ہر حال میں پورا ہونا چاہیے۔" نفیسہ بیگم ایک بار پھر شروع ہو چکی تھیں۔

"پھر بھی امی کچھ تو پتہ چلے کہ ہوا کیا ہے۔" فرح نے اپنی مسکراہٹ چھپاتے ہوئے پوچھا۔

"میری طبیعت ٹھیک نہیں تھی اس لئے میں نے آج بازار جانے سے منع کر دیا بس پھر اسی بات پر اینٹھ گئی محترمہ اور غصے میں منہ سر لپیٹے پڑی ہیں، سمجھو آج پکانے کھانے کی چھٹی مہارانی آج مکمل طور پر کمرہ بند ہو چکی ہیں۔" ان کے غصے کا گراف آہستہ آہستہ بلند ہو رہا تھا۔

"افوہ امی اس بات کو اتنا مسئلہ بنانے کی کیا ضرورت تھی، اگر آپ کی طبیعت خراب تھی تو آپ مجھے فون کر کے بلوا لیتیں، میں نے بھی ابھی گرمیوں کی شاپنگ نہیں کی ہے، ہم دونوں بہنیں مل کر خریداری کر لیتے۔" سمیر کے سامنے امی کے یوں شروع ہونے سے اگرچہ کہ فرح کو شرمندگی کا احساس ہو رہا تھا مگر پھر بھی خود کو سنبھالتے ہوئے بولی۔

"اس کو سمجھانے کی بجائے تم الٹا اس کا ساتھ دے رہی ہو، یہ نہیں کہ اسے سمجھاؤ کسی بات پر یوں اکڑ جانا کوئی اچھی بات تو نہیں ہے۔" انہوں نے خفگی سے کہا۔

"امی میں اس کا ساتھ نہیں دے رہی ہوں بلکہ میں تو یہ، اچھا چھوڑیں آپ کو بھی تو پتہ ہے کہ سب سے چھوٹی اور لاڈلی ہونے کی وجہ سے کچھ ضد کرنا اس کی فطرت کا حصہ بن گیا ہے مگر کیا کریں یہ سب ہماری بے جا توجہ اور لاڈ پیار کا نتیجہ ہے اس لئے برداشت بھی ہمیں ہی کرنا پڑے گا۔" فرح نے انہیں سمجھایا۔

"ہاں بی بی یہ بھی تم نے خوب کہی، ہم تو کسی نہ کسی طرح برداشت کر ہی لیں گے مگر اگلے جن کے پلے پڑے گی وہ تو سر پکڑ کر روئیں گے نا۔" سادہ لوح نفیسہ بیگم اپنے ہونے والے داماد کے سامنے ہی اپنی لاڈلی بیٹی کی عادات پر تبصرہ کر رہی تھیں اور ان کی باتیں سنتے زیرلب مسکراتے سمیر کی مسکراہٹ کچھ اور گہری ہو گئی تھی، اب وہ نفیسہ بیگم کو کیا بتاتا کہ اس دشمن جاں کی یہی عادتیں اور یہی مزاج تو اس کے دل کو بھاتا تھا تب ہی تو اس نے اریشہ کو اپنی زندگی میں شامل کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

"کوئی سر پکڑ کر نہیں روئیں گے وہ سب جانتے ہیں اس کی عادتوں کو۔" فرح نے سمیر کی جانب دیکھتے ہوئے کہا پھر بولی۔

"اچھا اماں آپ بیٹھیں میں بلا کر لاتی ہوں اریشہ کو۔"

"ارے مجھے تو یاد ہی نہیں رہا اس نامنجار کے چکروں میں تمہیں چائے پانی کا تو پوچھا ہی نہیں ہے، تم بیٹھو میں ابھی آتی ہوں۔" اچانک سے یاد آنے پر انہوں نے کہا۔

"رہنے دیں اماں آپ بیٹھیں میں سب کچھ کر لیتی ہوں۔" فرح نے کہا اور ساتھ ہی کمرے سے نکل گئی پھر پہلے فریج میں سے کولڈ ڈرنک نکال کر گلاسوں میں ڈالی اور ڈرائنگ روم میں سب کو سرو کرنے کے بعد وہ اریشہ میڈم کے کمرے میں چلی آئی حسب توقع موصوفہ منہ پھلائے پڑی تھیں، فرح کو دیکھ کر بھی موڈ میں کچھ خوشگواریت نہ آئی تھی۔

"کس کے ساتھ آئی ہیں آپ عمیر بھائی......" اس نے پوچھا۔

"نہیں عمیر تو کسی کام سے شہر سے باہر گئے ہوئے ہیں بس پھر میں اپنے ہونے والے جیجا کے ساتھ آئی ہوں۔" فرح نے شرارت سے کہا کہ شاید اس طرح اس کا موڈ خوشگوار ہو جائے۔

"کون جیجا؟" الجھن زدہ نظروں سے دیکھتے ہوئے اریشہ نے پوچھا۔

"کیا ہو گیا ہے محترمہ، کیا غصے میں تم عقل سے بالکل پیدل ہو جاتی ہو جو اپنے ہونے والے منگیتر کو بھی بھول جاتی ہو۔" فرح نے ڈانٹنے کے سے انداز میں اس پر طنز کیا۔

"افوہ تو یوں کہیں نا کہ میں اپنے دیور کے ساتھ آئی ہوں۔" اس کے مزاج میں بالکل فرق نہ آیا تھا۔

"اچھا اب اس دیور بھابھی کی گردان کو چھوڑو اور جلدی سے فریش ہو جاؤ، میں نے گرمیوں کی کچھ شاپنگ کرنی ہے اور اسی لئے میں یہاں آئی ہوں کہ چلو دونوں بہنیں مل کر شاپنگ کریں گے۔" فرح نے اسے کہا۔

"مگر اس وقت تو کھانے کا ٹائم ہونے والا ہے اور ہاں آپ کے نمونے نظر نہیں آ رہے۔" بات کرتے کرتے اچانک اسے فرح کے بچوں کا خیال آیا جو کہ آج اس کے ساتھ نہ آئے تھے، وہ اپنے بھانجا بھانجی کو اسی طرح الٹے سیدھے ناموں سے ہی پکارتی تھی، چونکہ اس کی یہ عادت تھی اسی لئے فرح بھی اس کی بات کا برا نہ مناتی تھی، مگر عمیر کے سامنے بہرحال وہ اس طرح سے بات چیت نہ کرتی تھی۔

"آج انہیں ان کی دادی کے حوالے کر کے آئی ہوں، وہ ساتھ میں ہوں تو پھر شاپنگ کرنا کافی مشکل ہو جاتا ہے، دیکھ بھال کے کچھ بھی نہیں خریدا جاتا۔" اس نے جواب دیا پھر بولی۔

"تم یہیں کھڑی باتیں ہی بناتی رہنا اور سارا وقت یہیں پر ہی ضائع کر کے میں اپنے گھر چلی جاؤں گی، شاپنگ جائے گی بھاڑ میں، تم نے اگر چلنا ہے تو جلدی سے فریش ہو کر باہر آ جاؤ، میرا دیور کب سے بیٹھا تمہارے دیدار کو ترس رہا ہے۔" آخری فقرہ اس نے شوخی سے کہا۔

"جی نہیں میں باہر نہیں آ رہی ہوں، میری سڑی ہوئی شکل دیکھ کر وہ بھاگتا نظر آئے گا، بہتر ہے کہ آپ اسے خود ہی چائے پانی پلا کر رخصت کر دیں۔" دوبدو جواب دینے میں اس کا کوئی ثانی نہ تھا۔

"بکواس مت کرو، وہ آج مجھے شاپنگ کروا کر ساتھ ہی لے کر بھی جائے گا، چونکہ آج وہ فارغ تھا اس لئے یہ ساری ذمہ داری لے بیٹھا ہے اور تم اب اٹھتی ہو یا میں یونہی واپس چلی جاؤں۔" فرح نے دھمکی آمیز لہجے میں کہا تب اریشہ کو اٹھنا ہی پڑا مگر وہ بھی ایک نمبر کی ڈھیٹ تھی، فریش ہو کر ڈرائنگ روم میں جانے کی بجائے سیدھی کچن میں چلی آئی، فریج سے قیمہ نکال کر نرم پڑنے کے لئے رکھا اور ساتھ ہی چاول صاف کر کے بھگو دیئے، اس کا ارادہ قیمہ والی پلاؤ بنانے کا تھا، ساتھ میں رات کے لئے کوفتوں کا سالن اور رائتہ بنا لیا، ابھی وہ پلاؤ دم پر رکھ کر فارغ ہی ہوئی تھی کہ نظر کچن کے دروازے میں مکمل اطمینان سے ایستادہ سمیر پر پڑی جو نجانے کب سے کھڑا بڑی تفصیل سے اس کا جائزہ لے رہا تھا، چونکہ فرح نے نفیسہ بیگم کے کمرے میں جاتے ہوئے اسے کچن میں جانے کا اشارہ کیا تھا اس لئے بھی وہ بڑے اطمینان سے کھڑا تھا، سینے پر دونوں بازو لپیٹے پرشوق نظروں سے اسے دیکھے جا رہا تھا اور وہ جو ہلکے سبز کاٹن لان کے سادہ سوٹ اور پرنٹڈ دوپٹے میں لاپرواہ سے حلیے میں خود میں مگن اپنے سوٹوں کے رنگ اور ڈیزائن کے متعلق سوچ رہی تھی، سمیر سے یوں اچانک سامنا ہونے پر ایکدم سے پزل ہو گئی۔

"وہ...... کچھ چاہیے تھا آپ کو۔" دل کی

Scan & PDF
FIAZAHMED

شور مچاتی دھڑکنوں پر قابو پاتی وہ بہ مشکل تمام بولی، چہرے پر آنے والی لالی اس کی دلی کیفیت کی غماز تھی ہر وقت جارحانہ موڈ میں بات کرنے والی لڑکی کو نجانے سمیر کے سامنے کیا ہو جاتا تھا، یہ وہ خود بھی نہ جانتی تھی مگر سمیر اس کی اس کیفیت کو خوب انجوائے کرتا تھا، اس کا گھبرایا گھبرایا انداز اس کے اندر کہیں بہت اطمینان اتار دیتا تھا۔

"آپ کے ہاں سلام دعا کا رواج بالکل بھی نہیں ہے۔" اس کی بات کو نظر انداز کرتا وہ دو قدم آگے بڑھتا ہوا بولا۔

"اوہ سوری! السلام وعلیکم!" اس نے بدقت تمام کیا، اچھے اچھوں کے چھکے چھڑانے والی لڑکی اس وقت خود چھوئی موئی بنی ہوئی تھی۔

"وعلیکم السلام! جیتی رہیے خوش رہیے ہمارے دلوں پہ یونہی راج کرتی رہیے۔" وہ کچھ اور شوخ ہوا اس کا گھبرایا ہوا انداز اسے کسی شوخی جسارت پر اکسا رہا تھا، مگر وہ بھی اپنے نام کی اریشہ تھی، زیادہ دیر تک خود پہ جبر کر کے وہ رہ نہیں سکتی تھی تب ہی رخ موڑتے ہوئے بولی۔

"میرا خیال ہے مہمانوں کو ڈرائنگ روم تک ہی محدود رہنا چاہیے۔"

"کون سے مہمانوں کو، محترمہ دل کے مہمان تو یہاں وہاں ہر جگہ دندناتے پھرتے ہیں، تم انہیں کیسے روک سکتی ہو کہیں بھی آنے جانے پر۔" وہ دو قدم اور اس کی جانب بڑھاتے ہوئے شوخی و شرارت سے بولا۔

"وہ آپی..... میں آپی کو بلا کر لاتی ہوں، کھانے کا ٹائم، کھانے کا ٹائم ہو گیا ہے اس لئے میں کھانا لگاتی ہوں۔" اس نے رخ موڑتے ہوئے ایک قدم آگے بڑھاتے ہوئے کہنا چاہا مگر وہ مکمل راستہ روکے اس کے قریب بالکل سامنے کھڑا تھا، اس کے لمبے چوڑے وجود کے سامنے نرم و نازک کومل سی اریشہ کا وجود گویا چھپ سا گیا تھا۔

"فی الحال پیٹ کی بھوک سے زیادہ نظروں کی بھوک مٹانے دو۔" وہ کچھ اور شوخ ہوا آج کافی دن بعد وہ اس دشمن جاں کو دیکھ رہا تھا، اس لئے دل کا بے قابو ہونا فطری امر تھا ورنہ تو جب سے اس کی انگیج منٹ ہوئی تھی ان دونوں کا ایک دوسرے سے سامنا بہت کم ہوتا تھا آج بھی وہ فرح بھابھی کی منت سماجت کر کے یہاں آیا، بہانہ شاپنگ کا تھا مگر در پردہ مقصد ان کی ملاقات کروانے کا تھا، اگرچہ کہ نفیسہ بیگم نے اسے واضح طور پر یہاں آنے سے منع نہیں کیا تھا، مگر باقاعدہ منگنی ہونے پر تھوڑی بہت جھجک اس کے اندر آ گئی تھی۔

"نجانے اس قیامت کی گرمی میں لوگوں کے سر پر عشق کا بھوت کیسے سوار ہو جاتا ہے۔" اپنی دانست میں اس نے سمیر پر چوٹ کی تھی جو مکمل اس کا راستہ روکے بڑے فریش موڈ میں کھڑا تھا، اریشہ کو اس کے موڈ کی جولانیاں حیران کرنے کے ساتھ ساتھ پریشان بھی کر رہی تھیں۔

"اوہ آئی سی۔" اس نے ہونٹ سکیڑتے ہوئے کہا پھر بولا۔

"پھر تو محترمہ میں یہی کہوں گا کہ اگر آپ کو ناگوار خاطر نہ ہو تو عشق کے لئے میرے بیڈ روم سے بہتر اور کوئی جگہ نہیں ہو سکتی جہاں اے سی کی ٹھنڈک بھی ہو گی اور میرے عشق کی مٹھاس بھی ہو گی تو پھر کیا خیال ہے۔" نظریں اس کی ابھی لٹوں سے ہوتی ہوئی صحیح رخساروں تک پھسلتی چلی گئی تھیں انداز اور لب و لہجہ ہنوز شوخی و شرارت اور بے باکی لئے ہوئے تھا اور اس کی بے باکی سے کہی اس بات نے اریشہ کے پورے وجود کو سن کر دیا تھا، مارے خفت اور شرم کے اس کا پورا وجود جھنجھنا اٹھا تھا، اس سے پہلے کہ وہ مزید کوئی بات کرتا وہ ایکدم ہوش میں آ گئی۔

"اف میرے خدایا۔" اس نے دونوں

ہاتھ کانوں پر رکھتے ہوئے کہا پھر بولی۔

"ہٹیں میرے راستے سے ورنہ میں ابھی محلے والے اکٹھے کر لوں گی۔" وہ بڑے جارحانہ موڈ میں اسے پیچھے دھکیلتے ہوئے کچن سے نکل گئی۔

"پھر محلے والوں کو اکٹھا کرنے کی نوعیت بھی ضرور بتانا۔" وہ پیچھے سے جواب دینا نہ بھولا تھا جسے وہ سنی ان سنی کیے سیدھی نفیسہ بیگم کے کمرے میں چلی گئی اور پھر وہ جتنی دیر ٹیبل پر بیٹھی کھانا کھاتی رہی مسلسل سمیر احمد کی نظروں کے حصار میں رہی تھی مگر وہ سمیر احمد کی بولتی، کچھ کہتی نظروں کو نظر انداز کیے مکمل توجہ سے کھانا کھانے کے ساتھ ساتھ موبائل پر تھوڑی تھوڑی دیر بعد آنے والے ایس ایم ایس کے جواب بھی دیتی رہی اور اس کی یہ حرکت نوٹ کرتی نفیسہ بیگم اندر ہی اندر تلملاتی رہیں اور جب برداشت جواب دے گئی تب غصے سے بول اٹھیں۔

"اریشہ اس منحوس ناس مارے کو بند کر کے کھانا تو سکون سے کھا لو۔" ان کے اتنا کہنے کی دیر تھی کہ اس نے موبائل پر کچھ لکھ کر سینڈ کیا اور پھر واقعی موبائل کی میسج ٹون بجنا بند ہو گئی نفیسہ بیگم کو اس سے اس فرمانبرداری کی امید نہ تھی، مگر پھر بھی وہ خاموش رہیں اور وہ جو بہت کاش ہو کر اپنے کپڑوں کے ڈیزائن اور کلر کامبینیشن کے متعلق اپنی دوستوں سے مشورے مانگ رہی تھی بہت خاموشی سے کھانے میں لگ گئی۔

پھر کھانا کھاتے ہی وہ لوگ شاپنگ کے لئے نکل گئے تھے، اگرچہ کہ اوائل گرمیوں کی دوپہریں تھیں مگر گرمی کی شدت میں ایکدم سے اضافہ ہو گیا تھا اور اسی لئے ہی تو اریشہ بیگم پر شاپنگ کا بھوت سوار ہو گیا تھا، کوئی بھی موسم شروع ہوتا وہ اس موسم سے متعلق شاپنگ کرنے میں سب سے پہلے پہل کرتی تھی اب بھی بھری دوپہر میں شاپنگ کرنے کے لئے نکلتے ہوئے اسے ذرا گرمی کا احساس نہ ہوا تھا۔

لان کے ہر ڈیزائن کا پرنٹ اور کلر بہت باریکی سے نوٹ کرتی تھی وہ کلر کامبینیشن پر بھی بڑی توجہ دیتی تھی، سمیر کو پہلی بار اندازہ ہوا تھا کہ اس جیسی لڑکی کا کسی بھی چیز کے لئے مطمئن ہونا بہت مشکل تھا، فرح اپنی تمام شاپنگ مکمل کر کے جب گاڑی میں جا کر بیٹھ گئی تو اس کے پیچھے پیچھے جاتی اریشہ کو سمیر نے روک لیا تھا، ایک شاپنگ بیگ اس کی جانب بڑھاتے ہوئے بولا۔

"یہ میں نے تمہارے لئے خریدا ہے۔"

"کیوں..... آئی مین آج آپ دریا دلی پر کمر بستہ ہیں۔" شاپنگ بیگ کو ہاتھ لگائے بغیر اس نے کہا پھر نجانے دماغ میں کیا آیا کہ اپنے بھی سارے شاپنگ بیگ اس کی جانب بڑھاتے ہوئے بولی۔

"اگر آپ کا موڈ آج دریا دلی پر کمر بستہ ہے تو لیں یہ سارے ڈریسز اپنے محلے کی لڑکیوں میں بانٹ دیں۔" شرارت سے اس پر چوٹ کرتی تمام شاپنگ بیگ اسے ہاتھ میں تھماتی بڑی بے نیازی سے یہ جا وہ جا ہوئی۔

"اے محترمہ! مائنڈ اٹ یہ دریا دلی نہیں ہے، اسے محبت کہتے ہیں جو کہ بدقسمتی سے مجھے تم سے ہو گئی ہے اس میں میرے محلے کی لڑکیوں کا کیا قصور۔" اپنے پیچھے سمیر کی جھنجھلائی ہوئی آواز اسے بخوبی سنائی دے رہی تھی۔

اس کا تیر ٹھیک نشانے پر لگا تھا، تب ہی تو وہ بری طرح جھنجلا گیا تھا اور اس کا یوں جھنجھلانا اریشہ کو مزہ دے گیا تھا، اپنی بے بسی کا بدلہ وہ اسی طرح لیتی تھی، اب بھی بڑے اطمینان سے جا کر گاڑی میں بیٹھ گئی۔

"بہت ہمدردی ہو رہی ہے بھابھی مجھے آپ سے، نجانے آنے والے وقت میں ایک خونخوار اور لڑاکا دیورانی کے ساتھ آپ کس طرح رہیں گی، مجھے تو آپ کا مستقبل بہت تاریک نظر آ

FIAZ AHMED
FriendsKorner.com

رہا ہے۔" گاڑی میں بیٹھتے ہوئے اس نے بہت افسوس سے کہا ارادہ اسے چڑانے کا تھا۔

"محترم سمیر احمد اگر آپ یہیں پر کھڑے اپنی بھابھی سے ہمدردی اور افسوس کرتے رہے تو کہیں گھر جانے پر آنٹی ہی نہ آپ کا مستقبل تاریک بنادیں کیونکہ آپ کے تین عدد نمونے اوہ سوری تین عدد بچے آنٹی کو پاگل بنانے کے لئے کافی ہوں گے۔" باہر کا نظارہ کرتی وہ بڑی بے نیازی سے بولی اور فرح ان دونوں کی ہونے والی نوک جھونک سے کافی لطف اندوز ہو رہی تھی، اس کی خاموشی اس بات کا ثبوت تھی کہ وہ دونوں پارٹیوں میں سے کسی کا بھی ساتھ دینے کے موڈ میں نہیں ہے اور جب اریشہ کو اسے گھر اتارنے کے لئے اس نے گاڑی روکی تو وہ خاموشی سے اپنے شاپنگ بیگ سمیٹ کر اتر گئی یہاں مگر سمیر کے قریب سے گزرتی ہوئی ہلکے سے تھینکس کہنا نہ بھولی تھی، جسے سن کر سمیر ہلکے سے مسکرا دیا تھا، یہ تھینکس اس کے گفٹ کی قبولیت کا تھا۔

☆☆☆

رحمان حسین اپنے والدین کی اکلوتی اولاد تھے، تعلیم حاصل کرنے کے بعد جب نوکری کی تلاش میں نکلے تو ہر طرف سے مایوسی ہوئی، تب مجبوراً انہوں نے ایک جنرل سٹور بنالیا اور پھر اللہ کے فضل و کرم سے وہ جنرل سٹور بہت اچھا چل پڑا، برسر روزگار تھے اس لئے ایک مناسب گھرانے میں شادی بھی ہوگئی اور یوں پہلے فرح پھر نعمان اور اس کے بعد آنے والی اریشہ نے ان کی دنیا مکمل کردی، پھر بچوں کی تعلیم و تربیت میں یوں مصروف ہوئے کہ وقت گزرنے کا احساس ہی نہ رہا بچے جوان کیا ہوئے ساتھ ہی ان کی فکریں بھی جوان ہوگئیں، بیٹی فرح نے ایف اے کیا تھا کہ دور پار کے رشتے داروں نے اس کا رشتہ مانگ لیا، چونکہ گھرانہ شریف اور لوگ اچھے تھے اس لئے تھوڑے سے پس و پیش کے بعد ہاں کردی گئی فرح عمیر احمد کے سنگ ایک خوش و خرم زندگی گزار رہی تھی، دوسرے نمبر پر نعمان تھے جو انجینئرنگ کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد انگلینڈ چلا گیا تھا، تیسرے نمبر پر اریشہ تھی جو کہ بے حد لاڈلی ہونے کی وجہ سے تھوڑی ضد اور ہٹ دھرم تھی مگر تھی دل کی صاف بی اے کے ایگزام کے بعد آج کل بالکل فارغ تھی، چونکہ عمیر کے چھوٹے بھائی سمیر کا دل اس ضدی حسینہ کی ضد کے آگے ہار گیا تھا اس لئے بھائی بھابھی کو کہہ کر رشتہ بھجوا دیا چونکہ نفیسہ بیگم ایک زیرک خاتون تھیں اور اپنی لاڈلی بیٹی کے مزاج سے بخوبی واقف تھیں۔

جانتی تھیں کہ ان کی لاڈلی بیٹی کے لئے لمبے چوڑے سسرال میں ایڈجسٹ کرنا مشکل تھا، جبکہ عمیر احمد کی فیملی چھوٹی سی تھی، باپ حیات نہ تھے گھر میں صرف ایک ماں تھی اور وہ دونوں بھائی تھے، بہن بھی کوئی نہ تھی پھر اس رشتے کے لئے ہامی بھرنے کی ایک اور وجہ بھی تھی جٹھانی کے روپ میں بڑی بہن کے ہونے سے نفیسہ بیگم کو تسلی ہوئی کہ اگر ان کی لاڈلی بیٹی سے کوئی اونچ نیچ ہوگئی تو وہ سمجھا لیں گی، عمر کا اپنا میڈیکل سٹور تھا جبکہ سمیر دوائیوں کی کمپنی میں ایک ذمہ دار عہدے پر کام کرتا تھا، دونوں بھائی انتہائی سلجھے ہوئے اور رکھ رکھاؤ والے تھے اور یہی اطمینان نفیسہ بیگم کے لئے کافی تھا۔

☆☆☆

کبھی ایک پل کو سوچو تم
ہم تسلیم کرتے ہیں
تمہیں فرصت نہیں ملتی
ہمارے واسطے تم کو
کوئی ساعت نہیں ملتی
تمہاری سوچ کے محور
کبھی ایک پل کو سوچو تم
تمہیں ہم یاد کرتے ہیں

اور اتنا یاد کرتے ہیں
کہ خود کو بھول جاتے ہیں

موبائل پر بجنے والی ایس ایم ایس کی بیل سن کر وہ چونکتے ہوئے موبائل کی جانب متوجہ ہوئی تھی اور پھر سمیرا احمد کا میسج پڑھ کر وہ دھیرے سے مسکرائی تھی، وہ صبح سے ہی اسے فون کرنے کی کوشش کر رہا تھا مگر پہلے موبائل کمرے میں تھا اور وہ صحن اور باقی گھر کی صفائی ستھرائی میں مصروف تھی، اس لئے بھی فون پر آنے والی سمیر احمد کی کال سے لاعلم رہی اور جب وہ سب کاموں سے فارغ ہوئی تھی تب اس کی دوست عائشہ چلی آئی، سمیر احمد نے جب دوبارہ فون کیا تو وہ عائشہ کے ساتھ گپ شپ میں بری طرح مصروف تھی لہٰذا تب بھی ہیلو ہائے کر کے اپنی مصروفیت کا بتا کر اس نے فون بند کر دیا تب ہی وقفے وقفے سے اس کے میسجز آرہے تھے، جسے پڑھ کر اریشہ بہت انجوائے کر رہی تھی اور ابھی اس نے میسج پڑھ کر موبائل رکھا ہی تھا کہ پھر فون بج اٹھی۔

اس پاک نظروں سے چومنا بھی عبادتوں میں شمار ہے
کئی پھول لاکھ قریب ہو بھی میں نے اس کو چھوا نہیں

ساحر لدھیانوی کا لکھا یہ شعر اس کے دل کو چھو گیا تھا کہ وہ بے اختیار اس کا جواب دینے پر تیار ہوگئی۔

وہ میرا جو نگاہوں میں حیا رکھتا ہو
عمر بھر ساتھ چلے عزم وفا رکھتا ہو
ناز اس کے نہ اٹھاؤں تو شکایت نہ کرے
غم اٹھا کر بھی جو ہنسنے کی ادا رکھتا ہو

پروین شاکر کے اشعار لکھنے کے بعد فوراً اسے سینڈ کر دیئے اور جواب کا انتظار کرنے لگی، فون پر ایس ایم ایس رسیو کرنا اور بھیجنا اسے بہت پسند تھا، وہ سارا دن جب بھی کام کاج سے فارغ ہوتی فون لے کر اپنی دوستوں کو میسجز ہی کرتی رہتی تھی اور جب ان کی جانب سے کوئی مزاحیہ میسج آتا تو کتنی ہی دیر تک ہنستی چلی جاتی، ہاں مگر سمیر اسے اتنی باقاعدگی سے میسج نہ کرتا تھا جس طرح آج کر رہا تھا اور ایسی بات پر وہ دل ہی دل میں حیران ضرور ہو رہی تھی۔

زندگی تیری آنکھوں کے سمندر کنارے بسر ہو
کچھ ایسا اب میری دعاؤں میں اثر ہو
تیری بانہوں کے سہارے آخری سانس لیں
یوں ختم اپنی محبت میں وفاؤں کا سفر ہو

کچھ ہی دیر بعد آنے والے اس میسج کے لفظ لفظ سے محبت کا اظہار جھلک رہا تھا، مگر اس کی محبت کا جواب محبت سے اریشہ نے کبھی بھی نہ دیا تھا دوسرے لفظوں میں اپنے دل کے نیہا خانوں میں پنپنے والی محبت کا اظہار لفظوں کی صورت اس نے کبھی سمیر سے نہ کیا تھا، میسج پڑھتے پڑھتے اچانک سے ایک شرارت اس کے من میں جاگی تھی اور پھر اس نے جواباً ایک میسج لکھ کر بھیج دیا۔

محبت کا اثر ہو گا غلط فہمی میں مت رہنا
وہ بدلے گا چلن اپنا غلط فہمی میں مت رہنا
تمہارا تھا تمہارا ہوں تمہارا ہی رہوں گا
میرے بارے میں اس درجہ غلط فہمی میں مت رہنا

لکھنے کو تو اس نے لکھ دیا مگر اس ایس ایم ایس کو پڑھنے کے بعد دوسری طرف ہونے والے ری ایکشن کے بارے میں وہ قطعی نہ جانتی تھی اور وہی ہوا کچھ ہی دیر بعد ایس ایم ایس کی بیل کے بجائے اس کی کال آگئی جسے تھوڑے سے پس و پیش کے بعد اس نے اوکے کر دیا مگر ابھی ہیلو کہنے کی نوبت ہی نہ آئی تھی وہ غصے سے بے نقط سنانا شروع ہوگیا۔

"اریشہ حسین تم..... تم ایک انتہائی سیلفش لڑکی ہو، تمہیں کسی کے جذبات کا احساسات کا قطعی کوئی خیال نہیں ہے، میرے جیسا ایک بے وقوف انسان تم پر مرتا ہے مگر تمہیں اس سے کیا، تم تو خود میں مگن رہنے والی اور مغرور اور خود پرست لڑکی ہو، آج تک کیا کبھی ایسا ہوا ہے کہ تم نے کسی بھی لمحے میری یا میرے جذبوں کی پذیرائی کی

Scan & PDF HAZ AHMED FriendsKorner.com

ہو، کبھی تم نے مجھے یہ احساس دلایا کہ اس راہ میں اس سفر کا میں تنہا مسافر نہیں ہوں بلکہ تم بھی میری ہمراہی میں میرے ہم قدم ہو، نہیں نا، کیوں؟'' غصے سے انگارے چباتا وہ ایک پل کو خاموش ہوا مگر اگلے ہی پل وہ دوبارہ شروع ہو گیا۔

''کیوں اریشہ حسین کیوں، کیوں کرتی ہو تم ایسا، مجھے تو لگتا ہے کہ میں واقعی تمہارے بارے میں غلط فہمی میں ہی رہتا رہا ہوں، میں نے جب بھی اپنے دل کی کیفیت اور اپنے جذبوں سے تمہیں آشنا کرنا چاہا تم نے ہمیشہ میرا مذاق بنایا، ہمیشہ تم کنی کترانی رہی اور اب...... اب بھی تم نے میرے ہر جذبے کے اظہار کے جواب میں خبردار کیا ہے کہ میں...... میں۔'' لہجہ و انداز اس کے دلی رنج و غصے کا غماز تھا، شاید کافی عرصے کا رکا دل کا غبار آج نکل گیا تھا، دوسری طرف ہونے والی مکمل خاموشی سے اس کے غصے کا گراف اور بڑھ گیا تھا، جو کہ اس بات کی علامت تھا کہ دوسری طرف سننے والے کو تمہاری رتی برابر پرواہ نہیں ہے تب ہی اس نے اسی غصے اور ٹینشن میں فون بند کر دیا۔

وہ جو سن ہوتا وجود لئے اس کی زبان سے برستے انگارے سن رہی تھی فون بند ہوتے ہی ایک دم حواسوں میں آئی تھی، مذاق ہی مذاق میں بات نجانے کہاں سے چلی اور کہاں جا پہنچی، اس نے بس شرارتاً ایسا شعر لکھ بھیجا تھا ورنہ اگر وہ اس کے نتیجے سے واقف ہوتی تو کبھی ایسا نہ کرتی، پھر آج تک کبھی اس نے سمیر کو اتنے جارحانہ موڈ میں نہ دیکھا تھا، سن ہوتے ذہن کے ساتھ وہ وہیں بیٹھ گئی اور پھر سوچنے لگی کہ اب کیا کرے پھر اچانک سے کچھ یاد آنے پر اس نے دوبارہ سے موبائل اٹھا لیا۔

اگر تلاش کروں تو کوئی مل ہی جائے گا
مگر کون تمہاری طرح ہم کو چاہے گا
تمہیں ضرور کوئی چاہتوں سے دیکھے گا
مگر وہ آنکھیں ہماری کہاں سے لائے گا

قطعہ لکھ کر اس نے سینڈ کر دیا اور پھر اس کے جواب کا انتظار کیے بغیر ایک اور شعر لکھ کر سینڈ کر دیا۔

وہ جہاں بھی گیا لوٹا تو میرے پاس آیا
بس یہی بات اچھی ہے میرے ہرجائی کی

وہ جانتی تھی کہ یہ اشعار پڑھ کر یقیناً اس بے وقوف کا غصہ خود بخود ختم ہو جائے گا اور ہوا بھی یہی کچھ ہی دیر بعد جب اس کا فون آیا تو وہ کافی فریش انداز میں بات کر رہا تھا، ان دونوں میں یہ لڑائی جھگڑے معمول کی بات تھے۔

☆☆☆

گرمی کی حدت بڑھتی ہی جا رہی تھی اوپر سے برسات کا موسم شروع ہو گیا تھا ادھر بارش برستی ادھر کچھ دیر کے لئے موسم اچھا ہوتا اور پھر ذرا سی دھوپ نکلنے کی دیر ہوتی کہ گرمی کی شدت پھر سے بڑھ جاتی، اب بھی کچھ ہی دیر قبل ٹھیک ٹھاک بارش ہوئی تھی، موسم اچھا دیکھ کر سمیر کے دوستوں نے ایک چھوٹی سی پارٹی رکھ لی تھی اور اس پارٹی کے لئے انہوں نے علی کے خوبصورت ڈرائنگ روم کا انتخاب کیا تھا، اس وقت وہ چاروں دوست خوش گپیوں میں مصروف تھے جب علی کے بڑے بھائی احمد چلے آئے، آتے ہی ان سب سے ملنے کے بعد وہ کچھ دیر ان کے پاس بیٹھے اور پھر ایکسکیوز کرتے ہوئے اندر چلے گئے سوبر سے احمد بھائی ان سب دوستوں کو بہت پسند تھے۔

''یار علی یہ احمد بھائی اپنی کمپنی میں مکمل طور پر سیٹ ہو گئے ہیں کیا؟'' ان کے جاتے ہی سمیر نے علی سے پوچھا۔

''ہاں زبردست سیٹ ہو گئے ہیں۔'' علی نے نمکو سے انصاف کرتے ہوئے کہا۔

''تو پھر یار تم ان کی شادی کیوں نہیں کر دیتے، ایک تو وہ برسر روزگار ہو گئے ہیں دوسرا

بیوی کی آمد سے ان کی سنجیدگی کا خول بھی شاید تھوڑا بہت اتر جائے گا جو کہ انکل کی ڈیتھ کے بعد انہوں نے خود پر چڑھا لیا تھا، اس طرح آنٹی کی ذمہ داری بھی کچھ کم ہو جائے گی اب دیکھو نا اس عمر میں انہیں آرام کی ضرورت ہے مگر وہ کس کے سر پر آرام کر سکتی ہیں۔'' سمیر نے مشورہ دیتے ہوئے وضاحت کی وہ لوگ اسی طرح ایک دوسرے کے گھریلو معاملات اور دوسرے مسائل کو اسی طرح ڈسکس کرتے تھے، جس طرح اس وقت کر رہے تھے۔

''تم ٹھیک کہہ رہے ہو سمیر، ہم لوگ بھی یہی سوچ رہے تھے اس سلسلے میں دو چار لڑکیاں بھی دیکھی ہیں، ایک جگہ تو بات تقریباً بن بھی گئی تھی مگر پھر......'' علی بولتے بولتے ایکدم خاموش ہو گیا۔

''مگر کیا یار۔'' رضا نے بے صبری سے پوچھا۔

''بس یار دراصل وہ لڑکی لوز کریکٹر نکلی، میرا مطلب ہے کہ۔'' علی پھر خاموش ہو گیا جس پر سمیر ایکدم سے چڑ اٹھا۔

''پہیلیاں کیوں بجھوا رہے ہو علی، سیدھی طرح بتا دو نا کہ مسئلہ کیا ہوا تھا، شاید ہم تمہارے کسی کام آ سکیں۔''

''یار ہونا کیا تھا، لڑکی کی بھابھی میری امی کو اس لڑکی کا نمبر دے گئی تھیں کہ آپ کا جب دل چاہے اپنی ہونے والی بہو سے بات چیت کر لیا کریں اس طرح آپ کی انڈر سٹینڈنگ بھی ہو جائے گی اور ہماری نند کو نئے گھر میں ایڈجسٹ ہونے میں مشکل بھی پیش نہیں آئے گی، بس پھر امی نے وہ نمبر مجھے دیا کہ تم میری بات کروا دینا اور میں نے جب اسے فون کیا تو وہ نجانے کیا سمجھ کہ مجھ سے فرینک ہو کر بات کرنے لگی، اس کی باتوں سے یوں لگ رہا تھا کہ جیسے وہ میرے علاوہ کسی اور علی کو نہ صرف جانتی ہے بلکہ کثرت سے اس سے بات چیت بھی کرتی ہے، مجھے حیرت کے ساتھ ساتھ غصہ بھی آیا کہ یہ علی کون ہے اور اس لڑکی کا اس سے کیا تعلق ہے، پھر میں نے فون بند کر دیا، اگلے دن اسی تجسس کے زیر اثر میں نے پھر فون کیا کہ شاید میں کسی غلط فہمی کا شکار ہو رہا ہوں، اس وقت تک میرے ذہن میں یہ بات بالکل بھی نہ تھی کہ آیا میں اس لڑکی کو پرکھ رہا ہوں یا اپنی غلط فہمی کو دور کرنے کی کوشش کر رہا ہوں مگر پھر وہی ہوا وہ مجھ سے نہ صرف فری گپ شپ کرتی رہی بلکہ اس نے مجھے باہر ملنے کے لئے بھی بلوایا اور اپنے کپڑوں کا رنگ اور اپنا حلیہ بتانے لگی، جس پر میرا دل اسے واقعی پرکھنے کے لئے کسی نئے نمبر سے فون کیا اور اپنا نام صائم بتایا تب اس نے رونگ نمبر کا کہہ کر بند کرنے کی بجائے مجھ سے خوب گپ شپ کی، اس کے اس طرز عمل سے میں جس نتیجے پر پہنچا وہ یہ تھا کہ نت نئے لڑکوں سے فون پر دوستیاں کرنا اس لڑکی کی ہابی ہے اور میری نظر میں ایسی لڑکیوں کی نہ کوئی عزت ہے اور نہ کوئی مقام، پھر میرا اتنے شریف اور اچھے بھائی کے لئے ایسی لڑکی کسی طور موزوں نہ تھی بس پھر ہم لوگوں نے انہیں بہانہ کر کے انکار کر دیا۔'' علی تمام تفصیل بتانے کے بعد خاموش ہو گیا، اس کی بات سن کر ڈرائنگ روم میں تھوڑی دیر تک مکمل خاموشی رہی اور پھر اس خاموشی کو سب سے پہلے رضا نے توڑا۔

''اوہ آئی سی ویسے یار میرے خیال کے مطابق لڑکیوں کے پاس موبائل ہونا ہی نہیں چاہیے، ماحول خراب کرنے میں بہت حد تک اس موبائل کا بھی مکمل دخل ہے، لڑکیاں بظاہر عزت کو سمیٹے گھروں میں بیٹھی ہوتی ہیں مگر اندر ہی اندر وہ کیا گل کھلا رہی ہوتی ہیں یہ کوئی نہیں جانتا۔''

''نہیں یار میں تمہاری بات سے اتفاق نہیں کرتا، سب لڑکیاں کام کر رہی ہیں وہ کیا ایسے ہی ان اداروں میں پہنچ گئی ہیں، نہیں یار اپنی محنت لگن

Scan & PDF EIAZ AHMED friendskorner.com

اور توجہ کی بدولت ہی وہ اس مقام تک پہنچتی ہیں، اگر وہ اس ضرورت کی چیز کا ناجائز فائدہ اٹھاتیں تو شاید وہ بھی گھروں میں بیٹھی اس طرح کے تھرڈ کلاس عشق کر رہی ہوتیں اور پھر یہ موبائل تو بڑے کام کی چیز ہے، اس نے فاصلے سمیٹ دیئے ہیں آپ کہیں پر بھی کسی بھی مشکل میں ہو آپ تک فوراً رسائی کرنا کچھ مشکل نہیں رہا۔'' سمیر نے رضا کی بات سے اختلاف کرتے ہوئے کہا۔

''لیکن سمیر آج کے دور میں اس سے لوگ جائز استعمال کم اور ناجائز استعمال زیادہ کر رہے ہیں، پھر نیٹ پر اتنے سستے کال ریٹس اور ایس ایم ایس پیکجز آئے ہوئے ہیں کہ لڑکے لڑکیاں اندھا دھند اس سے فائدہ اٹھانے میں لگے ہوئے ہیں، تم خود سوچو کہ ایک لڑکی جس کے ہاتھ میں ہر پل فون رہتا ہے وہ کھانا پکا رہی ہے تب بھی وہ فون پر مصروف ہے وہ کھانا کھا رہی ہے تب بھی وہ فون پر مصروف ہے یا دیگر گھریلو امور کی انجام دہی کرتے ہوئے وہ فون پر مصروف نظر آتی ہے تو سوچو وہ شادی کے بعد کیا خاک گھر سنبھالے گی اور سنبھالے گی بھی تو وہ کیسے۔'' حسن نے جو کہ اب تک خاموش بیٹھا ہوا تھا، رضا کی بات سے اتفاق کرتے ہوئے کہا۔

''بس یار یہی بات ہے کہ ہم لوگ پیچھے ہٹ گئے اور میری مانو تو تم لوگ بھی جہاں جہاں شادی کرو پہلے لڑکی کو ضرور پرکھ لینا، شادی کوئی چار دن کا کھیل تو ہوتا نہیں ہے پوری زندگی کا معاملہ ہوتا ہے، احتیاط اچھی چیز۔'' علی نے بڑے خلوص سے انہیں مشورہ دیا۔

''چھوڑو یار تم اپنا مشورہ اپنے پاس ہی رہنے دو، ہر لڑکی غلط نہیں ہوتی۔'' سمیر نے اسے ٹوکتے ہوئے کہا۔

''لیو دس ٹاپک یار، غلط صحیح کی گردان کو چھوڑو اور جا کر میوزک آن کرو پھر تو رمضان شروع ہو جائے گا، ایک ماہ کے لئے میوزک کی دی ہر چیز بند، مکمل صوم وصلوٰۃ کے پابند ہو جائیں گے ہم لوگ۔'' حسن نے اکتا کر کہا۔

''شیم فار یو حسن، ایک ماہ کے لئے جو زندگی تم گزارو گے کیا وہ ہی زندگی تم سال کے بارہ مہینے نہیں گزار سکتے مکمل مومن بن جاؤ گے۔'' علی نے کھڑے ہوتے ہوئے اس کے کندھے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا اور پھر میوزک آن کر دیا گویا صحیح رنگ ان کی پارٹی کا اب جمنا تھا۔

☆☆☆

فرح کی طبیعت اچانک سے بہت خراب ہو گئی تھی، اسے فوڈ پوائزن ہو گیا تھا حالت اتنی غیر ہو گئی تھی کہ رات بارہ بجے ہاسپٹل لے کر جانا پڑا جہاں ڈاکٹروں نے ساری رات اسے اپنے زیر نگرانی رکھا اور جب صبح اس کی طبیعت سنبھل گئی تب اسے گھر جانے کی اجازت دی۔

ایک ہی دن میں ان کا سارا گھر اتھل پتھل ہو گیا تھا، فرح کی ساس رفعت جہاں کو گھر کی ذمہ داریوں سے ریٹائر ہوئے بارہ برس ہو گئے تھے لہٰذا اب ان سے گھر کا کوئی کام کاج نہ ہوتا تھا، تب مجبوراً عمیر نے فون کر کے نفیسہ بیگم کو نہ صرف اطلاع دی بلکہ اریشہ کو بھی ساتھ لانے کی ریکوسٹ کی، عام حالات میں نفیسہ بیگم عمیر احمد کی یہ بات وہ بھی نہ مانتیں مگر اب مجبوراً انہیں اریشہ کو ساتھ لے کر جانا پڑا۔

فرح کو بے حد کمزوری ہو گئی تھی، نفیسہ بیگم ایک پل کو تو فرح کی پیلی زرد رنگت دیکھ کر حیران ہی رہ گئی تھیں مگر پھر عمیر کے سمجھانے پر انہیں کچھ تسلی ہوئی پھر بھی وہ جتنی دیر وہاں بیٹھی رہیں فرح کو کچھ نہ کچھ کھلانے پر کمربستہ رہیں رفعت جہاں بھی اپنی لاڈلی بہو کے گھر خیریت سے لوٹ آنے پر شکر ادا کر رہی تھیں۔

''اریشہ بہن کا بہت خیال رکھنا، دیکھو کتنی کمزور ہو گئی ہے، خوب اچھے سے کھلانا پلانا، کہیں اپنے اس موئے موبائل پر ہی مصروف رہو تم۔''

نفیسہ بیگم نے جاتے سے اریشہ کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

''آپ بے فکر ہو کر جائیے امی میں آپی کا خوب خیال رکھوں گی، ایک ہی تو میری اکلوتی آپی ہیں، میں ان کا خیال نہیں رکھوں گی تو پھر کس کا رکھوں گی۔'' اریشہ نے فرح کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیتے ہوئے کہا اور پھر نفیسہ بیگم کے جانے کے بعد اس نے جلدی جلدی پورے گھر کی صفائی کی، ایک نہیں کی تو صرف سمیر کے کمرے کی صفائی نہیں کی تھی، اس سب سے فارغ ہو کر وہ سیدھی کچن میں چلی آئی، اب اسے رات کے کھانے کی تیاری کرنی تھی، وہ پورے دھیان سے سب کام کر رہی تھی، جانتی تھی کہ یہ اس کی آپی کا سسرال ہی نہیں مستقبل میں اس کا سسرال بھی بننا تھا، اس لئے وہ کسی کو شکایت کا موقع نہ دینا چاہتی تھی، اس کی یہی خوبی تھی وہ جس کام کو کرنے کی ذمہ داری لیتی اسے پوری دلجمعی اور دھیان سے پورا کرتی تھی ورنہ سامنے والے کو صاف جواب دے دیتی تھی، کھانے کی تیاری مکمل کر کے وہ فرح کے کمرے میں چلی آئی جو کہ مسکن دواؤں کے زیر اثر سو رہی تھی، اسے سوتا چھوڑ کر وہ سیدھی لان میں چلی گئی، بچے چونکہ اپنے ٹیوٹر سے پڑھ رہے تھے اس لئے جب تک وہ اپنی پڑھائی سے فارغ نہ ہوئے اس کا بور ہونا یقینی تھا، عمیر احمد اور سمیر احمد اب تک اپنے آفس سے نہ لوٹے تھے اور رفعت آرا اپنے کمرے میں آرام کر رہی تھیں ابھی اسے لان میں بیٹھے ہوئے تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ سمیر احمد کی گاڑی گیٹ سے اندر داخل ہوئی، بیگ ہاتھ میں اٹھائے تھکے تھکے سے انداز میں وہ گاڑی سے باہر نکلا تھا پھر اس کی یہ تھکاوٹ خوشگوار حیرت میں بدل گئی جب سامنے ہی اس دشمن جاں پر نظر پڑی۔

''ہیلو سویٹ لیڈی کیسی ہیں آپ، آپ نے آج کیسے ہمارے غریب خانے کو رونق بخشی ہے۔'' فریش چہرے کے ساتھ لہجے میں شوخی لئے وہ اس کے قریب کھڑا کہہ رہا تھا، فریش بلیو سوئس لان کے تھری پیس سوٹ میں میدے میں گھلی گلابی رنگت لئے وہ اس وقت دل میں اتر جانے کی حد تک پیاری لگ رہی تھی۔

''وہ آپ...... آپ فریش ہو جائیں میں آپ کے لئے چائے۔'' اس نے بہ مشکل تمام کہا، نجانے کیوں سمیر کو دیکھ کر ایک بار تو وہ اچھا خاصا پزل ہو جاتی تھی اور جب اس کی نظروں اور زبان سے ہونے والی شوخ جسارتوں سے تنگ آ جاتی ہے تو پھر خود کو سرزنش کرتی وہ بہت بولڈ بن جاتی تھی۔

''اوہو، بیویوں والے انداز۔'' سمیر نے ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرتے ہوئے کہا پھر گہری سانس بھرتے ہوئے بولا۔

''وہ دن کب آئے گا جب آپ بیوی بن کر اس طرح ہماری سیوا کریں گی۔'' اس سے پہلے کہ وہ مزید کچھ بولتا خود پر سے شرم و جھجک کا خول اتارتی وہ ایکدم سے بول اٹھی۔

''بہت شرم کی بات ہے سمیر احمد، آتے ہی اپنی ہانکنے لگ گئے ہیں، آپ میری آپی کی طبیعت اور حال احوال پوچھنے کا خیال آپ کو نہیں آیا۔''

''اوہ سوری یار تم چیز ہی ایسی ہو کہ کسی چیز کا ہوش ہی نہیں رہتا، تمہیں دیکھ کر اچھا بتاؤ اب کیسی طبیعت ہے بھابھی کی۔'' سابقہ انداز میں اسے جواب دیتے ہوئے آخری فقرہ اس نے قدرے سنجیدگی سے کہا تھا۔

''اب کافی بہتر ہیں، فی الحال تو سو رہی ہیں۔''

''میں فریش ہو کر آتا ہوں تب تک تم چائے بناؤ پھر ہم دونوں مل کر پئیں گے۔'' قدم اپنے کمرے کی جانب بڑھاتے ہوئے وہ بولا اور پھر کچھ ہی دیر بعد عمیر احمد چلا آیا، وہ ٹیبل پر کھانا

لگا کر فرح کے کمرے میں چلی آئی۔

☆☆☆

اگلی صبح سنڈے تھا، اپنے گھر میں دیر سے اٹھنے والی اریشہ یہاں صبح سویرے ہی اٹھ گئی تھی، منہ ہاتھ دھو کر وہ کچن میں چلی آئی، اپنے لئے اور رفعت آراء کے لئے چائے بنا کر وہ ان کے کمرے میں چلی آئی۔

"ارے بیٹا تم اتنی سویرے جاگ گئی ہو، آج تو اتوار ہے، ابھی تو کوئی بھی نہیں اٹھا ہوگا۔" انہوں نے اسے اپنے قریب بٹھاتے ہوئے کہا۔

"کوئی بات نہیں آنٹی جب تک سب جاگیں گے تب تک میں آپ کو کمپنی دوں گی۔" اس نے چائے کا سپ لیتے ہوئے کہا، اور پھر ڈھیر سارا وقت ان کے ساتھ گزار کر جب وہ اٹھی تو سب ہی اٹھ چکے تھے، سب کو ناشتہ کروانے کے بعد اس نے صفائی کی اور پھر فرح کے کمرے میں چلی آئی۔

"بھابھی..... بھابھی دیکھیں آپ کی لاڈلی بہن نے آج تمام کمروں کی صفائی کی ہے لیکن اس نے میرے کمرے کی صفائی نہیں کی ہے آخر کیوں۔" کچھ ہی دیر بعد سمیر غصے سے جھنجھلایا ہوا چلا آیا اور آتے ہی فرح سے بولا۔

"یہ تمہارے کمرے میں صرف ایک بار ہی جائے گی اس لئے جب تک تم اپنا بندوبست خود کر لو۔" انہوں نے ہلکے سے مسکراتے ہوئے اریشہ کی جانب سے صفائی دی۔

"تو پھر یہ واقعہ کب انجام پذیر ہوگا یہ ہی بتا دیں۔" وہ وہیں صوفے پر ہی ٹک گیا تھا، کمرے کی صفائی تو صرف ایک بہانہ ہی تھی لیکن اصل مقصد تو اس دشمن جاں کا دیدار تھا۔

"کون سا واقعہ۔" فرح نے پوچھا اور وہ جس کے بارے میں یہ بات چیت ہو رہی تھی وہ کچھ فاصلے پر بڑی بے نیازی سے بیٹھی موبائل پر ایس ایم ایس لکھنے میں مصروف تھی۔

"میری شادی خانہ آبادی والا سانحہ، بقول آپ کے یہ محترمہ میرے کمرے میں صرف ایک بار ہی جائیں گی۔" گہری مسکراتی نظریں اس کے وجود پر گاڑے وہ بول رہا تھا۔

"انشاء اللہ عید الفطر کے بعد تب تک بچہ تم صبر کرو۔" فرح نے شاہانہ انداز میں کہا۔

"پھر تو صبر ہو جائے گا کیونکہ یہ اتنا لمحہ عرصہ نہیں ہے ویسے بھابھی آپ نے ایک بات نوٹ کی ہے، آپ کی بہن صاحبہ ہر وقت فون کے ساتھ ہی کیوں چپکی رہتی ہیں جب دیکھو موبائل ہاتھ میں ہے یا ایس ایم ایس کر رہی ہوتی ہیں یا ایس ایم ایس پڑھ رہی ہوتی ہیں، یا فون بزی ہوتا ہے گھنٹہ بھی چل رہا ہوتا ہے اس کی آخر کیا وجہ ہے ایسے کون سے ضروری کام ہیں یا ضروری بات چیت ہے جو ان کے بغیر مکمل نہیں ہو سکتی۔" وہ جو کافی دیر سے بیٹھا بغور اریشہ کا جائزہ لے رہا تھا بالآخر سر سراتے لہجے میں فرح سے پوچھ ہی بیٹھا پر سوچ نظروں اور کچھ جتاتے لہجے میں ایک پل کو فرح کو بھی چونکنے پر مجبور کر دیا تھا مگر اگلے ہی پل سمجھتے ہوئے بولی۔

"سمیر اپنی دوستوں کو مزاحیہ اور ادبی ایس ایم ایس کرنا اور پھر جواباً ان کے ایس ایم ایس پڑھنا اریشہ کو شروع سے ہی پسند رہا ہے، اس کی یہ ہابی ہے، بہت لطف اندوز ہوتی ہے یہ ان کے میسج پڑھ کر۔"

"بہر حال بھابھی موبائل پر ہر وقت اتنا بزی رہنا لڑکیوں کے لئے یہ کوئی اچھی عادت نہیں ہے۔" سمیر اتنا کہتا اٹھ کھڑا ہوا اور پھر اسی خاموشی سے باہر نکل گیا نجانے آج اسے اریشہ کا موبائل کے ساتھ مصروف ہونا کیوں برا لگ رہا تھا، فرح کچھ دیر بیٹھی پر سوچ نظروں سے اریشہ کو دیکھتی رہی اور پھر بالآخر اسے اپنے پاس بلا لیا۔

"اریشہ کسے میسج کر رہی ہو۔" انہوں نے سرسری سے انداز میں پوچھا۔

"حرا کو کر رہی ہوں۔" اس نے اپنی دوست کا بتایا پھر بولی۔

"ایکچوئلی آپی آج اس کے بھتیجے برتھ ڈے ہے اور وہ اتنی کانشس ہے کہ کیا کرے اور کیا نہ کرے بار بار مجھے ایس ایم ایس کر رہی ہے کبھی پوچھتی ہے کہ آج وہ کونسا ڈریس پہنے، کبھی پوچھتی ہے کہ وہ اپنے بھتیجے کو کیا گفٹ دے، کبھی پوچھتی ہے کہ میں اپنے بھتیجے کو کیسا ڈریس پہناؤں، بس پھر مجھے اس کے ایس ایم ایس کا جواب دینا پڑ رہا ہے، پتہ نہیں اپنی تمام دوستوں کو مشورہ مانگنے کے لئے میں ہی کیوں نظر آتی ہوں۔" وہ بڑی سادگی سے تمام بات فرح کو بتاتی چلی گئی اس کے انداز اور لہجے کی معصومیت دیکھ کر فرح ایک پل کو مسکرانی ضرور تھی مگر اگلے ہی پل خود پر سنجیدگی طاری کرتے ہوئے بولی۔

"دیکھو اریشہ میں یہ نہیں کہتی کہ موبائل غلط چیز ہے یا تم اس کا استعمال غلط کر رہی ہو، بات صرف اتنی ہے کہ کسی بھی چیز کا حد سے زیادہ استعمال نقصان اور برائی کی طرف لے کر جاتا ہے، بہت سے قدامت پسند لوگ اسے اچھی نظر سے نہیں دیکھتے، جہاں یہ موبائل ضرورت اور فائدے کی چیز ہے وہاں اس کا استعمال زیادہ تر جائز ہی ہو رہا ہے، دوسرے لفظوں میں یہ موبائل بذات خود ایک شک بنتا جا رہا ہے، کتنے ہی گھر اس کے ناجائز استعمال کی وجہ سے تباہ ہو رہے ہیں اور کتنی ہی لڑکیاں اس موبائل کے ناجائز استعمال سے غلط راستے پر چلتے ہوئے تباہی و بربادی کا شکار ہوئی ہیں، آئے دن اخبارات رسالے ایسی کہانیوں سے بھرے نظر آتے ہیں ٹی وی ڈراموں میں ایسی تلخ حقیقتیں دکائی جا رہی ہیں تو چندا کہنے کا مقصد صرف اتنا ہے کہ تم ہر وقت موبائل ہاتھ میں لئے اس کے ساتھ کھیلتی مت رہا کرو۔" انہوں نے اریشہ کے بالوں کی الجھی لٹوں کو سنوارتے ہوئے اپنے مخصوص محبت بھرے نرم لہجے میں کہا تھا۔

"مگر آپ میری دوستی لڑکیوں کے ساتھ تو نہیں ہے پھر مجھے آپ یہ سب کیوں سمجھا رہی ہیں، میں تو بس ٹائم پاسنگ کے لئے اپنی دوستوں سے گپ شپ کرتی ہوں۔" ان کی باتیں سن کر اگرچہ کہ اریشہ تھوڑا الجھ گئی تھی مگر پھر وضاحت کرتے ہوئے بولی۔

"یہ بات تو میں اور تم جانتے ہیں نا کہ تم کسی اور سے نہیں بلکہ اپنی دوستوں سے باتیں کرتی ہو، مگر کوئی اور دیکھنے والا تمہیں ہر وقت موبائل کے ساتھ مصروف دیکھ کر یقیناً سچ غلط ہی سوچے گا نا۔" انہوں نے اس کی الجھن سمجھتے ہوئے جواب دیا۔

"سمجھنے دیں آپی، جس کو جو سمجھنا ہے سمجھتا رہے نہ ہم غلط ہیں اور نہ ہی ہمیں ڈر ہونا چاہیے۔" اریشہ نے اپنے مخصوص خودسر سے انداز میں کہا۔

"مگر گڑیا دنیا داری بھی تو کوئی چیز ہے کچھ چیزیں ہمیں دوسروں کے لئے اختیار کرنی اور دوسروں کے لئے ترک بھی کرنی پڑتی ہیں مگر یہ بات تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گی۔" انہوں نے ہلکی سی چپت اس کے گال پر لگاتے ہوئے کہا اور پھر تھوڑی دیر پہلے والے سمیر کے لہجے اور انداز کو سوچنے لگیں، اس سے پہلے تو اس نے کبھی اریشہ کی کسی بات پر اعتراض نہ کیا تھا پھر آج اس طرح سے اس نے کیوں کیا؟

☆☆☆

اک عمر نمو کی خواہش میں
موسم جبر سہے تو کھلا
ہر خوشبو عام نہیں ہوتی
ہر پھول گلاب نہیں ہوتا
اس لمحہ خیر و شر میں کہیں
اک ساعت ایسی ہے جس میں
ہر بات گناہ نہیں ہوتی

FIAZ AHMED
FriendsKorner.com

سب کار ثواب نہیں ہوتا
کبھی عشق کرو اور پھر دیکھو
اس آگ میں جلتے رہنے سے
کبھی دل پر آنچ نہیں آتی
کبھی رنگ خراب نہیں ہوتا

ایک نئے نمبر سے اریشہ کو مسلسل صبح سے کال آرہی تھی مگر وہ ہمیشہ کی طرح نیا نمبر دیکھ کر کال ریسیو نہ کر رہی تھی، اگلے دن پھر یہی سلسلہ شروع تھا، تب نجانے کیسے اس کے ذہن میں آیا کہ شاید یہ کال اس کے کسی جاننے والے کی ہی ہوگی یا شاید اس کے کسی جاننے والے نے نیا نمبر لیا ہوگا، اپنے اس خیال کو عملی جامہ پہنانے کے لئے اس نے کئی بار سوچا کہ وہ یہ کال ریسیو کرے مگر پھر اگلے ہی لمحے ذہن و دل اس کے اس خیال کی نفی کر دیتے، ذہن و دل کی اسی تکرار میں وہ دن بھی تمام ہو گیا اور جب تیسرے دن بھی یہی ہوا تب اس نے بے اختیار اس نمبر سے آنے والی کال ریسیو کر لی۔

''ہیلو۔'' دوسری طرف سے بھاری گمبھیر لہجے میں مردانہ آواز ابھری تھی، وہ خاموش دم سادھے آواز کو پہچاننے کی کوشش کر رہی تھی۔

''ہیلو، کال ریسیو کی ہے تو پھر بولیں تو سہی۔'' اسی بھاری لہجے میں پھر سے کہا گیا مگر چونکہ اریشہ آواز نہ پہچان پائی تھی اسے فوراً فون بند کر دیا مگر فون کرنے والا بھی کوئی ایک نمبر کا ڈھیٹ بندہ معلوم ہوتا تھا اریشہ کو فوراً دوبارہ کال کر لی اور پھر یہ سلسلہ مسلسل جاری رہا مگر جب اس نے مسلسل کال ریسیو نہ کی تو پھر اس نے میسج پہ میسج کرنے شروع کر دیئے۔

آپ دل میں میرے قیام کریں
گھر میں تو سب قیام کرتے ہیں
Love+Love

ایس ایم ایس میں لکھے جانے والے اس شعر نے اسے ذہن میں ایکدم سے جھماکا سا کیا تھا اور پھر وہ ایکدم سے کچھ سوچنے لگی، اپنے سیل فون کی میموری میں جا کر اس نے ایس ایم ایس ان باکس کھولا تھا اور پھر اسے وہ مطلوبہ ایس ایم ایس بھی مل گیا جس کی اسے تلاش تھی، بالکل یہی ایس ایم ایس اسے کچھ ہفتوں پہلے سمیر احمد نے بھیجا تھا، اس ایس ایم ایس کے آخر میں لکھا جانے والا لو پلس لو Love+Love اس بات کی طرف اشارہ کر رہا تھا کہ یقیناً یہ نیا نمبر سمیر کا ہے کیونکہ وہ جب بھی اریشہ کو ایس ایم ایس کرتا تھا لاسٹ میں Love+Love لکھنا نہ بھولتا تھا اور اپنی اسی عادت کی بدولت ہی وہ اریشہ پہ ظاہر ہو گیا تھا اور اگلے ہی لمحے وہ اسے اس کے نئے نمبر پر کال کر رہی تھی۔

''ہیلو زہے نصیب آپ نے ہمیں خدمت کا موقع دیا۔'' دوسری طرف پہلی ہی بیل پر کال ریسیو کر لی گئی، وہی بھاری گمبھیر آواز مگر اریشہ اب لہجے کی ٹون سن کر سمجھ گئی تھی کہ یہ یقیناً سمیر ہی ہے، آواز اگرچہ کہ تھوڑی بہت چینج تھی ہاں مگر لہجہ وہی تھا۔

''سمیر یہ کیا بے تکی ہے تم نے نیا نمبر کب لیا۔'' اب کے اس نے ڈائریکٹ نام لے کر بلاتے ہوئے کہا۔

''کو...... کون سمیر؟'' دوسری طرف سمیر احمد اپنے یوں پہچانے جانے پر اگرچہ کہ حیران ضرور ہوا تھا مگر پھر بھی انجان بنتے ہوئے بولا۔

''سمیر احمد تمہاری آواز اور لب ولہجہ لاکھوں میں نہیں بلکہ کروڑوں لوگوں میں پہچان سکتی ہوں، اب تم نے آواز بدل کر کیوں بات کیوں کر رہے ہو میری سمجھ سے باہر ہے۔'' اس نے بڑے وثوق سے کہا، اس کے لہجے میں موجود ایقان نے ایک پل کو سمیر احمد کو دل ہی دل میں شرمندہ ضرور کر دیا تھا، مگر اگلے ہی پل خود پر قابو پاتے ہوئے وہ بولا۔

''شٹ یار کتنی کوشش کی تھی کہ تم میری آواز نہ پہچان پاؤ مگر برا ہو تمہاری یادداشت کا۔''

''میری یادداشت کا نہیں بلکہ میرے جذبات اور میری فیلنگز کا شکریہ ادا کرو بہرحال یہ بتاؤ کہ یہ نیا نمبر تم نے کیوں لیا۔'' اس نے مسکراتے ہوئے وضاحت کی۔

''تمہیں آزمانے کے لئے۔'' دوسری طرف بے اختیار سمیر کے منہ سے نکلا تھا۔

''کیا مطلب آزمانے کے لئے۔'' اس نے الجھ کر پوچھا۔

''یار سننے میں آتا ہے کہ جن لڑکیوں کے پاس فون ہوتے ہیں وہ ہر وقت اپنے فون پر مصروف رہتی ہیں بہت سے بوائے فرینڈ ہوتے ہیں ان کے فون پر آنے والی ہر رونگ کال کو وہ نہ صرف اٹینڈ کرتی ہیں بلکہ فرینڈ شپ بھی کر لیتی ہیں ان تمام لڑکیوں سے مختلف نکلی ہو، جس طرح سے نیا نمبر دیکھ کر تم نے میرا فون......'' وہ اسی بے فکر بے انداز میں تمام حقیقت اس کے گوش گزار رہا تھا کہ بے اختیار اریشہ چیخ اٹھی۔

''شٹ اپ، آئی سے شٹ اپ سمیر احمد، بہت افسوس ہو رہا ہے مجھے تمہاری گھٹیا سوچ سن کر، بہت افسوس۔'' رنج و غم سے اس کی آواز پھٹ پڑی تھی، کوئی آپ کا کردار نہ صرف پرکھ رہا ہے بلکہ بڑے فخر سے اس بارے میں آپ کو بتا بھی رہا ہے تو یہ سب کچھ سن کر گہرے دکھ اور رنج وغم کے علاوہ اور کیا محسوس ہو گیا تھا، مگر اب بہت دیر ہو چکی تھی، تیر کمان سے نہ صرف نکل چکا تھا بلکہ سامنے والے کو گھائل بھی کر چکا تھا۔

''اریشہ میری بات سنو...... اریشہ۔'' اس نے کچھ کہنے کے لئے لب کھولے ہی تھے کہ وہ فون بند کر گئی۔

☆☆☆

فون بند ہوتے ہی وہ ایکدم سے ہوش میں آیا تھا اب اسے احساس ہو رہا تھا کہ وہ انجانے میں کتنی بڑی غلطی کر چکا ہے، اریشہ کے جذبات کو اس کے الفاظ اور اس کی سوچ نے کتنی ٹھیس پہنچائی ہوگی وہ یہ بات سوچ سوچ کر ہی پریشان ہو رہا تھا اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ یہ سب کچھ اس طرح ہو جائے گا، اس نے ایک بار پھر اریشہ کا نمبر ملایا تھا، مگر دوسری طرف سے کوئی رسپانس نہ دیا گیا وہ کافی دیر تک مسلسل ٹرائی کرتا رہا مگر اس کی ہر کوشش بے کار گئی، اریشہ نے بالآخر فون ہی آف کر دیا تھا، اس کے دل اور جذبات کو لگنے والی ٹھیس نے اسے بری طرح تڑپا ڈالا تھا، سمیر کی اتنی گری ہوئی سوچ کے بارے میں سوچ کر اسے دکھ اور تاسف کے ساتھ ساتھ غصہ بھی بہت آرہا تھا۔

''کیا اب تک وہ اسے ایسی ویسی لڑکی سمجھتا آرہا ہے کسی انجان لڑکی کو پرکھنے کے لئے تو شاید یہ طریقہ کارگر ہوتا ہوگا مگر میں...... جسے وہ پچھلے بارہ سال سے جانتا ہے میرے بارے میں وہ اب تک یہی نہیں جان پایا کہ میں کسی قسم کی لڑکی ہوں، تو پھر ایسے ساتھ ایسی چاہت کا کیا فائدہ جس میں تم ایک دوسرے کے قریب رہ کر بھی ایک دوسرے کو سمجھ نہ پاؤ اگر ایسے میں پھر بھی ایک دوسرے کو آزمانے اور پرکھنے کی گنجائش باقی رہتی ہے تو پھر کیا فائدہ ایسے رشتوں کا اور ایسے تعلقات کا، بارہ سال کچھ کم عرصہ تو نہیں ہوتا، ایک دوسرے کو جاننے کے لئے پھر اب آکے سمیر کو یہ احساس ہوتا کہ میں کس قسم کی لڑکی ہوں چہ معنی دارد ایسے شخص کے ساتھ اگر میں بارہ سال مزید بھی رہ لوں گی کیا تب بھی اسے مجھے پرکھنے اور آزمانے کی ضرورت پیش آئے گی۔'' اس نے خود سے سوال کیا۔

''ہاں اس قسم کے شکی مرد اپنے اندر کا اطمینان حاصل کرنے کے لئے کسی حد تک بھی جا سکتے ہیں۔'' اس کے اندر سے جواب آیا تھا، اپنے دل اور دماغ میں جاری اس جنگ اور کشمکش سے جب وہ تنگ آ گئی تب اس نے اچانک ایک

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

فیصلہ کرلیا، وہ فیصلہ جو اس کی نظر میں برا تھا یا نہیں مگر گھر والوں کی نظر میں یقیناً برا ہوتا۔

☆☆☆

بہت دشوار ہوتا ہے
ذرا سا فیصلہ کرنا
کہ جیون کی کہانی کو
کہاں سے یاد رکھنا ہے
کسے کتنا بتانا ہے
کسی سے کتنا چھپانا ہے
کہاں رو رو کے ہنسنا ہے
کہاں ہنس ہنس کے رونا ہے
کہاں آواز دینی ہے
کہاں خاموش رہنا ہے
کہاں رستہ بدلنا ہے
کہاں سے لوٹ آنا ہے۔
بہت دشوار ہوتا ہے
ذرا سا فیصلہ کرنا

اس بات کو تقریباً ایک ہفتہ ہو گیا تھا اور اس ایک ہفتے میں سمیر احمد کی بے شمار آنے والی کالز اور ایس ایم ایس کو وہ نظر انداز کیے اپنے فیصلے پر ڈٹی رہی تھی، لیکن اس نے ابھی کسی پر بھی اپنا فیصلہ ظاہر نہ کیا تھا، اس کی جگہ اگر کوئی بھی لڑکی ہوتی تو اسے اپنے کردار کے یوں آزمائے جانے پر نہ صرف دکھ ہوتا بلکہ اسے غصہ بھی آتا پھر یہ تو اریشہ حسین تھی، جو کہ بولڈ اور خود سر تھی، جہاں بولڈنس میں وہ اپنی مثال آپ تھی وہاں جس بات پر وہ اڑ جاتی تھی اس سے پیچھے ہٹنا بھی اس کی فطرت میں نہ تھا، نفیسہ بیگم اس کے اندر آنے والی اتنی بڑی تبدیلی پر حیران ضرور ہو رہی تھی، کہاں تو سارا سارا دن موبائل پر کسی تھنٹے میں مصروف رہتی تھی اور کہاں اب موبائل اس کے ہاتھ میں نظر ہی نہ آتا تھا، کیونکہ اس نے سمیر احمد کی مسلسل آتی کالز سے تنگ آکر اس نے موبائل آف کر کے رکھ دیا تھا، اب وہ سارا دن یا تو گھر کے کام کرج میں لگی رہتی تھی، یا پھر ٹی وی لگا کر بیٹھ جاتی اور جب ان دونوں چیزوں سے اکتا جاتی تو پھر چھوٹے سے لان نما صحن میں چلی جاتی جہاں وہ آج کل کچھ نئے پودے لگا رہی تھی، ان کی دیکھ بھال میں کچھ وقت بیتاتی پھر اس دن اچانک ہی فرح چلی آئی ساتھ میں سمیر احمد بھی تھا، عام روٹین کی نسبت فریشنس اور شوخی کی بجائے قدرے سنجیدگی لئے ہوئے تھے۔

''اریشہ تمہارے فون کو کیا ہوا، کتنے دن ہو گئے ہیں میں مسلسل ٹرائی کر رہی ہوں مگر بند جا رہا تھا۔'' وہ اس کا فون مسلسل بند دیکھ کر خود ہی اس کی خیریت پوچھنے چلی آئیں کہ مبادا کہیں اس کی طبیعت ہی خراب نہ ہو گئی ہو۔

''وہ آپی اس دن میں اور میری دوست صبا شاپنگ کرنے گئے تھے تو بس اس دن ہی کہیں گر گیا تھا، اس لئے اب دوبارہ سے فون لینا اور سم نکلوانے میں کچھ تو وقت لگے گا اور کچھ میں خود سستی کر رہی ہوں، نیا موبائل لینے میں، ادھر امی میرے موبائل سے تنگ تھیں اور ادھر اس دن آپ بھی مجھے کچھ سمجھا رہی تھیں نجانے کتنے لوگوں کو میرے موبائل سے غلط فہمیاں ہو رہی تھیں۔'' اس نے بظاہر مسکراتے ہوئے جھوٹی وضاحت دی مگر آخری جملہ وہ سمیر احمد پر نظریں جمائے کچھ تلخی سے کہہ گئی تھی، دونوں کی نظروں کا ایک پل کو تصادم ہوا تھا، ایک کی نظروں میں ندامت کی گہری لکیر واضح تھی جبکہ دوسرے کی نظروں میں ملامت، اشتعال اور نجانے کتنے سرد منجمد سناٹے تھے۔

''جب ہی تو میں کہوں کہ آج کل میڈم کے ہاتھ میں ہر وقت موبائل کیوں نہیں نظر آتا، یہ اب پتہ چلا کہ محترمہ کا موبائل گم ہو گیا، اے میں تو کہتی ہوں جو ہوا اچھا ہی ہوا۔'' نفیسہ بیگم نے یوں کہا جیسے اس کے موبائل گم ہونے سے انہیں بہت خوشی ہوئی ہو، وہ آنسو جو پلکوں کی باڑھ توڑ کر باہر نکلنے کو بری طرح بے چین تھیں اریشہ انہیں ضبط کرتی چائے بنانے کا بہانہ کر کے وہاں سے چلی آئی اور پھر کچن میں کھڑی ہو کر چائے بنانے کے ساتھ ساتھ ڈھیر سارا رونے کے بعد جب وہ ہلکی پھلکی ہو گئی تو پھر منہ ہاتھ دھوتی وہ ڈرائنگ روم میں چلی آئی جہاں فرح آپی کے چھوٹے بیٹے نے رو رو کر پورا ڈرائنگ روم سر پر اٹھایا ہوا تھا۔

''امی اس کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے اس لئے یہ ایسا کر رہا ہے ورنہ آپ تو جانتی ہی ہیں کہ یہ یہاں آ کر کتنا خوش ہوتا ہے۔'' فرح آپی نفیسہ بیگم کو اس کے مسلسل رونے کا جواز بتا رہی تھیں، اس نے دیکھا سمیر صوفے کے ایک کونے میں بیٹھا خاموش پرسوچ نظروں سے کبھی اس کا اور کبھی بچہ سنبھالتی فرح کا جائزہ لے رہا تھا، اپنی بھابھی کے ساتھ آنے کا اس کا مقصد صرف اور صرف اریشہ کے سامنے اپنی وضاحت اور ایکسکیوز کرنا تھا مگر اب اسے لگ رہا تھا کہ شاید آج وہ یہاں سے بھی ناکام لوٹ کر جائے گا، اس نے اپنی اور اریشہ کے بیچ پیدا ہونے والی غلط فہمی کے بارے میں فرح کو کسی صورت نہ بتایا تھا ورنہ وہ ہی ان کے ملنے کی کوئی صورت نکال دیتیں، دوسرا نفیسہ بیگم بھی ان کے پاس ہی بیٹھی ہوئی تھیں، اس سے پہلے کہ فرح اپنے روتے ہوئے بچے سے پریشان ہو کر چلنے کا کہتی کہ سمیر بول اٹھا۔

''بھابھی ہو سکتا ہے کہ اسے گرمی لگ رہی ہو آپ ایسا کریں اسے تھوڑا سا نہلا دیں ہو سکتا ہے کہ یہ سکون میں آجائے۔''

''ہاں واقعی فرح تم یوں کرو چلو میرے ساتھ میں تمہیں ٹب دیتی ہوں تم اس میں پانی بھر کر اسے بٹھا دو، ہو سکتا ہے کہ اسے واقعی گرمی لگ رہی ہو اور پانی میں بیٹھ کر یہ بہل جائے۔'' نفیسہ بیگم بھی سمجھ گئی تھیں کہ ان کا نواسا اس سخت گرمی سے ہراساں ہو رہا ہے تب ہی فوراً فرح کو لے کر اپنے کمرے میں چلی گئیں، پیچھے پیچھے اریشہ بھی ڈرائنگ روم سے نکل کر کچن میں چلی آئی تھی، وہ سمیر سے کسی بھی قسم کی کوئی بات نہ کرنا چاہتی تھی مگر موقع کی تلاش میں بیٹھا وہ فوراً کچن میں چلا آیا تھا۔

''اریشہ میری بات سنو، اس دن میں نے۔'' اس نے اریشہ کے سامنے کھڑے ہوتے ہوئے کہنا شروع کیا تھا مگر ابھی اس نے بولنے کے لئے لب کھولے ہی تھے کہ فوراً اریشہ نے ٹوک دیا۔

''پلیز سمیر احمد میں نے آپ کی جتنی بات سننی تھی میں اسی دن سن چکی ہوں مزید آپ کی کوئی بھی بات سننے کا مجھ میں حوصلہ ہے نہ برداشت اس لئے پلیز آپ یہاں سے چلے جائیں۔'' ہاتھ اٹھا کر اسے بولنے سے روکتی وہ دو ٹوک انداز میں مکمل سرد لہجے میں بولتی چلی گئی۔

''اریشہ پلیز مجھے اپنی صفائی میں کچھ تو کہنے کا موقع دو، آئی ایم سوری اریشہ میں......'' ندامت سے سر جھکائے ہوئے وہ پھر بولا تھا۔

''سوری فار واٹ؟'' اس نے دبے دبے سے لہجے میں چیخ کر کہا پھر بولی۔

''اچھا کیا آپ نے سمیر احمد بہت اچھا کیا آپ نے اپ کے دل کی تسلی اور اطمینان کے لئے میری آزمائش بہت ضروری تھی، ورنہ ساری زندگی شک کے زہریلے ناگ آپ کو ڈستے رہتے اور میں، میں آپ کو اعتماد اور اعتبار کو ترستی رہتی، نہیں سمیر احمد نہیں، میں ایک ایسے شخص کے ساتھ زندگی نہیں گزار سکتی جس کے دل اور نظروں میں میرے لئے اعتبار نہیں بارہ سال، پچھلے بارہ سال سے ہم لوگ ایک دوسرے کو جانتے ہیں مگر فائدہ ایسے ساتھ کا جس میں اعتبار اور اعتماد نام کی کوئی چیز نہ ہو، میں آپ کے لئے کوئی انجان لڑکی تو نہ تھی جس کے کردار کو پرکھنے اور آزمانے کے لئے

Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com

آپ نے یہ طریقہ اختیار کیا تھا۔" وہ بولنے پر آئی تو سب کچھ کہتی چلی گئی، دل کی بھڑاس جو وہ اتنے دن سے دل میں ہی رکھے ہوئے تھی آج نکال دی تھی، اس نے اور وہ جو پہلے ہی کچھ کم پشیمان نہ تھا اس کی باتیں سن کر مزید نادم ہو گیا اور ابھی وہ کچھ کہنے کا سوچ ہی رہا تھا کہ وہ سائیڈ سے نکلتی نفیسہ بیگم کے کمرے میں چلی گئی۔

☆☆☆

اک دن
تم نے مجھ سے کہا
دھوپ کڑی ہے
اپنا سایہ ساتھ رکھنا
وقت کے ترکش میں جو تیر ہیں کھل کر برسے ہیں
زرد ہوا کے پتھر یلے جھونکوں سے
جسم کا پنچھی گھائل ہے
دھوپ کا جنگل، پیاس کا دریا
ایسے میں آنسو کی اک اک بوند کو
انسان ترسے ہے
تم نے مجھ سے کہا تھا
سمے کی بہتی ندی میں
لمحے کی پہچان بھی رکھنا
میرے دل میں جھانک کے دیکھو
دیکھو ساتوں رنگ کا پھول کھلا ہے
وہ لمحہ جو میرا تھا وہ میرا ہے
وقت کے پیکاں بے شک تن پہ آن لگے
دیکھ اس لمحے سے کتنا گہرا رشتہ ہے
خوشبو بند دریچے کھول رہی ہے
چاندنی راتوں سا موسم بھی
یہ سب میرے آئینے ہیں
اور ہر آئینے میں تم ہو

اس سے انجانے میں ایک ایسی غلطی ہوئی تھی جسے سدھارنے کی وہ ہر ممکن کوشش کر رہا تھا مگر وہ اریشہ کی کیا جو اپنی بات سے ایک انچ بھی آگے یا پیچھے ہو جائے اور وہ اریشہ کو کسی صورت کھونا نہیں چاہتا تھا، اس کی محبت سمیر احمد کو اپنے وجود میں دوڑتے لہو کی مانند محسوس ہو رہی تھی، اب تک وہ اس کی دسترس میں تھی، پہلے بھابھی کی بہن تھی پھر باقاعدہ منگنی ہونے کے بعد اس کی ہو گئی تھی، کبھی اس کے کھونے کے خیال نے دل کو بے چین ہی نہ کیا تھا مگر اب......اب اسے یوں لگ رہا تھا جیسے اریشہ اس سے بہت دور ہو گئی ہو، جیسے اس اس کی اریشہ تک رسائی ناممکن ہو گئی ہو۔

اس دن وہ اسے ایک میڈیکل سٹور پر نظر آ گئی تھی شاید وہ نفیسہ بیگم کی دوائی لینے آئی تھی اور جب سمیر گاڑی کھڑی کر کے اس تک پہنچا تو اس نے اجنبیوں کی طرح اس کی جانب سے رخ موڑ لیا۔

"اریشہ میری بات سنو، صرف ایک بار میری بات سن لو۔" دوائیوں کا بل پے کر کے جب وہ جانے لگی تو سمیر نے پیچھے سے آواز دے کر کہا۔

"میں نے کہا تھا سمیر احمد کے مجھے آپ کی نہ کوئی بات سننی ہے اور نہ اپنی کہنی ہے۔" بے رخی سے کہتی وہ آگے بڑھ گئی مگر شاید سمیر احمد کا صبر آج جواب دے گیا تھا جو اس کا جواب سنتے ہی طیش میں آ گیا تھا اور اگلے ہی پل اس کی نازک مرمریں کلائی سمیر احمد کے مضبوط بھاری ہاتھ میں تھی، جسے چھڑانے کی کوشش میں اریشہ ناکام ہوئی جا رہی تھی۔

"مگر مجھے اپنی ہر بات تم سے ہی کہنی ہے اور تمہیں ہی سنانی ہے ایک بار صرف ایک بار تم میری بات سن لو پھر تم مجھے جو سزا دو گی مجھے وہ منظور ہو گی۔" اس کی کلائی اپنے ہاتھ میں دبوچے وہ بڑے جارحانہ موڈ میں بول رہا تھا اور پھر اسے اسی طرح کھینچتے ہوئے اپنی گاڑی تک لے آیا۔

"چھوڑو مجھے، میں نے کہا نا سمیر احمد مجھے جانے دو۔" وہ کلائی چھڑوانے کی جدوجہد میں نڈھال ہوئی جا رہی تھی مگر وہ اس کی ہر بات سنی

ان سنی کیے اسے گاڑی میں دھکیلتا خود بھی دوسری طرف سے آ کے بیٹھ گیا اور پھر کچھ پل خاموش رہنے کے بعد گویا ہوا۔

"میں مانتا ہوں اریشہ کو مجھ سے انجانے میں بہت بڑی غلطی ہوئی ہے میں نے تمہارا دل دکھایا ہے اور اس کے لئے میں تم سے معافی مانگتا ہوں، ایک ایسی لڑکی جسے پچھلے بارہ برس سے میں جانتا آ رہا ہوں جس کی محبت مجھے اپنے وجود میں دوڑتے لہو کی مانند محسوس ہوتی ہے، جس کی ہر بات ہر انداز اور ہر عادت سے میں بخوبی واقف ہوں اسی پر شک کر کے میں نے اس کی لڑکی کی نہیں بلکہ اپنی محبت کی توہین کی ہے، جس کے لئے میں سزا کا حقدار ہوں مگر اس کے پیچھے وہ کیا بات تھی جس کی وجہ سے میں یہ غلط قدم اٹھانے پر مجبور ہوا ہوں تم وہ نہیں جانتی ہو۔" بولتا بولتا وہ ایک پل کو خاموش ہوا تھا اور پھر گہری خاموش نظروں سے اس کا جائزہ لینے کے بعد دوبارہ شروع ہو گیا، علی کے ڈرائنگ روم میں احمد بھائی کے رشتے سے بات شروع ہونے سے لے کر نئے نمبر پر خود بات کرنے تک وہ تمام بات پوری سچائی اور ایمانداری سے بتاتا چلا گیا۔

"اریشہ میں یہ نہیں کہتا کہ میری غلطی کوئی چھوٹی غلطی ہے اور تم اسے نظر انداز کر دو، ہاں مگر میں یہ ضرور کہوں گا کہ کسی بھی غلطی کرنے والے کو اس غلطی کا احساس ہونا ہی سب سے بڑی سزا ہوتی ہے اس کے لئے، جانتی ہو جب تم نے فون پر مجھے کہا تھا کہ میں آپ کی آواز لاکھوں میں نہیں بلکہ کروڑوں لوگوں میں پہچان سکتی ہوں تو میں شرمندگی اور ندامت کے سمندر میں غرق ہو گیا تھا، مجھے اپنے خیالات اور سوچ پر حد درجہ شرم آ رہی تھی، ایک ایسی لڑکی پر میں نے شک کیا جو میرے رگ جاں کے قریب تھی، یہ سچ ہے کہ موبائل کی بدولت بہت سی لڑکیاں غلط راستوں پر چل نکلی ہیں، اس سہولت نے بہت سے گھر اجاڑ دیئے ہیں اور اس دن علی کے ڈرائنگ روم میں بیٹھے ہوئے میرے تمام دوستوں نے ہی کچھ اس قسم کی باتیں کی تھیں کہ نہ چاہتے ہوئے بھی وہ میرے دماغ میں رہ گئیں اور پھر انجانے میں مجھ سے وہ ہو گیا کہ جس کے بارے میں، میں نے آج تک نہ سوچا تھا۔"

سمیر جس کو اپنی صفائی میں یہ تمام وضاحت دے رہا تھا، وہ بڑی بے نیازی سے بیٹھی باہر کے نظارے دیکھنے میں مگن تھی، یوں جیسے سمیر احمد اس سے نہیں بلکہ کسی اور سے بات چیت کر رہا ہوں اس کی یہ خودسری و بے نیازی دیکھ کر سمیر نے گہرے دکھ اور تاسف سے گہری سانس بھری تھی اور پھر اگنیشن میں چابی گھما دی تھی۔

"اریشہ کیا تم اس محبت کے لئے جو میرے اور تمہارے دلوں میں ڈیرہ جمائے ہوئے ہے اس محبت کے لئے مجھے معاف کر دو گی۔" گاڑی ان کے گھر کے سامنے روکتے ہوئے سمیر نے بڑے مان سے پوچھا تھا مگر وہ کسی بھی قسم کا جواب دیئے بغیر گاڑی سے اتر گئی۔

☆☆☆

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خطبے میں فرمایا۔

"اے لوگوں تم پر ایک عظمت اور برکت والا مہینہ سایہ فگن ہو رہا ہے اس مہینے کی ایک رات شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے اس مہینے کے روزے اللہ تعالیٰ نے فرض کیے ہیں اور اس کی راتوں میں بارگاہ الٰہی میں کھڑے ہونے کو نفل عبادت مقرر کیا ہے جو شخص اس مہینے میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کا قرب حاصل کرنے کے لئے کوئی غیر فرض عبادت ادا کرے گا تو دوسرے زمانے کے فرضوں کے برابر اس کا ثواب ملے گا اور اس مہینے میں فرض ادا کرنے کا ثواب دوسرے زمانے کے ستر فرضوں کے برابر ملے گا، یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا بدلہ جنت ہے یہ ہمدردی و غم خواری کا مہینہ ہے اور یہی وہ مہینہ ہے

Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com

جس میں مومن بندوں کے رزق میں اضافہ کیا جاتا ہے جس نے اس مہینے میں کسی روزہ دار کو اللہ کی رضا اور ثواب حاصل کرنے کے لئے افطار کرایا تو اس کے لئے گناہوں کی مغفرت اور آتش دوزخ سے آزادی کا ذریعہ ہوگا اور اس کو روزہ دار کے برابر ثواب دیا جائے گا بغیر اس کے کہ روزہ دار کے ثواب میں کمی کی جائے۔"

بابرکت ماہ رمضان کا آغاز ہو چکا تھا، اریشہ بڑے خشوع وخضوع سے روزے رکھ رہی تھی، اگرچہ کہ گرمی کی شدت میں اضافے کی بدولت شام تک روزہ دار نڈھال ہو جاتے تھے اور پھر شام کو روزہ کھولنے کے بعد اگلے دن روزہ رکھنے کے لئے خود کو پھر سے تیار کر لیتے تھے، اس وقت بھی وہ ٹی وی لگائے ماہ رمضان اور روزے کے متعلق کسی مفتی صاحب کا بیان سن رہی تھی جب عمیر بھائی کے ساتھ فرح آپی چلی آئیں، مقصد اسے بازار لے جا کر اس کی عید کی شاپنگ کروانا تھا۔

"چھوڑیں آپی ابھی میں نے عید کی کوئی شاپنگ نہیں کرنی، بعد میں دیکھا جائے گا۔" اس نے ٹال مٹول سے کام لیا۔

"ہائیں، تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے لڑکی، تم اور شاپنگ کو منع کر دو، اس پر حیرانی نہیں ہوگی تو اور کیا ہوگا۔" پھٹی پھٹی آنکھیں لئے وہ حیرانی سے بولیں۔

"افوہ آپی میں منع نہیں کر رہی ہوں بلکہ میں تو یہ کہہ رہوں کہ روزہ رکھنے کے بعد اتنی ہمت بالکل نہیں رہتی کہ بندہ بازار میں خوار ہوتا پھرے۔" اس نے ان کی حیرت پر چڑتے ہوئے وضاحت کی۔

"مگر میری جان اس وقت مجبوری ہے تمہاری ہونے والی ساس نے ہمیشہ کی طرح اس بار بھی کیش رقم مجھے پکڑائی ہے کہ جا کر ہماری ہونے والی بہو کو عید کی شاپنگ کروا کر عیدی دے آؤ اس لئے محترمہ آپ ہمت کریں اور چلیں ہمارے ساتھ۔" فرح نے چہکتے ہوئے اطلاع دی۔

"وہ ایکچوئلی آپی میں....." اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں آپس میں رگڑتی وہ کچھ ڈپریس سی نظر آئی تھی فرح کو۔

"اریشہ کیا بات ہے کوئی مسئلہ ہے کیا۔" اب کے انہوں نے نرمی سے اسکے ہاتھوں پر اپنا محبت بھرا ہاتھ رکھتے ہوئے پوچھا۔

"وہ آپی چھوڑیں آپ اس عید وید کے چکر کو اور یہ بتائیں کہ بچے ساتھ میں کیوں نہیں لے کر آئیں۔" امتحان کی جس گھڑی سے وہ اب تک ڈر رہی تھی وہی اس کے سر پر آن پہنچی تھی۔

"کیسے چھوڑ دوں اس عیدی کے چکر کو، ہر عید پر اپنی مرضی سے شاپنگ کرنے والی اریشہ کا رویہ اس بار قطعی مختلف ہے، یہ بات مجھے حیران کرنے سے زیادہ پریشان کر رہی ہے۔" فرح نے سنجیدگی سے کہا۔

"بس آپی آئندہ سے آپ نے..... آپ نے ان عیدیوں کے چکر میں نہیں پڑنا، وہ میرا مطلب ہے کہ میں..... میں سمیر احمد سے شادی نہیں کر سکتی۔" اٹک اٹک کر اس نے بہ مشکل تمام کہا، اپنا فیصلہ سناتے ہوئے جہاں دل خون کے آنسو رو رہا تھا وہاں زبان بھی اس کا ساتھ نہ دے رہی تھی، دوسری طرف اس کے منہ سے نکلنے والی اس بات نے فرح کے پیروں کے نیچے سے زمین کھینچ لی تھی۔

"کیا؟" فرح کے منہ سے چیخ برآمد ہوئی تھی۔

"اریشہ تم ہوش میں تو ہو تمہیں معلوم ہے کہ تم کیا کہہ رہی ہو۔" انہوں نے بے یقینی سے اس کی جانب دیکھتے ہوئے کہا یوں جیسے انہیں اس کی دماغی حالت پہ شبہ ہو۔

"آپی میں نے یہ فیصلہ بڑے سوچ سمجھ کر

کیا ہے میں۔"

"بھاڑ میں گئیں تم اور تمہارا فیصلہ، امی بالکل ٹھیک ہی کہتی تھیں کہ یہ لڑکی بہت خودسر اور ضدی ہو گئی ہے اس کے نزدیک کسی انسان کی کوئی ویلیو نہیں رہی ہے یہ خود میں زندہ رہنے والی لڑکی ہے، اسے دوسروں کے جذبات واحساسات کی کوئی پرواہ نہیں ہے، جانتی ہو تم، تمہارے اس قدم سے میری زندگی پر کیا اثر پڑے گا اور سمیر....." غصے سے بولتے بولتے وہ ایک پل کو چونکی تھیں پھر لہجے کو نرم بناتے ہوئے بولیں۔

"اریشہ کہیں سمیر اور تم میں جھگڑا تو نہیں ہو گیا۔" وہ خاموش رہی۔

"اریشہ میں تم سے کچھ پوچھ رہی ہوں جواب دو میری بات کا۔" انہوں نے کندھوں سے پکڑ کر اسے جھنجھوڑتے ہوئے پوچھا۔

"آپی آپ مجھ سے کچھ بھی پوچھنے سے پہلے سمیر سے پوچھیں کہ وہ....." اس نے بہ مشکل اتنا ہی کہا تھا کہ فرح اس کی بات کاٹتے ہوئے بولی۔

"ٹھیک ہے اب میں جو کچھ بھی پوچھوں گی سمیر سے ہی پوچھوں گی، تم دونوں نے زندگی کو اور رشتوں ناتوں کو مذاق بنا لیا ہے۔" وہ غصے سے بولتی باہر نکل گئیں اور اریشہ گہری سانس بھرتے وہیں بیٹھ گئی۔

☆☆☆

وہ پچھلے دو گھنٹوں سے لان میں ٹہلتی ہوئی سمیر احمد کا انتظار کر رہی تھی روزہ افطار کرتے ہی وہ کہیں باہر نکل گیا تھا اور اب رات کے ساڑھے دس بج رہے تھے، اس کا کہیں نام ونشان نہ مل رہا تھا، پچھلے کافی دنوں سے وہ نوٹ ضرور کر رہی تھیں کہ سمیر کچھ الجھا الجھا اور پریشان ہے، لہجے وانداز میں موجود شوخی وشرارت جو کہ اس کی فطرت کا خاصہ تھی وہ بھی مفقود نظر آئی تھی فرح کو مگر وہ اسے اپنا وہم سمجھ کر جھٹک دیتی تھی اور اب یہ سچوئیشن، اس سچوئیشن نے تو اسے حیران ہی کر ڈالا تھا، وہ جب تک سمیر سے تمام بات پوچھ نہ لیتی اسے نیند نہ آئی تھی اور پھر کچھ ہی دیر بعد تھکے تھکے قدموں سے چلتا وہ چلا آیا تھا اس کا ہر انداز چیخ چیخ کر کسی انہونی کو ظاہر کر رہا تھا، فرح نے غور کیا کہ کافی دن سے اس نے شیو بھی نہ کی تھی۔

"یہ کس کے عشق میں تم مجنوں بنے پھر رہے ہو۔" فرح نے اسے دیکھتے ہی طنز سے چوٹ کی تھی۔

"جس کے عشق میں مجنوں بنا پھر رہا ہوں اسے تو رتی برابر پرواہ نہیں ہے اوہ سوری بھابھی میرا مطلب ہے کہ۔" وہ بے اختیاری میں کہہ تو بیٹھا تھا پھر فوراً ہی احساس ہونے پر گڑبڑا گیا۔

"سمیر احمد جو حقیقت ہے مجھے وہ بتاؤ، کیونکہ میں مسلسل دو گھنٹوں سے وہ حقیقت جاننے کے لئے ہی یہاں کھڑی ہوں، مجھ پر اپنا مطلب بعد میں ظاہر کرنا۔" وہ دوٹوک انداز میں قطعی پن سے بولیں، بہت کچھ جاننے کے لئے وہ بے چین تھیں۔

"وہ بھابھی میں....." وہ ایک پل کو خاموش ہوا اور پھر اگلے ہی پل ندامت سے سر جھکاتے ہوئے سب کچھ کہہ گیا، دم سادھے کھڑی فرح اس کی تمام بات سن کر سر پکڑ کر بیٹھ گئیں، بات کہاں سے کہاں تک پہنچ گئی تھی اور انہیں اب پتہ چل رہا تھا، ایک پل کو ان کے دل میں آیا کہ وہ سمیر کو بے نقط سنائیں کیونکہ قصوروار سراسر سمیر کا ہی تھا مگر پھر یہ سوچ کر خاموش ہو گئیں کہ جن حالات میں سمیر سے یہ غلطی ہوئی تھی اگر اس کی جگہ کوئی اور مرد بھی ہوتا تو وہ یہی کرتا پھر سمیر احمد کو تو نہ صرف اپنی غلطی کا احساس ہو گیا تھا بلکہ بقول اس کے اس نے اریشہ سے معافی بھی مانگ لی تھی۔

"بہت غلط کیا تم نے سمیر بہت غلط اور تم جانتے ہو کہ تمہاری اس حرکت کے بعد اریشہ نے

Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com

کیا فیصلہ کیا ہے۔'' بہت دیر بعد وہ بولیں بھی تو صرف اتنا اور پھر سمیر احمد کی سوالیہ نظریں دیکھ کر دوبارہ بولیں۔

''اس نے تم سے شادی سے انکار کر دیا ہے، سنا تم نے وہ تم سے شادی نہیں کرنا چاہتی۔''

''واٹ مگر بھابھی۔'' گھبرایا ہوا پریشان لہجہ خود فرح کو بھی مزید پریشان کر گیا تھا۔

''پلیز بھابھی آپ کچھ کریں، میں اسے کھونا نہیں چاہتا، اس کے بغیر جینے کا تصور میرے لئے محال ہے، میں مانتا ہوں مجھ سے انجانے میں غلطی ہوئی ہے اور اس غلطی کے لئے مجھے اس کی دی گئی ہر سزا قبول ہوگی مگر یہ فیصلہ، آپ پلیز اسے کہیں کہ وہ یہ فیصلہ نہ کرے، واپس لے لے وہ اپنا یہ فیصلہ۔'' بے چین لہجے میں ندامت لئے وہ کہہ رہا تھا اور اس کے لہجے کی بے چینی نے فرح کے دل کو مزید بے چین کر دیا تھا، اب وہ ہی تھی جسے اس مسئلے کا کوئی نہ کوئی حل نکالنا تھا، تب ہی اس نے سمیر کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے تسلی دی تھی کہ وہ اس مسئلے کا کوئی نہ کوئی حل ضرور نکال لے گی اور پھر اس نے اس مسئلے کے حل کے لئے واقعی ہر طرح کی کوششیں کر ڈالی تھیں، اریشہ کو ہر طرح سے سمجھایا تھا، اپنے اردگرد ہونے والے واقعات سنائے تھے مگر اس کی سوئی جہاں اٹکی تھی وہیں اٹکی رہی تھی۔

''آپی میں اور سمیر ایک دوسرے کو آج سے تو نہیں جانتے ہیں، پچھلے بارہ سال سے ہم ایک دوسرے سے واقف ہیں، آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں میں آپ کی بات سے مکمل اتفاق بھی کرتی ہوں کہ جہاں موبائل نے ہمارے معاشرے میں سہولت دی ہے، وہیں یہ ماحول کے بگاڑ کا باعث بھی بنا رہا ہے، لڑکیاں بظاہر اپنے گھروں میں بیٹھی ہوتی ہیں مگر موبائل پر اندر ہی اندر لڑکوں سے سیٹنگ کرتی ہیں اور پھر ایک دن گھر سے بھاگ جاتی ہیں، اسی موبائل کی بدولت بہت سی لڑکیاں گمراہی کے راستے پر چل نکلی ہیں مگر سوال یہ نہیں ہے کہ کون کیا کر رہا ہے اور کیا نہیں کر رہا، سوال صرف یہ ہے کہ اتنا لمبا عرصہ ایک دوسرے سے وابستہ رہنے کے باوجود اگر دو لوگ ایک دوسرے کو نہیں جان سکے تو باقی زندگی پھر ساتھ میں گزارنے کا کیا فائدہ۔'' بڑے تحمل سے وہ اس وقت فرح سے بات چیت کر رہی تھی ورنہ تو جب بھی فرح نے اس سے بات کرنے کی کوشش کی تھی وہ ہتھے سے ہی اکھڑ جاتی تھی۔

''اچھا ایک بات بتائیں۔'' وہ ایک بار پھر شروع ہو گئی۔

''آپ کو بارہ سال ہو گئے ہیں عمیر بھائی کے ساتھ رہتے ہوئے، آپ ان کی عادات مزاج سے اچھی طرح واقف ہو گئیں ہیں اور وہ آپ سے اچھی طرح واقف ہو گئے ہیں، اب بارہ سال بعد آ کے عمیر بھائی اگر آپ کی کسی عادت یا بات کو شک کے پلڑے میں تولیں گے تو آپ کو کیسا لگے گا، یقیناً دکھ ہوگا آپ کے ذہن و دل میں صرف ایک بات آئے گی کہ بارہ برس اس شخص کے ساتھ گزار کر مجھے کیا ملا، شک کا طوق اور کچھ بھی نہیں۔'' وہ اپنا پوائنٹ آف ویو بتا کر خاموش ہو گئی تھی۔

''اریشہ تم نے جو کچھ بھی کہا ہے وہ غلط نہیں ہے، میں تمہاری ہر بات سے اتفاق کرتی ہوں مگر ایک پل کے لئے تم صرف ایک بات سوچو، انسان خطا کا پتا ہے، غلطی کہیں بھی کسی سے بھی ہو سکتی ہے، مگر بات غلطی ہونے کی نہیں ہے بلکہ غلطی کرنے والے کو اس غلطی کا احساس ہونے کی ہے غلطی کرنے والے کو اپنی غلطی کا احساس ہو جانا ہی بذات خود اس کے لئے سزا ہے، کیا یہ بات تمہاری سمجھ میں نہیں آئی، پھر سمیر کو تو فوراً ہی اپنی غلطی کا احساس ہو گیا تھا، تب سے اب تک

نجانے وہ تم سے کتنی بار معافی مانگ چکا ہے مگر تم ہو کہ۔'' وہ سمیر کی جانب سے وضاحت دے دے کر تھک گئی تھیں مگر اریشہ تھی کہ ان کی کوئی بات سننے کے لئے اور ماننے کے لئے تیار نہ تھی، نفیسہ بیگم اور رفعت آراء اس سارے مسئلے سے بالکل انجان تھیں ورنہ اب تک تو دونوں گھروں میں قیامت آ جاتی۔

''دیکھو اریشہ، سمیر واقعی بہت نادم ہے اپنے کیے پر، وہ بہت اپ سیٹ سا رہنے لگا ہے ہر وقت تمہاری وجہ سے نہ ٹھیک سے کھاتا ہے نہ پیتا ہے، پورا مجنوں بن گیا ہے تمہارے عشق میں، اس لئے پلیز اس کی غلطی معاف کر کے اس سے صلح کر لو۔''

''ہاں پھر صلح کرنے کے بعد اس سے شادی کر لو اور پھر شادی کے دس بیس سال بعد اگر اسے پھر سے مجھے آزمانے کی ضرورت پیش آ گئی تو میں پھر اسی دوراہے پر جا کر کھڑی ہو جاؤں گی جس پر اب میں کھڑی ہوں۔'' فرح کی بات اچکتے ہوئے اس نے تلخی سے کہا۔

اتنا سمجھانے کے باوجود بات وہی دھاک کے تین پات کی طرح تھی۔

''سوری۔'' کے نجانے کتنے کارڈز اور بکے سمیر احمد نے اس تک پہنچائے تھے مگر سب بے سود تھے اس کے سخت دل کو پگھلانے کی سمیر احمد کی ہر کوشش بے سود ثابت ہو رہی تھی۔

☆☆☆

رمضان کا آخری عشرہ شروع ہو چکا تھا مگر اس نے ابھی تک اپنے لئے عید کی کوئی شاپنگ نہ کی تھی، لیکن نفیسہ بیگم اور رحمان حسین کی عید کی تمام شاپنگ اس نے مکمل کر دی تھی، شاپنگ تو خیر فرح نے بھی کچھ خاص نہ کی تھی، اس کا دل دماغ ہر وقت اس مشکل صورتحال میں ہی اٹکا رہتا تھا، ان کے خیال کے مطابق اگر اریشہ اسی طرح اپنی ضد پر ڈٹی رہی، تو وہ وقت دور نہ تھا جب یہ بات دونوں گھروں کے بڑوں تک پہنچ پاتی اور اسی چیز سے ہی وہ ڈر رہی تھیں۔

''بھابھی میں نے ہر طرح سے اس کٹھور سنگدل کو منانے کی کوشش کر لی ہے مگر اس پر کسی بات کا اثر ہی نہیں ہو رہا ہے۔'' سمیر کی برداشت اس دن بالکل جواب دے گئی تھی، تب ہی شکوہ کناں لہجے میں کہہ اٹھا۔

''سمیر میں تو یہ سوچ کر پریشان ہوں کہ عید میں صرف دو تین دن باقی ہیں، اگر وہ اسی طرح اپنی ضد پر ڈٹی رہی تو سب بڑوں کے علم میں یہ بات آ جائے گی اور پھر جو قیامت آئے گی اس کا تمہیں اندازہ تو ہوگا ہی نا، کیونکہ آنٹی کا ارادہ عید کے فوراً بعد شادی کی تاریخ لینے کا ہے۔'' فرح نے اپنے ذہن کی الجھن اور اپنی ساس کے ارادے سے اسے آگاہ کیا۔

''بھابھی میرے پاس ایک آئیڈیا ہے، اگر آپ اس میں میرا ساتھ دیں تب بات ہے۔'' کچھ دیر سوچنے کے بعد اس نے کہا۔

''کوئی الٹا سیدھا آئیڈیا ہی تمہارے ذہن میں آ سکتا ہے، تمہارے آئیڈیے کے کارن ہی تو آج یہ دن دیکھ رہے ہیں ہم لوگ۔'' فرح نے بھی کلس کر کہا، پھر بولیں۔

''اچھا بتاؤ۔''

''دیکھیں بھابھی میں مانتا ہوں کہ میری ایک غلطی کی بدولت حالات یہاں تک پہنچے ہیں اور اب میں اپنی اس غلطی کو سدھارنے کے لئے ہی ایک اور غلطی کرنا چاہتا ہوں، اس کے بعد اگر میری محبت کے دل میں میرے لئے رتی بھر محبت ہوئی تو وہ میرے پاس لوٹ آئے گی اور اگر اس کا دل واقعی میری محبت اور میری چاہت سے خالی ہو گیا ہے تو پھر میں دوبارہ کبھی اس کے راہ کی رکاوٹ نہیں بنوں گا، بھابھی کچھ رشتے دل سے

Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com

بنتے ہیں دل میں موجود شدتیں اور چاہتیں ہی ان رشتوں کو پروان چڑھاتی ہیں، میرا اور اریشہ کا رشتہ بھی دلوں میں موجود پاکیزہ محبتوں کی بدولت ہی اس مقام تک پہنچا ہے، اس اس مقام پر آ کر ہم ایک دوسرے کے سنگ آگے بڑھتے ہی یا بچھڑ جاتے ہیں اس کا فیصلہ وقت کرے گا۔" سنجیدگی سے ٹھہرے ٹھہرے لہجے میں کہتا وہ بہت پر امید نظروں سے فرح کو دیکھ رہا تھا۔

"اب اپنا پلان بتاؤ گے بھی یا پہیلیاں ہی بجھواتے رہو گے۔" فرح نے بے صبری سے پوچھا اور پھر سمیر نے اسے اپنا تمام پلان بتا دیا۔

"سمیر اس طرح تمام بات کھلنے کے بعد اگر وہ پھر سے ناراض ہو گئی تو پھر۔" ساری بات سننے کے بعد فرح نے کسی خدشے سے چونکتے ہوئے پوچھا۔

"میں نے کہا نا بھابی اس کے بعد اگر اس کے دل میں میرے لئے رتی بھر بھی محبت ہوئی تو وہ میرے پاس لوٹ آئے گی اور اگر اس کا دل واقعی میری محبت اور چاہت سے خالی ہو گیا ہے تو پھر میں دوبارہ کبھی اس کے راستے کی رکاوٹ نہیں بنوں گا کیونکہ میں جانتا ہوں کہ محبت زبردستی کا سودا نہیں ہے۔" وہ بڑے ٹھہرے ٹھہرے لہجے میں ایک ایک لفظ پر زور دیتا ہوا بولا تھا اور پھر اپنی بات مکمل کر کے سیدھا اندر کی جانب بڑھ گیا۔

☆☆☆

آج انتیسواں روزہ تھا، امید تھی کہ آج چاند نظر آ جائے گا، روزہ افطار کرتے ہی فرح بھی بچے لے کر نفیسہ بیگم کے ہاں آ گئی تھی، چاند دیکھنے کا مزہ تو اسے صرف اور صرف اپنی ماں کے گھر ہی آتا تھا، آدھی چاند رات تو وہ ہمیشہ اپنی امی کے گھر ہی گزارتی تھی، اب بھی وہ لوگ چھت پر چڑھے چاند کی تلاش میں نظریں جمائے ہوئے تھے۔

"آنی تاند ندر نہیں آیا۔" (چاند نظر نہیں آیا) فرح کی توتلی بیٹی نے گم صم کھڑی اریشہ کے پاس کھڑے ہو کر پوچھا۔

"اوہو ماما لگتا ہے چاند نظر نہ آنے کی وجہ سے آنٹی رو رہی ہیں۔" بڑے بیٹے علی حنظلہ نے بھی مداخلت کی، جس پر فرح نے بے اختیار اریشہ کو دیکھا تھا، دونوں کی نظروں کا تصادم ہوا تھا، ایک کی نظروں میں تاسف تھا تو دوسری کی نظروں میں بہت کچھ کھونے کا احساس، اس سے پہلے کی فرح کچھ بولتی اس کا فون بج اٹھا۔

"ہیلو...... کیا...... سمیر ٹھیک تو ہے نا...... اوہ نو...... کون سے ہاسپٹل میں۔" دوسری طرف سے نجانے کیا کہا گیا تھا کہ فرح بے اختیار پریشان ہوتے ہوئے چیخ اٹھی۔

"سٹی ہاسپٹل، اچھا ٹھیک ہے میں ابھی پہنچتی ہوں۔" عجلت میں فون بند کرتی وہ نیچے کی جانب بڑھی تھی۔

"آپی...... آپی آپ بتائیں تو سہی کیا ہوا ہے بس...... سمیر کو۔" برق رفتاری سے اس کے پیچھے لپکتی ہو پوچھ رہی تھی۔

"ایکسیڈنٹ ہوا ہے سمیر کا وہ اس وقت سٹی ہاسپٹل میں ہے اور مجھے اب وہیں پہنچنا ہے تم پلیز میرے بچے سنبھال لینا اور اس بارے میں کسی سے کچھ مت کہنا۔" وہ اسی طرح عجلت بھرے انداز میں کہہ رہی تھیں۔

"نہیں آپی میں...... میں آپ کے ساتھ جاؤں گی، آپ پلیز بچوں کو ان کے پاپا کے پاس چھوڑ دیں۔" آنکھوں سے گرتے ٹپ ٹپ آنسوؤں کے ساتھ اس نے بہ مشکل تمام کیا اور اس کی حالت کے پیش نظر فرح سر ہلاتی اندر کی جانب بڑھ گئی، نفیسہ بیگم کو بچوں کا خیال رکھنے اور ذرا بازار جانے کا کہہ کر وہ سیدھی باہر نکل گئی،

رکشہ لے کر جس وقت وہ سٹی ہسپتال پہنچی تب تک سمیر کو کمرے میں شفٹ کیا جا چکا تھا، ماتھے اور سر پر پٹی بندھی ہوئی تھی، ایک ٹانگ اور ایک بازو پٹیوں سے جکڑے ہوئے تھے سمیر کی حالت دیکھتے ہی خود اریشہ کی اپنی حالت غیر ہو گئی تھی، آنسو پلکوں کی باڑھ توڑ توڑ کر گال بھگوئے جا رہے تھے، اس نے یہ تو نہ سوچا تھا کہ یوں ہو جائے گا، پٹیوں میں جکڑا اس وقت وہ بے بسی سے بیڈ پر پڑا تھا۔

"آپی دیکھیں یہ ٹھیک تو ہو جائے گا نا، دیکھیں نا اسے یہ...... یہ آنکھیں کیوں نہیں کھول رہا۔" آنسوؤں سے رندھے ہوئے لہجے میں وہ فرح سے کہہ رہی تھی اور فرح اس کی حالت دیکھ کر اندر ہی اندر پشیمان ہوتی ہوئی بولیں۔

"ہاں اریشہ تم پریشان مت ہو، سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔"

"میں نے یہ تو نہیں سوچا تھا کہ اس طرح یہ سب کچھ ہو جائیگا، میں ہر وقت اپنے رب سے اس کی زندگی کی دعا کرتی رہتی تھی پھر...... پھر اللہ نے......" رو رو کر جب وہ بالکل نڈھال ہو گئی تو سمیر کے ہاتھ پر اپنا سر رکھے وہ پھر سے رونے لگی، اسے طرح سے بلک بلک کر روتا دیکھ کر اگرچہ سمیر احمد کے دل کو کچھ ہو رہا تھا مگر ابھی اس کے ڈرامے کا کلائمکس نہیں ہوا تھا، ابھی اسے اپنے دلی جذبات پر قابو پا کر کچھ دیر اور اسی طرح بے حس و حرکت لیٹے رہنا تھا۔

"نجانے کس دھیان میں گاڑی چلا رہا تھا کہ یہ ایکسیڈنٹ کروا بیٹھا، پچھلے کتنے دنوں سے شدید ٹینشن کا شکار تھا، سمجھا سمجھا کر تھک چکی تھی، میں تم دونوں کو مگر تم دونوں۔" فرح نے لوہا گرم دیکھ کر چوٹ ماری تھی۔

"سمیر صاحب تو کہتے تھے کہ بھابی مجھے وہ زندگی ہی نہیں چاہیے جس میں اریشہ نہ ہو بس پھر اب زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھیں۔" اب کے وار بڑا کاری تھی، کہ اریشہ بے اختیار بلبلا اٹھی۔

"پلیز آپی ایسا ویسا کچھ مت بولیں، اگر یہ میرے بغیر زندگی گزارنے کا تصور نہیں کر سکتے تھے تو ان کے بغیر میں کون سا خوش تھی، کتنی راتیں ہو گئی ہیں، میں سکون سے نہیں سو پائی ہوں، دل و ذہن میں جاری جنگ کے آگے میں ہارتی جا رہی ہوں، دماغ جتنی بھی تاویلیں دیتا تھا مگر دل، دل صرف ایک بات پر اٹا ہوا تھا کہ سمیر احمد میرا ہے میرا ہی رہے گا، دل میں موجود سمیر احمد کی محبت کی شدت کے آگے میں ہارتی جا رہی تھی آپی کہ اچانک یہ ہو گیا۔" اس کے ہاتھ پر سر رکھے رکھے وہ روتے ہوئے اپنے دل کے راز نہ صرف ان دونوں پر ظاہر کر رہی تھی بلکہ بے اختیاری میں زبان سے ہر بات کا اعتراف بھی کرتی چلی گئی اور وہ جو اتنے عرصے سے اس کی زبان سے اپنی محبت کا اقرار سننے کے لئے بے چین تھا، اب اس کی زبان سے ادا ہونے والے الفاظ سن کر اس کا دل بے اختیار جھوم اٹھا تھا۔

"اچھا روؤ مت اللہ سب بہتر کرے گا، تم بیٹھو میں تب تک ڈاکٹر سے مل کر آتی ہوں۔" اس کے جھکے سر پر ہلکے سے اس کے بالوں کو چھوتی ہوئی فرح اٹھ کھڑی ہوئی تھی لیکن جاتے جاتے سمیر کی ادھ کھلی آنکھوں کے سامنے انگوٹھا دکھا کر بیسٹ آف لک کہنا نہیں بھولی تھی، اس کے آنسو سمیر کو اپنے دل پر گرتے ہوئے محسوس ہو رہے تھے، کافی دیر سے خود پر ضبط کیے لیٹے سمیر سے بالآخر رہا نہ گیا، بالکل غیر محسوس طریقے سے اس نے اس کی جانب کروٹ لی تھی اور اب وہ اس کا بغور جائزہ لے رہا تھا اس کے ہاتھ کو اپنے دونوں ہاتھوں کی گرفت میں لیئے ان پر سر رکھے وہ بیڈ کے قریب رکھی کرسی پر بیٹھی تھی، اس کی سسکیاں فضا میں ابھی تک گونج رہی تھیں۔

Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com

''اہ۔'' وہ جان بوجھ کر ہلکا سا کراہا تھا، جس پر اریشہ نے بے اختیار سر اٹھایا تھا متورم آنکھیں، الجھے پریشان بالوں کی لٹیں جو بھیگے رخساروں پر چپکی ہوئی تھیں جنہیں اس نے بڑی بے دردی سے اپنے ہاتھوں سے پیچھے کیا تھا۔

''سمیر...... سمیر تم ٹھیک تو ہونا۔'' اب وہ بڑی بے قراری سے اپنے دونوں ہاتھ سمیر احمد کے چہرے پر پھیر رہی تھی اور کہہ رہی تھی۔

''آپ سے تم۔'' تک کا فاصلہ وہ لمحوں میں طے کرتی اپنائیت کی حدود میں داخل ہوگئی تھی۔

''جب ہر پل میرے لئے دعا کرنے والے ہاتھ سلامت ہیں پھر مجھے کیا ہوسکتا ہے۔'' اس نے دھیمے سے لہجے میں فقط اتنا ہی کہا۔

''دھیان کہاں رہتا ہے تمہارا، جو یہ ایکسیڈنٹ کروا بیٹھے ہو۔'' اپنائیت سے بولتی وہ اسے اپنے دل کے بے حد قریب لگی تھی۔

''میرا سارا دھیان تم نے جو چرا لیا ہے، پھر کسی اور طرف دھیان کیسے دوں، میری صبح تمہارے نام سے شروع ہوتی ہے تو پھر شام بھی تمہارے نام پہ ختم ہوتی ہے، میرا دن تمہارے ہی دھیان پر طلوع ہوتا ہے اور تمہارے ہی دھیان میں ڈھلتا ہے، تم مجھ سے ناراض تھیں اس نادان دل سے یہی بات گوارہ نہ ہو رہی تھی۔'' وہ گہری نظروں سے اسے دل میں اتارتا دھیرے دھیرے بول رہا تھا۔

''میں تم سے بالکل بھی ناراض نہیں ہوں بس تم جلدی سے ٹھیک ہو جاؤ، دیکھو کتنے دن ہو گئے ہیں میں اپنی کوئی شاپنگ بھی نہیں کی ہے اور تمہارے ساتھ شاپنگ کرنے کا ایک فائدہ یہ بھی ہوتا ہے کہ تم کوئی زبردست سا سوٹ مجھے ضرور گفٹ کرتے ہو پھر اس بار تو میں نے عید کی شاپنگ بھی نہیں کی ہے۔'' وہ اپنے پہلے والے مخصوص انداز میں بولے گی، سمیر احمد کو آنکھیں [illegible]

کھولتا دیکھ کر اس کی جان میں جان آ گئی تھی اور اس خوشی میں وہ یہ بھی نہ محسوس کر پائی تھی کہ پٹیوں سے جکڑا سمیر کا بازو اور ہاتھ اس کے دونوں ہاتھوں کو اپنے ہاتھ میں لئے ہوئے تھا، مزید یہ کہ اگر اس چوٹیں آئی تھیں تو پھر وہ نارمل لوگوں کی طرح ریلیکس موڈ میں لیٹا اس سے یہ تمام باتیں کیسے کر رہا تھا۔

''جان سمیر تم حکم تو کرو، میں تو تمہارے ساتھ ابھی چلنے کو تیار ہوں۔'' اپنا دوسرا ہاتھ بھی اس کے دونوں ہاتھوں پر رکھ کر دباتے ہوئے اس نے کچھ اس طرح سے کہا اور اریشہ ایکدم سے چونک اٹھی۔

''سمیر...... تم۔'' حیرت کی شدت سے وہ ایکدم اٹھ کھڑی ہوئی تھی، جس تیزی سے وہ کھڑی ہوئی اسی تیزی سے سمیر بھی اٹھ بیٹھا تھا، اس کے پلان کیے ہوئے ڈرامے کا ڈراپ سین ہو گیا تھا، اس سچویشن کو کس طرح سنبھالنا تھا، اب وہ یہ سوچ رہا تھا۔

''دیکھو اریشہ تحمل سے میری بات سنو، میں بالکل ٹھیک ہوں۔'' غصے سے بپھری اریشہ کے قریب کھڑے ہوتے ہوئے سمیر نے سنجیدگی سے کہنا شروع کیا۔

''اریشہ یہ جو کچھ ہوا یہ سراسر میری ایماء پر ہوا ہے اور میری ریکوسٹ پر ہی بھابھی نے میرا ساتھ دیا تھا، میں تمہیں اپنی محبت کو اپنی زندگی کو کسی قیمت پر نہیں کھونا چاہتا تھا، ایک ذرا سی غلطی کی سزا، ساری عمر کے لئے مجھے منظور نہ تھی، تب میں نے ہی بھابھی سے یہ سب کرنے کو کہا تھا، زندگی میں آنے والے چھوٹے چھوٹے حادثات ہمیں بہت کچھ سکھا کر جاتے ہیں، یہی سوچ کر ہی میں نے یہ سب کچھ پلان کی اور یہی بات میں نے بھابھی سے کہی تھی کہ اگر اس حادثے کا سن [illegible] محبت کے دل میں میرے [illegible]

بھی محبت ہو گی تو وہ میری اس غلطی کو معاف کر کے مجھے اپنا لے گی اور اگر اس کا دل میری محبت سے خالی ہوا تو پھر میں اس کے راستے سے ہمیشہ کے لئے ہٹ جاؤں گا اور اب سب کچھ تمہارے سامنے ہے۔'' وہ دھیرے دھیرے بولتا تمام حقیقت سے اسے آگاہ کر رہا تھا نجانے کیا بات تھی کہ اب اس کی تمام بات سن کر اریشہ کا غصہ ختم ہو گیا تھا، وہ پھر بولا۔

''ایک غلطی مجھ سے انجانے میں ہوئی تھی مگر دوسری غلطی میں نے جان بوجھ کر اپنی پہلی غلطی کو سدھارنے کے لئے کی تھی، کیونکہ میں تمہیں کھونا نہیں چاہتا تھا۔''

''اور تیسری غلطی تم یہاں کھڑے ہو کر وقت برباد کر کے کر رہے ہو۔'' اس سے پہلے کہ وہ مزید کچھ کہتا دروازہ کھول کر اندر آتے ڈاکٹر شاہ میر نے کہا جو کہ اس ڈرامے میں برابر کے شریک تھے، پیچھے پیچھے فرح بھی تھیں، اریشہ گم صم کھڑی کبھی سمیر کو کبھی ڈاکٹر کو اور کبھی فرح کو دیکھ رہی تھی، اسے کچھ سمجھ نہ آ رہی تھی کہ وہ کیا کہے اور کیا نہ کہے۔

''آئی ایم سوری بھابھی، میں نے اس پلان میں اس خبیث کا ساتھ دیا، مگر کیا کرتا، اس کی شکل دیکھ کر مجھے ترس آ گیا تھا، بہرحال آپ پلیز اب اسے معاف کر دیں۔'' ڈاکٹر شاہ میر جو کہ سمیر کا اچھا خاصا بے تکلف دوست تھا، نے سوری کی اور پھر بولا۔

''اور تو بھی یار، یہاں کھڑا کھڑا ہی سارا وقت برباد کرے گا یا میری بھابھی کو شاپنگ بھی کروائے گا، ارے گھامڑ انسان چاند نظر آ گیا ہے کل عید ہے اور فرح بھابھی مجھے بتا رہی تھیں کہ بھابھی نے عید کی بالکل بھی شاپنگ نہیں کی ہے۔''

''یار تمہاری بھابھی نے کیا میں نے بھی کوئی شاپنگ نہیں کی ہے، اپنے اتنے دنوں کا ریکارڈ ہم دونوں آج توڑیں گے، کیوں اریشہ۔'' سمیر نے آگے بڑھ کر اریشہ کا ہاتھ تھامتے ہوئے محبت سے چور لہجے میں کہا، اریشہ کی خاموشی اس کی رضامندی کی علامت تھی۔

''ارے یار پہلے یہ پٹیاں تو اتار میں پھر ہی بازار جا سکوں گا۔'' سمیر نے اپنے وجود پر لپٹی پٹیوں کا احساس ہوتے ہی کہا۔

''تھینکس گاڈ سمیر کہ سب کچھ ٹھیک ہو گیا، میری دیورانی مان گئی ہے، یہی کافی ہے میرے لئے۔'' فرح نے بھی مسکراتے ہوئے کہا۔

''آپی آپ بھی نا بس۔'' اریشہ دیورانی کے نام پر شرما کر فرح کے گلے لگ گئی۔

''اچھا بھئی تم لوگ بازار جاتے ہوئے پہلے مجھے پارلر اتار دینا، تم لوگوں کی ٹینشن میں، میں نے کچھ بھی نہ کیا تھا۔'' انہوں نے مزید کہا اور پھر تھوڑی دیر بعد لوگ گاڑی میں بیٹھے بازار جا رہے تھے۔

''تھینک یو اریشہ، اس عید پر تم نے مجھے ایک نئی زندگی دی ہے۔'' سمیر نے اس کا ہاتھ دونوں ہاتھوں میں لیتے ہوئے ہلکے سے دبا کر کہا۔

''تم بھی وعدہ کرو کہ آئندہ ایسی غلطی نہیں کرو گے۔'' اریشہ کے لب ہلے تھے۔

''وعدہ ارے میری سات پشتیں توبہ کرتی ہیں ایسی غلطی کے لئے۔'' اس نے کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے کچھ اس انداز میں کہا کہ اریشہ کا بے ساختہ قہقہہ گاڑی میں گونج اٹھا اور پھر دونوں نے ہنستے مسکراتے عید کی شاپنگ کے لئے مارکیٹ کی طرف بڑھ گئے۔

☆☆☆

Scan & PDF FriendsKorner.com

بچھڑا سانول شام سلونا

سعدیہ عابد

"ماہن! اٹھ جایئے پلیز کھانا کھالیں۔"

وہ اپنے سارے کاموں سے فارغ ہو کر تقریباً ڈیڑھ گھنٹے بعد کھانا لئے کمرے میں آئی تھی اور وہ اس کے اٹھانے پر خاموشی سے اٹھے تھے اور واش روم میں چلے گئے تھے، فریش ہو کر آئے تھے اور ٹرے اپنے سامنے کرلی تھی۔

"آپ کھانا نہیں کھا رہیں۔" لقمہ منہ تک لے جاتے ہوئے یکدم اس سے پوچھا تھا۔

"آپ ہم سے ناراض ہیں، ہم نے تو صرف مذاق۔" اس کی آنکھیں بہنے لگی تھیں، انہوں نے نوالہ واپس رکھ دیا تھا۔

"ہم ناراض ہیں بھی تو آپ کے مذاق پر نہیں، آپ کی چھوٹی سی شرارت ہمارے لئے کتنا بڑا امتحان بن گئی تھی اس کے باوجود بھی نہیں، کیونکہ اس سب سے آپ خوش، ہمارا بیٹا خوش تھا، اس لئے ہم بھی خوش تھے۔"

"تو پھر آپ ہم سے کیوں ناراض ہو گئے تھے، بلکہ ابھی بھی ہم سے ناراض ہیں۔"

"کھانا شروع کریں، کھانے کو انتظار نہیں کرواتے۔" ہاتھ بڑھا کر نوالہ اٹھا کر منہ میں رکھ لیا تھا اور وہ آنسو پیتی کھانا کھانے لگی تھی، مگر حلق میں نوالے اٹھکنے لگے تھے، کچھ دیر بعد ہاتھوں میں چہرہ چھپائے بلک اٹھی تھی اس سے اتنی جذباتیت کی انہیں توقع نہیں تھی، پانی کا گلاس اس کی طرف بڑھایا تھا جسے وہ گھونٹ گھونٹ کر کے سسکیاں بھرتی پینے لگی تھی۔

"آپ ہماری نہ جانے کون سی بات سے ہرٹ ہوئے ہیں، ہم تو آپ کو ہرٹ کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتے۔"

"ہمارے جذبات کا خیال نہیں رکھتیں اور کہتی ہیں کہ ہمیں ہرٹ نہیں کر سکتیں۔" وہ کھانے سے ہاتھ کھینچ گئے تھے اور اس کے آنسو صاف

مکمل ناول

Scan & PDF
FIAZ AHMED
Friends Korner.com

”شمسہ دھی! آپ اپنے میکے جانے کے لئے کہہ رہی تھیں، آج تو آپ نہیں جاسکیں تو کل ہی آپ بھی ساتھ ہی چلی جایئے گا۔“ وہ ان کی آواز پر رکی تھی اور وہ کہہ کر چلے گئے تھے، رفیعہ ان دونوں کو سونے کا کہتیں ملازمہ کو ہدایت دے کر خود بھی اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی تھیں۔

”بھابھی! آپ پیکنگ میں میری مدد کریں۔“

”ہم صبح آپ کی ہیلپ کروا دیں گے۔“ ابھی تو اسے تو کمرے میں جانے کی جلدی تھی۔

”بھابھی پیکنگ کا تو اتنا مسئلہ نہیں ہے ہم سکینہ سے کروا لیں گے، مگر ہمیں سمجھ نہیں آرہا کہ ہم لے کر کیا جائیں، آپ ہمیں گائیڈ کر دیں گی تو ہماری پرابلم سولو ہو جائے گی اور ہمیں پیپر سے متعلق بھی آپ کی کچھ ہیلپ چاہیے۔“

”اوکے، آپ اپنے کمرے میں چلئے ہم آتے ہیں۔“ وہ اس کو جانے کا کہتی اپنے کمرے میں جانا چاہ رہی تھی مگر کچھ سوچ کر وہ اس کے پیچھے اس کے کمرے میں چلی آئی تھی، جلدی جلدی کرتے کرتے بھی اسے دو گھنٹے لگ گئے تھے، وہ اپنی شامت آنے کا سوچتی اس کے کمرے سے نکلی تھی، دونوں بچوں کے کمرے کی لائٹ جلتی دیکھ کر وہ ان کے روم میں چلی آئی تھی۔

”عالیان آپ ابھی تک سوئے نہیں۔“ ریان مزے سے سو رہا تھا اور اس کے ہاتھ میں ویڈیو گیم تھی۔

”اماں سائیں! ہمیں نیند نہیں آرہی۔“

”سونے کی کوشش کریں خود نیند آجائے گی۔“

”اماں سائیں ہم نانو کے ہاں کب جائیں گے؟“

”ابھی آپ کے بابا سائیں سے بات نہیں ہوئی، ہو سکتا ہے صبح جب آپ کو بابا جان بھیج دیں تو شہر جائیں گی تو ہم بھی چلے جائیں، مگر آپ فی الحال سو جاؤ، صبح اٹھنا ہوتا ہے اور آل ریڈی آپ لیٹ ہو چکے ہیں۔“ اس نے پیار سے کہا تھا، یہ سب نو بجے سو جاتے تھے اور آج گیارہ بج گئے تھے۔

”اماں سائیں! آپ ہمارے پاس سو جائیں، ہمیں بالکل نیند نہیں آرہی، آپ کہانی سنائیں گی تو ہمیں نیند آجائے گی۔“ وہ بڑی معصومیت و لجاجت سے بولا تھا اور وہ گڑبڑا گئی تھی۔

”آج نہیں عالیان ہم کل۔“ اسے سمجھانا چاہا تھا مگر وہ پیار بھری ضد کرنے لگا تھا۔

”پلیز اماں سائیں!“ وہ چار و ناچار بیٹے کی بات مان گئی تھی، اسے کہانی سناتے ہوئے اس کی آنکھیں خود نیند سے بوجھل ہو رہی تھیں مگر اس نے خود کو سونے نہیں دیا تھا، عالیان کے سوتے ہی اس نے چادر اس کو اوڑھائی تھی اور پیشانی چومتی نہایت آہستگی سے اس کا سر اپنے بازو سے ہٹاتی اٹھ گئی تھی، اس کا بازو بری طرح سن ہو رہا تھا، جسے بائیں ہاتھ سے سہلاتی، ریان پر ایک نظر ڈالتی کمرے کی لائٹ آف کرکے اپنے کمرے میں آگئی تھی، لاک لگا کر گھومی تھی، وہ کروٹ کے بل لیٹے ہوئے تھے، وہ جانتی تھی کہ غصہ میں انہیں نیند نہیں آئی، وہ ڈرتے ڈرتے اپنی جگہ پر لیٹی تھی اور کروٹ بدل کر انہوں نے اپنے جاگنے کا ثبوت دے دیا تھا۔

”ماہن!“ ان کے کاندھے پر ہاتھ رکھا تھا جو جھٹک دیا گیا تھا۔

”ماہن وہ ہم۔“ اسے سمجھ نہیں آیا تھا کیا کیسے کہے؟

”پلیز چپ کرکے سو جائیں، ڈونٹ ڈسٹرب می۔“

”ماہن آئی ایم سوری۔“

”سوری فار [illegible] تنی زور سے چیخے

تھے کہ وہ اچھل کر ان کے دور ہوئی تھی اور لرزنے لگی تھی۔

”شمسہ! ہم پہلے ہی پریشان ہیں، سکون سے سونا چاہتے ہیں، رونے کا پروگرام ہے تو پلیز یہاں سے اٹھ جائیں۔“

”آپ اتنا غصہ کیوں ہو رہے ہیں، ہم نے کچھ غلط تو نہیں کیا تھا۔“

”کیا ہی کیوں تھا، جب آپ صبح یہ بات ہم سے کہنا شروع کی تھی ہم آپ کو منع کر دیا تھا تو آپ نے وہی بات سب کے سامنے کیوں کہی۔“ وہ بیڈ سے اتر گئے تھے۔

”ہماری بات کی کوئی اہمیت نہیں ہے آپ کی نگاہ میں۔“ وہ ہچکیوں سے رو رہی تھی اور صفائی میں کچھ بولنے لگی تھی کہ وہ بات کاٹ گئے تھے۔

”آپ صبح بہت جلدی میں تھے، ہم سمجھے تھے کہ اس لئے آپ نے ہمیں کہنے سے روک دیا، ہمیں اندازہ نہیں ہوا تھا کہ آپ یہ بات ہی نہیں کرنا چاہتے۔“

”ہاں تو آپ کو اندازہ ہوتا ہی کب ہے، کہ ہم کیا چاہتے ہیں کیا نہیں؟ آپ ہمیں سمجھ ہی کب سکیں ہیں، بس رونے کا بہانہ چاہیے ہوتا ہے، ہماری بات بکواس سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتی آپ کی نگاہ میں۔“

”ایسی بات نہیں ہے ماہن، آپ ہمیں غلط سمجھ رہے ہیں۔“

”ہم غلطی پر ہیں، وقت دیکھیں آپ رات کے ساڑھے گیارہ بج رہے ہیں، ساڑھے آٹھ بجے آپ کو کمرے میں آنے کو کہا تھا۔“

”ہاں سوری غلطی ہو گئی، اس لئے رونے پریشان ہونے کی آپ کو قطعاً ضرورت نہیں ہے، آرام سے سو جائیں۔“ وہ لفظ چبا کر بولے تھے اور وہ تو عام حالت میں ان کے سامنے میں کچھ نہیں پائی تھی کجا کہ ان کو اتنے اشتعال میں کر کچھ کہہ سکتی اور وہ اس کے [illegible] کے منتظر تھے، مگر جب وہ کچھ نہیں بولی تھی تو وہ ایک سرد نگاہ اس پر ڈالتے کمرے سے ہی نکل گئے تھے اور ایسا ان کی نو سالہ شادی شدہ زندگی میں پہلی دفعہ ہوا تھا کہ وہ یوں کمرے سے نکل گئے تھے اور اس نے پوری رات بستر پر بے چینی سے کروٹیں بدلتے اور روتے ہوئے گزاری تھی اور نتیجہ کے طور پر وہ صبح تک بخار میں بری طرح تپ رہی تھی، مگر اس نے کسی پر بھی ظاہر نہیں کیا تھا، معمول کی طرح فجر کی نماز ادا کرکے اس نے اپنے سارے کام ادا کیے تھے، ناشتہ کے وقت ماہن شاہ نہیں تھے۔

”دھی! بچوں کو اسکول کیوں بھیج رہی ہیں، آج تو آپ نے اپنے میکے جانا ہے۔“ ناشتہ کے بعد اس نے ان دونوں کو جا کر تیار ہونے کو کہا تھا تب رفیعہ بولی تھیں۔

”اماں سائیں! ہم نے سائیں سے بات نہیں کی ابھی۔“

”ماہن گئے کہاں ہیں، ناشتے پر بھی نہیں آئے۔“ وہ کوئی جواب دیتی کہ وہ تھکے تھکے سے چلے آئے تھے۔

”ماہن! آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے......“

”ہم ٹھیک ہیں اماں سائیں! آپ چائے کمرے میں بھجوا دیں، ہم کچھ دیر آرام کریں گے۔“

”ٹھیک ہے پتر! لیکن ایک بات کہنی تھی، آپ کے بابا سائیں کہہ رہے تھے کہ شمسہ آپ کی مصروفیت کی وجہ سے کل نہیں جاسکیں۔“

”اماں ہم شمسہ اور بچوں کو لے جائیں گے، ہم اس وقت سونے جا رہے ہیں آٹھ بجے تک اٹھا دیجئے گا، ساڑھے آٹھ تک نکلیں گے۔“ وہ ان کو دیکھ کر رہ گئی تھی جو چہرہ سے ہی تھکے ہوئے لگ رہے تھے، آنکھیں الگ رت جگے کی داستان سنا رہی تھیں، وہ اسے یکسر نظر انداز کرتے وہاں سے نکلتے چلے گئے تھے۔

Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com

"اماں سائیں! ہم سوچ رہے تھے کہ ہم میکے ابھی نہیں جاتے، عائشہ بھی یہاں نہیں ہوں گی اور ان کے تو پیپر ہو رہے ہیں کام کی بھی پرابلم۔"

"آپ اس سب سے بے فکر ہو کر جائیں، یہاں کاموں کے لئے ڈھیروں ملازم ہیں اور جا کر ماہن کو دیکھئے، ہمیں ان کی طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی، بچوں کی پیکنگ ہم بنفشہ سے کہہ کر کروا دیں گے اور آپ کی پیکنگ۔"

"وہ ہم کر چکے ہیں، سائیں نے ہمیں تین دن رکنے کی اجازت دی ہے، آپ کو تو کوئی اعتراض نہیں ہے؟"

"ارے نہیں بیٹا اور ایسا کیجئے گا ماہن سے بات کر کے دن بڑھا لیجئے گا، کافی عرصے بعد تو جا رہی ہیں۔" وہ مسکرا کر کہتیں پلٹ گئی تھیں، بنفشہ چائے لے کر آئی تھی اور وہ ٹرے لئے کمرے میں آ گئی تھی، وہ پشاوری چپل سمیت بستر پر دراز تھے، اس نے چائے ٹیبل پر رکھی تھی۔

"سائیں چائے لے لیں۔" انہیں پکارا تھا۔

"اوہوں ٹھیک ہے رکھ دیجئے۔" وہ آنکھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے بولے تھے اور وہ آنسو پیتی چپل اتارنے لگی تھی، وہ جھٹکے سے اٹھ بیٹھے تھے۔

"سائیں!...... وہ ماہن......" وہ اتنی درشتگی سے فرسٹ ٹائم بولے تھے۔

"نہیں...... نہیں...... سائیں کہیے، ماہن کہنے کی کیا ضرورت ہے۔" وہ اس کے سائیں کہنے پر چوٹ کر رہے تھے، کیونکہ وہ انہیں کمرے سے باہر سائیں کہتی تھی مگر کمرے کی حدود میں ان کا نام ہی لیتی تھی اور ایسا ان کی خواہش پر ہی کرتی تھی وہ لب کچلنے لگی تھی۔

"پلیز ہمارے سامنے سے ہٹ جائیں، ایسا نہ ہو کہ ہم غصے میں کچھ کر بیٹھیں۔" وہ ضبط کھونے لگے تھے۔

"آپ ہماری بات تو سن لیں۔"

"نہیں سننی ہمیں آپ کل سے ہمیں غصہ دلا رہی ہیں شمسہ، کس سے پوچھ کر آپ نے ہمارے پیروں کو ہاتھ لگایا؟ کیا ہو گیا ہے آپ کو، کب ہم نے اتنے برسوں میں آپ سے اپنے جوتے اتروائے ہیں، جو آپ نے آج ایسا کرنا چاہا، غلطی پر غلطی کیے جا رہی ہیں، ہمارے ضبط کو آزما رہی ہیں اور ہم اپنا ضبط کھو دیں اس سے پہلے آپ یہاں سے چلی جائیں، اور کے ہم ہی چلے جاتے ہیں۔" اس کو کچھ کہنے کے لئے لب وا کرتے دیکھ کر وہ زچ ہو کر بولے تھے اور اٹھے تھے کمرے سے نکلتے اس سے قبل ہی وہ تقریباً دوڑ کر واش روم میں چلی گئی تھی، اس کے بعد نہ اس نے کچھ کہنے کی کوشش کی اور نہ خود انہوں نے اور تھوڑی دیر بعد سو گئے تھے، آٹھ بجے ملازمہ اٹھانے آئی تھی اور سوا آٹھ بجے شمسہ نے عالیان کو بھیجا تھا وہ کچھ ہی دیر میں وہاں چلے آئے تھے۔

"آپ فکر مت کریں سامان وغیرہ سب کچھ رکھوا دیا ہے آپ ناشتہ کر لیں۔" وہ ناشتہ کرنے لگے تھے اور کچھ ہی دیر میں وہ سب ساتھ پجیرو میں شہر کی طرف گامزن تھے۔

"اماں سائیں! آپ اتنی خاموش کیوں ہیں، آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے؟" ریان کو ان کی فکر ہوئی تھی اور وہ مسکرا دی تھی، ماہن شاہ نے اسے دیکھا تھا، اس کی آنکھیں گلابی ہو رہی تھیں اور مسکراہٹ بے انتہا کھوکھلی اور اس نے سر سیٹ کی پشت سے لگا کر آنکھیں موند لی تھیں، آنسو پلکوں سے ٹوٹ کر گرنے لگے تھے اور وہ یہ سب بیک مرر سے دیکھ رہے تھے وہ اور عالیان آگے تھے اور وہ تینوں پیچھے عائشہ کی تیاری مکمل تھی، ریوائس کر رہی تھی، انہوں نے دو گھنٹے بعد گاڑی ایک ڈھابہ پر روکی تھی، کیونکہ ریان کو واش روم جانا تھا، عائشہ کے کہنے پر وہ ریلیکس ہو کر بیٹھی تھی اور اس کی آنکھ لگ گئی تھی، عالیان نے پانی

تھا اسے پانی دے کر اس نے ماہن شاہ سے پانی کے لئے پوچھا تھا اور پانی کا گلاس پکڑتے ہوئے ان کی انگلیاں اس کے ہاتھ سے ہلکے سے مس ہوئی تھیں، عجیب سا فیل ہوا تھا انہوں نے گلاس ونڈو سے ذرا سا جھک کر اس کی پیشانی پر ہاتھ رکھا تھا جو بری طرح دہک رہی تھی۔

"آپ کو اتنا تیز بخار ہے آپ نے ہمیں بتایا کیوں نہیں۔" وہ پریشانی سے بولے تھے۔

"ہم ٹھیک ہیں۔" وہ کہتے ہی ہونٹ کچلنے لگی تھی اور وہ اسے دیکھنے لگے تھے اس کی آنکھوں میں موتی چمکنے لگے تھے، ان کا دل کٹ کر رہ گیا تھا، وہ کچھ دنوں سے بہت پریشان تھے، اسی وجہ سے وہ کچھ زیادہ ہی اس کے ساتھ مس بی ہیو کر گئے تھے، مگر یہ وقت اور جگہ ایکسکیوز کرنے کی نہیں تھی، انہوں نے اسے پیناڈول دی تھی جسے وہ ان کی ہتھیلی سے خاموشی سے اٹھا گئی تھی۔

"ابھی کھائیے اسے۔" آدھا پانی پی کر پانی اس کی طرف بڑھاتے ہوئے بولے تھے اور وہ پانی کے ساتھ گولی نگل گئی تھی، وہ پورے راستے اس کے لئے پریشان رہے تھے، پہلے عائشہ کالج چھوڑا تھا، خدا بخش کو ہدایت دیتے وہ واپس گاڑی میں آ بیٹھے تھے، دوسری گاڑی میں خدا بخش اور سکینہ تھے اور سکینہ اس کے ساتھ اندر چلی گئی تھی، اسے کالج چھوڑ کر وہ شمسہ کو لئے ڈاکٹر کے پاس آ گئے تھے، یہ شمسہ کی فیملی ڈاکٹر کی کلینک تھا، دونوں بچوں کو وہ گاڑی میں ہی چھوڑ گئے تھے، ڈاکٹر عظمیٰ کو چیک کروا کر وہ اسے لئے گاڑی میں آ بیٹھے تھے۔

اس دوران میں فون پر کسی کے ساتھ باتوں میں مصروف تھے۔

"جی جناب ہم آدھے گھنٹے تک آ کے غریب خانے پر آ رہے ہیں، ہاں کھانا آپ کے ساتھ ہی کھائیں گے۔" پھر خدا حافظ کہہ کر سیل فون ڈیش بورڈ پر ڈالا تھا اور گاڑی اسٹارٹ کی تھی۔

"آپ ہمارے ساتھ گھر نہیں جائیں گے۔" وہ متحیر سی پوچھ رہی تھی۔

"نہیں ہمیں شہر میں چند ضروری کام نپٹانے ہیں، اس لئے ہمیں فوراً نکلنا ہوگا، کیونکہ ہم یہاں پانچ بجے تک ہیں اور ہمیں سارے کام انہی تین گھنٹوں میں کرنے ہیں، بٹ آپ پریشان نہ ہوں ہم آپ کو لینے آئیں گے تو سب سے مل لیں گے۔" وہ مہارت سے ڈرائیو کرتے ہوئے کہہ رہے تھے۔

"آپ ہمیں لینے کب آئیں گے؟" وہ فرنٹ سیٹ پر بیٹھی تھی، ان کے سنجیدہ چہرے کو دیکھنے لگی تھی۔

"پندرہ دن بعد۔" اس کی آنکھیں حیرت سے ان پر تکی رہ گئی تھیں۔

"آپ ناراضگی کی وجہ سے۔"

"یہ بات نہیں ہے ایسا ہم صرف آپ کی خوشی کے لئے کہہ رہے ہیں، ہاں آپ سے ناراض ہیں اور یہ ناراضگی آپ کی واپسی پر دور کر لیں گے۔"

"ایسی بات ہے نہ تو ہم ابھی آپ کے ساتھ واپس چلتے ہیں۔"

"بچوں جیسی باتیں نہ کیا کریں اور اپنی صحت کا خیال رکھیے گا، آپ ہمارے لئے بہت اہم ہیں۔" زانوں پر رکھے اس کے ہاتھ پر بایاں ہاتھ رکھا تھا۔

"آپ کی ناراضگی کے خیال سے تو ہماری نیند بھوک پیاس، سب مٹ گئے ہیں، ریئلی ماہن آپ ہمیں سمجھنے کی کوشش کریں ہم آپ کو ہرٹ کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔" ان کے ہاتھ پر آنسو گرے تھے۔

"جانتے ہیں اور آپ سے شرمندہ ہیں کہ ہم نے کسی اور کا غصہ آپ پر اتار دیا، مگر یہ وقت اور جگہ ان باتوں کے لئے مناسب نہیں ہے،

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

آپ سکون سے جائیں، ہم آپ سے ناراض نہیں ہیں۔"

"سچ کہہ رہے ہیں نہ۔" وہ اس سے خفا ضرور تھے، مگر اس کی صحت اور خود اس سے بڑھ کر معنی نہیں رکھتی تھی ان کی ناراضگی، مگر وہ اس وقت مصلحتاً جھوٹ کا سہارا لے گئے تھے، وگرنہ وہ جتنے دن یہاں رہتی اداس ہی رہتی اور اس کو اداس تو وہ دیکھ ہی نہیں سکتے تھے۔

"سو فیصد سچ۔"

"آپ لینے کب آئیں گے۔"

"یار کہا نا پندرہ دن بعد یا اس سے زیادہ رہنا چاہیں گی تو ہم تب بھی اعتراض نہیں کریں گے اور آپ یہ مت سوچیے کہ ہم ایسا غصہ میں کہہ رہے ہیں یا غصہ میں آپ کے ساتھ گھر نہیں چل رہے، اس وقت ہمیں ایک بہت ضروری کام ہے۔ بس اسی لئے۔"

"سب ٹھیک تو ہے نا ماہن؟"

"ہاں جان ماہن سب ٹھیک ہے یو ڈونٹ وری۔" اس کے رخسار پر ہاتھ سے ہلکا سا دباؤ ڈالا تھا اور دروازہ کھول کر اتر گئے تھے اور پھر بمشکل بیس سے پچیس منٹ ٹھہر کر چلے گئے تھے۔

☆☆☆

"کیوں بھئی جواد آپ کیوں ماما جانی کو تنگ کر رہے ہیں، کوئی لڑکی پسند ہے تو بتا دیں، ورنہ ہم آپ کے لئے لڑکیاں۔"

"کیا بات ہے شمسہ آپی شادی کے بعد آپ کچھ زیادہ ہی تمیز دار نہیں ہو گئیں؟" ریحانہ بیگم نے جلے دل کے پھپھولے بیٹی کے سامنے پھوڑے تھے کہ وہ اسے شادی کے لئے راضی کر کے لڑکیاں دکھا دکھا کر تنگ آ گئیں، مگر اسے کوئی لڑکی پسند نہیں آتی اور اس نے بھائی کو آڑے ہاتھوں لینا چاہا تھا اور وہ الٹا اس کے سر ہو گیا تھا۔

"تو ہم بدتمیز پہلے کب تھے، سن رہی ہیں نہ ماما جانی۔"

"بدتمیز تو آپ پہلے بھی اتنی نہیں تھیں، مگر یہ آپ جناب، یہ میں کی جگہ ہم کہنا۔"

"آپ بات کو گھمائیے مت۔"

"ہاں جواد شمسہ ٹھیک کہہ ہی ہے اور انسان جہاں رہتا بستا ہے وہاں کے رنگ ڈھنگ اپنا لیتا ہے۔" انہوں نے بیٹی کی مکمل حمایت کی تھی کیونکہ یہ تبدیلی شادی کے بعد ان کے انداز تخاطب او رہن سہن میں آئی تھی۔

"ویسے یقین نہیں آتا آپا کہ آپ کی شادی سندھی وڈیرے سے ہوئی ہے نو ڈاؤٹ ہمارے دلہا بھائی شاندار ہیں، پڑھے لکھے تہذیب یافتہ۔"

"ماہن! جیسے ہیں ہمیں پتہ ہے، آپ زیادہ تعریفیں نہ کریں اور اصل بات پر آ جائیں۔" وہ فخریہ مسکراہٹ کے ساتھ بولی تھی۔

"آپ ماہن بھائی کا نام لیتی ہیں امیزنگ، ورنہ تو میں سوچ رہا تھا کہ سائیں وائیں ٹائپ کا کوئی ورڈ یوز کرتی ہوں گی، سچ آپ کو اماں سائیں جو کہتے ہیں، وہ کیسا لگتا ہے آپ کو ایک تہذیب یافتہ وڈیرے سے شادی کر کے۔"

"دیکھ لیا تم نے شادی کی بات یہ یونہی گھماتا ہے، تم اس کے ساتھ مغز ماری کرو، میں بچوں کو دیکھ لوں۔" وہ بیٹے کو گھورتی اٹھ گئی تھیں۔

"ہم ماہن کو حویلی میں سائیں ہی کہتے ہیں، ہم خود کو بہت خوش نصیب تصور کرتے ہیں کہ نہ صرف ماہن بلکہ ان کی پوری فیملی پڑھی لکھی تہذیب یافتہ ہے، سچ جواد جو ماحول ہماری فیملی میں ہے وہ ہمیں نہیں دکھائی ہی دیتا، یہاں تک کہ ماہن کے ننھیال میں بھی بس اور وہاں جو گاؤں ہیں وہ ہمارے گاؤں سے ٹوٹلی مختلف ہے، بابا سائیں نے کسانوں کے بچوں کو پڑھنے کی

آزادی دی ہوئی ہے، ہماری حویلی کے زیادہ تر ملازم زیادہ نہیں تو مڈل پاس ہیں، شادی کے وقت جو خوف تھا وہ تو چند دنوں میں ہی زائل ہو گیا تھا، اوپر سے اتنے پیار کرنے والے والدین بہن جیسی نند خیال رکھنے جان چھڑکنے والا شوہر، ہم تو اپنے رب سائیں کا جتنا شکر کر لیں کم ہے۔" احساس تشکر سے اس کی آنکھیں بھیگ گئی تھیں۔

"یہ تو آپ ٹھیک ہی کہہ رہی ہیں، ماہن بھائی اور ان کے فادر کی شخصیت کافی سحر طاری کر دینے والی ہے۔" وہ ایگری کر رہا تھا ورنہ اب تک جو جاگیرداروں، وڈیروں کی بابت اس نے سن رکھا تھا، ٹی وی سیریلز میں دیکھا تھا، ایسا کچھ نہ تھا وہ بھی اپنی بہن کو حقیقتاً خوش قسمت تصور کرتا تھا۔

"اچھا اب میری جان چھوڑیں اور اپنی بات کریں، کیوں آپ نے ماما جانی کو تنگ کیا ہوا ہے؟" وہ گھوم پھر کر اپنی اصل بات پر آ گئی تھی۔

"آپی مجھے خود بھی آپ سے بات کرنی تھی، لیکن سمجھ نہیں آ رہا کہ کیسے کروں؟"

"یو ڈونٹ وری جواد، آپ بلا جھجک کہیں۔" اس نے بھائی کی حوصلہ افزائی کی تھی۔

"آپی بات راز تو نہیں رکھی آپ نے سب کو بتانی ہے۔" اس نے آہستگی سے کہتے ہوئے جو انکشاف کیا تھا وہ لمحہ بھر کو ساکت رہ گئی تھی۔

"آپ مجھے پلیز غلط مت سمجھیے گا، میں نے یہ شادی بہت مجبوری میں کی ہے۔"

"ایسی بھی کیا مجبوری تھی؟"

"آپی میں زوئلہ سے محبت کر بیٹھا تھا، وہ مجھ سے ایک سال جونیئر تھی، اس کے فادر پاکستانی ہیں اس کی مدر اور وہ خود لندن کی نیشنلٹی رکھتی ہے، اس کے فادر اور مدر کی اچانک روڈ ایکسیڈنٹ میں ڈیتھ ہو گئی اور وہ اس اجنبی ملک میں بالکل تنہا ہو گئی تھی اور اسے سہارا دینے کے لئے میں نے اس سے نکاح کر لیا۔"

"آپ ہم لوگوں سے ذکر کر سکتے تھے۔"

"جی لیکن یہ سب بہت جلدی میں ہوا، زوئلہ کی مدر کی آخری سانسیں گن رہی تھیں اس لئے میں نے......"

"او کے مگر یہ سب کب ہوا اور زوئلہ وہ اس وقت کہاں ہیں؟"

"آپی صرف آٹھ ماہ پہلے میں نے زوئلہ سے نکاح کیا ہے، وہ میرے ساتھ پاکستان آئی ہے اور جب سے وہ اپنی دادی کے پاس ہے۔"

"تین ماہ سے زائد ہو گئے ہیں آپ کو آئے۔"

"جی آپی، اس لئے تو میں آپ کی حویلی آیا تھا کہ آپ سے بات کروں گا، مگر موقع ہی نہیں مل سکا، پاپا سے میں بات کر سکتا تھا، مگر مما کی جذباتیت سے تو آپ واقف ہیں اور میں یہ بات آپ کی غیر موجودگی میں نہیں کرنا چاہتا تھا، آپ کم از کم مما کو تو سمجھا سکتی ہیں۔"

"ہم ماما جانی سے بات کر لیں گے، لیکن آپ زوئلہ سے پہلے ہمیں ملوائیں تاکہ اندازہ لگا سکیں کہ ماما جانی کا ری ایکشن کس حد تک جائے گا کیونکہ ماما جانی آپ کی شادی کو لے کر ہمیشہ سے کانشس رہی ہیں، کیونکہ فواد بھائی نے اپنی مرضی سے شادی کی اور الگ ہو گئے، ماما جانی اس سب سے ڈری ہوئی ہیں، اس لئے وہ آپ کی شادی اپنی مرضی کی سادہ گھریلو لڑکی سے کرنا چاہتی تھیں، مگر آپ نے فواد بھائی کی طرح خود اپنا لائف پاٹنر نہ صرف چن لیا بلکہ شادی ہی کر لی اور یہ حرکت ماما جانی کو بے انتہا ہرٹ کرے گی۔"

وہ کافی حقیقت پسند لڑکی تھی جو ہو گیا تھا اسے نہ بدل سکتی تھی نہ کوئی دوسری چوائس تھی اس لئے وہ مطمئن تھی مگر ماں کی وجہ سے اداس تھی، کیونکہ انہوں نے جواد کے لئے عائشہ کو پسند کر رکھا تھا اور ان کے کہنے پر ہی اس نے ماہن شاہ سے بات کی تھی اور اسی لئے تو وہ اب یہاں عائشہ کے

Scan & PDF EJAZ AHMED FriendsKorner.com

رہنے کے خلاف تھے وگرنہ فرسٹ ائیر کے امتحانوں کے وقت وہ دونوں ہی یہاں ٹھہر گئی تھیں، ماہن شاہ نے مثبت جواب نہیں دیا تھا اور یہی مقام شکر تھا وگرنہ تو اس کے لئے مقابل کھڑے ہو جاتے تھے جبکہ پریشانی والی بات تو اب بھی تھی۔

"میں مما سے بے حد شرمندہ ہوں، لیکن آپی میں نے یہ سب بہت مجبوری میں کیا اور آپ زوئلہ سے ملیں گی تو آپ کو وہ ضرور پسند آئے گی وہ نوریہ بھابھی جیسی بالکل نہیں ہے۔"

"زوئلہ کیسی ہے اس بات کو رہنے دیں، کیونکہ ساری غلطی نوریہ بھابھی کی نہیں تھی، فواد بھائی کے لئے اپنے پیرنٹس اہم ہوتے تو وہ بیوی کی نگاہ میں بھی ان کی اہمیت بناتے، جب بیٹے لاپرواہ و بے حس ہو جائیں تو بہوؤں کو کچھ کہنا حماقت ہوتی ہے۔" وہ صاف گوئی سے بولی تھی۔

"آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں اور میں خود اپنے منہ سے کچھ نہیں کہوں گا، بس اللہ سے دعا کروں گا کہ میں ایک اچھا بیٹا بن کر اپنے والدین کی امیدوں پر پورا اتروں اور باخدا زوئلہ مشکل میں نہ ہوتی تو میں یہ قدم کبھی نہ اٹھاتا، کیونکہ مجھے اپنی ماں کی جذباتیت ان کے ارمان کا احساس ہے اور میں ان سے بہت پیار کرتا ہوں اور یہ وقت انشاءاللہ ثابت بھی کرے گا کہ میں فواد بھائی جیسا نہیں ہوں۔" وہ نہایت سنجیدہ تھا۔

"پھر کب آپ زوئلہ کو ہم سے ملوا رہے ہیں۔"

"آپ کہیں تو میں کل ہی آپ کو زوئلہ کی دادی کے گھر لے جاؤں گا۔"

زوئلہ کے دادا کی ڈیتھ ہو چکی تھی ایک ہی ماموں ہیں اور وہ انہی کے ہاں رہ رہی تھی، زوئلہ کے ماموں مالی طور پر مستحکم نہ تھے اس لئے وہ ارجنٹ لی لندن نہیں پہنچ سکتے تھے اور دو ہفتوں میں وہ خود بھی سب کچھ سمیٹ کر نہیں آسکتی تھی، اسے سہارے کی ضرورت تھی اور یہ سہارا جواد علی نے اسے دیا تھا، اس کی ہر طرح سے ہیلپ کی تھی اور اس کے بغیر تو وہ کچھ کر ہی نہیں سکتی تھی۔

"ہم نہیں جاسکتے جواد۔"

"لیکن کیوں آپی؟"

"ماہن سے ہم نے نہیں پوچھا اور اجازت کے بغیر جا نہیں سکتے اور پوچھنا چاہیں گے تو آخر کیا پوچیں گے؟ اس لئے آپ ایسا کیجئے زوئلہ کو یہاں لے آیئے۔"

"لیکن زوئلہ یہاں کیسے آسکتی ہے مما۔"

"آپ زوئلہ کو لے آیئے، کل پرابلم نہیں ہوگی کیونکہ ماما جانی کو کل اپنی فرینڈ کے گھر محفل میلاد میں جانا ہے اور اس وقت بابا جان بھی نہیں ہوں گے۔" اس نے ساری پلاننگ لمحوں میں کی تھی۔

"تھینکس آپی۔" وہ اس کا مشکور ہوا تھا کہ ریحانہ دونوں بچوں کے ساتھ چلی آئی تھیں۔

"اماں سائیں! ہم کو سب گھر والے یاد آ رہے ہیں۔"

"کیوں بیٹا جانی، کیا آپ کا یہاں دل نہیں لگ رہا۔" جواد نے اسے اپنے پاس بلا کر پیار سے پوچھا تھا۔

"بالکل بھی نہیں ماموں جان، جب سے آئے ہیں یہاں بور ہی ہو رہے ہیں۔" عالیان نے کہا تھا۔

"ایسی بات ہے تو ہم ابھی آپ دونوں کو گھمانے لے جاتے ہیں۔" اس نے شوخی دکھائی تھی۔

"سچ ماموں جان کتنا مزہ آئے گا، گھومنے پھرنے کا۔" شوفین ریان جوش میں آگیا تھا۔

"ٹھیک ہے دونوں تیار ہو جاؤ تو میں دونوں کو لے جاتا ہوں، آپی آپ ساتھ چلیں گی؟"

"نہیں ہم نہیں جاسکیں گے۔" وہ دونوں

بیٹوں پر ایک نظر ڈالتی جلدی سے اٹھ گئی تھی اور اپنے کمرے میں آکر سیل فون اٹھایا تھا اور کچھ ہی دیر میں ماہن شاہ کی آواز کانوں میں گونجی تھی، سلام دعا کے بعد خیریت دریافت کی تھی۔

"ماہن! ہمیں آپ سے بہت ضروری بات کرنی تھی۔"

"جی کہیے ہم سن رہے ہیں۔"

"اگر آپ اجازت دیں تو بچے جواد کے ساتھ سیر و تفریح کے لئے چلے جائیں۔"

"وائے ناٹ، آپ بھی ساتھ چلی جائیں۔"

"نہیں ہمارا دل نہیں کر رہا۔"

"اچھا، آپ کا دل کیا کر رہا ہے؟" معنی خیزی ان کے لہجے میں پنہاں تھی۔

"ہمارا دل ایک سنگدل کے لئے آہیں بھر رہا ہے۔" وہ متبسم ہوئی تھی۔

"قسم سے شمسہ، آپ ہمارے نزدیک ہوتی تو ہم اچھے سے آپ کو اپنی سنگدلی دکھاتے۔" اور وہ بے ساختہ ہنس دی تھی۔

"ہنستی رہا کریں بہت اچھی لگتی ہیں۔"

"ہم آپ سے پانچ منٹ بعد بات کرتے ہیں بچوں کو دیکھ لیں کہ وہ تیار ہوئے کہ نہیں۔" اس نے بچوں کو جواد کے ساتھ روانہ کیا تھا، ریحانہ کو کمرے میں جانے کا بتا کر وہ آگئی تھی، ان کا نمبر ڈائل کیا تھا تو انہوں نے لائن کاٹ کر خود کال کی تھی جو اس نے ریسیو کر لی تھی۔

"آپ کو ہم سے اتنی سی بات کی اجازت لینے کی کیا ضرورت تھی۔"

"اجازت لینا ہمارا فرض تھا۔"

"اور اجازت دینا ہمارا فرض، آپ اور بچے جب تک وہاں ہیں جہاں جاہیں وہاں جاسکتی ہیں۔" وہ یہاں آکر کہیں نہیں جاتی تھی، اتفاق سے اس کے رشتہ دار بھی نہیں تھے اس کے پیرنٹس دونوں ہی اکلوتے ہیں، فواد کے ہاں جانا ہوتا تھا تو ان سے فون کر کے پوچھ لیتی تھی اور بچوں کو فواد یا سجاد (فادر) آؤٹنگ پر لے جاتے تو وہ جانے سے پہلے اس کا بھی پوچھ لیتی تھی۔

"ماہن! جواد ہمیں کسی سے ملوانا چاہتے ہیں، اگر آپ کہیں تو ہم جواد کے ساتھ ان کے گھر چلے جائیں۔"

"ہاں چلی جایئے گا اور یہ بتایئے کیا کر رہی تھیں؟"

"کچھ خاص نہیں، گھر میں اکیلے بور ہو رہے تھے اس دفعہ جواد ہیں تو ہلچل سی ہے، بچے بھی خوش ہیں لیکن آپ سب کو مس کر رہے ہیں۔"

"اور بچوں کی اماں سائیں۔"

"بچوں کی اماں سائیں سنگدلوں کو یاد نہیں کرتیں۔"

"خدا کا خوف کریں شمسہ، ہم نے کون سی سنگدلی دکھائی ہے؟ آجایئے ذرا ہم پھر سنگدل بن کر دکھائیں گے آپ کو، تاکہ پتہ تو چلے آپ کو کہ سنگدل ہوتے کیسے ہیں؟"

"بالکل آپ جیسے۔" وہ ہنستے ہوئے بولی تھی اور اس کے بعد ایک بات نکلتی چلی گئی تھی۔

شمسہ کراچی یونیورسٹی میں اکنامکس ڈیپارٹمنٹ کے فرسٹ ائیر میں تھی اور ماہن شاہ انوائرمینٹل سائنس (ماحولیاتی سائنس) کے لاسٹ ائیر میں، اتفاقی طور پر وہ اکنامکس ڈیپارٹمنٹ میں کسی کام سے آئے تھے اور شعبہ کے چیئرپرسن کے روم سے نکلتی ہوئی شمسہ سے ٹکراتے بچ گئے تھے، کیونکہ وہ روم سے نکل رہی تھی اور یہ داخل ہو رہے تھے، سنجیدہ سے ماہن شاہ کو وہ پہلی ہی نظر میں بھا گئی تھی، اونچا لمبا قد، گوری رنگت، تیکھے نین نقش، لمبے گیسو، کچھ بھی نظر انداز کیا جانے والا نہیں تھا اور وہ ان کی حالت سے یکسر انجان پر اعتماد چال چلتی وہاں

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

سے نکل چلی گئی تھی پورے دن اس کا خیال ماہن شاہ کے ذہن و دل پر سوار رہا اور انہوں نے زندگی کی پہلی شب کسی لڑکی کو سوچتے ہوئے گزار دی تھی اور فجر کی نماز ادا کر کے انہوں نے باپ کو کال ملائی تھی اور ان سے کہا تھا کہ ”بابا سائیں! ہم اچانک ایک لڑکی سے محبت کر بیٹھے ہیں اور ہم چاہتے ہیں کہ آپ ہمارا پرپوزل لے جائیں۔“

”ٹھیک ہے پتر، ہم ابھی شہر کے لئے روانہ ہو جاتے ہیں۔“

”اتنی جلدی نہیں بابا سائیں! ہم لڑکی کے بارے میں ابھی کچھ نہیں جانتے۔“

”اوکے، آپ انفارمیشن کلیکٹ کر کے ہمیں فون کیجئے، لیکن یہ یاد رکھیے گا کہ آپ ہمارے بیٹے ہیں، افگن شاہ کے جس نے ہمیشہ عورت کی عزت کی ہے اور آپ کو بھی یہی درس دیا ہے۔“

”جی بابا سائیں! یاد ہے ہمیں، اسی لئے جب دل میں یہ خیال آیا کہ وہ لڑکی ہمارے دل کو چرا لے گئی ہے تو اس تک جانے کوئی چور راستہ تلاشنے کی بجائے ہم نے ڈائریکٹ آپ سے بات کی، آگے ہمارا نصیب۔“ باپ سے بات کر کے وہ یونیورسٹی جانے کے لئے تیار ہونے لگے تھے اور اپنے ڈیپارٹمنٹ کی بجائے وہ اکنامکس ڈیپارٹمنٹ میں چلے آئے تھے اور قسمت ان پر مہربان تھی کہ ان کی پہلی نظر پڑی ہی اس پر تھی جو کسی لڑکی کے ساتھ لان میں گھاس پر بیٹھی ہوئی تھی، مگر اس تک جانا انہیں مناسب نہیں لگا تھا، وہ سائیڈ میں کھڑے سوچ رہے تھے کہ کیا کریں کیا نہیں کہ ایک آواز ان کے کانوں میں پڑی تھی۔

”شمسہ! جلدی آؤ، سر نعیم کی کلاس کب کی اسٹارٹ ہو چکی ہے۔“

”اوف، مارے گئے۔“ وہ دونوں جلدی سے اٹھی تھیں اور تقریباً دوڑتے ہوئے بلانے والی لڑکی کے پیچھے ہی وہاں سے چلی گئی تھیں اور وہ اس سوچ میں کھڑے رہ گئے تھے کہ شمسہ اسی کا نام ہے یا دوسری لڑکی کا اور جب ہی ان کی نگاہ لان میں جہاں وہ بیٹھی تھیں ایک ڈائری پر پڑی تھی جسے انہوں نے اٹھا کر کھولا تھا ”شمسہ سجاد بی ایس فرسٹ ائیر“ کے علاوہ اور کوئی انفارمیشن اس میں نہیں تھی۔

”ایکسکیوزمی!“ وہی ان کے سامنے تھی اور ڈائری مانگ رہی تھی جسے انہوں نے خاموشی سے بڑھایا تھا، وہ جانے کو مڑی تھی کہ وہ بولے تھے۔

”کیا آپ ہم سے شادی کریں گی؟“ وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے انہیں دیکھ رہی تھی اور انہوں نے دوبارہ یہی جملے دہرائے تھے اور وہ خود کو سنبھال نہیں پا رہی تھی۔

”آپ کا دماغ ٹھیک ہے؟“ بات اتنی غیر متوقع تھی کہ سمجھ نہیں آیا تھا کہ کیا کہے۔

”ہمارا دماغ ٹھیک ہے، دل آپ کا اسیر ہو گیا ہے، ہم اپنے بابا سائیں کو آپ کے گھر اپنا پرپوزل لے کر بھیجنا چاہتے ہیں۔“ وہاں اطمینان قابل دید تھا اب کے اس نے انہیں دیکھا تھا، سرخ و سفید رنگت، بھرے بھرے ہونٹ، مغروری کھڑی ناک، گرے نشیلی آنکھیں، بھرا بھرا جسم، سفید کلف لگے شلوار قمیض میں وہ مردانہ وجاہت کا اعلیٰ شاہکار معلوم ہو رہے تھے اور وہ بے اختیار سی ان کا جائزہ لے رہی تھی کہ ان کے کھنکارنے پر شرمندہ سی نظر چرا گئی تھی۔

”آپ نے جواب نہیں دیا۔“

”دیکھیے آپ کے فضول سے سوال کا میرے پاس کوئی جواب نہیں ہے۔“

”فضول تو نہیں سیدھا سادہ سوال کیا ہے ہم نے۔“

”دیکھیے آپ کا سیدھا سوال ہرگز بھی سیدھا نہیں ہے۔“ وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ وہ کیا کہے۔

”آپ ہمیں اپنے گھر کا ایڈریس دے دیجئے۔“ اس کی آنکھیں حیرت سے کھل گئی تھیں، ان کا سیل فون بجا تھا، ٹیون سے اندازہ ہو گیا تھا کہ کس کی کال ہے اس لئے ریسیو کرنا بھی ضروری تھا اور وہ سیل فون کی طرف متوجہ ہوئے تھے کہ وہ وہاں سے بھاگ لی تھی اور وہ مسکرا دیئے تھے روک سکتے تھے مگر روکا نہیں تھا اور وہ آفس میں چلے آئے تھے اور اپنے اثر رسوخ سے انہوں نے شمسہ سجاد کا ایڈریس معلوم کر لیا تھا اور اسی شام افگن شاہ، سجاد علی سے ملے تھے اور انہوں نے سلیقہ سے بیٹے کا رشتہ ان کی اکلوتی بیٹی کے لئے دیا تھا، نصیب میں یہ سب تھا اس لئے باقی کے مراحل آسانی سے طے ہو گئے تھے اور فقط تین ماہ میں شمسہ، ماہن شاہ کی دلہن بن کر حویلی آ گئی تھی اور ان کی تعلیم بھی ادھوری رہ گئی تھی کیونکہ صرف انٹر کیا تھا، شروع شروع میں اسے بہت پرابلم ہوئی تھی مگر سب کچھ سیٹ ہو گیا تھا کیونکہ وہ فطرتاً نرم مزاج اور کول سی تھی ہر ایک چیز کو بہت محسوس کرتی تھی اوپر سے تھی بھی اکلوتی، ماہن شاہ سے اسے ایک خوف سا فیل کرتی تھی، وہ بہت شدت پسند اور رومینٹک تھے اور وہ سادہ مزاج کی حقیقت پسند اور شرمیلی لڑکی، مگر اس نے کمپرومائز کر ہی لیا تھا۔

☆☆☆

”آپ یہاں۔“

”یہی تم سے مجھے پوچھنا ہے کہ تم یہاں کیسے؟“

”میں آپ کو جواب دینا ضروری نہیں سمجھتی۔“

”زیادہ ہوشیار بننے کی کوشش مت کرو، تم پہلے ہی مجھ سے وعدہ خلافی کر چکی ہو۔“

”دیکھیے سانول شاہ، آپ رتبے میں مجھ سے بہت اونچے مقام پر ہیں، اس لئے میں آپ سے کسی قسم کی بدتمیزی نہیں کرنا چاہتی۔“ وہ ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہہ رہی تھی کہ وہ تپ اٹھا تھا۔

”اوقات میں رہ کر بات کرو، تمہاری ہمارے آگے حیثیت ہی کیا ہے، ابھی یہیں کھڑے کھڑے تمہیں غائب کروا دیں تو کوئی تمہیں ڈھونڈ بھی نہیں سکے گا اور مجھے تم سے کوئی لینا دینا نہیں ہے، اس لئے میں تمہارے منہ نہیں لگنا چاہتا۔“ وہ تو سخت مشتعل ہو گیا تھا۔

”اس لئے صاف بتاؤ کہ تم یہاں کس کے ساتھ آئی ہو، تمہاری بی بی سائیں نہیں وہ تو......“ دماغ میں جھما کا سا ہوا تھا اور اس کے ذہن میں آئی بات زبان سے ادا بھی نہیں ہوئی تھی کہ اس کی نگاہ ادھر ادھر نظر گھما کر کسی کو تلاشتی عائشہ پر ٹھہری تھی اور وہ اس کی طرف بڑھ گیا تھا۔

”سلام کیسی ہیں آپ؟“ ایسے پوچھا تھا جیسے بہت اچھی علیک سلیک ہو۔

”آپ یہاں کیا کر رہے ہیں؟“ اس کی آنکھیں حیرت سے کھل گئی تھیں اور بے چینی سے اس پر سوار ہونے لگی تھی۔

”اس کالج میں کسی کام سے آیا تھا، مگر ایک فیصد بھی یہ یقین نہیں تھا کہ تم سے ملاقات ہو جائے گی۔“ وہ اس کے خوفزدہ چہرے کو نگاہ کے حصار میں لئے بول رہا تھا۔

”آپ کیوں بار بار ہمارے راستے میں آ رہے ہیں؟ آپ نے یہ سوچا ہے کہ آپ کی یہ حرکت ہم پر کتنا برا اثر ڈال سکتی ہے، ہماری، ہمارے پیرنٹس کی عزت۔“

”میں آپ کو تنگ نہیں کر رہا، نہ میرا ایسا ارادہ ہے، میں تو بس آپ سے بات کرنا چاہتا ہوں۔“ اس کی بات کاٹ کر سختی سے کہا گیا تھا۔

”لیکن ہم آپ سے بات کرنا نہیں چاہتے،

Scan & PDF FIAZ AHMED Friendskorner.com

آپ مجھ کیوں نہیں رہے۔" اس کی آنکھوں میں خوف اور بے بسی سے آنسو امڈ آئے تھے۔

"سمجھ تم نہیں رہی ہو، بس ایک بار میری بات سن لو۔"

"اسٹاپ اٹ، جتنا ہم نرمی سے پیش آ رہے ہیں آپ اتنا ہی فری ہونے کی کوشش کر رہے ہیں، ہمارے راستے میں آئندہ آنے کی بھول کر بھی غلطی کی تو ہم اپنے بابا سائیں کو بتا دیں گے۔"

"ایز یو وش، مجھے فرق نہیں پڑے گا۔" اس کا سخت لہجہ اسے برا تو بہت لگا تھا مگر اس کی دھمکی کو اس نے چٹکیوں میں اڑا دیا تھا۔

"ویسے تم نے اب تک اپنا نام نہیں بتایا، معلوم تو میں کر سکتا تھا، مگر تمہارا نام تمہارے منہ سے سننا چاہتا ہوں۔" اس کی اناری رنگت بری طرح دہک رہی تھی، ماتھے پر پسینہ کی بوندیں وہ سیاہ کاٹن کے سوٹ پر بڑی سی سیاہ چادر سر سے نیچے تک اوڑھے ہوئی تھی۔

"ہم آپ کو اپنا نام کیوں بتائیں؟"

"اوکے نہ بتاؤ، مگر جب تک نام نہیں بتاؤ گی میں تمہیں یہاں سے جانے نہیں دوں گا۔" وہ بری طرح ڈر گئی تھی، کیونکہ وہ آدھے گھنٹے پہلے پیپر ختم کر کے آ گئی تھی اور اب پانچ بجنے میں پندرہ منٹ تھے، ماہن شاہ کا خیال اس کی جان نکالنے کو کافی تھا، کیونکہ اس وقت تک تو وہ آ چکے تھے، یا بس آنے والے ہوں گے اور وہ اسے دیکھ لیتے تو قیامت آ جانی تھی اور اس کا سخت باور کراتا لہجہ اس کی ٹانگیں کانپنے لگی تھی۔

"دیکھیے آپ یہ سب ٹھیک نہیں کر رہے۔"

"میں نے تو ابھی کچھ کیا ہی نہیں ہے، ہاں کرنے کا ارادہ ضرور ہے، بس اس کے لئے تمہاری رضامندی درکار ہے۔" سانول شاہ نے اس کے لرزتے وجود پر ایک نگاہ ڈالی تھی، اسے لگا تھا کہ وہ کسی بھی پل گر جائے گی، اس خیال کے آتے ہی اس نے ہاتھ بڑھا کر اس کا ہاتھ، ہاتھ میں لے لیا تھا، سیاہ چوڑیاں اس کی گوری کلائی میں خوب سج رہی تھیں، اس نے ہاتھ کھینچنا چاہا تھا مگر اس کی یہ کوشش وہ ناکام بنا گیا تھا۔

"ہمارا ہاتھ چھوڑیے۔" اس کی ریڑھ کی ہڈی تک سنسنی دوڑ گئی تھی، کسی غیر مرد نے اسے پہلی دفعہ یوں چھوا تھا، اس کا لمس اس کا پورا وجود ہلا گیا تھا اور وہ اس کی حالت سے محفوظ ہو رہا تھا۔

"نام نہیں بتاؤ گی تو میں اس سے زیادہ بڑھ سکتا ہوں۔" اس کا ہاتھ تھوڑا سا اونچا کیا اور بائیں ہاتھ سے اس کی چوڑیوں کو چھیڑا تھا اور معنی خیزی سے اسے دیکھا تھا۔

"ہمارا نام عائشہ افگن شاہ ہے۔" اس کے لب بمشکل ہلے تھے۔

"بہت جلد عائشہ سانول شاہ ہو جائے گا، آئی پرامس۔" نہایت وثوق سے کہتے ہوئے اس کے ہاتھ کے ہاتھ کو ہلکا سا دبایا تھا اور یہ سب اسے لینے آتے ماہن شاہ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا اور وہ چیل کی طرح سانول شاہ پر جھپٹ پڑے تھے۔

"میں آپ کی بہت عزت کرتا ہوں ماہن شاہ، اس لئے کچھ نہیں کہہ رہا، ورنہ میں بھی آپ پر ہاتھ اٹھا سکتا ہوں۔" وہ اسے بری طرح پیٹ رہے تھے گریبان جکڑ کر جھنجھوڑا تھا اور اس کی برداشت جواب دے گئی تھی، مگر انہوں نے کہاں کچھ سنا تھا، اسے بری طرح مار رہے تھے، اس وقت ان کے پاس ریوالور نہیں تھا اور سانول شاہ نے ریوالور نکال کر ان پر تان لیا تھا، وہ شدید قسم کے اشتعال کی لپیٹ میں تھا، اس نے ٹریگر پر انگلی رکھ دی تھی اور وہ یکدم بھائی کے سامنے آ گئی تھی، کچھ طالبات جو ادھر کھڑی یہ تماشہ دیکھ رہی تھی، خوفزدہ ہو گئی تھیں، گولی کی آواز پر انتشار پھیل گیا

تھا۔

"سائیں! پلیز کچھ کریں، بی بی سائیں کو اسپتال۔" ماہن شاہ خون میں لت پت ہوئی عائشہ کو دیکھ رہے تھے، سانول شاہ کے ہاتھوں سے ریوالور چھوٹ گیا تھا۔

"ہمیں ان کی زندگی نہیں چاہیے سانول شاہ، جو کھیل انہوں نے تمہارے ساتھ مل کر۔"

"ماہن شاہ! یہ وقت ان باتوں کے لئے نہیں ہے، عائشہ بے قصور ہیں۔"

"بکواس بند کرو، یہ کتنی بے قصور ہیں، ہمیں اندازہ ہو رہا ہے، ایک غیر مرد ان کے بے قصور ہونے کا ثبوت۔"

"سائیں! خدا کے لئے بی بی سائیں کو ہسپتال لے چلیے۔" سکینہ نے باقاعدہ ان کے سامنے ہاتھ جوڑے تھے۔

"آپ کا خون بھی ہم پر واجب ہے سکینہ۔" اسے انہوں نے خونخوار نگاہوں سے گھورا تھا اور عائشہ کو اٹھائے باہر کی طرف بڑھے تھے، اسے گاڑی میں ڈالا تھا، شمسہ اسے اس حالت میں دیکھ کر پریشان ہو گئی تھیں۔

"ماہن! کیا ہوا ہے عائشہ کو؟"

"ایک لفظ نہیں پوچھیے گا۔" سختی سے کہہ کر گاڑی اسٹارٹ کی تھی اور اسے ایک پرائیوٹ ہاسپٹل میں لے گئے تھے، دونوں بچے بھی سہم گئے تھے، مگر انہوں نے ان تینوں کو گاڑی میں ٹھہرنے کو کہا تھا اور شمسہ نے نتائج کی پرواہ کیسے بغیر افگن شاہ کو کال کر دی تھی۔

"ہمیں خود کچھ نہیں پتہ بابا سائیں! ہم نے آپ کو ماہن سائیں، سے پوچھے بغیر فون کیا ہے، وہ بہت غصہ میں ہیں، عائشہ کی حالت کچھ ٹھیک نہیں لگ رہی، آپ پلیز یہاں آ جائیے۔" وہ بری طرح روتے ہوئے ان سے کہہ رہی تھی اور وہ تو عائشہ کو گولی لگنے کا سن کر پریشان ہو گئے تھے۔

"سکینہ کہاں ہیں؟ خود کو سنبھال کر پوچھا تھا۔"

"یہ تو ہمیں نہیں پتہ؟" سائیں نے خدا بخش کو جانے کا حکم دیا تھا۔

"ٹھیک ہے آپ فون رکھیے ہم آ رہے ہیں۔" انہوں نے خدا بخش کو کال ملائی تھی اور سکینہ سے بات کروانے کو کہا تھا اور اس نے خوفزدہ انداز میں ساری سچائی انہیں بتا دی تھی۔

"سائیں! بی بی سائیں بے قصور ہیں۔" وہ کہنے لگی تھی کہ انہوں نے لائن کاٹ دی تھی، رفیعہ کو ان کے میکے روانہ کر کے وہ خود شہر کی طرف گامزن ہو گئے تھے، رئیس الٰہی نے زندگی کی تیز ترین ڈرائیونگ کی تھی اور چار گھنٹوں کا سفر تین گھنٹے میں طے کیا تھا اور وہ ہاسپٹل پہنچ گئے تھے۔

"آپ بابا سائیں! آپ کو کس....." وہ انہیں دیکھ کر حیران ہوا تھا۔

"خدا بخش نے اطلاع دی تھی، یہ بتائیے ہماری بیٹی کیسی ہے؟" انہوں نے جھوٹ کا سہارا لیا تھا کیونکہ جانتے تھے کہ جب انہوں نے خود اطلاع نہیں دی تھی تو شمسہ کے اطلاع دینے پر وہ ضرور اس پر برستے اور وہ ایسا نہیں چاہتے تھے۔

"ابھی کچھ کہہ نہیں سکتے، مگر دعا کیجئے کہ آپ کی بیٹی کی زندگی نہ بچے، اگر وہ زندہ بچ بھی گئیں تو ہم نے انہیں زندہ نہیں چھوڑنا۔" وہ انہیں اتنے اشتعال میں پہلی دفعہ دیکھ رہے تھے۔

"ہماری بیٹی کی زندگی کا فیصلہ آپ نہیں ہم خود کریں گے۔"

"بابا سائیں! جو ہم دیکھ چکے ہیں، وہ آپ دیکھتے تو۔"

"پلیز یہ باتیں گاؤں جا کر کریں گے۔"

"ہاں ہم گاؤں جا رہے ہیں، آپ اپنی بیٹی

Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com

کی لاش لے کر آئیں گے تو ہمیں خوشی ہوگی۔"
وہ انتہائی نفرت سے کہتے لمبے لمبے ڈگ بھرتے وہاں سے نکلتے چلے گئے تھے اور وہ مٹھیاں بھینچے اشتعال کنٹرول کر رہے تھے، ڈاکٹر نے کچھ دیر بعد اس کی سلامتی کی اطلاع دی تھی اور انہوں نے ڈاکٹر سے بات کی تھی اور انہوں نے کہا تھا کہ وہ اپنی ذمہ داری پر اسے ڈسچارج کروا کے لے جا سکتے ہیں اور انہوں نے اسے ڈسچارج کروالیا تھا اور ایک نرس اور ڈاکٹر کے ہمراہ وہ کچھ ہی دیر میں گاؤں جانے کے لئے تیار تھے، ڈاکٹر نے اس کے ہوش میں آنے کی اطلاع دی تھی اور وہ روم میں چلے آئے تھے اور ان کو دیکھتے ہی وہ تڑپ کر اٹھی تھی اور ان کے سینے میں سما گئی تھی۔

"بابا سائیں! ہمارا یقین کیجئے ہم نے کچھ نہیں کیا۔"

"ہمیں اپنی دھی رانی پر پورا بھروسہ ہے، روئیے نہیں، آپ کی صحت ٹھیک نہیں ہے۔" شفقت سے اس کے سر پر ہاتھ رکھا تھا۔

"اداسائیں!"

"ہم حویلی چل رہے ہیں، باقی باتیں وہیں کریں گے۔" اسے کچھ بھی کہنے سے روک دیا تھا، اس کے بازو پر گولی لگی تھی، اس کی سانس پھولنے لگی تھی اور اسے ریلیکس رہنے کو کہا تھا، سکینہ انہیں سب کچھ بتا چکی تھی اور وہ اپنی بیٹی کو جانتے تھے اس پر بھروسہ کرتے تھے اس لئے وہ مطمئن تھے اور یہ اطمینان انہیں ماہن شاہ کو بھی دلانا تھا جو اس وقت شدید اشتعال میں تھے اور ریش ڈرائیونگ کرتے گاؤں پہنچے تھے۔

☆☆☆

"ہوش میں رہ کر بات کریں ماہن!"

"بابا سائیں! ہم اب تک ہوش میں ہیں اس پر ہمیں حیرت ہے ہم نے اپنی آنکھوں سے جو دیکھا وہ کہنے کا سوچ کر بھی شرم سے گڑھے جا رہے ہیں، آپ اندازہ نہیں کر سکتے کہ ہم کتنی اذیت میں ہیں، وہ بہن جس کو مان دیا چاہت دی، اس نے ہماری عزت کو تو کیا اپنی عزت کی بھی لاج نہیں رکھی، باخدا، بابا سائیں! اگر وہ ہم سے یہ کہتیں کہ وہ کسی کو پسند کرتی ہیں ہم لبرل ہو کر اس کو دیکھتے، خود ان کی شادی کرواتے، مگر انہوں نے کیا کیا کہ ہماری پگڑی کو سرعام اپنے پیروں تلے روند ڈالا۔" ان کی آنکھوں میں سرخی بڑھنے لگی تھی۔

"ماہن! آپ غصہ میں ہیں، کچھ سمجھ نہیں سکتے ہیں آپ اس وقت، ورنہ آنکھوں دیکھی بھی سچ نہیں ہوتی کبھی کبھی۔" انہوں نے تحمل سے کام لیتے ہوئے نرمی سے بیٹے کے شانے پر ہاتھ رکھا تھا اور انہیں گلاس بھر کر پانی دیا تھا، جب وہ کچھ نارمل ہوئے تھے، تب وہ کہنا شروع ہوئے تھے۔

"آپ کو ابھی بھی یقین کرنے میں تعامل ہے تو ہم سکینہ کو بلا لیتے ہیں۔"

"بابا سائیں! ہم نے پہلے ہی کہا تھا کہ ہمیں سب کچھ غلط لگ رہا ہے ہم نے شاہوں کی حویلی کے آدمیوں کو یہاں اپنے گاؤں میں دیکھا ہے۔" وہ کچھ دنوں سے اسی سب کی چھان بین کرواتے پریشان تھے۔

"مگر آپ کو تو امن چاہیے تھا، دوستی پیاری تھی، شاہنواز شاہ کبھی کسی کے نہیں ہو سکتے اور وہ ان کا بیٹا ہے اس کا قتل تو ہم پر واجب ہو گیا ہے۔"

"جوش سے نہیں ہوش سے کام لیجئے ماہن شاہ، وہ بات جو کسی کے علم میں نہیں ہے، زمانہ کو خبر کرنے چلے ہیں۔"

"آپ کیا چاہتے ہیں ہم چوڑیاں پہن کر بیٹھ جائیں، سانول شاہ نے ہماری عزت پر ہاتھ ڈالا ہے، ہماری غیرت للکاری ہے اور آپ کہتے ہیں کہ ہم....."

"ماہن! آپ کیوں ہماری بات نہیں سمجھ رہے۔" بیٹے کا جوش انہیں آخر غصہ دلا ہی گیا تھا۔

"ہم بھی مصلحت کے تحت خاموش ہیں، دشمن پر وار اپنی جان اور عزت ہتھیلی پر رکھ کر نہیں کیا جاتا، ہم نے شاہنواز شاہ، سانول شاہ کو اس سب کا جواب دینا ہے مگر کسی اور بات کو وجہ بنا کر، عائشہ کو ہم درمیان میں لا ہی نہیں سکتے، وہ اس حویلی کی عزت ہیں اور ہماری عزت، پنچائیت میں اٹھائی جائے اس سے بہتر خاموشی اور اس سے بھی بہتر معافی ہے، ہم انہیں معاف کر دیں گے لیکن اپنی دھی کا ذکر کسی زبان پر نہیں آنے دیں گے، موقع محل دیکھ کر بات کی جاتی ہے وار کیا جاتا ہے، مگر آپ سب غصہ و جوش میں آ کر اپنی ساری سدھ بدھ کھو بیٹھتے ہیں۔" انہوں نے بیٹے کو عقیلی نگاہوں سے دیکھا تھا۔

"معاف نہیں کریں گے ہم بابا سائیں جس طرح چھپ کر انہوں نے ہم پر وار کیا ہے ہم بھی اسی طرح جواب دیں گے۔"

"وقت آنے دیجئے اور اٹھیے جا کر آرام کیجئے ہوش سے کام لیتے تو کوئی مسئلہ ہی نہیں ہوتا، بہو بچے سب کتنا ڈر گئے ہیں، اپنے غصہ پر قابو کرنا سیکھیں ماہن!"

"اب عائشہ کیسی ہے؟" نگاہ سے شک کی پٹی اتری تو بہن کا خیال آیا تھا۔

"وہ ٹھیک ہیں، ڈاکٹرز نے آرام کرنے کو کہا ہے، ابھی آپ ان کے کمرے میں نہیں جائیے گا، وہ خوف کا شکار ہیں، نارمل ہو جانے دیجئے پھر بات کریں گے۔" انہوں نے بات ختم کر کے انہیں اپنے کمرے سے جانے کو کہا تھا، بیٹھک سے گزرتے ہوئے وہ ٹھٹھک گئے تھے۔

"ہم آپ کے مشکور ہیں شمسہ! اگر آپ سائیں کو فون نہ کرتیں تو نہ جانے کیا ہو جاتا، ماہن نے غصہ میں جانے کیا کرنا تھا، ماہن تو ابھی بھی سخت غصہ میں ہیں۔" رفیعہ کی آواز بھیگی ہوئی تھی۔

"اماں سائیں! ہم تو خود بے حد خوفزدہ ہو گئے تھے، بچے الگ سہم گئے تھے، ہماری تو ان کے غصہ میں دیکھ کر ہی جان نکلنے لگی تھی مگر انہوں نے ہمیں کچھ بتایا ہی نہیں تھا، ہمیں گاڑی میں چھوڑ کر گئے اور ہم نے بے سوچے سمجھے بابا سائیں کو فون کر دیا اور یہ سائیں کو پتہ چلا تو وہ نہ جانے کس طرح ہم سے پیش آئیں گے۔" اس کا خوف تھا کہ کم نہیں ہو رہا تھا۔

"آپ بے فکر رہیں، ماہن شاہ سے سائیں نے آپ کا ذکر نہیں کیا ہم بھی نہیں کہیں گے۔"

"اگر سائیں کو پتہ چلا تو۔" ماہن شاہ کو دیکھ وہ بیٹھے سے کھڑی ہو گئی تھی اور وہ ایک تیز نظر اس پر ڈالتے کمرے میں چلے گئے تھے۔

"اب کیا ہو گیا اماں سائیں؟"

"آپ ڈریئے نہیں ہم جا کر ان سے بات کرتے ہیں۔"

"نہیں..... نہیں اس طرح تو سائیں اور غصہ ہوں گے۔"

"آپ ریلیکس ہو کر اپنے کمرے میں جائیں، سفر کی اور ذہنی تھکان ہو گی، آپ کو آرام کرنے کی ضرورت ہے اور ماہن کچھ نہیں کہیں گے، آپ نے جو کیا وہ صحیح تھا۔"

"اماں سائیں! آپ بچوں کو کھانا کھلا دیجئے گا۔"

"ٹینشن کی وجہ سے ابھی تک کسی نے کھانا نہیں کھایا تھا جبکہ رات کو دو بج رہے تھے۔"

"آپ کھانا لے جائیے ماہن! کو کھلا دیجئے گا اور آپ بھی ضرور کھا لیجئے گا، بھوکے پیٹ نہیں سوتے، صحت کے لئے اچھا نہیں ہوتا۔" بنفشہ کو آواز لگائی تھی اور کھانے کی ٹرے لئے وہ کمرے میں آ گئی تھی۔

Scan PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com

"ماہن! کھانا۔"

"ہمیں بھوک نہیں ہے۔"

"اماں سائیں نے کہا ہے کہ ہم آپ کو کھانا ضرور کھلا دیں، بھوکے پیٹ سونا صحت کے لئے اچھا نہیں۔"

"آپ کو ایک دفعہ کی بات سمجھ نہیں آتی۔" ماہن شاہ نے کہیں کا غصہ کہیں نکالا تھا، کھانے کی ٹرے اٹھا کر پھینک دی تھی اور وہ ششدر سی رہ گئی تھی، جبکہ وہ دراز ہو گئے تھے، ان کا سر درد سے پھٹا جا رہا تھا اور وہ کرچیاں سمیٹنے بیٹھی تھی کہ دروازہ بج گیا تھا، رفیعہ شاہ تھیں، آواز پر آئی تھیں۔

"آپ رہنے دیجئے، ہم بنفشہ کو بھیج دیتے ہیں وہ صفائی کر دیں گی۔" ایک نظر بیٹے پر ڈال کر اس کی زرد رنگت دیکھی تھی اور ملازمہ کو آواز لگائی تھی۔

"بنفشہ ہمیں ایک کپ چائے کے ساتھ سر درد کی گولی لا دیں۔"

"جی بہتر سائیں!" وہ صفائی کرتی باہر نکل گئی تھی، وہ خود کو بہت تھکا ہوا محسوس کر رہی تھی اس لئے، کپڑے لئے واش روم میں چلی گئی تھی، پانی کے ساتھ کتنے ہی آنسو بہائی وہ خود کو سب بہتر فیل کر رہی تھی۔

"بی بی سائیں! کسی اور چیز کی ضرورت۔"

"نہیں آپ جائیں۔" وہ ٹرے اس کے ہاتھ سے لے گئی تھی۔

"ماہن آپ کی چائے۔" اسے مخاطب کیا تھا اور انہوں نے اٹھ کر چائے کا کپ اٹھا لیا تھا، ایک گھونٹ بھر کر ساتھ ہی گولی پھانک لی تھی، انہیں مخاطب کرنے کی اس میں بالکل ہمت نہیں ہو رہی تھی، اس نے بالوں سے تولیہ نکالا تھا اور انہیں لیٹتے دیکھ کر وہ گیلے بالوں کو جوڑے کی شکل دیتی ان کے سرہانے آ بیٹھی تھی، انہوں نے اس کا ہاتھ جھٹکا تھا، مگر وہ ان کی برہمی نظر انداز کر گئی تھی۔

"آپ ہمیں سکون سے سونے دیں گی، یا ہم یہاں سے اٹھ جائیں۔" سختی سے کہتے ہوئے اس کا ہاتھ دوبارہ اپنے سر سے ہٹایا تھا۔

"اٹھ کر تو دکھائیں، اس دن آپ چلے گئے تھے تو ہم نے نظر انداز کر دیا، مگر بار بار یہ نہیں ہو گا، سمجھے آپ اور خاموشی سے لیٹے رہیں ہم آپ کا سر دبا دیتے ہیں۔" وہ ان پر جھکتے ہوئے دھونس سے بولی تھی اور ان کا غصہ اس کی پیار بھری ادا پر غائب ہونے لگا تھا۔

"گلا دبا دیں سر دبانے کی کیا ضرورت ہے۔"

"ضرورت ایجاد کی ماں ہے جناب اور ابھی تو آپ کے سر میں درد ہے گلے میں جب ہو گا تو گلا بھی دبا دیں گے۔" انداز میں کس حد تک بے نیازی تھی اور وہ اس کے پیار بھرے دوستانہ انداز پر خاموش ہو گئے تھے اور وہ ان کا سر دبانے لگی تھی۔

"ہم آپ مجھ سے اتنا خفا کیوں رہنے لگے ہیں؟"

"خفا ہونے پر آپ ہمیں مجبور کر دیتی ہیں۔"

"الزام تو مت لگائیں ماہن ہم کیوں آپ کو مجبور کریں گے اور آپ خود مجبور نہیں ہوتے ہمیں مجبور کر دیتے ہیں، ہر وقت غصہ کرنے لگتے ہیں، جانتے بھی ہیں کہ آپ کے غصہ سے ہمیں ڈر لگتا ہے۔" اس کی آنکھیں بھیگنے لگی تھیں۔

"اوف غصہ کرنے پر محترمہ خود ہی تو اکساتی ہیں، بات بعد میں کرتی ہیں پہلے روتی ہیں۔" وہ اس کا ہاتھ تھام گئے تھے۔

"ہاں تو اب رونے پر بھی پابندی لگائیں گے کیا؟" وہ ان پر خفا ہوئی تھی۔

"ہم نے آپ پر کون سی پابندی لگائی ہے؟"

"یہ پوچھیے کون سی نہیں لگائی۔"

"آپ کو برا لگتا ہے۔"

"ہم نے کب کہا، مگر کوئی فیصلہ کبھی تو ہم اپنی مرضی سے لے ہی سکتے ہیں، آپ نے سوچا ہے ہم اور بچے اس وقت کتنے خوفزدہ ہو گئے تھے، ایسے میں ہم نے بابا سائیں کو فون کر دیا تو آپ ناراض کیوں ہیں؟"

"نہیں ناراض نہیں ہیں، بس گزرے دنوں میں سب کچھ اتنا ٹینس کر دینے والا تھا کہ ہم نے بھی عام مردوں کی طرح ساری فرسٹریشن بیوی پر نکال دی، جبکہ آپ ہمارے لئے بہت خاص ہیں، ہماری زندگی سے بھی اہم اور ہم خود سے ناراض ہو سکتے ہیں آپ سے کبھی نہیں۔" وہ اٹھی تھی اس کا ارادہ تھا کہ اپنی جگہ پر دراز ہو جائے گی کیونکہ تھکن اب اس پر بری طرح حاوی ہونے لگی تھی اور انہوں نے اسے کلائی سے پکڑ کر ایسے کھینچا تھا کہ وہ ان کے سینے پر آ گری تھی، بھیگے بال ان کے چہرے پر آ گرے تھے انہوں نے سانس کھینچ کر اس کے بالوں سے اٹھتی مہک اپنے اندر تاری تھی۔

"بس آپ ہر وقت رومینس کرنے بیٹھ جایا کریں۔" وہ مچل کر اٹھی تھی اور ان کے قہقہہ لگانے پر وہ حیا سے سمٹ گئی تھی۔

"رہنے دیں ہمیں آپ کی الجھیں بھیگی زلفیں اچھی لگتی ہیں۔" اس نے ڈریسنگ سے برش اٹھایا ہی تھا کہ وہ مخمور لہجے میں بولے تھے۔

"ہم نے ابھی نہیں سلجھایا تو صبح تک یہ مزید الجھ جائیں گے ہم سے سلجھائے نہیں سلجھیں گے۔" اس نے پلکیں اٹھا کر شیشے میں نظر آتے ان کے عکس کو دیکھا تھا۔

"ہم ہیں نہ ہم سلجھا دیں گے۔" وہ اٹھ کر اس کے پیچھے آ کھڑے ہوئے تھے اور پیار سے کہتے اس کی سنہری زلفیں تھام کر چہرے کے قریب لے جا کر ہلکا سا جھٹکا دے گئے تھے۔

"اوف کیا کرتے ہیں ماہن!" وہ بری طرح جھنجھلا گئی تھی، کیونکہ اس نے بال یونہی اٹھا کر باندھ دیے تھے، پانی تک ڈھنگ سے جذب نہیں ہوا تھا اور پانی کی بوندیں اس کا چہرہ بھگو گئی تھیں۔

"یوں روٹھی روٹھی بہت اچھی اور اپنی لگتی ہیں۔" آہستگی سے بال چھوڑے تھے اور ماتھے پر جھولتی لٹ کھینچی تھی، اس نے برش ہلکے سے ان کے شانے پر مارا تھا اور انہوں نے وہ اس کے ہاتھ سے ہی چھین لیا تھا۔

"پلیز ماہن! برش دیجئے ہم بالوں کو سلجھائیں گے نہیں تو ہمارے سر میں درد ہو جائے گا۔" انہوں نے برش ڈریسنگ پر ڈالا تھا اور اسے لئے بیڈ کی طرف بڑھ گئے تھے۔

"ہم ہیں نہ سر دبا دیں گے۔"

اور فلو جو ہو جائے گا، اس کے ساتھ یہ پرابلم تھی اس لئے وہ اس معاملے میں احتیاط کر رہی نہیں پائی تھی کہ بال سوکھ جانے کا ہی انتظار کرتے وہ گیلے بال ہی سلجھا لیتی تھی، کیونکہ گیلے بال اس کے سر میں درد کر دیتے تھے اور ایسے سو جاتی تھی تو فلو کی شکایت ہو جاتی تھی، وہ تو اتنی رات میں بھی کبھی نہیں نہاتی تھی، آج تھکن کی وجہ سے ایسا کیا تھا اور اسے لگ رہا تھا کہ خود کو آرام دینے کی چاہ میں وہ بے حد بے آرام ہو گئی ہے، کیونکہ اسے بھیگے بال جتنے سخت اریٹیٹ کرتے تھے، ماہن شاہ کو اس کے بھیگے بھیگے گیسو اتنے ہی پسند تھے اور ان کی وجہ سے اکثر اسے درد اور فلو کو دعوت دینی ہی پڑتی تھی اور آج بھی یہ دعوت یقینی تھی۔

"ناک دبا دیں گے۔" انہوں نے شوخی

Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com

سے کہتے ہوئے اس کی ناک کھینچی تھی۔

''آپ بہت برے ہیں ماہن!''

''جیسے بھی ہیں اب تو صرف آپ کے ہیں، زیادہ برے ہیں تو کہیے ہم اپنے لئے ایک بری بیوی ڈھونڈ لیتے ہیں، کیونکہ آپ تو بہت اچھی ہیں نہ، ہم ہی برے ہیں۔'' ان کی انگلیاں بڑی سرعت سے اس کے سر میں چل رہی تھیں۔

''ڈھونڈ کر تو دیکھئے جان سے مار دیں گے۔'' وہ خفا ہوئی تھی اور انہوں نے چھت پھاڑ قہقہہ لگایا تھا۔

☆☆☆

''میں آپ سے شرمندہ ہوں۔'' افگن شاہ کو جب ملازم نے کہا تھا کہ ان سے سانول شاہ ملنا چاہتا ہے وہ حیران سے مردان خانے میں چلے آئے تھے اور وہ سلام دعا کے بعد اپنے مطلب کی بات پر آ گیا تھا۔

''آپ کی شرمندگی آپ کے گناہ کا ازالہ نہیں کر سکتی سانول شاہ، جو حرکت آپ نے کی ہے اس کے بعد تو ہم آپ کی جان لینے کا حق رکھتے تھے، مگر مصلحت کے تحت۔''

''آپ جان لینا چاہتے ہیں تو بصد شوق لیجئے، یہاں صرف اس لئے آیا ہوں کہ میری وجہ سے کسی کی کردار کشی ہو یہ مجھے منظور نہ تھا، اس دن جو کچھ ہوا اس میں صرف میری غلطی تھی، وہ اس سب میں انوالو نہیں تھیں۔''

''ہم جانتے ہیں سانول شاہ ہمیں اپنی دھی پر بھروسہ ہے اور ان کے کردار پر یقین رکھتے ہیں، اس کے لئے ہمیں کسی اجنبی کی گواہی کی ہرگز ضرورت نہیں ہے۔'' افگن شاہ کا لہجہ نہایت دھیما مگر سرد تھا اور وہ نہایت ششدر سا ان کو دیکھ رہا تھا۔

''ماہن شاہ، کاری ایکشن۔''

''کچھ ایسا غلط بھی نہ تھا، ماہن کی جگہ آپ ہوتے تو آپ کا ری ایکشن بھی وہی ہوتا، مگر اس سے یہ ثابت نہیں ہو جاتا کہ ماہن کو اپنی بہن پر بھروسہ نہیں ہے، آپ نے یہاں آنے کی ناحق زحمت کی سانول شاہ۔'' اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ اب کہے تو کیا؟ اور وہ سنجیدگی سے دوبارہ گویا ہوئے تھے۔

''سانول شاہ ہم نے آپ کی پہلی اور آخری غلطی سمجھ کر اس قصہ کو درگزر کر دیا ہے اور امید کریں گے کہ آپ اپنی غلطی کو دہرائیں گے نہیں۔''

''میں آپ کی بیٹی سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔'' وہ نہایت ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولا تھا اور انہیں ہرگز بھی حیرانگی نہیں ہوئی تھی۔

''یہ خیال مجھے نہ یہاں بیٹھے بیٹھے آیا ہے نہ اس دن کالج میں آیا تھا، میں نے انہیں اتفاقی طور پر دیکھا تھا اور یہ فیصلہ اسی وقت لیا تھا، بابا سائیں سے بات کی اور وہ انکاری ہو گئے تھے، دشمنی کو وجہ بنایا تھا اور میرے ہی کہنے پر بابا سائیں نے دوستی کا ہاتھ بڑھایا، اب میں یہ نہیں جانتا کہ ایسا انہوں نے صرف میری محبت میں میری خواہش و خوشی کو مدنظر رکھ کر کیا یا اس سب کے پیچھے ان کا اپنا بھی کوئی مقصد ہے۔''

''آپ یہ سب ہم سے کیوں کہہ رہے ہیں؟''

''صرف اس لئے کہ بابا سائیں نے آج نہیں تو کل آپ سے رشتے کی بات کرنی ہی ہے، آج مجھے موقع ملا ہے تو میں اسے گنوانا نہیں چاہتا، میں انہیں پسند بلکہ محبت کرتا ہوں، میرے جذبوں میں میری نیت میں کوئی کھوٹ نہیں ہے، بابا سائیں مفاد پرستی میں رشتہ ڈال سکتے ہیں، لیکن میری صرف خوشی ہے، یہ سب اس لئے آپ سے کہہ رہا ہوں کہ جب رشتہ آپ تک آئے تو آپ فوراً انکار نہ کریں، میرے بارے میں جس طرح کی تسلی چاہیں گے وہ دینے کو تیار ہوں اور اس سے بھی آپ مطمئن رہیے گا کہ آج کی میری اور آپ کی ملاقات یا کالج میں جو کچھ ہوا کسی کے علم میں آئے گا، کیونکہ جس لڑکی کو میں اپنی عزت بنانا چاہتا ہوں، اس کے کردار پر میں حرف بھی نہیں آنے دوں گا اور یہی سبب مجھے آپ تک لایا ہے، ورنہ خود سے بات کرنی ہوتی تو بابا سائیں کو انوالو نہ کرتا، اب میں اجازت چاہوں گا، میری گاڑی ٹھیک ہو گئی ہو گی، مجھے جانا ہو گا۔'' اس نے رسانیت سے اپنی بات ختم کی تھی اور ان کی جانب مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا تھا۔

''میرے کردار میری ذاتیات کی چھان بین کرنی ہو تو موسٹ ویلکم اور آپ اس سب کے لئے ماہن شاہ کی مسز کے بھائی جواد علی کی بھی ہیلپ لے سکتے ہیں، جواد میرا کلاس فیلو ہے اور اس سے میری دوستی بھی ہے اور کسی بھی شخص کے بارے میں اس کے دوست اور دشمن سے بہتر کوئی کچھ نہیں بتا سکتا، اللہ حافظ۔'' افگن شاہ نے آگے سے کچھ نہیں کہا تھا وہ جانے کے لئے بڑھا تھا کہ خیال آنے پر مڑ کر بولا تھا اور نکلتا چلا گیا تھا اور ان کے لئے سوچوں کے کئی در وا کر گیا تھا، انہوں نے اپنی تسلی کی ہر ممکن کوشش کی تھی اور اس سب سے فی الحال ماہن شاہ کو بے خبر ہی رکھا تھا کیونکہ وہ شاہنواز شاہ کی پیش قدمی سے پہلے کچھ نہیں بتانا چاہتے تھے اور سانول شاہ کی آمد کے تیسرے دن مہابت خان کے ذریعے شاہنواز شاہ نے افگن شاہ کی بیٹی کے لئے اپنے بیٹے سانول شاہ کا رشتہ دیا تھا، مہابت خان کی خود یہی خواہش تھی، مگر رفیعہ ان کو دبے لفظوں میں انکار کر گئی تھیں ایسے میں جب شاہنواز شاہ نے ان سے بات کی تو وہ اس قدم کو اٹھانے پر مجبور ہو گئے تھے، کیونکہ ان پر اپنی خواہش ظاہر نہیں کر سکتے تھے اور نہ ان کا پیغام افگن شاہ تک پہنچانے میں تحمل کا شکار ہو سکتے تھے کیونکہ مہابت خان کی افگن شاہ سے رشتہ داری تھی اور ان کا سہارا لے کر شاہنواز شاہ نے دور اندیشی کا ثبوت دیا تھا اور وہ ان پر اپنی کمزوری ظاہر کر ہی نہیں سکتے تھے، ماہن شاہ کو جب پتہ چلا تو وہ انکاری ہو گئے تھے مگر انہوں نے بیٹے کو بڑے تحمل سے سمجھایا تھا اور یہ ایک حقیقت ہی تھی کہ سانول شاہ ہر لحاظ سے آئیڈیل شخص تھا، افگن شاہ نے بہت سوچ سمجھ کر مہابت خان کے ذریعے ہی مثبت جواب پہنچا دیا تھا، شاہنواز شاہ کی حویلی میں یہ خبر آگ کی طرح پھیلی تھی، مرد تو واقف تھے اور عورتیں انگشت بدنداں مگر کوئی بھی شاہنواز شاہ کے سامنے منہ نہیں کھول سکا تھا، شاہنواز شاہ کی ماں نے کہا تھا کہ معصومہ، سانول شاہ کی منگ ہے ایسے میں ان کی کہیں اور شادی مناسب نہیں ہے اور رواج کے بھی خلاف ہے، مگر وہ ماں کو بھی چپ کروا گئے تھے اور بڑی شان سے بیٹے کا رشتہ لے کر افگن شاہ کی حویلی پہنچے تھے عورتیں خوش نہیں تھیں مگر بولی کچھ نہیں تھیں اور رواج کے مطابق سانول شاہ کی ماں نے عائشہ کو سرخ رنگ کی چنری اوڑھائی تھی اور دادی نے ڈائمنڈ کی رنگ پائی ساتھ آئی عورتوں نے منہ میٹھا کروایا تھا، مبارک سلامت کے شور کے ساتھ گاؤں کی عورتیں ڈھولک کی تھاپ پر مقامی گیت گانے لگی تھیں، شاہنواز شاہ، اسی ماہ شادی چاہتے تھے کیونکہ ان کی حویلی میں پہلے ہی شادی کے ہنگامے جاگے ہوئے تھے اور انہیں ہنگاموں میں وہ سانول شاہ کے سر پر سہرا سجا دینا چاہتے تھے، افگن شاہ اتنی جلدی پر معترض تھے مگر وہ ان سے اپنی بات منوا کر ہی رہے تھے اور یوں رجب کی اٹھارہ تاریخ نکاح اور رخصتی کے لئے مقرر ہو گئی تھی۔

☆☆☆

''عائشہ! آپ رو رہی ہیں؟''

Scan & PDF EJAZ AHMED FriendsKorner.com

"بھابھی سچ ہمیں یہ شادی نہیں کرنی ہے۔" وہ جو اسے روتے دیکھ کر پریشان تھی اس کی بات سن کر تو وہ گھبرا گئی تھی۔

"عائشہ! یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں، ایسی بات تھی تو آپ پہلے کہتیں، اب کچھ نہیں ہو سکتا، وہ لوگ ابھی ابھی تو منگنی ہی نہیں شادی تک کی تاریخ طے کر گئے ہیں اور آپ کہہ رہی ہیں کہ شادی نہیں کرنی۔" وہ دروازہ بند کر کے آ گئی تھی اور اس کے آنسوؤں سے بھیگتے سرخ چہرے کو دیکھتے ہوئے بول رہی تھی۔

"بابا سائیں! نے آپ سے پوچھا تھا کہ ایسی کوئی بات تھی تو آپ کہتیں، آپ نے تو اماں سائیں تک سے کچھ نہیں کہا۔"

پرپوزل کی بابت رفیعہ نے اس سے پوچھا تھا اور وہ شرم و جھجک کے مارے کچھ کہہ نہیں سکی تھی اور جب افگن شاہ نے خود بات کی تو رہی سہی کسر بھی پوری ہو گئی اور وہ محض اثبات میں گردن ہلاتی سارے فیصلے کے اختیارات ان دونوں کو سونپتی وہاں سے اٹھ گئی تھی، شمسہ کی ماما کی طبیعت خراب تھی اس لئے وہ کچھ دنوں سے میکے گئی ہوئی تھیں اس لئے وہ بھابھی سے بھی کچھ نہیں کہہ سکی تھی، ماہن شاہ نے اسے فون پر بتا دیا تھا اور جب وہ باقاعدہ رسم کرنے آتے تو وہ گاؤں آ گئی تھی، کل چار بجے آئی تھی اور آتے ہی مصروفیت اتنی رہی کہ عائشہ اس سے بات نہیں کر سکی اور آج جیسے ہی موقع ملا وہ کہہ گئی تھی۔

"ہم اماں سائیں سے کچھ نہیں کہہ سکتے تھے، بابا سائیں سے کیسے کہتے اور آپ بھی تو یہاں نہیں تھیں۔" وہ سوں سوں کر رہی تھی۔

"آپ ہمیں فون کر دیتیں۔"

"ہمیں خیال آیا تھا اور ادا سائیں کے سیل سے آپ کا نمبر ڈائل بھی کیا تھا، مگر کسی لڑکے کی آواز سن کر فون بند کر دیا، آپ پلیز کچھ کیجئے بھابھی، ہمیں یہ شادی نہیں کرنی ہے۔"

"اب کچھ نہیں ہو سکتا ہے عائشہ، بات پورے گاؤں میں پھیل گئی ہے، مگر آپ ایسا کیوں نہیں چاہتیں؟ بابا سائیں اور آپ کے ادا نے بہت سوچ سمجھ کر ہی اس رشتہ کو قبول کیا ہے۔"

"ہم ایک الزام لے کر ساری زندگی نہیں جی سکتے بھابھی، ادا سائیں اور بابا سائیں ہمیں غلط......"

"ایسا کچھ نہیں ہے عائشہ، وہ آپ پر بھروسہ کرتے ہیں اور بات تو صاف ہو گئی تھی کہ اس سب میں آپ کا کوئی قصور تھا ہی نہیں، سکینہ نے خود ساری سچائی بتائی تھی۔" وہ جو ڈر گئی تھی اس کے خدشے سن کر کچھ ریلیکس ہوئی تھی۔

"پھر بھی بھابھی ہمیں ان سے شادی نہیں کرنی۔"

"پلیز عائشہ بار بار ایسی بات نہ کریں جو ہو نہیں سکتی، انکار کا اختیار تھا آپ کے پاس، بابا سائیں روشن خیال، انہوں نے آپ کی مرضی پوچھی تھی، جو آپ کسی بھی وجہ سے کہہ نہیں سکتیں، لیکن اب خود کو حالات کے دھارے پر چھوڑ دینا آپ کی مجبوری ہے، ہمیں دیکھیے آپکے ادا سے ہماری شادی کتنی ارجنٹ لی ہوئی، ہم یہاں کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتے تھے، آپ کے ادا سے یہاں کے ماحول سے خوفزدہ تھے، مگر اپنی لائف میں ہم سیٹ ہو گئے، آپ کی بھی لائف انشا اللہ سیٹ ہو جائے گی، کم از کم آپ کو یہاں کے رسم و رواج، پابندیوں کا پتہ تو ہے، آپ کو ایک حویلی سے نکل کر دوسری حویلی میں جانا ہے، ہم نے تو شہر سے گاؤں تک کا سفر کیا، آزادی سے قید تک کا، ہمارے کہنے کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہیں کہ ہم یہاں قید ہیں، ہم نے یہ لفظ صرف اس لئے یوز کیا کہ ہماری لائف پہلے ڈیفرنٹ تھی، ہم آزادی سے ہر جگہ آتے جاتے تھے، آپ کی لائف ٹوٹلی ڈیفرنٹ ہے، ہم کہیں آتے جاتے نہیں ہیں، شرعی پردہ کرتے ہیں اور آپ کو یہ سب کرنا نہیں پڑے گا، کیونکہ آپ آل ریڈی یہ سب کر رہی ہیں، یعنی آپ کی لائف میں کوئی بہت بڑی تبدیلی نہیں آئے گی، جبکہ شادی کے بعد تو لڑکی کی زندگی میں تبدیلی کسی حد تک آ ہی جاتی ہے، وہ تبدیلی آپ کی لائف میں بھی آئے گی اور اسے قبول بھی آپ کو کرنا پڑے گا۔" وہ اسے رسانیت سے سمجھا رہی تھی، وہ سمجھی تھی یا نہیں خاموش ضرور ہو گئی تھی اور کچھ ہی دنوں میں حویلی میں ہنگامے جاگ اٹھے تھے اور وہ ہزار خدشے وسوسے اور کسی حد تک سانول شاہ کے لئے اپنے دل میں بدگمانی لئے رخصت ہو گئی تھی۔

☆☆☆

نہ جانے کون کون سی اور کیسی کیسی رسموں کے بعد اسے سانول شاہ کے کمرے میں پہنچا دیا گیا تھا، اس کا دل وحشت سے اور سر درد سے پھٹا جا رہا تھا مگر وہ کچھ کہہ نہیں سکتی تھی، تین شادیاں ایک ساتھ ہوئی تھیں، سانول شاہ سب سے بڑا تھا اس لئے پہلے اس کی رسمیں ہو رہی تھیں، خدا خدا کر کے رسمیں ختم ہوئی تھیں اور ساری عورتیں اس کمرے میں سے نکل گئی تھیں سوائے ایک کے۔

"یہ مت سمجھنا بھر جائی کہ تو رخصت ہو کر یہاں آ گئی ہے تو ہم تجھے بسنے بھی دیں گے۔" اس نے نیند سے بوجھل آنکھیں بولتی ہوئی عورت پر ٹکائی تھیں اور جبھی کمرے کے کھلے دروازے سے ایک لڑکی داخل ہوئی تھی اور خونخوار نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"یہ معصومہ شاہ ہے، ادا سانول کی بچپن کی منگ۔" زینت نے بات ادھوری چھوڑ کر اس کا تعارف کروایا تھا اور بے یقینی سے اس کی آنکھیں پوری کی پوری کھل گئی تھیں۔

"تو نے میرے حق پر ڈاکہ ڈالا ہے، میرے سانول کو مجھ سے چھینا ہے، جس سیج پر آج تو بیٹھی ہے اس پر ازل سے صرف میرا حق تھا، میں سانول کی منگ ہوں، مگر یہ سیج میرے لئے نہیں آج تیرے لئے سجی ہے اور میں تجھے اپنی خوشیوں کی راکھ پر سکون سے سونے نہیں دوں گی۔" معصومہ حد درجے نفرت سے پھنکاری تھی اور جنونی انداز میں ساکت بیٹھی عائشہ کو بیڈ سے نیچے گھسیٹ لائی تھی زینت اسے روک گئی تھی۔

"پاگل ہوئی ہے معصومہ تیری اس تخریب کاری کا کسی کو پتہ چلا۔" وہ اس کو بمشکل قابو کیے ہوئے تھی، جبکہ وہ تو سیدھی تک نہیں ہو سکتی تھی، درد کی شدید لہر اس کے وجود میں سرایت کر رہی تھی۔

"پتہ چلتا ہے تو چلے مجھے کسی کی پرواہ نہیں ہے، میری کسی نے کب پرواہ کی جو میں کروں، اس گھنی میسنی کو بیاہ کر لے آئے۔" وہ بمشکل چکراتے سر کو تھامتی اٹھی تھی اور اس نے آگے بڑھ کر اس کے گلے میں موجود ہار ایسے کھینچا تھا کہ وہ اس کی دودھیا گردن زخمی کرتا اس کے ہاتھ میں آ گیا تھا جو اس نے اٹھا کر دور پھینک دیا تھا۔

"یہ سب مت کر معصومہ تجھے ادا سانول زندہ نہیں چھوڑیں گے۔" زینت کو خوف سا آنے لگا تھا۔

"تیرے ادا سانول نے مجھے زندہ رہنے جوگا چھوڑا ہی کب ہے، یہ حسین ہے تو میں کون سی بدصورت ہوں، اس کے پاس ایسا کیا ہے ادی کہ سانول نے مجھ پر اسے فوقیت دی۔" وہ گردن پر ہاتھ رکھے ان دونوں کو آپس میں الجھتے دیکھ رہی تھی، اس نے ابھی تک ایک لفظ نہیں کہا تھا کیونکہ اس کی انہوں نے سنی ہی کب تھی۔

"تو یہ سب کرے گی اور ادا سانول کو ذرا

Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com

بھی شک ہو گیا تو تیری خیر نہیں، بے شک آج یہ ادا سانول کی سیج سجائے گی مگر آنے والے وقت میں تو نے ان کا بن ہی جانا ہے۔" وہ اسے جنونی کیفیت سے نکالنا چاہ رہی تھی مگر اس پر اثر ہی نہیں ہوا تھا۔

"نہیں بننا ہے مجھے سانول کی دوسری بیوی، اسے بھی تو وہ اپنی دوسری بیوی بنا سکتا تھا، مگر نہیں اس نے اسی ناگن کو مجھ پر فوقیت دی اسے مجھ سے اعلیٰ مقام دے دیا، مجھ سے شادی کے بعد سانول ایک تو کیا ہزار شادیاں کرتا، میں نے اسے کون سا روک لینا تھا ادی، مگر اس نے مجھے تو دودھ میں سے مکھی کی طرح نکال پھینکا، دیکھ ادی آج تو اپنی آنکھوں سے دیکھ اس ناگن کو، جس نے مجھ سے میرا سانول میرا سہاگ چھین لیا، بچھڑ گیا مجھ سے میرا سانول، صرف اس کی وجہ سے اور میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گی۔" وہ زینت کا ہاتھ جھٹکتی ہوئی اس پر جھپٹی تھی۔

"یہ سب کیا ہو رہا ہے یہاں۔" سانول شاہ کی گرجدار آواز کمرے میں گونجی تھی، زینت بی تو خوف کے مارے حالت خراب ہونے لگی تھی، جبکہ وہ تو اس سے جیسے بے نیاز ہی ہو گئی تھی، ایک جھٹکے سے سانول شاہ نے معصومہ کو کھینچا تھا اور وہ گلے پر ہاتھ رکھے کھانسنے لگی تھی ایک زوردار تھپڑ اس نے معصومہ کے گلابی گال پر جڑا تھا، وہ تو پہلے ہی بپھری ہوئی تھی رہی سہی کسر بھی پوری ہو گئی تھی۔

"تو نے مجھ پر اس کی وجہ سے ہاتھ اٹھایا سانول، تجھے میں کبھی معاف نہیں کروں گی، تو بھی میری طرح خوشیوں کو ترسے گا۔" وہ کسی انجام کی پرواہ کیے بغیر بڑی بے خوفی سے اس کا نام لے رہی تھی اور وہ اس کو مارنے کو لپکا تھا کہ زینت راہ میں آ گئی تھی اور زبردستی اسے باہر لے جانے لگی تھی کہ وہ بددعاؤں پر آ گئی تھی، وہ آگے بڑھا تھا اس کا بازو سختی سے دبوچا تھا اور اسے تقریباً گھسیٹتا ہوا باہر بڑھا تھا۔

"بابا سائیں! سنبھالیں اپنی بھانجی کو آج کے بعد میرے کمرے کے آس پاس دکھائی دینے کی غلطی کی، یا میری بیوی کو ایک لفظ یا اس پر ہاتھ اٹھانے کی کوشش کی تو میں اسے جان سے مار دوں گا۔" سانول شاہ کا غصہ دیکھنے لائق تھا اس نے معصومہ شاہ کو اپنے باپ کے قدموں میں ڈال دیا تھا۔

"اور یہاں موجود سب لوگ کان کھول کر سن لیں کسی نے بھی میری بیوی کے ساتھ غلط رویہ اپنانے کی کوشش بھی تو میں اس حویلی کو چھوڑ دوں گا، اپنی بیوی کو لے کر یہاں سے چلا جاؤں گا، اسے اس لئے نہیں لایا کہ جس کا جو دل چاہے کہے، اپنی اپنی بھڑاس نکالے، وہ سانول شاہ کی بیوی ہے اور سانول شاہ نے کبھی اپنی بے جان چیزوں کو دوسروں کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑا تو پھر وہ جیتا جاگتا وجود ہے، میری بیوی ہے، بیوی اور اس کے حق کے لئے اس کے اختیارات کے لئے میں کسی بھی حد تک چلا جاؤں گا سب یاد رکھیے گا۔" وہ انگلی اٹھا کر طیش کے عالم میں ان سب کو وارننگ دیتا آندھی طوفان کی طرح راستے میں آئی ہر ایک چیز کو ٹھوکر لگاتا اپنے کمرے کی طرف بڑھا گیا تھا اور ساری حویلی کی عورتوں کو تو جیسے سانپ سونگھ گیا تھا۔

"تم لوگوں نے سن لی نہ سانول کی باتیں، کان کھول کر سن لو تم سب، تم لوگوں کے رویے سے تنگ آ کر سانول یہ حویلی چھوڑ گیا تو تم سب کو میں اس حویلی میں زندہ دفن کر دوں گا۔" شاہنواز شاہ دبنگ لہجے میں کہتے معصومہ اور اس کی ماں یعنی اپنی بیوہ بہن پر ایک تیز نگاہ ڈالتے ہوئے وہاں سے لمبے لمبے ڈگ بھرتے نکل گئے تھے، سانول شاہ غصہ میں کمرے میں آیا تھا اور اسے نیچے آڑا ترچھا بے ہوش پڑا دیکھ کر وہ لپک کر اس تک پہنچا تھا، اسے اٹھا کر بستر پر ڈالا تھا، گال تھپتھپایا تھا، پانی کے چھینٹے مارے تھے مگر سب بے سود اور اس نے کمرے سے نکل کر ملازموں کو آواز دی تھی، لاجو، گل، افشاں سب اس کی ایک پکار پر چلی آئی تھیں۔

"لاجو رحیم کو فوراً لیڈی ڈاکٹر کو بلانے کے لئے بھیجو، فوراً کا مطلب فوراً۔" وہ جلدی سے پلٹ گئی تھی۔

"پتر کیا ہوا ہے سب خیریت۔"

"اماں سائیں آپ آرام سے جا کر سو جائیے آپ کے ہوتے ہوئے میری بیوی کو اس حال تک پہنچا دیا گیا، جب آپ کو پرواہ ہی نہیں ہے تو مجھے آپ کی اب مدد کی ضرورت ہرگز نہیں ہے، میں اپنی بیوی کا خود سے خیال رکھ سکتا ہوں۔" وہ نہایت طنز سے کہتا گل افشاں کو کمرے میں آنے کا کہتا واپس پلٹ گیا تھا اور جتنی دیر میں ڈاکٹر صاحبہ آئی تھی، گل افشاں اس کے سارے طلائی زیورات اتار چکی تھی۔

"سائیں آپ پریشان نہ ہوں خوف اور ٹینشن کی وجہ سے بی بی سائیں بے ہوش ہو گئی تھیں، میں نے سکون کا انجکشن لگا دیا ہے، یہ کچھ دیر تک ہوش میں آ جائیں گی۔" سانول شاہ نے لاجو کو اشارہ کیا تھا کہ وہ ڈاکٹر صاحبہ کو چھوڑ آئے۔

"میں مردان خانے میں جا رہا ہوں تم یہی ٹھہرو، بی بی سائیں کا خیال رکھنے کے لئے، کسی قسم کی پریشانی ہو تو مجھے بلوا لینا۔" وہ ایک نظر اس کے سوئے وجود پر ڈالتا اپنے کمرے سے نکل گیا تھا، گل کی آنکھیں نیند سے بند ہو رہی تھیں لیکن وہ اس کے ڈر سے جاگتی رہی تھی یہ سوچ کر کہ وہ جاگ گئی اور اسے کسی چیز کی ضرورت ہوئی تو سانول شاہ نے اسے بخشا نہیں تھا۔

☆☆☆

"کیسی طبیعت ہے تمہاری۔" وہ جب کی سوئی ایک گھنٹہ قبل ہی اٹھی تھی، ماتھے اور گردن پر بینڈیج ہوئی تھی اور اسی لئے وہ صرف منہ دھو کر کپڑے تبدیل کر کے آ گئی تھی، فجر کی قضا نماز ادا کی تھی اور جائے نماز تہہ کر رہی تھی جب وہ ہلکی سی دستک دیتا کمرے میں آیا تھا اس نے گل افشاں کو جانے کی اجازت دیتے ہوئے ناشتہ کمرے میں ہی لانے کو کہا تھا اور اسے دیکھنے لگا تھا، نماز کے لئے باندھے آتشی دوپٹہ کے ہالے میں اس کا گلابی چہرہ متورم لگ رہا تھا، اس نے دانتوں تلے لبوں کچلتے ہوئے محض اثبات میں گردن ہلائی تھی اور ایسا کرتے ہوئے درد کی لہر اٹھی تھی جسے وہ برداشت کر ہی گئی تھی جائے نماز رکھ کر پلٹی تھی کہ اسے حصار میں قید ہو گئی تھی۔

"کل جو کچھ بھی ہوا اس سب کے لئے معذرت، لیکن آئندہ وہ سب نہیں دہرایا جائے گا۔" وہ اس کی کمر میں بازو حمائل کیے بڑی اپنائیت سے بولا تھا اور وہ نگاہ تک اٹھا نہیں پا رہی تھی، وہ اس کی اتنی قربت میں حیا سے سمٹے جا رہی تھی۔

"اب تو تم مجھ سے بات کرو گی نہ۔" شرارت سے پوچھتے ہوئے وہ دوپٹہ کھولنے لگا تھا۔

"قسم سے عائشہ! تم نے پہلی ہی نظر میں مجھے اپنا دیوانہ بنا دیا تھا۔" اس نے دوپٹہ صوفے پر اچھال دیا تھا، وہ دور ہونے لگی تھی اور اس نے اسے آہستگی سے بیڈ پر دھکیل دیا تھا۔

"تمہاری آنکھوں میں خوف بہت بھلا لگتا ہے۔" اس نے عائشہ کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا تھا۔

"یار کچھ تو کہو تمہاری سریلی آواز سننے کو میری سماعتیں بے چین ہیں۔" وہ کچھ بولنے کی

Scan & PDF EJAZ AHMED Friends Korner.com

پوزیشن میں ہی نہیں تھی، جو روپ اس نے رات کو اس کا دیکھا تھا اسے، اس سے بہت زیادہ خوف محسوس ہو رہا تھا، کیونکہ اس طرح تیز سخت لہجوں میں اس کی حویلی میں بات نہیں کی جاتی تھی، اس نے بیڈ سے لٹکتے پیر اوپر کیے تھے اور دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں بستر پہ جماتے ہوئے پیچھے کھسکتی جا رہی تھی، سانول شاہ کی نگاہ اس کے پاؤں میں موجود پازیب پر پڑی تھی اور اس کے کانوں میں کافی دن پہلے عائشہ کی کہی بات گونجی تھی۔

"تم نے ایک پائل کیوں پہنی ہوئی ہے؟" اس نے یہ بات دو دفعہ پوچھی تھی۔

"دوسری کھو گئی ہے۔" وہ مرے مرے لہجے میں بولی تھی۔

"کہاں؟"

"ہمیں نہیں پتہ۔" اسے معلوم ہوتا تو تلاش نہ لیتی۔

"یہ تمہارے لئے اتنی خاص کیوں ہے کہ تم نے اسے اتارنا گوارا نہیں کیا؟" کچھ دیر پہلے والی شوخی و برجستگی غائب تھی۔

"جواب دو، کس نے دی تھی تمہیں۔" اب کے قدرے سختی سے پوچھا تھا۔

"ریان! ہمارے بھتیجے ریان نے۔" وہ یکدم ڈھیلا پڑ گیا تھا، جبکہ خوف سے اس کی حالت غیر ہونے لگی تھی اور اس نے بیڈ کی سائیڈ ٹیبل سے اس کی پازیب نکالی تھی، پاؤں میں پہنانے لگا تھا کہ وہ پاؤں کھینچ گئی تھی۔

"نہیں ہمیں نہیں چاہیے۔"

"یار تمہاری ہی پائل ہے، تم بھاگ گئی تھیں تو مجھے وہاں سے پڑی ملی تھی، وہی لوٹا رہا ہوں، منہ دکھائی نہیں دے رہا، وہ بھی دوں گا لیکن۔"

"ہمیں یہ اب نہیں چاہیے۔"

"لیکن کیوں۔" وہ حیران تھا۔

"آپ کیوں ہمارے پیچھے پڑ گئے ہیں، نہیں چاہیے ہمیں اسے پھینک دیں۔" اس نے ہاتھ بڑھا کر اس کے ہاتھ سے پائل لے کر دور پھینک دی تھی اور وہ اس کی حرکت کا مطلب بالکل نہیں سمجھا تھا۔

"کیوں نہیں چاہیے تمہیں تو خوش ہونا چاہیے کہ تمہاری من پسند پازیب تم کو مل گئی ہے۔"

"یہ کھو گئی تھی سب کو پتہ ہے اب ہمارے پاؤں میں اسے کوئی دیکھے گا تو ہزار سوال ہوں گے اور ہم سب کو کیا کہیں گے؟"

"کہہ دینا کہ مجھے ملی تھی اور میں نے اب لوٹا دی ہے۔"

"آپ سمجھ کیوں نہیں رہے، آپ کی وجہ سے ہم پہلے ہی اذیت اٹھا چکے ہیں، لمحہ بھر کے لئے ہی سہی اداسائیں نے ہم پر شک کیا تھا اور آپ اسے تقویت دینا چاہتے ہیں، ہم جب یہ کہیں گے کہ ہماری پازیب آپ نے لوٹائی ہے تو سوال نہیں اٹھے گا کہ یہ آپ کے پاس پہنچی کیسے؟ آپ کیوں ہماری زندگی بھر کی نیک نامی ہمارے کردار کو سوال بنا دینا چاہتے ہیں؟ ہمیں یہ پازیب بہت زیادہ عزیز رہی ہے، مگر اپنی عزت سے پیاری پھر بھی نہیں ہے۔" وہ اب رو رہی تھی اور وہ ششدر سا اسے دیکھ رہا تھا وہ جو لمحوں میں سوچ گئی تھی اور کہہ گئی تھی اس حد تک تو اس نے سوچا بھی نہیں تھا نہ سوچ سکتا تھا، اس لئے بات ہی بدل ڈالی تھی۔

"میں نے وہ سب نہیں چاہا تھا، میں تو صرف اپنی محبت کا تم سے اظہار کرنا چاہتا تھا۔"

"محبت وحبت کچھ نہیں ہوتی کسی لڑکی کو راہ میں روک کر تنگ کرنا آپ کے نزدیک محبت ہے تو ہمیں ایسی محبت کی کبھی خواہش نہیں تھی، اگر ہمارے بابا سائیں لبرل سوچ کے حامل نہ ہوتے

انہیں ہم پر بھروسہ نہ ہوتا، تو آپ نے تو ہمیں ان کی نظروں سے گرا دینے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی، ہم تو آپ سے شادی بھی نہیں کرنا چاہتے تھے، مگر بابا سائیں سے چاہ کر بھی نہیں کہہ سکے، ہمیں شرمندگی ہو رہی ہے کہ جس شخص کی وجہ سے ہمارا کردار مشکوک ہونے کو تھا ہم اسی کے بنا دیئے گئے، سب ہمارے بارے میں کیا سوچ رہے ہوں گے؟" وہ خدشات جو اس کے ذہن و دل میں سر اٹھا رہے تھے اس نے وہ اس کے سامنے کہہ دیئے تھے۔

"اور جب آپ کی منگیتر تھی تو آپ نے ہم سے کیوں شادی کی؟"

"دماغ خراب ہو گیا تھا اس لئے۔" وہ بگڑ کر بولا تھا۔

"آپ کو پتہ نہیں ہے آپ کی وجہ سے ہمارا کتنا نقصان ہو گیا ہے اور آپ ہم پر ہی غصہ ہو رہے ہیں، ہم سے کبھی کسی نے اس لہجے میں بات نہیں کی اور آپ، اور آپ کی منگیتر انہوں نے ہماری کتنی انسلٹ کی، ہمیں بددعا سے بہت ڈر لگتا ہے اور انہوں نے ہمیں بددعا....."

"او پلیز عائشہ چپ کر جاؤ، نہ جانے کیا کچھ کہے جا رہی ہو، میں تمہارا کوئی نقصان نہیں کیا اور تمہارا کردار مشکوک نہیں ہوا ہے، میں خود تمہارے بابا سے ملا تھا، ان کو ساری بات بتا دی تھی، جہاں تک منگ کی بات ہے معصومہ میرے لئے کل بھی غیر اہم تھی اور آج بھی ہے، میں نے تم سے شادی کرنا چاہی تھی اور کر بھی لی، معصومہ سے مجھے شادی کرنا ہوتی تو کر لیتا، اس لئے اس سے تمہیں خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"ہم ان سے خوفزدہ نہیں ہے، ہمیں ان کی بددعاؤں سے ڈر لگ رہا ہے۔"

"وہ کوئی پیر نی ملانی نہیں ہے کہ اس کی بددعا ہمیں لگ جائے گی۔" وہ اس کی فضول تکرار سے چڑنے لگا تھا۔

"آپ کو نہیں پتہ مظلوم کی بددعا عرش پر سنی جاتی ہے۔"

"وہ جو تمہارے ساتھ اتنا برا کر گئی وہ تمہیں مظلوم لگ رہی ہے۔"

"اور نہیں تو کیا، آپ ان کے منگیتر ہیں، وہ آپ کو چاہتی ہوں گی، کتنے خواب دیکھے ہوں گے انہوں نے آپ کے حوالے سے اور ہماری وجہ سے جو ادھورے رہ گئے، ہمیں اپنا آپ مجرم لگ رہا ہے۔" وہ اس کو دیکھنے لگا تھا، وہ کافی شرمندہ دکھائی دے رہی تھی۔

"سب کا خیال ہے نہیں ہے تو میرا ہی نہیں ہے کہ میں کیا چاہتا ہوں، رات وصل کی خواہش میں ہجر کی گھڑیاں کتنی مشکل سے کاٹی ہیں۔" وہ اسکی ساری الجھنیں سب خدشات جان کر مطمئن ہو گیا تھا اور اس کا ہاتھ لبوں تک لے جاتے ہوئے شرارتی لہجے میں بولا تھا۔

"آپ سمجھ نہیں رہے۔"

"سمجھا دو نا، محبت کی وصل کی کہانی، ملن کی قرب کی داستان۔" اس نے پلکیں اس کے بے باک نیلی آنکھوں کی تاب نہ لاتے ہوئے جھکا دی تھیں۔

"چلو یہ تمہارے بس میں بھلے نہ ہو اقرا کی منزل طے کرنا آج تمہارے اختیار میں نہیں ہے کیونکہ محبت فی الحال تم نے نہیں کی، یہ ساری داستان میں تمہیں سمجھا دیتا ہوں، تاکہ تمہارے دل میں میری محبت میرا قرب جاگزین ہو جائے اور آنے والے دنوں میں، تمہارا وہ حال ہو کہ رانجھا رانجھا کر دی نے میں آپے رانجھا ہوئی۔" شوخی اور والہانہ پن سے کہتے ہوئے اس کی فرار کی ساری راہیں مسدود کر دیں تھیں اور اس کو فرار ہونا بھی نہیں تھا اس شعر کے مصداق، جینا یہاں مرنا یہاں، اس کے سوا جانا کہاں؟

Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com

☆☆☆

"رہنے دو بی بی کہیں تمہارے میاں کو برا ہی نہ لگ جائے۔" یہ اس کی ساس تھیں، جنہوں نے کچن میں کام کرتی ملازمہ کو آواز دی تھی تاکہ اس سے چائے بنوا سکیں، عائشہ نے اپنی خدمات پیش کرنا چاہی تھیں تو وہ نہایت طنز سے بولی تھیں اور اس کے ساتھ اسی طرح کا سلوک کیا جاتا تھا، حویلی کی کوئی عورت اس سے سیدھے منہ بات نہیں کرتی تھی، وہ آگے بڑھ کر بات کرنے کی کوشش کرتی تو بھی کوئی اس سے بات نہیں کرتا تھا، کسی کا کام کرنے کو بڑھتی تو اسی طرح کے کڑوے جوابات سننے کو ملتے کہ وہ اپنا سامنہ لے کر رہ جاتی، جبکہ اسے خالی بیٹھنے کی عادت نہیں تھی ان کے ہاں چھوٹے چھوٹے کاموں کے لئے ملازموں کو پریشان نہیں کیا جاتا تھا جبکہ یہاں تو پانی کا ایک گلاس پینے کے لئے بھی ملازم کو بلایا جاتا تھا چاہے پانی سامنے ہی کیوں نہ رکھا ہو۔

"اماں سائیں! آپ ہم سے ایسے کیوں کہہ رہی ہیں، ہم آپ کے لئے ایک کپ چائے تو بنا ہی سکتے ہیں۔"

"رہنے دو بی بی میں تمہیں خوب سمجھتی ہوں اتنی معصوم ہو نہیں جتنا میرے سامنے بننے کی کوشش کر رہی ہو اور کیوں نہیں معصوم بنو گی، میاں جو مٹھی میں ہے، مگر اپنی چلتر بازیوں کو تم میاں تک ہی رہنے دو، میرا کام کرنے کو ہزار ملازم ہیں، تم سے اپنا کام کروا کے میں نے برا نہیں بننا کہ تم نے تو پیچھے ہٹ جانا ہے تمہارے میاں نے میری جان کھا لینی ہے۔" وہ نہایت کڑوے لہجے میں اونچا اونچا بول رہی تھیں اس کی آنکھیں نمکین پانیوں سے بھر گئی تھیں۔

"یہ اپنے مگرمچھ کے آنسو پونچھ لو، تماشا ویسے نہیں تو ایسے سہی۔" انہوں نے چوٹ کی تھی اور وہ اٹھی تھی اور تقریباً دوڑتے ہوئے اپنے کمرے کی طرف بڑھی تھی، راستے میں کسی چیز سے ٹھوکر لگی تھی گر جاتی کہ ادھر سے گزرتے محسن شاہ نے شانوں سے تھام کر گرنے سے بچا لیا تھا، نہ چاہتے ہوئے بھی اس کی نگاہ اس کے بے داغ ملیح چہرے سے ہوتی اس کے متناسب سراپے میں الجھ گئی تھی جبکہ وہ بری طرح کنفیوژ ہوتی اس کے ہاتھ جھٹکتی وہاں سے نکلی تھی اور اس کی نگاہ کمر پر جھولتی سیاہ ناگن سی چوٹی کے خم اور بلوں میں ہی الجھ الجھ گئی تھی۔

"کچھ تو بات ہے سانول ایسے ہی دیوانہ ہوا نہیں پھر رہا تھا۔" اس نے سر میں ہاتھ پھیرتے ہوئے سوچا تھا، اپنے کمرے کے دروازے پر کھڑی معصومہ نے اس کے پرسوچ چہرے اور آنکھوں کو دیکھا تھا، اس کی آنکھوں میں موجود عجیب سی چمک اس نے صاف دیکھی تھی، وہ اس کی رنگین طبیعت سے بہت اچھے سے واقف تھی، آج کل وہ جتنا منفی رہی تھی اس لحاظ سے ایک شیطانی سوچ بہت تیزی سے اس کے دماغ میں آئی تھی اور اس نے خوبصورت ہونٹوں پر بڑی شاطرانہ مسکراہٹ سمیٹ آئی تھی۔

"اوف، کیسی نظریں تھیں ان کی۔" وہ ساس کی باتیں بھول محسن شاہ کو سوچ رہی تھی۔

"بہت گندی۔" اس کے اندر سے کوئی بولا تھا اور ایک ناگواری سی اس کے وجود میں دوڑنے لگی تھی۔

"اکیلے بیٹھے بیٹھے کیا سوچا جا رہا ہے؟" سانول شاہ کی آمد کا اسے بالکل پتہ نہیں چل سکا تھا اور وہ اس کے سامنے بیٹھ اس کا شانہ ہلا کر بولا تھا اور وہ گڑبڑا گئی تھی۔

"نہیں..... کچھ..... نہیں۔"

"ادھر دیکھو عائشہ، تم روتی رہی ہو۔" اس نے عائشہ کا چہرہ اپنی طرف گھماتے ہوئے اس کی گلابی گلابی آنکھوں میں دیکھا تھا۔

"نہیں تو۔" اس کی آنکھوں میں نمی چمکنے لگی تھی۔

"صاف بتاؤ عائشہ کسی نے کچھ کہا ہے؟"

"کہا نہ کوئی بات نہیں ہے، نہ ہم سے کسی نے کچھ بھی کہا ہے ہمیں بابا سائیں یاد آ رہے ہیں۔"

"چلو اٹھو میں تمہیں ابھی لے چلتا ہوں۔"

"ابھی، ابھی تو بہت رات۔"

"کہا نہ اٹھو ہم تمہارے بابا سائیں سے ملنے جا رہے ہیں۔" اس کے تشویش کی جگہ برہمی لہجے میں در آئی تھی۔

"ہم صبح چلیں گے شاہ، ابھی جائیں گے تو سب پریشان ہو جائیں گے۔"

"سب کی پریشانی کی فکر ہے، میری پریشانی کا خیال نہیں ہے تمہیں اداس دیکھ کر میری جان پر بن آتی ہے اور تم نے مجھ کو ٹالنے کے لئے جھوٹ کا سہارا لیا ہے نہ۔" وہ یکدم پینترا بدل گیا تھا اور اس کا موڈ ذرا سا بھی آف ہوتا تو ڈر سے اس کی حالت غیر ہونے لگی تھی۔

"نہیں ہم آپ سے جھوٹ۔"

"نہیں بتا نہ تو میری طرف سے بھاڑ میں جاؤ، پاگل کر کے رکھ دیا ہے جب دیکھو منہ پر بارہ بج رہے ہوتے ہیں اور آنکھیں سرخی مائل، کب تک تمہارے آنسو پونچھتا رہوں، مجھ سے یہ ڈھکوسلے نہیں ہوتے۔" وہ اٹھا تھا گھڑی اتار کر اچھال دی تھی، قمیض کے بٹن کھول کر قمیض اتاری تھی۔

"میں نہانے جا رہا ہوں، نائٹ ڈریس نکال کر دو، جب مجھے کچھ بتانا نہیں ہوتا تو میرے آنے سے پہلے رو دھو لیا کرو، مجھے ہنستی مسکراتی بیوی چاہیے نہ کہ روتی دھوتی، لے کر زندگی خراب کر دی ہے۔" اس کا غصہ بڑھتا جا رہا تھا قمیض دور اچھال کر پھینک دی تھی اور اس کی جان ہوا ہونے لگی تھی، وہ تو اپنی جگہ سے اٹھ تک نہیں سکی تھی۔

"کچھ بکواس کی ہے میں نے، اٹھو یہاں وہیں چپک گئی ہو۔" وہ اس کی طرف گھومتے ہوئے دھاڑا تھا وہ بری طرح لرزنے لگی تھی، سانول شاہ ایک تیز نظر اس پر ڈالتا خود الماری میں سے نائٹ ڈریس نکالتا واش روم میں چلا گیا تھا۔

دروازہ اتنی زور سے بند کیا تھا کہ در و دیوار لرز اٹھے تھے اور وہ منہ ہاتھوں میں چھپائے بلک اٹھی تھی اور اسے یوں زور و شور سے روتا دیکھ اس کا غصہ آسمان کو چھونے لگا تھا، ٹاول پھینکا تھا۔

"تم آخر چاہتی کیا ہو؟ میں مر نہیں گیا ابھی جو یوں رو رو کر ماتم کر رہی ہو۔" وہ اس کے سر پر کھڑا دھاڑا تھا، اس نے چہرے سے ہاتھ ہٹا کر بہت تڑپ کر اسے دیکھا تھا اور وہ گرنے کے سے انداز میں بستر پر بیٹھا تھا، اس کا غصہ اس کے متورم چہرے اور موٹی موٹی آنکھوں سے بہتے آنسوؤں پر اڑن چھو ہوا تھا، اس نے عائشہ کے شانے پر دھیمے سے ہاتھ رکھا تھا اور وہ اس کے سینے سے آ لگی تھی اور دھواں دھار روتی چلی گئی تھی۔

"بس یار چپ کر جاؤ، ورنہ میری سانسیں رک جائیں گی۔" اسے بمشکل پانی کا گلاس تھمایا تھا اور جب وہ کچھ نارمل ہوئی تھی تو اسے زبردستی واش روم میں بھیجا تھا۔

"ہاں اب بتاؤ کیا بات ہے؟" وہ اس کا بغور جائزہ لے رہا تھا اور اس نے دھیمے دھیمے کہنا شروع کیا تھا۔

"شاہ ہمیں یہاں بہت غیریت کا احساس ہوتا ہے کوئی ہم سے بات تک نہیں کرتا۔" وہ دھیرے دھیرے اسے سب کے برے رویے بتاتی چلی گئی تھی اور وہ تو سن کر ہی بھڑک اٹھا تھا۔

Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com

"میں ابھی جا کر بات کرتا ہوں۔"

"ہم نے آپ کو اب تک صرف اس لئے ہی نہیں بتایا تھا کہ آپ غصہ کریں گے اور لڑنے پہنچ جائیں گے۔"

"ہاں تو خاموشی سے بیٹھ جاؤں تم بیوی ہو میری تمہاری بے عزتی میں برداشت نہیں کر سکتا۔" وہ تو پہلے سے ہی اکھڑ ہو چکا تھا۔

"آپ بات نہیں سمجھتے اور پلیز غصہ تو مت کریں۔" اس نے گھورنے پر وہ لب کچلنے لگی تھی۔

"تم نے یہ سب مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا۔" وہ دھیما پڑ گیا تھا۔

"آپ کے غصہ کی وجہ سے۔"

"اب اتنا بھی غصیلا نہیں ہوں۔"

"آپ ہیں، ہماری جان نکلنے لگتی ہے، ہم ہماری حویلی میں ایسا ماحول نہیں تھا، بھابھی سے سب بہت پیار و عزت سے پیش آتے ہیں اور یہاں ہم سے کوئی بات تک کرنا پسند نہیں کرتا، ہماری حویلی میں ملازموں سے بھی دھیمے لہجے میں بات کی جاتی ہے اور آپ غصہ میں ہم سے۔" حلق میں آنسوؤں کا گولہ سا اٹکا تھا اور بات پوری نہیں کر سکی تھی۔

"پلیز عائشہ رونا شروع مت کرنا۔" اس نے اسے رونے سے روکنا چاہا تھا۔

"تم روتی ہو تو چپ ہونے کا نام نہیں لیتیں اور مجھے غصہ آنے لگتا ہے، یار تم مجھے بھی تو سمجھنے کی کوشش کرو، شادی کو تین ماہ بھی نہیں ہوئے، تم ہنس کر پیار سے میرا ابھی استقبال نہیں کرتیں، میرا بھی دل کرتا ہے کہ تم مجھے خوش ملو، اپنے انداز اور طریقوں سے مجھ پر ثابت کرو کہ میں تمہارے لئے اہم ہوں، تم بیوی ہو میری مگر مجھے ایسا کبھی نہیں لگتا، میں تو لگتا ہے صرف تمہاری آنسو صاف کرنے کو ہی رہ گیا ہوں۔"

"آئی ایم سوری بٹ ہم بھی کیا کریں سب کے رویے ہمیں ہرٹ کرتے ہیں اور ہم نہ چاہتے ہوئے بھی آپ کو ہرٹ کر جاتے ہیں، ورنہ یہاں ایک آپ ہی تو ہیں جس کو ہماری پرواہ ہے جو ہم سے پیار کرتا ہے ہمارا خیال کرتا ہے اور ہم یہ سب بہت پہلے کہہ دیتے آپ کے غصہ نے لیکن ہمیں خائف کر دیا تھا، ہمیں یہاں اچھا نہیں لگتا، آپ ہی بتایئے نہ کہ ہم کیا کریں؟ اماں سائیں ہیں تو وہ ہم سے خفا ہیں، آپ کی بہنیں، کزنز سب ہم سے ناراض ہیں، آپ کی پھپھو تو ہمیں ایسی نظروں سے دیکھتی ہیں کہ ہمارا مر جانے کو دل کرتا ہے، سب کو ہم بہت زہر لگتے ہیں اور......"

وہ یکدم زبان دانتوں تلے دبا گئی تھی وہ اسے بولنے کا پورا موقع دیتا اسے بغور سن رہا تھا اس کے یکدم چپ ہو جانے کو فوراً ہی فیل کیا تھا۔

"اور کیا عائشہ بات مکمل کرو۔"

"ہم ایسی لڑکی نہیں ہیں شاہ۔" وہ بڑی ہی الجھن میں تھی، دونوں ہاتھوں کی انگلیں آپ میں پھنسائے۔

"وہ...... وہ...... سب کہتی ہیں کہ ہم نے...... ہم نے آپ کو اپنی اداؤں کے جال میں پھنسایا ہے، آپ کو اپنی مٹھی میں کر رکھا ہے ہم......" وہ پھنی پھنی آواز میں بول رہی تھی اور اس نے زبردست قہقہہ لگایا تھا وہ نا سمجھی سے اسے دیکھنے لگی تھی۔

"او گاڈ تم اور مجھے اپنی اداؤں کے جال میں پھنساؤ گی، کبھی تمہاری ایک ادا میں نے نہیں دیکھی ان سب نے کہاں سے دیکھ لی، تم میں ادائیں ہوتیں تو بات ہی کیا تھی، میرے سارے شکوے ہی نہ مٹ جاتے۔" وہ ہنستے ہنستے کہہ رہا تھا۔

"یہاں ہماری جان پر بنی ہے اور آپ کو مذاق سوجھ رہا ہے۔"

"یار کہاں چھپا کر رکھی ہیں تم نے اپنی ادائیں اور ان اداؤں سے مجھے کب لبھانے کا ارادہ ہے۔" وہ شوخی سے مخمور لہجے میں کہتا اس پر جھکا تھا اور وہ کان کی لوؤں تک سرخ پڑتی فاصلے پر ہو گئی تھی۔

"آپ کبھی ہماری بات نہیں سمجھتے۔" اس نے ہمیشہ کا شکوہ دہرایا تھا۔

"میں تمہارے سارے شکوے دور کر دوں گا اور میں سب سے بات کروں گا، ہاں بابا، غصہ نہیں کروں گا، تم بھی وعدہ کرو اب بالکل نہیں روؤ گی؟" اس کے دیکھنے پر اسے یقین دلایا تھا اور ساتھ مانگا بھی تھا۔

"یہ وعدہ تو ہم نہیں کر سکتے رونا ہمارے بس میں نہیں ہے، آنسو تو خود بہ خود ہی نکل آتے ہیں۔" شرمندگی سے کہا تھا۔

"اور میں تمہاری جھیل سی آنکھوں اور کھارے پانی میں لگتا ہے کسی دن ڈوب ہی جاؤں گا۔" اس کے آنسو پوروں پر چنتے ہوئے وہ ادا سے بولا تھا اور وہ جھینپ کر دھیمے سے مسکرا دی تھی۔

☆☆☆

"آئی یو میڈ۔" محسن شاہ اس کی غیر متوقع بات پر بیٹھے سے کھڑا ہو گیا تھا اسے امید ہی نہیں تھی کہ وہ ایسی کوئی بات بھی کر سکتی ہے۔

"ہاں پاگل تو تھی سانول شاہ کی محبت میں اور وہی محبت اب نفرت کے قالب میں ڈھل گئی ہے، مجھے اپنی توہین، اپنے ٹھکرائے جانے کا انتقام ہر حال میں لینا ہے، تم نے میرا ساتھ دینا ہے یا نہیں؟" وہ سخت لہجے میں بے تاثر چہرے اور آنکھوں سے بولی تھی۔

"نہیں مجھے مرنا نہیں ہے، سانول نے مجھے جان سے مار دینا ہے۔" وہ صاف انکار کر گیا تھا۔

"سوچ لو، اس میں تمہارا ابھی کہیں نہ کہیں فائدہ ہی ہے۔" اس نے باور کراتے لہجے میں کہا تھا۔

"مجھے لڑکیوں کی کمی نہیں ہے۔" وہ اس کا اشارہ سمجھ گیا تھا۔

"ٹھیک ہے مجھے لگتا ہے کہ تم مان جاؤ گے، لیکن خیر میں کسی اور سے......"

"ان واہیات خیالات و سازشوں کو ذہن سے نکال دو معصومہ، سانول کو بھنک بھی پڑ گئی تو وہ تمہیں جان سے مار دے گا۔" محسن شاہ نے اسے خبردار کرنا چاہا تھا۔

"معصومہ شاہ تو اسی دن مر گئی تھی محسن شاہ جب سانول شاہ نے اسے ٹھکرایا تھا، جس شب معصومہ شاہ سے اس کا سانول شاہ بچھڑا، اسی شب موت ہو گئی تھی، تمہارے سامنے انتقام اور نفرت سے ٹھاٹھیں مارتا فقط ایک وجود ہے، مجھے نہ جینے کی تمنا ہے نہ میں جی رہی ہوں، میری سانسیں صرف اس لئے چل رہی ہیں کہ میں سانول شاہ سے اس کی خوشیاں چھین سکوں اور تم میرا ساتھ نہیں دو گے تو مجھے بہت مل جائیں گے، تمہارا خیال تو اس لئے آیا کہ تم ایک بھنورا صفت مرد ہو، ڈالی ڈالی منڈلانا تمہاری مجبوری ہے اور میں بس تمہاری اسی خوبی سے فائدہ اٹھانا چاہ رہی تھی مگر بے فکر رہو ایسے مجبور مجھے بہت مل جائیں گے۔" اس کے انداز میں لاپرواہی اور نفرت کا اور وہ اسے دیکھنے پر مجبور ہو گیا تھا، وہ نہایت تیکھے نین نقش کی بہت حسین لڑکی تھی، نگاہ اٹھی تھی تو بس اٹھی رہ گئی تھی، وہ جانے کے لئے آگے بڑھی تھی اور وہ اس کی کلائی تھام گیا تھا، گداز گلابی بانہہ میں بجی کالی چوڑیاں لگتا تھا کہ بنی ہی اسی ہاتھ کے لئے تھی۔

"اگر میں تمہاری دشمنی نبھانے میں تمہارا ساتھ دوں گا تو مجھے کیا ملے گا؟" اس نے بڑی تیزی سے اپنی کلائی آزاد کروائی تھی، اس کے لمس

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

کی حدت اس کے چہرے سے چھلک رہی تھی اور وہ بڑی دلچسپی سے اسے دیکھ رہا تھا، اب تک صرف شہری اور انگریز ماڈرن لڑکیاں اس کی زندگی میں آئی تھیں اور اس کی بیوی کے بعد دوسری لڑکی تھی جس نے اسے چونکایا تھا، یہ اور بات تھی کہ اس نے یہاں کے تمام مردوں کی طرح بیوی کو خاص نظروں سے نہ دیکھا تھا ہاں اس کی شرم وحیا اس کی جھجک اس کو چونکا ضرور گئی تھی، وگرنہ اب تک تو اس کا واسطہ ایسی عورتوں سے پڑا تھا کہ وہ اگر ہاتھ پکڑتا تو وہ گلے سے آلگتی تھی۔

"جو تم کہو گے۔" لہجے میں ہلکی سی لڑکھڑاہٹ تھی۔

"سوچ لو، کہیں میں کہوں تو تم منع کر دو۔" وہ اوپر سے نیچے تک اس کا جائزہ لے رہا تھا اور وہ گھبراہٹ کا شکار ہونے لگی تھی، بچپن سے اب تک کتنی ہی دفعہ ان کا آمنا سامنا ہوا تھا تھوڑی بہت بے تکلفی بھی تھی، مگر ان میں اتنی شرم و غیرت باقی ضرور تھی کہ گھر کی عورتوں کو چاہے ان سے شرعی رشتہ ہو یا نہیں، عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے یہ اور بات تھی کہ زندگی میں پہلی دفعہ وہ یوں اکیلے میں اس سے بات کر رہی تھی اور پہلی ہی دفعہ میں شیطان نے اپنا کام کر دکھایا تھا۔

"نہیں تم کہہ کر تو دیکھو، میں سانول شاہ کی خوشیاں چھیننے اس کا غرور خاک میں ملانے کے لئے کسی بھی حد تک چلی جاؤں گی۔" وہ اس کی نظروں سے جز بز ہوتی کڑے لہجے میں بولی تھی۔

"اور اس کھیل میں تمہارا غرور خاک میں مل گیا تو؟"

"میں سمجھی نہیں۔" اس نے جھکی نظریں اٹھا کر اس کے چہرے کو دیکھا تھا اور وہ مسکرا دیا تھا۔

"میں تمہاری ہر ایک بات مان لینے کو تیار ہوں، جو تم کہو گی، جیسے کہو گی ویسے کرنے کو تیار ہوں، پکڑا گیا تو تمہارا نام بھی نہیں لوں گا، بس اس سب کے لئے تمہیں....." رک کر اس کے حسین سراپے پر نگاہ دوڑائی تھی اور دھیمی سی مکروہ مسکراہٹ کے ساتھ بات مکمل کر دی تھی، وہ یکدم چند قدم پیچھے ہوئی تھی، کچھ کہنے کی چاہ میں لب محض پھڑ پھڑا کر رہ گئے تھے۔

"سوچ لو، میری بس یہی ایک شرط ہے۔" وہ اس کی حالت سے محفوظ ہوا تھا، وہ جو اس کی شرط پر لمحہ بھر کو سانس لینا بھول گئی تھی، اس کے چہرے کے تاثرات یکدم پتھریلے ہو گئے تھے۔

"ٹھیک ہے مجھے منظور ہے۔" ساکت رہ جانے کی اب اس کی باری تھی اسے یقین نہ تھا کہ وہ مان جائے گی کجا کہ اتنی آسانی سے، اس نے خود کو سنبھالا تھا اور اس کا ہاتھ پکڑنا چاہا تھا کہ وہ بدک کے دور ہو گئی تھی۔

"مجھے تر نوالہ مت سمجھنا، محسن شاہ، میں کوئی گل افشاں نہیں ہوں، میں نے شرط منظور کی ہے تو جب تم میرے منصوبہ کو عملی جامہ پہنا دو گے تب تمہاری شرط مانی جائے گی۔" وہ اسے کڑے تیوروں سے گھورتی حقارت سے بول رہی تھی۔

"جس دن وہ عائشہ سانول کی زندگی میں بے کار شے کی حیثیت اختیار کر گئی، نفرت کرنے لگے گا وہ اس کے اگلے لمحے کے بعد سے جب تم چاہو اپنی خواہش لئے مجھ تک چلے آنا، اس سے قبل اپنی اوقات میں رہنا۔" وہ نہایت نفرت سے بولتی چلی گئی تھی۔

"تمہیں تو تمہاری اوقات میں بتا دوں گا بڑا ناز ہے تمہیں اپنے حسن و خوبصورتی پر مٹی میں نہ رول دیا تو میرا بھی نام محسن شاہ نہیں۔" اس نے غصہ سے کھولتے ہوئے سر پر سوچ انداز میں ہاتھ پھیرا تھا اور بڑی ہی مکروہ مسکراہٹ مسکرا دیا تھا۔

☆☆☆

"کیا سوچ رہے ہیں؟"

"نہیں کچھ نہیں، آپ کی پیکنگ ہو گئی؟"

"ہاں تقریباً اور ویسے بھی زیادہ تر شاپنگ ہی کرنی ہے بچوں کے لئے نئے کپڑے خریدنا ہیں اور اپنے بھی اور ساتھ کی میچنگ کی کچھ چیزیں خرید لیں گے۔"

"ٹھیک ہے جو خریدنا ہو خرید لیجئے گا، جواد کے ساتھ چلی جایئے گا، پاد سے پیسے رکھ لیں، ورنہ آپ کو پرابلم ہو گی۔" لاکر کی چابی دیتے ہوئے کہا تھا۔

"ہمیں سمجھ نہیں آ رہا کہ جواد کو گفٹ کیا دیں؟"

"نقد دے دیجئے گا۔"

"نہیں تحفہ کی بات ہی اور ہوتی ہے ہم سوچ رہے تھے کہ زوئلہ کے لئے سیٹ۔"

"ہاں بھئی جو دینا چاہیں دیں اور ہمیں کم از کم خالص ان زنانہ باتوں سے دور رکھیں۔"

"ماہن! آپ شادی میں شرکت تو کریں گے نا؟"

"ہاں بھئی، یہ خیال کیوں آیا آپ کو۔"

"آپ کی غیر دلچسپی کی وجہ سے ہمیں لگتا ہے کہ شاید آپ جواد کو پسند نہیں کرتے۔" بیگ کی زپ بند کر کے وہ انہیں دیکھنے لگی تھی۔

"ایسی بات نہیں ہے۔"

"بات کچھ تو ضرور ہے ماہن۔"

"بات صرف اتنی ہے کہ جب جواد نے شادی کی ہوئی تھی تو اس نے گھر والوں کو بتایا کیوں نہیں اور آپ کی ماما نے بیٹے کی رضا جانے بغیر عائشہ کے رشتے کی بات کیوں کی؟ اگر ہم خود سے چھان بین کرنے کا فیصلہ نہ کرتے اور پہلے ہی بابا سائیں سے ذکر کر دیتے تو سوچا ہے کیا ہوتا اور پچھلے دنوں جو ہم آپ سے روڈلی ہی ہو گئے تھے اس کا سبب صرف جواد ہی تھے، کیونکہ ہم نے انکوائری کروائی تھی تو ہمیں ان کے نکاح کا پتہ چل گیا تھا، ذکر اس وقت نہیں کر سکتے تھے بس اس لئے فرسٹریشن بڑھتی جا رہی تھی اور جو آپ پر ہی نکل رہی تھی، ایک تو آپ سب سے نزدیک ہیں ہمارے دوسرا یہ کہ جواد کی بہن ہیں۔" اس نے بھی انہیں جواد کی بتائی ہر بات بتا دی تھی، پہلے ذکر کرنا چاہا تھا وہ سنے بغیر ٹال گئے تھے اور ان کی باتوں سے وہ پرسکون ہو گئے تھے۔

"اچھا آپ جا کر بچوں کو دیکھیں، پھر ہم نکلتے ہیں۔"

"ایک فرمائش کریں آپ سے؟"

"ایک کیوں جناب ہزار فرمائشیں کیجئے۔"

"وہ ہم چاہتے ہیں کہ ہم شاپنگ پر آپ کے ساتھ جائیں۔"

"اور کچھ۔" ایسے بولے تھے جیسے راضی ہوں۔

"آپ سچ میں ہمارے ساتھ چلیں گے؟" وہ خوش ہو گئی تھی، ماہن شاہ کو شاپنگ وغیرہ سے بالکل بھی دلچسپی نہیں تھی خاص کر عورتوں کے ساتھ جا کر ان کی خریداری کروانے میں، کیونکہ شہر ہے جتنی بھی شاپنگ ہوتی تھی وہ کرنا ان ہی کو پڑتی تھی مگر اتنے سالوں میں وہ ایک دفعہ بھی شمسہ کو ساتھ نہیں لے گئے تھے نہ ان کو اجازت تھی، مگر اس دفعہ ان کے بہت کہنے پر انہوں نے اجازت دی تھی اور اب وہ دوسری اجازت طلب کر بیٹھی تھیں۔

"جی جناب! ہمیں آپ کی خوشی اپنی قدامت پسندی سے کئی گناہ عزیز ہے۔" وہ بے پناہ خوش ہو گئی تھی۔

☆☆☆

"بھرجائی، ایک کپ چائے تو مزیدار سی اپنے ہاتھ کی پلا دیں۔" عائشہ دادی کے کمرے میں ان سے بات کر رہی تھی، محسن شاہ وہیں چلا آیا

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

تھا اور اپنائیت سے بولا تھا وہ اب ان سب میں گھلنے ملنے لگی تھی، اس کی نیت صاف اور خلوص سے بھری تھی جبکہ سب گھر والے بھی صرف سانول شاہ کی وجہ سے اس کا لحاظ کرنے لگی تھیں، کیونکہ اس وقت تو وہ خاموش ہو گیا تھا مگر بعد میں اس نے ہنگامہ تو نہیں کیا تھا مگر بات ضرور کی تھی اور اول شب کی دھمکی دہرا گئی تھی اور وہ سب سانول شاہ سے بھی واقف تھیں اور شاہنواز شاہ سے بھی اس لئے مجبور ہو گئی تھیں، محسن شاہ سے نہ جانے کیوں اسے چند دنوں سے گھبراہٹ سی ہونے لگی تھی اور وہ اس سے اتنا ہی فری ہونے کی کوشش کر رہا تھا، اس کا دل تو نہیں چاہ رہا تھا مگر مارے مروت کے اٹھ گئی تھی۔

''تم نے کاہے کو سانول کی دلہن سے کہا، حویلی میں ملازم کم تو نہیں ہیں۔'' دادی اس کے جاتے ہی پوتے پر بگڑی تھیں،

''دادی سائیں! تو بڑی معصوم ہے، جب سانول نے صاف کہا ہے کہ ہم لوگ اس کی بیوی کو اہمیت نہیں دیتے، اس کے ساتھ گھلتے ملتے نہیں ہیں، دادی سائیں! بھرجائی اتنی سیدھی نہیں ہیں جتنا بننے کی کوشش کرتی ہیں، تم لوگوں کو چاہے کہ اس سے اس کی طرح ملو، ہنس کر چاپلوسی سے اور اسی طرح اس سے کام نکلواؤ، منع کرے تو سانول سے شکایت نہ کرے تو بے دام کی غلام، کیونکہ آخر کو سانول کی شادی معصومہ سے ہوتی ہی ہے، وہی اصل اس حویلی کی بہو ہو گی۔'' محسن شاہ نے جو کہا تھا وہ ان کے دل و دماغ پر لگ گیا تھا، اس نہج پر جا کر تو انہوں نے سوچا ہی نہ تھا۔

''تو کہتا تو ٹھیک ہے۔'' اسے آتے دیکھ کر اس نے جواب نہیں دیا تھا اور ٹرے میں سے کپ اٹھانے کی بجائے اس نے پوری ٹرے تھامنی چاہی تھی اور ٹرے اس کے ہاتھ سے لیتے ہوئے اس نے، اس کے گلابی ہاتھوں کو ہلکے سے چھو لیا تھا، اس نے ہاتھ جلدی سے دور کر لئے تھے، وہ جو ٹرے تھام چکا تھا چھوڑ دی تھی، گرم چائے اس کے پاؤں پر گری تھی، وہ دیکھنے کو جھکا تھا اور وہ ایک نظر اس پر ڈالتی وہاں سے نکل گئی تھی، یہ سب کچھ نظیراں شاہ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا اور وہ کچھ سوچتے ہوئے مسکرا دی تھی اور اس کے بعد تو سلسلہ سا چل نکلا تھا وہ زیادہ تر اپنے کام اسی سے کرواتی تھیں اور چھوٹی موٹی تکلیف بھی اسے پہنچا دیتی تھیں، اس نے کسی بھی بات کا سانول سے ذکر تک نہیں کیا تھا اور وہ آج کل شہر گیا ہوا تھا، بزنس تو اس نے شروع کرنے کا ارادہ کینسل کر دیا تھا ویسے ہی تفریح اور دوست کی شادی میں جانا تھا وہ گھر کی عورتوں کے رویے سے پریشان نہیں تھی، جبکہ اتنے ملازموں کی موجودگی میں ہر کوئی اپنے چھوٹے سے کام کے لئے بھی اسے آواز دینے لگے تھے اور وہ خندہ پیشانی سے سب کے کام نپٹے جاتی، وہ تو محسن شاہ کو لے کر پریشان تھی، وہ اسے عجیب نظروں سے دیکھتا، کوئی ذومعنی جملہ کہہ دیتا تھا اور اس نے سوچ لیا تھا جیسے ہی سانول آئے گا وہ ضرور اس سے کہے گی مگر سانول بھی ایک ہفتہ کا کہہ کر مہینہ ہونے کو آیا تھا لوٹا نہیں تھا اسی لئے بھی اس کی پریشانی بڑھتی ہی جا رہی تھی۔

☆☆☆

''سلام، ماما کیسی ہیں۔''

''میں ٹھیک ہوں، آپ نے بہت دیر کر دی؟''

''جی بس کچھ کام تھے۔'' وہ جواد کی شادی میں شرکت کے لئے آئے تھے۔

''آپ سفر سے آئے ہیں تھک گئے ہوں گے، شمسہ کمرے میں ہیں، وہیں چلے جائیں، میں چائے وہیں بھجوا دوں گی۔'' وہ ان کی اجازت سے شمسہ کے روم کی طرف بڑھے تھے اور دستک دینے لگے تھے کہ کچھ سوچتے یونہی دروازہ کھول دیا تھا اور ان کی نگاہ ساکت رہ گئی تھی۔

''آ...... آپ...... کب آئے؟''

''ہمیں پتہ ہوتا کہ آپ اتنا شاندار ہمارا استقبال کریں گی تو ہم کب آ چکے ہوتے۔'' وہ اسے شانوں سے تھامے مخمور لہجے میں بولے تھے اور اس کی نگاہ اٹھنے سے انکاری ہو گئی تھی، وہ جو ساڑھی کا پہلو سیٹ کر رہی تھی یکدم ان کو سامنے دیکھ پلو ہاتھ سے چھوٹ گیا تھا اور وہ دلچسپی سے اسے دیکھتے اس پر جھکے تھے اور وہ ان کے ہاتھ ہٹاتی رخ موڑنے لگی تھی کہ انہوں نے کوشش ناکام بناتے ہوئے گرے ہوئے پلو کو اٹھا کر کاندھے پر رکھا تھا۔

''قیامت لگ رہی ہیں آپ۔''

''آپ تھک گئے ہوں گے۔''

''آپ کو دیکھ کر ساری تھکن اتر گئی ہے۔'' سیاہ جھلملاتی ساڑھی میں نک سک سے تیار وہ بہت زیادہ حسین لگ رہی تھی، اتنی دلکش انہیں وہ شادی کی شب کے بعد فرسٹ ٹائم لگی تھی کیونکہ وہ حویلی میں وہاں کے طور طریقوں کو فالو کرتی تھی، مقامی ڈریس زیادہ پہنتی تھی، میک اپ وغیرہ اسے زیادہ پسند نہیں تھا اور آج تو اس کی ادا ہی نرالی تھی۔

''آپ کو ہمارا سرپرائز برا تو نہیں لگا۔'' ساڑھی اسے بے حد پسند تھی ایک دفعہ ماہن سے ذکر بھی کیا تھا اس نے ٹال دیا تھا تو اس نے دوبارہ بھی نہیں کہا تھا اور یہ ساڑھی اس کی ماما جانی نے اسے زبردستی دلائی تھی اور اس نے یہ سوچ کر پہن لی تھی کہ ماہن منع کریں گے تو وہ چینج کر لے گی۔

''ہمیں یہ لباس پسند نہیں ہے۔''

''ہم چینج کر لیتے ہیں۔''

''نہیں، آپ اچھی لگ رہی ہیں۔'' اس کے ماتھے پر بوسہ دیا تھا۔

''آپ ناراض تو نہیں ہیں کہ ہم نے آپ کی اجازت کے بغیر......''

''نہیں کیونکہ ہمیں اپنی شمسہ پر بھروسہ ہے کہ وہ کچھ غلط کر نہیں سکتیں اور نہ ہی ایسا ویسا کچھ سکتی ہیں، بال کھول لیں اچھے لگتے ہیں ہمیں۔'' سنجیدگی سے کہتے ہوئے شوخی سے اس کی لٹ کھینچی تھی اور وہ مطمئن سی ہنس دی تھی، جواد کی آج برات تھی اور صرف شمسہ کی وجہ سے کہ وہ شرعی پردہ کرتی ہے، مرد اور عورتوں کا علیحدہ انتظام کیا گیا تھا، اس لئے اس نے اتنے آرام سے اتنی تیاری کر لی تھی۔

''آپ نے آج ہمارے ہوش اڑا دیئے ہیں، تقریب میں جانے کا بھی دل نہیں کر رہا ہے۔'' وہ وارفتگی سے اس کو دیکھ رہا تھا اور دروازہ پر دستک ہوئی تھی تو وہ بے اختیار ہنستی چلی گئی تھی اور وہ بھی ہنس دیئے تھے۔

''کسی دن دروازے ہی توڑ دیں گے، رومینس کا ماحول بنتا ہی ہے کہ بجنے لگتا ہے۔''

''جناب انتظار میں مزہ ہوتا ہے، ہم نے پندرہ دن آپ کا انتظار کیا ہے آپ کچھ گھنٹے تو ہمارا انتظار کر ہی سکتے ہیں۔'' وہ ان کی جھنجھلاہٹ سے حظ اٹھاتی دھیمے سے بولی تھی اور دروازہ کھول دیا تھا، ملازمہ چائے کے ساتھ لوازمات لے کر آئی تھی۔

☆☆☆

''واہ بھرجائی، مزا آ گیا، خوب ذائقہ ہے آپ کے ہاتھوں میں، آپ نے تو دل ہی خوش کر دیا۔''

''جی شکریہ۔''

''ارے کہاں جا رہی ہیں، ہمارے ساتھ کھائیں گی نہیں۔'' اس نے کمال جرأت کا

Scan & PDF EIAZ AHMED Friendskorner.com

مظاہرہ کرتے ہوئے اس کا ہاتھ تھام لیا تھا۔
"آپ۔" ہاتھ چھڑانے کی کوشش میں وہ کچھ کہہ نہیں سکتی تھی، کسی کمرے سے معصومہ نمودار ہوئی تھی اور اس نے اسے جانے دینے کا اشارہ کیا تھا۔
"بھرجائی! ہاتھ بڑے خوبصورت ہیں نرم و ملائم۔" وہ سخت جملہ کہنے لگی تھی کہ معصومہ کو دیکھ کر لب بھینچتی وہاں سے بھاگ گئی تھی۔
"کیوں روکا، آج زبردست موقع....."
"زبردست موقع تو اب آیا ہے، تم سانول کے کمرے میں جاؤ، میں یہی بتانے آئی تھی کہ سانول شہر سے آگیا ہے، وہ اب سیدھا اپنے کمرے میں جائے گا اور تم وہاں پہلے سے موجود ہو گے تو ہمارا منصوبہ پوری طرح سے کامیاب ہو جائے گا۔" وہ جلدی جلدی بول رہی تھی۔
"تمہیں اپنی شرط تو یاد ہے نہ۔"
"ہاں، یاد ہے ابھی وہ کرو جو کہا ہے۔" وہ اپنے رخسار سے اس کا ہاتھ جھٹکتی ناگواری سے پلٹ گئی تھی۔
"تم اور میرے جسم تک رسائی حاصل کرو گے، میرا دل میری جسم و جاں صرف سانول شاہ کے لئے ہے، بے وفائی اس نے کی ہے ہرجائی ہے تو سانول ہے، میں بے وفا نہیں ہوں، میں تمہیں ناپاک ارادوں میں کبھی کامیاب نہیں ہونے دوں گی، جان دے دوں گی۔" اس نے جاتے ہوئے محسن شاہ کی پشت کو گھورتے ہوئے نفرت سے سوچا تھا۔
"آ..... آپ..... آپ کی ہمت بھی کیسے ہوئی ہمارے کمرے میں آنے کی۔" ابھی ابھی ملازمہ گئی تھی اس لئے اس نے لاک نہیں لگایا تھا اور وہ بنا اجازت کے اس کے کمرے میں چلا آیا تھا، وہ واش روم سے نکلی تھی، ٹاول سے منہ خشک کر رہی تھی، ٹاول پھینک کر جیسے ہی دوپٹہ اٹھانے کو جھکی تھی وہ اسے اپنی گرفت میں لے چکا تھا اور وہ کچھ کہہ نہ سکے صرف اس لئے سختی سے اس کے منہ پر ہاتھ جما دیا تھا اس کی پشت دروازے کی طرف تھی اور وہ اس کی گرفت میں بری طرح مچل رہی تھی۔
"آئی لو یو ٹو عائشی، تم نے مجھے اپنے سحر میں اس طرح جکڑ لیا ہے کہ میں بے خوف ہو گیا ہوں، بالکل تمہاری طرح جیسے تمہیں سانول کا کوئی خوف نہیں ہے میں بھی....." اس نے دروازہ ادھ کھلا رکھا تھا قدموں کی چاپ جیسے ہی سنائی دی تھی وہ کہنا شروع ہو گیا تھا، کسی دھاڑ کی آواز پر اس نے اپنی گرفت کمزور کی تھی اور وہ دونوں سانول شاہ کو دیکھ رہے تھے جبکہ سانول کی نگاہ صرف عائشہ پر تھی اور وہ دوڑ کر اس کے سینے میں سما گئی تھی۔
"تھینک گاڈ، سانول کے آپ آگئے، ہمیں آپ کی بہت ضرورت تھی، یہ ہمارے ساتھ....." وہ بلک رہی تھی اور سانول نے اسے جھٹکے سے خود سے دور کیا تھا۔
"میری غیر موجودگی میں محسن یہاں کر رہا ہے؟" بازو سے جکڑے شک کی آنچ سنگ تیز لہجے میں استفسار کیا گیا تھا۔
"سانول!"
"تو چپ رہ تجھ سے بھی پوچھنا ہے مجھے۔" ایک نفرت بھری نگاہ محسن شاہ پر ڈالی تھی۔
"جواب دو عائشہ!"
"شاہ یہ اپنی مرضی سے کمرے میں آگئے تھے، ہم نے جانے کو کہا تو بدتمیزی کرنے لگے۔"
"جھوٹ تو نہ بولو عائشہ، پہلے کمرے میں بلاتی ہو اور پھر۔"
"یہ..... یہ ہم پر الزام لگا رہے ہیں شاہ۔" وہ لرزتے وجود کے ساتھ کپکپاتے لہجے میں بولی تھی۔

"الزام میں نہیں بھرجائی تم لگا رہی ہو۔"
"ہمارا یقین کریں شاہ، ہم ایسا سوچ بھی نہیں سکتے جب سے آپ گئے ہیں یہ ہمیں یونہی تنگ کرتے رہے ہیں، اسی لئے رات فون پر ہم نے آپ سے کہا تھا کہ لوٹ آیئے، ہمیں آپ کے بغیر اچھا نہیں لگ رہا، ہمیں بہت ڈر لگتا ہے۔" وہ روتے ہوئے کہہ رہی تھی اور وہ جو ڈبل مائنڈڈ ہو رہا تھا یکدم اس کی آواز کانوں میں گونجی تھی۔
"پلیز شاہ واپس آجایئے، آپ کے بغیر ہم بہت اکیلے ہو گئے ہیں، ہمیں ڈر لگتا ہے، ہمیں آپ سے بہت ضروری بات بھی کرنی ہے۔"
"ہاں تو کہو نہ میں سن رہا ہوں۔"
"ہمیں فون پر نہیں کہہ سکتے۔"
"بات کیا ہے کچھ پریشان لگ رہی ہو، کسی نے کچھ کہا تو نہیں ہے؟"
"ہاں، نہیں، بس آپ آجایئے، ہم آپ کو بہت مس کر رہے ہیں۔"
"اوکے، آپ فکر ہی نہ کریں، میں کل دن چار بجے آپ کے پاس ہوں گا۔" اور گھڑی اس وقت چار بج کر دس منٹ کا وقت بتا رہی تھی وہ محسن شاہ کو خونخوار نگاہوں سے گھور رہا تھا۔
"ہمارا یقین کریں شاہ، ہم نے ان کو نہیں بلایا تھا۔" وہ اس کی خاموشی سے گھبرا کر بولی تھی اور اس نے محسن کا گریبان جکڑ لیا تھا۔
"دیکھ سانول، کسی کا تو نے خون کرنا ہے تو اپنی بیوی کا کر تیری غیر موجودگی میں، یہ مجھے اکثر یہاں اکیلے بلاتی رہی ہے اور ابھی بھی میں یہاں صرف اس کے بلانے پر ہی آیا تھا۔" اس نے گریبان اس کی گرفت سے نکالتے ہوئے تیزی سے جھوٹ کہا تھا۔
"نہیں شاہ یہ جھوٹ بول رہے ہیں، ہم پر الزام لگا رہے ہیں اور ہم تو یہ جانتے تھے کہ آپ آج چار بجے واپس آئیں گے تو ایسے میں ہم انہیں خود سے کیسے بلا سکتے تھے۔" وہ محسن کے ماضی سے اس کے حال سے واقف تھا اس پر یقین تو کر ہی نہیں سکتا تھا اور عائشہ کی یہ بات تو اس پر بے یقینی و بے اعتباری کی مہر لگا گئی تھی، کیونکہ اس کے آنے کا صرف عائشہ کو پتہ تھا اور اس نے آنے سے پہلے بھی فون کر دیا تھا کہ وہ آ رہا ہے تو ایسے میں وہ اسے بلانے کا اس وقت تو سوچ بھی نہیں سکتی تھی وہ بیس سے پچیس منٹ مردان خانے ہی میں گزار کر بابا سائیں سے مل کر سیدھا کمرے میں ہی آیا تھا، وہ یکدم محسن شاہ پر پل پڑا تھا، لاتوں گھونسوں کی بارش کر دی تھی وہ بھی سانول کو برابر پیٹ مار رہا تھا، جیسے ہی سانول کی گرفت کمزور ہوئی تھی وہ باہر بھاگا تھا، سانول نے دراز سے ریوالور نکالا عائشہ اس کو روکنے کو بڑھی تھی اور وہ اسے دھکا دیتا غصہ میں وہاں سے نکلا تھا، محسن شاہ کو اس نے ہال کمرے میں ہی جا لیا تھا اور اس کا نشانہ بنایا تھا، محسن شاہ نے بھی صرف کچھ لمحوں میں ریوالور نکالی تھی وہ دونوں ایک دوسرے پر ریوالور تانے کھڑے تھے سانول نے ٹریگر پر جمی انگلی کو جنبش دی تھی، ٹھاہ کی آواز کے ساتھ سب وہاں جمع ہونے لگے تھے۔
"یہ کیا کر دیا تو نے سانول۔" سانول کی ماں بولی تھی، محسن شاہ نے زخمی ہو جانے کے باوجود اس کا نشانہ بنایا تھا، معصومہ نے دیکھ لیا تھا اور وہ یکدم سامنے آگئی تھی، چیخیں بڑھتی جا رہی تھیں، محسن شاہ نے ہمت نہیں ہاری تھی اس نے حیران کھڑے سانول کے سینے پر گولی ماری تھی، وہ زمین بوس ہوا تھا، عائشہ لپک کر اس تک آئی تھی چیخوں کراہوں کی آواز مردان خانے تک پہنچی تھی شاہنواز شاہ خون میں لت پت بیٹے کو دیکھ کر اس پر جھکے تھے، دلنواز شاہ اپنے بیٹے کو دیکھا تھا، اس کو مسکراتے دیکھ کر ان کی امید سی

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

بندھی تھی، مگر مسکراہٹ اور زندگی نے ساتھ ہی دم توڑ دیا تھا، عائشہ سانول کو بری طرح جھنجھوڑ رہی تھی مگر اس کی بھی سانسیں تھم چکی تھیں اور وہ ہوش وحواس چھوڑ گئی تھی۔

☆☆☆

تین سال پلک جھپکتے ساتھ ہی گزر گئے تھے، شاہوں کی حویلی ویران ہوگئی تھی، تین میتیں ایک ساتھ اٹھی تھیں، حویلی تو حویلی پورے گاؤں میں کہرام مچ گیا تھا، شاہنواز شاہ تو اکلوتے بیٹے کی لاش دیکھ کر ایسے خاموش ہوئے کہ تین ماہ میں ہی دنیا سے چل بسے، دلنواز شاہ کے سر پر ان کی دستار سجادی گئی، عائشہ کو سانول شاہ کی موت سے سکتہ ہو گیا تھا، جو حویلی کی عورتوں کے برے رویے نے پاگل ہو جانے کی حد تک پہنچا دیا، بس اپنے کمرے میں خاموش پڑی رہتی تھی، افگن شاہ نے ہر ممکن کوشش کی تھی اسے ساتھ لے جانے کی مگر وہ کامیاب نہ ہو سکے تھے، بیٹی کے غم میں رفیعہ چل بسی تھیں اور جس کی وجہ سے یہ قیامت ٹوٹی تھی، جس کی نفرت نے یہ بھیانک قیامت دکھائی تھی وہ منوں مٹی تلے جا ہوئی تھی اور اس کی ماں جو بیٹی کی حالت پر کڑھتی رہتی تھی موت پر تو پاگل ہی ہو گئی تھی، حویلی کے پچھلے حصے میں زنجیروں میں جکڑی قید تھیں، معصومہ شاہ کی نفرت اس کے انتقام نے سب کچھ ختم کر دیا تھا، عائشہ سے اس کا سانول بچھڑ گیا تھا اور وہ چلتی پھرتی زندہ لاش بن گئی تھی۔

ماہن شاہ کو خدا نے ایک بیٹی سے بھی نواز دیا تھا، وہ اپنی زندگی میں مطمئن اور خوش تھے لیکن چھوٹی بہن کا دکھ اس خوش میں دراڑیں ڈال دیتا ہے، وہ شخص جو کسی کے سامنے نہیں جھکا تھا اس نے دلنواز شاہ کے سامنے عائشہ کو اپنے ساتھ لے جانے کے لئے ہاتھ جوڑے تھے اور عائشہ کا وہ ٹریٹمنٹ کروا رہے تھے، ڈاکٹرز پر امید تھے وہ کچھ بہتر ہو گئی تھی کہ اسے دلنواز شاہ کی بیوی لینے آ گئی تھیں اور اس کے نصیب میں اسی طرح گھٹ گھٹ کر جینا لکھا تھا کیونکہ اس کے لئے مرنے مارنے پر تل جانے والا، اس کے حق کے لئے آواز اٹھانے والا، اس کی خاطر حویلی چھوڑ کر جانے والا سانول شاہ اس کی خاطر زندگی ہار گیا تھا، وہ سہاگن سے ابھاگن ہو گئی تھی، اس کا شام سلونا سا سانول ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس سے بچھڑ گیا تھا اور اسے ساری زندگی اسی کے نام پر گزارنی تھی، یہی وہاں کا اصول تھا اور یہی روایت، زمانے کے زردرواجوں نے ایک ہنستی مسکراتی لڑکی سے اس کی خوشیاں چھین لی تھیں، وہ سیاہ رنگ کا لباس پہنے کسی آسیب کی طرح ادھر سے ادھر چکرائی پھرتی تھی اور کبھی کبھی اس کے دل سے یہ چند لفظ ایک آہ کی طرح ہی نکلتے تھے۔

"سانول بچھڑا شام سلونا، سانول بچھڑا شام سلونا" اور جب کبھی اسے ندی کنارے ہونے والی سانول شاہ سے پہلی ملاقات یاد آتی ہے تو آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے ہیں، وہ اسے جتنا یاد کرتی ہے وہ اس سے زیادہ یاد آنے لگتا ہے، اس کی کہی بات پوری ہو گئی تھی وہ رانجھا رانجھا کر دی، آپے رانجھا ہو گئی تھی، وہ گھنٹوں ایک ہی جگہ پر بیٹھی سانول، سانول کا ورد کرتی رہتی ہے، کبھی سانول بچھڑا شام سلونا کی گردان اس کے لبوں پر ہوتی ہے تو کبھی اسکا من پسند گیت آہ بن کر لبوں تک چلا آیا ہے، اس طرح کی زندگی اس نے کب تک گزارنی تھی یہ زمانے کے جابر حکمرانوں اور زردرواجوں کی مرضی پر اب منحصر تھا؟

میں تیرے سنگ کیسے چلوں سجنا
تو سمندر ہے، میں ساحلوں کی ہوا

☆☆☆

مہندی، گجرے اور عید

تحسین اختر

''اماں کھانا دو۔'' آج بھی سارا دن وہ جوتیاں چٹخاتا رہا تھا، ایک دفتر سے دوسرے دفتر میں دھکے کھاتے اور ایک شخص سے دوسرے شخص کی منتیں کرتے سارا وقت تمام ہوا تھا اور ان سب کا نتیجہ آج بھی صفر رہا تھا کچھ حاصل ہوا تھا نہ وصول، آج تو مایوسی قدموں سے دھول بن کر لپٹی ہوئی تھی، شام ڈھل چکی تھی، چرند پرند اپنے اپنے ٹھکانوں کو لوٹ رہے تھے اس نے حسرت سے اڑتی ہوئی ان چڑیوں کو دیکھا تھا جن کی چونچ میں کچھ نہ کچھ موجود تھا گویا سارے دن کی مشقت کے بعد وہ اپنا رزق لے کر اپنے گھروں کو جا رہی تھیں اور اس وقت اسامہ نذیر کو اپنا آپ ان چڑیوں سے بھی ہلکا اور کمتر لگا تھا کہ جس کی جیب میں گھر لوٹتے وقت ایک دھیلا تک نہیں تھا، اس کا دل ایک دم سے ہر چیز سے اچاٹ ہو گیا تھا اس نے گھر جانے والا راستہ بدلا تھا اور دوسری سمت سکون کے ساتھ بہتی ہوئی نہر کے کنارے آ بیٹھا تھا، وہ نہر میں پتھر پھینکتا رہا تھا اور پانی کو دائروں کی صورت میں پھیلتے ہوئے دیکھتا رہا تھا، یہ قسمت کا بھی عجب کھیل ہے ایسے ہی اسے چکر دیتی ہے وہ بھی مقدر کے چکروں میں الجھا ہوا تھا اس کے باپ نے کتنے ارمانوں کے ساتھ اس کو تعلیم دلوائی تھی اس کے پاس ماسٹرز کی ڈگری تھی مگر اس وقت مایوس اور تھکے ہارے اس نوجوان کو دیکھ کر کون کہہ سکتا تھا کہ یہ ماسٹرز کی ڈگری رکھتا ہے، اس وقت تو اس کا حال کسی بھکاری جیسا ہو رہا تھا وہ سوچتا رہا تھا، سوچتا رہا تھا اور جب کچھ نہ بن پڑا تھا تو اٹھ کر گھر کی طرف چل پڑا تھا۔

''منہ ہاتھ دھو لو میں کھانا گرم کرتی ہوں۔'' اس کے حلیے سے ہی ماں کو اندازہ ہو گیا تھا کہ آج بھی کسی امید نے اس کا دامن نہیں تھاما تھا، آج بھی وہ دنیا کے بھرے میلے سے ناکام و نامراد لوٹا ہے۔

''یہ کیا، پھر دال۔'' پتلی پانی جیسی دال دیکھ کر اس کی بھوک اڑ گئی تھی۔

''گھر میں کچھ تھا ہی نہیں، کیا پکاتی؟'' اماں پانی کا ٹھنڈا گلاس اس کی چارپائی کے پاس رکھتے ہوئے دکھ سے بولی تھی۔

''اماں اٹھا لو مجھے نہیں کھانا ایسا کھانا، اس سے تو اچھا ہے کہ ایک دانہ بھی اندر نہ جائے اور یونہی بھوکے پیاسے زندگی تمام ہو جائے۔'' وہ تلخی سے بولا تھا۔

''نہ بیٹا ایسے نہیں کہتے، کھا لو، آج کے دور میں یہ بھی مل رہا ہے بہت ہے اپنے سے نچلے ان لوگوں کا بھی سوچو جن کو پیٹ بھرنے کے لئے روٹی بھی نہیں ملتی۔''

''بس کرو اماں، روز تمہاری یہی باتیں ہوتی ہیں، روز ہی صبر کرتے ہیں مگر اس صبر و شکر کا پھل آج تک تو ملا نہیں ہے پھر تم کیسی نصیحتیں کرتی ہو۔''

''بیٹا ایک نہ ایک دن صبر کا پھل ضرور ملتا ہے بس ہمت نہیں ہارنی چاہیے تم کھانا شروع کرو اللہ کا نام لے کر، میں اچار لاتی ہوں، دیکھنا اچار اور دال کیا مزہ دیتی ہے۔'' وہ اٹھ کر اچار لانے چل پڑی تھیں، اسامہ نے دال کی پلیٹ اپنی طرف کھسکائی تھی اور کھانے لگا تھا، پیٹ کا دوزخ نہ باتوں سے بھرتا ہے اور نہ مایوسی سے، ایسے تو دال روٹی بس کچھ نہ کچھ چاہیے ہوتا ہے۔

☆☆☆

''شمع بیٹا بس کرو اب سو جاؤ، دیکھو ٹائم کتنا ہو گیا ہے۔'' اس کی ماما اس کے لئے گرم دودھ رکھنے کمرے میں آئیں تو وہ ابھی تک نیٹ پر بیٹھی اپنی دوست سے چیٹنگ کر رہی تھی انہوں نے پیار سے اس کے بال سنوارتے ہوئے اس کی تھکی تھکی آنکھوں کو دیکھ کر کہا تھا۔

''ماما ابھی تو بارہ ہی بجے ہیں اور میں تو ابھی اپنے نوٹس مکمل کر رہی تھی سویرا سے تو چیٹنگ بس ابھی شروع کی ہے، آپ فکر نہ کریں میں جلدی سو جاؤں گی، آپ جا کر آرام کریں۔'' اس نے اپنی ماما کے ہاتھوں کو نرمی سے چھو کر کہا تھا۔

''او کے گڈ نائٹ بیٹا۔'' وہ اس کے ماتھے پہ پیار کر کے چلی گئی تھیں سویرا اس کی بیسٹ فرینڈ تھی مگر پچھلے سال سے اس کی پوری فیملی امریکہ شفٹ ہو گئی تھی اس کی جدائی نے دنوں شمع کو اداس اور غمگین کر رکھا تھا، مگر پھر نیٹ کی سہولت نے ان کی دوستی کو ٹوٹنے نہیں دیا تھا، وہ روزانہ آپس میں لمبی لمبی باتیں کرتی تھیں اس طرح جدائی کا صدمہ کم ہو گیا تھا۔

اس نے آج کالج کا بھی بہت کام کیا تھا اس لئے ایک بجے کے قریب ہی اس کی ہمت جواب دے گئی تھی، وہ سویرا کو خدا حافظ کہہ کر کمپیوٹر شٹ ڈاؤن کر کے بستر پر آ گئی تھی، بستر پر لیٹنے کے پانچ منٹ بعد ہی اسے نیند آ گئی تھی، وہ گہری نیند میں تھی مگر اپنے کمرے میں کسی نا محسوس سی کھٹ پٹ نے اس کو جگا دیا تھا، اس نے ذرا سی آنکھ کھولی تو اپنے کمرے میں کسی کو کھڑے پایا تھا، اس بندے کا آدھا منہ نقاب میں چھپا ہوا تھا، اس سے پہلے کہ شمع دہشت کے مارے چیخنا شروع کرتی اس نے کمال مہارت سے آگے بڑھ کر اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا تھا، مگر پھر بھی شمع کی آنکھوں میں منڈلاتے دہشت اور خوف کے سائے دیکھے جا سکتے تھے۔

''آواز نہ نکلے ورنہ شوٹ کر دوں گا۔'' اس شخص نے خوفناک لہجے میں کہا تھا اور پسٹل کی نوک اس کے شانے سے لگا کر اپنا ہاتھ اس کے منہ سے ہٹا لیا تھا، اتنے میں کھڑکی کے راستے اس کا ساتھی بھی اندر آ چکا تھا۔

''تمہارے پاس جو زیور وغیرہ ہیں خاموشی سے اتار دو اور باقی گھر میں جو روپیہ اور زیور پڑا ہے وہ بھی بتا دو۔'' اس بندے نے شمع کے کان میں سرگوشی کی تھی وہ تو دہشت سے بے ہوش ہونے کے قریب تھی آج سے پہلے ایسی صورت حال کا کب سامنا ہوا تھا۔

''وہ الماری میں جیولری بکس ہے اور ساتھ پرس بھی پڑا ہے، اس میں کچھ پیسے ہیں باقی ماما سب کچھ لاکر میں رکھتی ہیں۔'' پسٹل کی نوک مسلسل اس کے کندھے میں چبھ رہی تھی اس نے ڈرتے ہوئے جلدی جلدی بتا دیا تھا۔

''ویری گڈ پریٹی گرل، چلو پارٹنر جلدی کرو سب کچھ سمیٹو۔'' اس نے پہلے شمع کو مخاطب کیا تھا پھر اپنے ساتھی سے کہا تھا، اس کا ساتھی شمع کی جیولری اور پرس میں سے تقریباً دس ہزار روپے نکال کر اب ایک چادر میں اس کے کمرے کا قیمتی سامان بھی ڈال رہا تھا، ڈی وی ڈی پلیئر، پرنٹر، ٹیلی فون سیٹ اور اس کا قیمتی موبائل بھی۔

''میرا موبائل۔'' اس نے کمزور سا احتجاج کیا تھا۔

''یہ لو سم، مگر یہ سیٹ اب ہمارا ہے، ڈونٹ وری تم اور لے لینا تمہارے باپ کے پاس پیسہ کم تو نہیں ہے۔'' جو بندہ اس کے پاس بیٹھا ہوا تھا اس نے اس کے سیٹ میں سے سم نکال کر اس کی طرف پھینکی تھی اتنے میں اس کے چہرے پر موجود نقاب ڈھیلا ہو کر نیچے کھسک گیا تھا، شمع نے اس کا چہرہ دیکھا تھا وہ ایک خوبصورت نوجوان تھا اور ابھی اس نے کچھ دیر پہلے جو انگلش کے الفاظ بولے تھے وہ اسے پڑھا لکھا ظاہر کرتے تھے۔

''مجھے آپ لوگ کچھ پڑھے لکھے اور اچھے خاندان کے فرد معلوم ہوتے ہیں لگتا ہے آپ عادی چور نہیں ہیں جانے وہ کیا حالات ہوں گے جنہوں نے آپ کو یہ کام کرنے پر مجبور کر دیا ہے۔'' جانے کیوں شمع کا سارا ڈر اور خوف زائل سا ہو گیا تھا، وہ ان سے کہنے لگی تھی۔

Scan & PDF EJAZ AHMED Friends Korner.com

''میڈم صاحبہ آپ ایک امیر گھرانے میں پیدا ہوئی ہیں، ہر آسائش آپ کو میسر ہے اس لئے آپ ان حالات کا اندازہ نہیں کر سکتیں جنہوں نے ہمیں ایسا کرنے پر مجبور کیا ہے۔'' دوسرا شخص جو سامان سمیٹ رہا تھا بولا تھا۔

''یار خاموشی سے اپنا کام کرو اور جلدی جلدی یہاں سے نکلنے کی کوشش کرو جن کو تم اپنا دکھڑا سنا رہے ہو وہ کیا جانیں دکھ کا مزہ، کیونکہ یہ لوگ اپنے سے نچلے لوگوں کو دیکھنا بھی پسند نہیں کرتے اس لئے اب ان سے مانگنے کا نہیں چھیننے کا وقت ہے۔'' وہ ماتھے پر گہری شکن لئے تلخی سے بولا تھا، اس کا نقاب اتر گیا تھا جسے اسنے دوبارہ اوڑھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

''ہر کوئی آپ جیسا نہیں ہوتا، اگر کسی نے آپ کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا ہے تو اسکا مطلب یہ نہیں ہے کہ سب لوگ ہی برے ہیں ہر کسی کو ایک ترازو میں نہیں تولا کرتے۔''

''او کے میڈیم! آپ ہماری بیروزگاری اور غربت کے لئے کیا کر سکتی ہیں۔'' وہ طنز سے بولا تھا۔

''میں آپ کو اپنے پاپا کی فرم میں جاب دلوا سکتی ہوں۔'' وہ بڑے مان سے کہنے لگی تھی۔

''ہاہاہا۔'' اس کا قہقہہ کمرے میں بکھرا تھا۔

''جاب، ایک خواب، یہ تو آپ ابھی پھنسی ہوئی ہیں اس لئے ایسے دعوے کر رہی ہیں، اگر تھوڑا سا یہ ڈر اور خوف ختم ہو جائے تو میں بھی دیکھوں کہ آپ یہ دعوے کس طرح پورے کرتی ہیں، ہم آپ جیسے لوگوں کو بہت آزما چکے ہیں سب امیروں کی فطرت ایک جیسی ہوتی ہے۔'' وہ پہلے اندر آتے ہی اس لڑکی کی بے انتہا خوبصورتی دیکھ کر ٹھٹکا تھا اور اب اس کی باتوں میں محظوظ ہو رہا تھا۔

''آپ کی کوالیفکیشن کیا ہے؟'' وہ اب اعتماد سے بولی تھی، اتنا تو وہ جان گئی تھی کہ یہ برے لڑکے نہیں ہیں نہ ہی ان کی فطرت بری ہے کیونکہ جب سے وہ آئے تھے انہوں نے ایک بار بھی اسے بری نظروں سے نہ دیکھا تھا۔

''میں نے ماسٹرز کیا ہے اور یہ گریجویٹ ہے۔'' اس کے پاس بیٹھا بندہ بولا تھا۔

''کتنا عرصہ ہوا جاب ڈھونڈتے ہوئے۔''

''تقریباً ایک سال۔''

''بس ایک سال میں ہمت ہار دی، کچھ پانے کے لئے تو بہت کچھ کھونا پڑتا ہے مگر سوائے ہمت کے اور جس نے ہمت کھو دی اس نے سب کچھ کھو دیا آپ لوگوں نے ابھی باقی سب کچھ تو نہیں کھویا بس ہمت کھو دی ہے اور یہی آپ کی ناکامی کا سبب ہے۔'' وہ اپنے کالج میں اچھی مقررہ تھی اور اس وقت ایک مقررہ ہی بول رہی تھی۔

''چلو یار نکلو یہاں سے، ہم یہاں سبق پڑھنے تو نہیں آئے، سولہ سال سے سبق ہی تو پڑھ رہے ہیں مگر آج تک کچھ ملا ہے، نہیں نا، تو پھر ٹائم ضائع مت کرو، نکلو جلدی سے۔'' وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر بولا تھا۔

''اگر شور مچایا یا آواز بھی نکالی یا کسی نے ہمیں پکڑنے کی کوشش کی تو میں سب سے پہلے تمہیں شوٹ کروں گا، اس لئے ہمارے یہاں سے نکلنے تک خاموشی سے بیٹھی رہو۔'' وہ اس کی طرف دیکھ کر غراتے ہوئے بولا تھا اور ساتھ ہی دونوں سامان سمیٹ کر کھڑکی پھلانگ گئے تھے۔

''اناڑی چور۔'' اس نے ان کے جانے کے بعد شکر کا سانس لیا تھا اور بیڈ سے نیچے اتر کر کھڑکی کے پاس آ کھڑی ہوئی تھی، وہ باہر کہیں نہیں تھے رات کی تاریکی نے انہیں نگل لیا تھا۔

''پاگل، میری جیولری پیسے اور چند چیزوں کو لے کر ہی بھاگ گئے حالانکہ اس وقت ماما کی الماری میں لاکھوں کے زیورات موجود تھے،

ہونہہ غریبوں کو یہی بہت لگا ہو گا۔'' کھڑکی اچھی طرح بند کر کے وہ دوبارہ اپنے بستر پر آ گئی تھی، مگر آنکھیں بند کرنے کے باوجود بھی نیند نہیں آ رہی تھی، بے شک وہ زیادہ دیر تک ان سے خوفزدہ نہیں رہ سکی تھی، مگر پھر بھی چور کا ڈر دل میں بیٹھ جائے تو مشکل سے ہی جاتا ہے۔

☆☆☆

''یہ لو یار! میں نے آدھا آدھا مال بانٹ دیا ہے، یہ تمہارا حصہ ہے۔'' زید نے بڑی ایمانداری کے ساتھ مال آدھا آدھا بانٹا تھا۔

''اٹھ بھی جاؤ اب کیا بیماروں کی طرح پڑے ہو، اب اتنا کچھ مل گیا ہے تو تمہاری بیزاری ہی ختم نہیں ہوتی۔'' زید کے گھر کی بیٹھک میں وہ دونوں بیٹھے تھے۔

''پہلے ذرا اسٹرونگ سی چائے پلواؤ۔'' اس نے سگریٹ سلگا لیا تھا اور اس کا دھواں فضا میں چھوڑتے ہوئے بولا تھا۔

''میں کوئی تمہارا نوکر ہوں جو آدھی رات کو بلکہ اب تو رات بھی گزرنے والی ہے تمہیں چائے بنا بنا کر پلاؤں۔''

''نوکر نہیں یار تو ہو۔'' وہ جذباتی بلیک میلنگ پر اتر آیا تھا، زید برا سا منہ بنا کر اٹھ گیا تھا۔

''یہ اٹھا بھی لو سامان اب، کیا سارے زمانے کو خبر کرو گے۔'' وہ چائے پی کر اطمینان سے لیٹ گیا تھا، زید کو اس کے اطمینان پر غصہ آ رہا تھا اس کا نیند سے بھی برا حال تھا وہ جلد از جلد سونا چاہتا تھا۔

''یہ بھی تم رکھ لو، میں اس میں سے کچھ نہیں لوں گا۔'' اس نے سگریٹ کا ٹکڑا پاؤں تلے مسلا تھا اور اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

''کیا؟ یہ کیا کہہ رہے ہو تم۔'' زید کو اس کی بات پر شاک لگا تھا کیونکہ ایک رات میں کمائی گئی اتنی چیزوں کو وہ لات مار رہا تھا، زید کو تو اب اس کی ذہنی حالت پر شبہ ہونے لگا تھا۔

''کہیں اتنا مال دیکھ کر دماغ تو اپنی جگہ سے نہیں کھسک گیا۔'' زید اس کے شانے پر ہاتھ مار کر بولا تھا۔

''نہیں دماغ اپنے ٹھکانے پر ہی ہے، بلکہ ٹھکانے پر ہی اب آیا ہے، میں چلتا ہوں تم یہ سب رکھ لو۔'' وہ زید کو جواب دینے کا موقع دیئے بغیر لمبے لمبے ڈگ بھرتا باہر نکل گیا تھا، پیچھے زید ہکا بکا کھڑا رہ گیا تھا۔

''جس نے ہمت کھو دی اس نے سب کھو دیا۔'' اپنے گھر پہنچنے تک ایک سریلی آواز اس کے دماغ پر ہتھوڑے برساتی رہی تھی۔

''اے اللہ پاک مجھے معاف فرما دے، میرا جو ایک غلط قدم اٹھا ہے، تیرا شکر ہے تو نے دوسرا قدم اٹھنے سے پہلے مجھے عقل دے دی ہے، شکر ہے میرے مرحوم باپ کی جائز اور خون پسینے کی کمائی میں حرام کی کمائی کی آمیزش نہیں ہوئی، شکر ہے مولا تیرا، شکر ہے۔'' گھر آ کر اس نے وضو کیا تھا اور سجدے میں گر گیا تھا۔

''میں صدقے میرا پتر اس وقت نماز پڑھ رہا ہے۔'' اماں کو نیند بہت کم آتی تھی اور ہلکے سے کھٹکے سے بھی بیدار ہو جایا کرتی تھیں اس وقت بھی وہ اٹھی تھیں اور اسامہ کو سجدے میں دیکھ کر ان کو عجیب سی خوشی ملی تھی۔

''شکر ہے خدایا میرا بیٹا اتنی مایوسی میں بھی راستے سے نہیں بھٹکا۔'' انہوں نے لیٹے لیٹے ہی خدا کا شکر ادا کیا تھا، شاید انہی کی دعائیں تھیں کہ اسامہ بھٹکنے سے بچ گیا تھا۔

☆☆☆

کسی خوش نگاہ سی آنکھ نے یہ مجھ پہ کمال کرم کیا
مری لوح جاں پہ رقم کیا
وہ جو اک چاند سا حرف تھا جو اک شام سا نام تھا

Scan & PDF EJAZ AHMED Friends Korner.com

وہ جو اک پھول سی بات پھرتی تھی دربدر
اسے گلستاں کا پتا دیا
میرا دل تھا کہ شہر ملال اسے روشنی میں بسا دیا
مری آنکھ اور مرے خواب کو کسی ایک پل میں
مرے آئینوں پہ جو گرد تھی مہ و سال کی
وہ اتر گئی
وہ جو دھند تھی میرے چار سو
وہ بکھر گئی
سب ہی روپ عکس جمال کے
سب ہی خواب شام وصال کے
جو غبار وقت میں سر بسر تھے اٹے ہوئے
وہ چمک گئے
میری بے گھری کو پنا دی
میری جستجو کو نشاں دیا
جو یقین سے بھی حسیں ہے مجھے ایسا گماں دیا
اسے اک نظر میں بہم کیا
کسی خوش نگاہ سی آنکھ نے
یہ مجھ پہ کمال کرم کیا

وہ سونے کے لئے لیٹا تھا مگر نیند آنکھوں سے کوسوں دور تھی، اک انجانی سی لڑکی حواسوں پہ چھانے لگی تھی، اک خوبصورت اور دلکش سا چہرہ دل کو یونہی بے چین کرنے لگا تھا اور اس کی کروٹیں اس کی بے چینی و بے قراری کی گواہ بن گئی تھیں۔

"کیا بات ہے نیند نہیں آرہی۔" اماں وضو کے لئے اٹھی تھیں اور اسے جاگتا پا کر اس کی چارپائی کے پاس آ کھڑی ہوئی تھیں۔

"بس سونے لگا ہوں۔" اس نے اماں کی نظروں اور سوالوں سے بچنے کے لئے اپنا بازو آنکھوں پر رکھ لیا تھا، یوں بھی آج کی رات وہ جو کارگزاری کر آیا تھا اس نے اسے اپنی ہی نظروں میں گرا دیا تھا اس وقت اسے اپنے مرحوم باپ کی یاد آرہی تھی کہ جنہوں نے غربت اور تنگی میں بھی اپنے بچوں کی پرورش رزق حلال سے کی تھی شاید اسی محنت کی کمائی اور رزق حلال کا اثر تھا کہ وہ غلط راستے پر چلتے چلتے بچ نکلا تھا، اگر آج اس کے باپ نے اپنی کمائی میں حرام کا ایک لقمہ بھی شامل کیا ہوتا تو وہ جس راستے پر چل نکلا تھا اس سے کبھی نہ لوٹتا بلکہ آگے ہی آگے بڑھتا رہتا اور گناہ اور برائی کی دلدل میں پھنس جاتا۔

آج پھر ناشتے میں کالی چائے اور سوکھے سڑے رس تھے، کچھ رات کی بے چینی تھی کچھ بے خوابی اور اوپر سے ایسا ناشتہ، اس کا دل چاہ رہا تھا کہ اس ناشتے کی پلیٹ کو اٹھا کر سامنے دیوار پر دے مارے اور خود سب صحیح قاعدے قانون بھول جائے اور غلط راستہ اپنا لے، کم از کم اس غلط راستے میں سکون نہ ہوگا مگر اچھا کھانا اور اچھا پہننا تو نصیب ہوگا، زندگی جو چار روزہ ہے تنگی میں اور سسکتے ہوئے تو نہ گزرے گی۔

"زید بیٹا اندر آجاؤ باہر کیوں کھڑے ہو، تمہارا اپنا گھر ہے، ہاں ہاں اسامہ گھر میں ہے۔" اماں کی آواز اندر تک آرہی تھی، وہ زید کو اندر آنے کا کہہ رہی تھیں جو صبح ہی صبح ٹپک پڑا تھا۔

"اوئے ہوئے ناشتہ کر رہے ہو۔" وہ اسامہ کے سامنے پڑی پلیٹ کو دیکھ کر بولا تھا اور پھر اس کے بستر پر چڑھ کر بیٹھ گیا تھا۔

"اس کو پیچھے کرو۔" وہ رس والی پلیٹ پرے کھسکا کر اپنے ہاتھ میں موجود بڑا سا شاپر کھولنے لگا تھا۔

"خالہ چار پانچ خالی پلیٹیں تو پکڑا دیں۔" اس نے اونچی آواز میں کہا تھا، اماں پلیٹیں لے آئی تھیں۔

"لے میرے یار! ناشتہ کر، ایسا ہوتا ہے ناشتہ۔" حلوہ پوری، نان چنے، ابلے انڈے اور گرم گرم گاجر کا حلوہ پلیٹوں کی زینت بنتے ہی کمرے میں خوشبوئیں بکھیر گیا تھا، ایسے مزیدار

کھانے کی خوشبو بھوک کو اور بھڑکانے لگی تھی۔

"خالہ یہ باہر لے جاؤ باقی سب کے لئے۔" اس نے آدھی چیزیں اماں کو دے کر کہا تھا۔

"زید بیٹا تو نے یہ تکلف کیوں کیا، تم ویسے ہی آجاتے اور ناشتہ یہاں سے کرتے، ایسے ہمیں شرمندہ تو نہ کرو۔"

"خالہ اس میں شرمندہ ہونے والی کون سی بات ہے، کیا مجھ میں اور اسامہ میں کوئی فرق ہے، بتائیں نا آپ مجھے اپنا بیٹا نہیں سمجھتیں۔"

"کیوں نہیں سمجھتی، تم میرے بیٹے ہو، مگر یہ سب اچھا نہیں لگتا۔"

"چلیں خالہ اس بار تو لے لیں پھر نہیں لاؤں گا۔"

"ہاں یہ ٹھیک ہے۔" وہ پلیٹیں اٹھا کر کمرے سے باہر چلی گئی تھیں۔

"چل اب جلدی سے شروع ہو جا، بہت بھوک لگ رہی ہے، سب کچھ ٹھنڈا ہو جائے گا۔" وہ نان کا آدھا حصہ اسامہ کے ہاتھ میں پکڑاتے ہوئے بولا تھا۔

"سچ سچ بتانا یہ رات والے پیسوں سے خریدا ہے نا۔" اسامہ کی بھوک بھی جواب دے گئی تھی، مگر وہ خود پر کڑا ضبط کر کے بولا تھا۔

"ہاں بالکل یہ عیاشی ہم اپنی جیب سے کیسے کر سکتے ہیں۔" اسامہ نے نان لینے کے لئے ہاتھ نہیں بڑھایا تھا، زید جلدی جلدی خود کھانے لگا تھا۔

"پھر تم ہی کھاؤ، میں یہ نہیں کھاتا۔" وہ بولا تو اس کا خالی پیٹ اسے کوسنے لگا تھا۔

"کیوں نہیں کھاتے ارے بھوک میں تو مردار بھی جائز ہے اور تم کون سے فلسفے لے کر بیٹھے ہوئے ہو، پکڑو اور کھاؤ، جس طرح تم سوچ بیٹھے ہو ایسے تو زندہ نہیں رہا جاتا، یہاں لوگ جانے کیا کیا نہیں کرتے، اگر ہم نے بھی ذرا سی بے ایمانی کر لی تو کون سی قیامت آگئی۔"

"لوگ اگر کنوئیں میں چھلانگ لگا دیں گے تو کیا ہم بھی آنکھیں بند کر کے کود پڑیں گے۔" وہ تلخی سے بولا تھا۔

"ہاں ہم بھی کود پڑیں گے، ہم کوئی دنیا سے نرالے تو نہیں ہیں۔"

"میں تو نہیں کود سکتا۔" وہ گرم گرم گاجر کے حلوے سے نظریں چراتے ہوئے بولا تھا۔

"پھر بیٹھے رہو بھوکے۔" زید نے اب پوریاں کھانا شروع کر دی تھیں۔

"یہ کھا رہا ہے اس کو کوئی فکر نہیں تو میں کیوں بھوک برداشت کروں۔" اسامہ عجیب شش و پنج میں مبتلا تھا، ایک طرف بھوک تھی اور دوسری طرف کچھ ضابطے، پھر اس نے پلیٹ اپنی طرف کھینچی تھی اور کھانے لگا تھا، آخر کار بھوک ہر قسم کے ضابطوں سے جیت گئی تھی۔

☆☆☆

وہ صبح اٹھی تو اسے لگا رات اس نے کوئی ڈراؤنا خواب دیکھا ہے مگر اس کا خالی کمرہ اور بکھری چیزیں اس بات کا احساس دلا رہی تھیں کہ اس نے کوئی خواب نہیں دیکھا، رات جو کچھ ہوا وہ اک حقیقت تھی۔

"ماما..... ماما!" وہ صبح تک سو نہیں سکی تھی اور علی الصبح ہی کمرے سے نکل کر باہر بھاگی تھی۔

"مما بیٹا خیر تو ہے۔" وہ تو صبح گیارہ بارہ بجے سے پہلے نہیں اٹھتی تھی، ماما بھی اس کی آوازوں پر گھبرا کر باہر نکلی تھیں۔

"ماما! میرے کمرے میں چوری ہو گئی ہے، چور رات کو سب کچھ لے گئے ہیں۔"

"اوہ۔" وہ اس کے پاپا کو بتا کر اس کے کمرے کی طرف دوڑی تھیں۔

"تم تو ٹھیک ہو نا۔" انہوں نے ایک نظر

Sean & PDF
FIAZ AHMED
Friends Korner.com

میں ہی کمرے میں چوری ہوئی چیزوں کا جائزہ لے لیا تھا، یہ نقصان ضرور تھا مگر ان لوگوں کے لئے قابل برداشت تھا، شمع کے کمرے میں چوری ہوئی تھی وہ بھی کمرے میں موجود تھی انہیں اب دوسری تشویش نے گھیر لیا تھا۔

''ہاں ماما میں بالکل ٹھیک ہوں۔'' اس نے جلدی سے ماں کو یقین دلایا تھا۔

''ہمارے گھر میں چور کہاں سے گھس آئے، تم باقی گھر کی چیزیں چیک کرو میں پہلے تو چوکیدار کی خبر لیتا ہوں کہ وہ رات کو کیا کر رہا تھا، آخر اتنے پیسے کس بات کے لیتا ہے جس اس گھر کی حفاظت نہیں کر سکتا، پھر پولیس میں رپٹ بھی درج کروانی پڑے گی۔'' شمع کے پاپا بھی بھاگے ہوئے آئے تھے۔

''ہاں بالکل پوچھیں اس سے، آخر تنخواہ کس بات کی لیتا ہے۔'' روزینہ بیگم نے اپنے شوہر سے کہا تھا اور خود شمع کا ہاتھ پکڑ کر اس کو دلاسہ دینے لگی تھیں کہ کہیں وہ زیادہ خوفزدہ نہ ہو جائے۔

''مجھے لگتا ہے کہ تم نے اپنے کمرے کی کھڑکی اچھی طرح بند نہیں کی تھی، اس لئے ان کو اندر آنے کا موقع ملا۔''

''جی ماما! غلطی میری ہی تھی، میں نے ہوا کے لئے کھڑکی کھولی تھی اور پھر سوتے وقت بند کرنا بھول گئی تھی۔''

''چلو جو ہوا سو ہوا، آئندہ احتیاط کرنا، بعض اوقات ہماری تھوڑی سی غفلت بڑے نقصان کا پیش خیمہ بن جاتی ہے۔''

''جی ماما!'' وہ سعادت مندی سے بولی تھی۔

''اب پریشان نہ ہونا، تمہارے پاپا تمہاری چیزیں جلد تمہیں دلوا دیں گے، آؤ ناشتہ کرتے ہیں۔'' اس کی ماما اس کا بازو پکڑ کر اسے ساتھ لے گئی تھیں۔

وہ ڈائننگ ہال میں بیٹھی اورنج جوس کو گھونٹ گھونٹ اندر اتار رہی تھی مگر سوچوں پر ابھی رات والا واقعہ تازہ تھا۔

''پاکستان میں غربت اور بے روزگاری کے سوا ہے ہی کیا، ماما صحیح کہتی تھیں، ابھی تو شکر ہے کچھ شریف لوگ تھے ورنہ گزری رات میں کچھ بھی ہو سکتا تھا۔'' اس نے جھرجھری لی تھی۔

''شکر ہے باقی گھر کی ہر چیز سلامت اور اپنے ٹھکانے پر ہے۔'' روزینہ بیگم سارا گھر چیک کر آئی تھیں اور اب اس کے سامنے کرسی پر ڈھے گئی تھیں۔

''ماما! کیا حالات انسان کو چور بنا دیتے ہیں۔'' اس نے اورنج جوس کے سپ لیتے ہوئے کہا تھا۔

''مائی ڈیئر صرف چور، حالات تو انسان کو قاتل، ڈکیت، اغواء کار، بھکشی اور جانے کیا کیا بنا دیتے ہیں، تم دیکھنا جتنا کوئی ملک غریب ہوگا اس میں جرائم بھی اتنی رفتار سے زیادہ ہونگے، ترقی یافتہ اور دولت مند ممالک میں خوشی اور خوشحالی ایک ساتھ ہر چہرے پر چمکتی ہے اسی لئے وہ مہذب کہلائے جاتے ہیں، غریبوں نے جرائم میں نام کمانا ہوتا ہے یا پھر ایک دوسرے سے لڑائی جھگڑوں میں، اسی لئے وہ وحشی، بدتہذیب اور جنگلی کہلاتے ہیں۔''

''ماما! اس کا مطلب ہے پیسہ ہی انسان کو مہذب بناتا ہے۔''

''بالکل پیسہ ہی سب کچھ ہے، آج کل کی سب سے بڑی ضرورت سب سے بڑی طاقت، سب سے بڑا نشہ سب سے بڑی مضبوطی بس پیسہ ہے۔''

''ماما! شکر ہے ہم غریب نہیں ہیں۔'' وہ مسکراتے ہوئے بولی تھی۔

''اس پر ہم خدا کا جتنا بھی شکر ادا کریں کم ہے اس نے ہمیں بن مانگے ہی اتنا کچھ دے رکھا ہے، ہر چیز سے نواز رکھا ہے، اسی لئے تو میں تمہیں کہتی ہوں اس پاک پروردگار کا شکر ادا کیا کرو اور اس کا صحیح طریقہ نماز ہے، جس میں تم اکثر کوتاہی کر جاتی ہو، دیکھ لو رات بھی خدا پاک نے تمہیں اور ہمیں کسی بڑی مشکل اور پریشانی سے بچا لیا کیا یہ اس کا احسان کم ہے۔'' لگے ہاتھوں روزینہ بیگم نے شمع کی کلاس بھی لے ڈالی تھی۔

''ماما! پڑھتی تو ہوں۔''

''ہاں مگر کبھی کبھی، بیٹا نمازوں میں باقاعدگی پیدا کرو۔''

''اوکے ماما! آج سے پوری کوشش کروں گی۔'' وہ سچے دل سے بولی تھی۔

''گڈ یہ ہوئی نہ بات، چلو جاؤ اب دیکھو اگر تمہارے پاپا نے کال کر لی ہے تو انہیں ناشتے کے لئے بلاؤ۔'' شمع اٹھ کر پاپا کو بلانے چل پڑی تھی۔

☆☆☆

اس نے اپنا معیار چھوڑ کر مزدوری شروع کر دی تھی وہ جس کو اپنے ماسٹرز پر بڑا مان تھا اور اسی بل بوتے پر اچھی نوکری کرنا چاہتا تھا، اب اس نے اپنی قسمت کے باقی دروازوں کو آزمانا چاہا تھا۔

''اماں یہ لو، آج کی مزدوری۔'' اس کے ہاتھوں پر چھالے پڑے ہوئے تھے مگر آج گھر لوٹتے وقت وہ مایوس نہیں تھا اس کی جیب خالی نہیں تھی۔

''میں صدقے میں قربان۔'' اماں نے اس کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لے کر چومنا شروع کر دیا تھا اور تھوڑے پیسوں کو اس کے ہاتھوں سے اٹھا کر بوسہ دیا تھا، آخر یہ ان کے بیٹے کی پہلی محنت کی کمائی تھی، اسامہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے، محنت کی کمائی یا رزق حلال واقعی خون پسینہ بہا کر ملتا ہے یہ اس نے آج جانا تھا۔

''میرے بیٹے دل چھوٹا نہ کرو اور نہ کبھی ہمت ہارنا، تم دیکھ لینا تمہاری کمائی میں اللہ کتنی برکت ڈالے گا، یہ ایک ماں کی دعا ہے جو اس نے سچے دل سے کی ہے اور اب جاؤ منہ ہاتھ دھو لو میں کھانا گرم کرتی ہوں، آج میں نے تمہاری پسند کے چاول بنائے ہیں۔''

''یار! یہ کام کتنا مشکل ہے اور پھر اس میں ملتا بھی کیا ہے اور وہ کام کتنا آسان اور کتنا منافع بخش ہے، تم پتہ نہیں کیوں اپنی زندگی کو آسان بنانے کی بجائے تلخ بنانے پر تلے ہوئے ہو۔'' زید شام کو اس سے ملا تو کچھ خفا سا تھا، ایک ہی رات میں جس قدر آسانی سے اتنا سارا مال اس کے حصے میں آ گیا تھا اب اس کو اس کی ایسی لت پڑ گئی تھی کہ وہ اس کام کو آگے چلانا چاہتا تھا جبکہ اس کا ساتھی اسامہ تو پہلے قدم کے بعد دوسرا اٹھانے کا روادار نہیں تھا۔

''مجھے زندگی کی تلخیاں ہی اچھی لگتی ہیں جب ہماری قسمت میں یہی کچھ لکھا گیا ہے تو پھر ہمیں اس کو قسمت کا لکھا جان کر قبول کر لینا چاہیے، میں تو ابھی تک اسی ایک گناہ کی توبہ میں مگن ہوں، تم مجھے سیدھے راستے سے نہ ورغلاؤ بلکہ تمہارا لایا ناشتہ جس دن سے کیا ہے مانو اس دن کے بعد سے تو کوئی بھی چیز پیٹ میں ٹکتی نہیں ہے اس کا مطلب ہے مجھے حرام کی کمائی ہضم نہیں ہو سکتی۔''

''یاد رکھو ایسے تو ساری عمر ٹکے ہی گنتے ہوئے ہو گے کڑکتے نوٹوں کی گرمی تمہارے ہاتھ کبھی محسوس نہیں کر سکیں گے، مزدور کے مزدور ہی رہو گے۔''

Scan & PDF EJAZ AHMED FriendsKorner.com

"میرا باپ بھی مزدور تھا میں بھی خود پر مزدور کا لیبل لگائے مر جاؤں گا تو کیا، یہ میرے لئے فخر کی بات ہو گی، پریشانی اور ذلت کی نہیں۔"

"تمہیں تو اب سمجھانا بھی بے کار ہوتا جا رہا ہے۔" زید کے سارے دلائل اس نے رد کر دیئے تھے زید جھنجلاتے ہوئے بولا تھا، اس کے نزدیک اسامہ بے وقت مومن ہوا تھا اور اس چیز نے اس کا خاصا نقصان کر دیا تھا۔

"اسی لئے تو میں تمہیں کہتا ہوں مجھے سمجھانے کی کوشش ترک کر دو اور اگر ہو سکے تو خود بھی سیدھے راستے پر چلنے کا سوچو اس میں تمہاری بھی بھلائی ہے۔"

"مجھے تو تم اپنی نصیحتوں سے باز ہی رکھو، میرے تو اتنی اذیت سہی نہیں جاتی۔" اس نے اسامہ کے چھالوں بھرے ہاتھوں کی طرف اشارہ کیا تھا۔

"اس اذیت کا بھی اپنا مزہ ہے، تم سہہ کر تو دیکھو۔" اسامہ بولا تھا۔

"نہیں اب میں چلتا ہوں، مجھے کچھ کام ہے۔" زید، اسامہ کے پاس سے بے دلی سے اٹھ گیا تھا، اسامہ کے لب مسکرانے لگے تھے، اچھائی کا راستہ کٹھن لگتا ہے اس لئے اس پر چلنا ہر کسی کے بس کی بات کہاں پھر وہ دن بھی آئے کہ اسامہ نے جس کام کا ارادہ کیا وہ خود بخود ہوتا چلا گیا، پیسہ اس کے آگے پیچھے پھرنے لگا، وہ مٹی کو ہاتھ لگاتا وہ سونا بن جاتی، اس نے مزدوری کی رقم سے کچھ بچا کر اور کچھ قرضہ لے کر ایک کاروبار شروع کیا، معمولی سے کاروبار میں رب العزت نے برکت دی اور وہ اپنے کاروبار کو وسیع کرتا چلا گیا، اس میں اس کی ماں کی دعاؤں کا اثر تھا یا پھر اس کی اپنی اچھائی اور خلوص نیت کا، بہر حال خدا نے اسے عزت کے مقام تک پہنچا دیا تھا، کچھ عرصہ اس پر آزمائش تھی، وہ اس آزمائش سے سرخرو ہوا تھا اور اب اسے نوازا جا رہا تھا، اس نے پلاسٹک کے برتنوں کی چھوٹی سی دکان بنائی تھی اور آج وہ وقت تھا کہ وہ ایک پلاسٹک کی فیکٹری کا مالک بن چکا تھا، وہ لوگ کم پر بھی نہیں ڈگمگائے تھے اور اب زیادہ کے ہوتے ہوئے بھی فخر و غرور ان کی ذات کا حصہ نہیں بنا تھا، اس لئے ان کے آگے سے آگے بڑھنے کا عمل جاری و ساری تھا، اس کی اماں سجدے سے سر نہ اٹھاتی تھیں کہ جس نے ان کی اوقات سے بڑھ کر انہیں دے دیا تھا، اب ان کا ہر لمحہ شکر کرتے گزرتا تھا، اسامہ کی بہنیں اچھی جگہ بیاہی گئی تھیں اور چھوٹے بھائی کو اس نے ایک اچھے تعلیمی ادارے میں ڈال دیا تھا، وہ لائق فائق تھا مگر فیس نہ ہونے کی وجہ سے احساس کمتری کا شکار رہتا تھا اب جبکہ ایسا کوئی مسئلہ نہ تھا اس لئے اس کی خداداد صلاحیت ابھر رہی تھی، گھر سے غربت اور مفلسی گیا گزری تھی پیسے کے ساتھ ہی خوشحالی اور سکون گھر میں اور ہر کسی کے دل میں در آیا تھا، اسامہ اب بھی پہلے جیسا تھا بلکہ اس کا ایمان پہلے سے بھی مضبوط ہو گیا تھا۔

☆☆☆

ایک دن زید چھوٹی موٹی چوری کرتے پکڑا گیا تھا اور اس کے گھر والوں نے آ کر اسامہ کی منت کی تھی کہ اس کی ضمانت پر زید رہا ہو سکتا ہے، زید جیسا بھی تھا اس کا یار تھا وہ اس کی ضمانت بن کر تھانے جا پہنچا تھا۔

"سر میں آپ کے کہنے پر اسے ایک موقع اور دے رہا ہوں۔" ایس ایچ او نے اس جیسے معزز بندے کی درخواست مان لی تھی، وہ زید کو چھڑوا کر لے آیا تھا زید شرمندہ شرمندہ سا اس کے پیچھے چل رہا تھا۔

"دیکھ لیا نا برائی کا انجام اور اچھائی کا صلہ۔" اسامہ نے پیچھے مڑ کر زید کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا تھا، اس کا سر جھکا ہوا تھا۔

اصل بات یہ تھی کہ اب وہ بھی اسامہ کی موجودہ حالت سے تکلف میں رہتا تھا، اسامہ کی دوستی اس سے اب بھی تھی لیکن وہ اب پہلے کی طرح اسامہ سے چھیڑ چھاڑ اور لڑتے جھگڑنے کا حوصلہ خود میں نہ پاتا تھا۔

"دیکھو زید ہم اب بھی پہلے جیسے دوست ہیں، میں تمہیں پہلے بھی سمجھاتا تھا اور اب پھر سمجھا رہا ہوں کہ یہ کام چھوڑ دو اور کوئی ڈھنگ کا کام شروع کر دو، جس سے کم از کم تمہیں ایسی ذلت سے تو دو چار نہ ہونا پڑے۔"

"لیکن میں کیا کروں، گھر والوں کو بھوکا مرنے دوں، کوئی نوکری بھی تو نہیں ملتی۔" وہ شکستگی سے بولا تھا۔

"خدانخواستہ میرے ہوتے ہوئے تمہارے گھر والے کیوں بھوکے مریں گے اب تمہارا یار اس پوزیشن میں ہے کہ تمہاری ہر طرح سے مدد کر سکے، تم کل صبح سے میری فیکٹری آ جاؤ، تمہاری نوکری آج سے ہی پکی اور ہاں تنخواہ تمہاری مرضی کی ہو گی۔" اسامہ نے گویا اسے جینے کا حوصلہ دے دیا تھا اور ساتھ ہی ایک اور شخص کو برائی کی دلدل سے کھینچ کر باہر کھڑا کر دیا تھا۔

"ا...... سامہ...... میں تمہارا شکریہ کس منہ سے ادا کروں۔" مارے تشکر سے زید کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے۔

"ایک طریقہ ہے۔" اسامہ سنجیدگی سے بولا تھا۔

"ہاں ہاں بتاؤ، میں تمہارے لئے سب کرنے پر تیار ہوں۔"

"آج سے تم کسی برائی کے بارے میں سوچو گے بھی نہیں اور دل لگا کر محنت سے کام کرو گے، دیکھ لو میری مثال تمہارے سامنے ہے، اگر میں تمہارے کہنے پر چلتا تو آج میں بھی تمہاری طرح جیلوں میں سڑ رہا ہوتا اور ہمیں بچانے والا بھی کوئی نہ ہوتا۔"

"وعدہ کرو زید، میری بات مانو گے نا۔" اسامہ نے بڑے مان کے ساتھ زید کے سامنے وعدے کے لئے ہاتھ پھیلا دیا تھا۔

"ضرور مانوں گا، پکا وعدہ ہے۔" زید نے سوچے سمجھے بغیر اسامہ کے ہاتھوں میں ہاتھ دے دیا تھا۔

"یہ ہوئی نا بات۔" اسامہ نے اسے کھینچ کر گلے سے لگا لیا تھا۔

☆☆☆

"بیٹا میں چاہتی ہوں کہ اپنے جیتے جی تمہارے سر پر سہرا دیکھ لوں، اس گھر میں تمہاری بیوی کی ہنسی گونجے، اس آنگن میں ننھے منے بچوں کی کلکاریاں زندگی کا پتہ دیں، کیا تم ماں کو اتنی سی خوشی نہیں دے سکتے اور پھر اب تو سانسوں کا بھی کوئی اعتبار نہیں کہ کب ڈوری ٹوٹ جائے اور کب اس دنیا سے منہ موڑ جاؤں اس لئے اب تو یہی حسرت رہ گئی ہے۔" وہ فیکٹری سے گھر آیا تو اماں نے اسے کھانا بھی نہیں کھانے دیا اور شروع ہو گئیں۔

"ارے آج میری پیاری امی کو یہ شادی بیوی بچے سب کچھ کیسے یاد آ گیا، کیا کوئی خواب دیکھا ہے اماں۔" وہ ماں کو چھیڑتے ہوئے بولا تھا۔

"اسامہ بیٹا جس دن تم پیدا ہوئے تھے یہ خواب تو اسی دن سے دیکھتی آ رہی ہوں، اب یہ خواب حقیقت بننا چاہتا ہے اور تم ایک ہی ضد پکڑے بیٹھے ہو کہ ابھی شادی نہیں کرنی، آخر کب کرو گے شادی جب ماں اس دنیا میں نہ رہے گی۔"

Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com

''خدا کے لئے اماں ایسی باتیں تو نہ کریں، میں نے تو آپ کے بغیر جینے کا کوئی تصور نہیں رکھا، خدا پاک آپ کو میری بھی عمر لگا دے۔'' اسامہ نے تڑپ کر ماں کے لبوں پر ہاتھ رکھا تھا۔

''وہ تو بیٹا تمہارے جذبات ہیں نا، جب جانے کا وقت آ جاتا ہے تو کون کسی کو روک پاتا ہے۔'' اسامہ شادی کی طرف نہیں آتا تھا اس لئے انہوں نے بھی اسے جذباتی طور پر پھنسانے کا پورا ارادہ کر رکھا تھا، جب سے کسی چاہنے والے نے ایک بہت ہی اچھے رشتے کا بتایا تھا تب سے ان کا جی ہر ماں کی طرح للچا رہا تھا کہ ان کی بہو اچھے گھرانے سے اور اچھی لڑکی ہو۔

''او کے اماں اب ایسی باتیں مت کریں، مجھ میں سننے کا حوصلہ نہیں ہے۔ بس آپ یہ بتائیں آپ کیا چاہتی ہیں۔'' وہ ہار مانتے ہوئے بولا تھا۔

''بس تمہارے سر پر سہرا سجانا۔''

''تو ٹھیک ہے جیسے آپ خوش میں بھی خوش۔''

''سچ بیٹا۔'' انہیں اپنی سماعتوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔

''بالکل سچ۔'' ان کی خوشی میں وہ بھی خوش تھا۔

''تمہاری کوئی پسند ہو تو بتاؤ بیٹا میں روایتی ماؤں کی طرح تمہیں ناپسندیدہ بندھن میں نہیں باندھنا چاہتی۔''

''نہیں اماں، بس آپ جو چاہیں۔'' وہ اماں کو سارے اختیار دے کر خود اپنے کمرے میں آ گیا تھا۔

☆☆☆

چلو چھوڑو!
محبت جھوٹے
عہد وفا، اک شغل ہے بے کار لوگوں کا
طلب، سوکھے ہوئے پتوں کا بے رونق جزیرہ ہے
خمار وصل تپتی دھوپ کے سینے پر اڑتے بادلوں
کی رائیگاں بخشش
غبار ہجر، صحرا میں سرابوں سے آئے موسم کا خمیازہ
محبت، وفا بھی تو بس یہی کچھ ہے نا

کچھ عرصہ پہلے اک عجیب سی رات کے عجیب سے حالات میں اک لڑکی سے ملاقات ہوئی تھی، وہ رات اب بھی یاد آتی ہے تو اسے خود سے بھی شرمندگی ہونے لگتی، مگر جب اس رات سے وابستہ اس مورت جیسی لڑکی کا خیال آتا تو دل کی بے چینی حد سے سوا ہو جاتی، اس رات کے بعد سے ایسی کون سی رات تھی جب اس نے اس پری چہرہ کو نہ سوچا ہو، اس نے اسے اتنا سوچا تھا کہ وہ اس کے ذہن و دل میں رچ بس گئی تھی وہ لڑکی جس کا نام بھی اسامہ کو معلوم نہ تھا، مگر جس سے اس کو محبت ہو گئی تھی، وہ اس کے گھر کا پتہ جانتا تھا مگر ایک بار رات کے اندھیرے میں نقب لگانے گیا تھا اب دن کے اجالے میں جانے کی ہمت نہ ہوتی تھی، اس رات میں اور آج کی شام میں پورے تین سال کا فاصلہ تھا اور ان تین سالوں کے ہر لمحے میں اس نے دعاؤں میں اسے ہی مانگا تھا، اس کی سوچوں نے اسے ہی تلاشا تھا اور بھری دنیا میں اس کی نگاہوں نے بس ایک ہی چہرہ کھو جاتا تھا، وہ اس سے محبت کرنے لگا تھا، شدید محبت، لیکن اتنی شدید محبت کے باوجود بھی وہ ماں کے سامنے اس کا ذکر نہ کر سکا تھا، وہ اس کے دل کی کہانی تھی اور اس نے اسے دل کی کتاب میں ہی دفن کر دیا تھا اور اپنی زندگی کے سب اختیار اماں کو سونپ دیئے تھے حالانکہ وہ جانتا تھا اگر وہ ایک بار بھی ماں کے سامنے اس کا ذکر کر دے تو اس کی ماں اس سے اتنا پیار کرتی ہے کہ اس لڑکی کے گھر جا کر اس کی محبت مانگ سکتی ہے، مگر جانے کیوں وہ ایسا نہ کر سکا تھا، شاید جب

اس لڑکی کا ذکر آتا تو اس کی زندگی کی وہ رات بھی بے نقاب ہو جاتی جب وہ سیدھے راستے سے بھٹک گیا تھا اور ایسا اسے نامنظور تھا، اس لئے اس نے خاموشی میں ہی عافیت جانی تھی یہ اور بات کہ دل کا درد چین بھی کب لینے دیتا تھا۔

دو دن بعد ہی اماں نے کچھ لوگوں کو بلا لیا تھا، وہ ان کے سامنے بیٹھا تھا اور ان لوگوں کے ہر ہر انداز سے پسندیدگی چھلک رہی تھی پھر وہ بہت خوش خوش واپس گئے تھے اور جاتے ہوئے اسامہ کی تصویر بھی لے گئے تھے۔

''مجھے کل ہی آنے کا کہہ گئے ہیں، لگتا ہے میرا بیٹا انہیں بہت پسند آیا ہے۔'' خوشی اماں کے وجود سے چھلکی پڑ رہی تھی، وہ ملازمہ سے برتن اٹھواتے ہوئے بولی تھیں، وہ اماں کے ہر انداز میں چھپے جوش اور ان کی پھرتیوں کو دیکھ رہا تھا، آج تو سارا دن اماں کو جوڑوں کے درد نے بھی پریشان نہیں کیا تھا۔

''میں صائمہ اور نائمہ کو بلا لوں گی، کل ہم تینوں ماں بیٹیاں لڑکی دیکھنے جائیں گی، میں پہلے دونوں کو فون کر کے بتا دوں اور پروگرام بھی بنا لوں۔'' اماں سب چھوڑ چھاڑ ٹیلی فون اسٹینڈ کی طرف لپکی تھیں وہ بجھے دل سے اماں کے کاموں پر مسکراتا رہا تھا۔

اگلی شام اماں اور دونوں بہنیں بہت خوش خوش گھر لوٹی تھیں، لڑکی اتنی اچھی اور اس کے گھر والے اتنے ملنسار اور شریف تھے کہ اس رشتے کو رد کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا، نائمہ واپسی پر بھائی کو دکھانے کے لئے لڑکی کی تصویر بھی لے آئی تھی۔

''میرا دل تو چاہتا ہے گھر میں آتے ہی ڈھولک رکھوا دوں، اس گھر کے سونے در و دیوار کب سے ایسی کسی خوشی کے لئے ترس رہے ہیں۔'' اماں کا بس نہیں چل رہا تھا سب رسم و رواج کو چھوڑ کر اپنی بہو کا ہاتھ پکڑ کر آج ہی گھر لے آئیں، آتے ہی انہوں نے اپنے دل کی حالت بتا دی تھی۔

''مگر اماں دو دفعہ تو اس گھر میں ڈھولک بج چکی ہے، آپ پھر بھی کہتی ہیں اس گھر کے در و دیوار ڈھولک کی تھاپ کو ترس گئے ہیں۔'' اسامہ جو پاس ہی تخت پر نیم دراز تھا اماں کو چھیڑتے ہوئے بولا تھا۔

''میں جانتی ہوں بیٹیوں کی بھی اتنی ہی خوشی ہوتی ہے کہ وہ آرام و سکون اور عزت سے اپنے گھر بار والی ہوں مگر بیٹا جو خوشی تم سے ملے گی اس کا تو تم اندازہ بھی نہیں کر سکتے۔''

''بھائی آپ نے یہ تو پوچھا نہیں کہ لڑکی کیسی ہے؟'' نائمہ شرارت سے بولی تھی، اسامہ کے دل میں تجسس ہوتا تو وہ پوچھتا۔

''بھئی جیسی سب لڑکیاں ہوتی ہیں ویسی ہی ہو گی، تم لوگ کیا کوئی انوکھی لڑکی پسند کر آئے ہو۔'' وہ پھیکی سی ہنسی ہنسا تھا۔

''بھائی آپ بھی نا بس، پیسہ کمانے والی مشین ہی بن گئے ہیں، لگتا ہے آپ کے جذبات و احساسات تو گم ہو گئے ہیں۔'' نائمہ منہ پھلا کر بولی تھی اور اسامہ دل میں سوچنے لگا تھا، جذبات و احساسات تو بس ایک ہی چہرے کو سوچ کر جاگتے ہیں۔

''یہ لیں بھابھی کی تصویر، دیکھ لیجئے گا پھر آپ کو پتہ چلے گا کہ ہم نے آپ کے لئے دنیا کی انوکھی لڑکی ہی پسند کی ہے کیونکہ وہ بہت خوبصورت ہیں۔'' نائمہ نے ایک لفافہ اسامہ کی طرف بڑھایا تھا، اسامہ تصویر لے کر اپنے کمرے میں آ گیا تھا، اگر وہ تصویر نہ لیتا تو نائمہ اس کا پیچھا نہ چھوڑتی، بلکہ اسے اس کے کئی سوالوں کے جواب دینا پڑتے، کمرے میں آ کر اس نے تصویر دیکھنا چاہتی تھی اور لفافے سے نکلتے ہی ایک

Scan & PDF FIAZ AHMED Friendskorner.com

سرسری نظر ڈالتے ہی تصویر اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے جا پڑی تھی اس نے کانپتے ہاتھوں سے تصویر اٹھائی تھی اور بار بار آنکھیں مسل کر دیکھا تھا، بلاشبہ وہ وہی تھی، اس کی محبت اس کا پہلا خواب، سو فیصد وہی وہ الٹے قدموں باہر دوڑا تھا۔

''اماں یہ تو بہت خوبصورت ہے۔'' جوش جذبات اور خوشی سے اور کیا کہتا، منہ سے بے اختیار ہی نکلا تھا، نائمہ اور صائمہ کی قل قل کرتی ہنسی سارے کمرے میں گونجی تھی۔

''دیکھا بھائی میں نے کہا تھا نا بھابھی بہت خوبصورت ہیں آپ بھی دیکھ کر پاگل ہو گئے تھے۔'' نائمہ کو اپنی پسند پر فخر تھا اگلا معاملہ وہ جانتی ہی نہ تھی۔

''چلو پھر اس خوشی میں مزیدار سی چائے تو پلواؤ۔'' اسامہ کا موڈ خود بخود خوشگوار ہو گیا تھا، ساری کلفت ساری سستی اڑنچھو ہو گئی تھی۔

''ابھی لائی سرکار۔'' وہ سرشاری سی کچن کی طرف بڑھ گئی تھی، اسامہ نے منہ اوپر کر کے اوپر والے کا بے پناہ شکر ادا کیا تھا جس نے اس پر کتنی رحمتیں کر ڈالی تھیں۔

تتلیوں کا مجھے ٹوٹا ہوا پر لگتا ہے
دل پہ وہ نام بھی لکھتے ہوئے ڈر لگتا ہے
رات آئی تو ستاروں بھری چادر تانی
خوبصورت مجھے سورج کا سفر لگتا ہے
میں تیرے ساتھ ستاروں سے گزر سکتا ہوں
کتنا آسان محبت کا سفر لگتا ہے

☆☆☆

''ماما مجھے یہ رشتہ منظور نہیں ہے۔'' شمع نے بڑی سنجیدہ سی صورت بنائے ماں کو جواب دیا تھا، اصل میں جب سے اس نے تصویر دیکھی تھی تو وہ اس شناسا سے چہرے کو یاد کرنے کی کوشش کرتی رہی تھی کہ یہ چہرہ اس نے کہاں دیکھا تھا، مگر اسے یاد نہیں آ رہا تھا اگلے دن اس لڑکے کی ماں بہنیں اس کی تصویر لے کر چلی گئیں تو رات کو لیٹے ہوئے اسے اچانک یاد آ گیا تھا کہ اس شخص کو اس نے کہاں دیکھا ہے، یہ وہی شخص تھا جو ایک بار چوری کرنے ان کے گھر آیا تھا اور اس کے کمرے کا سامان لے گیا تھا، وہ ایک چور سے کیسے شادی کر سکتی تھی وہ اٹھ کر بیٹھ گئی تھی، پریشانی اس کے ہر انداز سے چھلکنے لگی تھی۔

''کیوں کیا خرابی ہے اس میں۔'' وہ جبکہ سب کچھ طے کیے بیٹھی تھیں شمع کے انکار نے ان کو ڈسٹرب کر کے رکھ دیا تھا، آج کل ایسے رشتے ملتے ہی کہاں ہیں اور اس رشتے میں بظاہر تو کوئی برائی بھی نہیں تھی، ماں بیٹا تنہا رہتے تھے لڑکے کی اپنی فیکٹری تھی، کسی قسم کا کوئی فکر نہ تھا۔

''بس میں نے کہا نا مجھے یہاں شادی نہیں کرنی۔'' وہ ہٹ دھرمی سے بولی تھی۔

''آخر کوئی وجہ بھی تو ہو انکار کی۔''

''ماما یہ شخص چور ہے، میرے کمرے سے جو سامان چرایا گیا تھا وہ اس نے اور اس کے ساتھی نے ہی چرایا تھا، میں اچھی طرح اس کو پہچان گئی ہوں۔'' وہ ماں کو ہکا بکا چھوڑ کر اپنے کمرے میں آ گئی تھی۔

''چور۔'' وہ بھی ایک دفعہ لرز گئی تھیں۔

''اف میں اپنی پھول جیسی بیٹی کی ایک چور سے شادی کرنے لگی تھی۔'' وہ جھرجھری لے کر رہ گئی تھیں۔

''بہن ہمیں آپ کے بیٹے کا رشتہ منظور نہیں ہے۔'' انہوں نے اسی وقت اسامہ کے گھر فون کھڑکا دیا تھا۔

''مگر کیوں بہن، سب کچھ تو ٹھیک ٹھاک تھا، اب کیا ہوا ہے۔'' دوسری طرف بھی حیرت سی حیرت تھی۔

''ہونا کیا ہے، بس آپ کے چور بیٹے سے

ہمیں اپنی بیٹی کا رشتہ جوڑنا منظور نہیں ہے۔''

''چور یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں، ضرور آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے، ورنہ میرے بیٹے کی شرافت و ایمانداری اور نیک نامی کے گن تو اک زمانہ گاتا ہے، آپ بے شک جس سے مرضی تصدیق کروا لیں۔'' اس رشتے سے انکار نے انہیں اتنا پریشان نہیں کیا تھا جتنا اپنے ہونہار بیٹے کے لئے چور کا لقب سن کر وہ تڑپ اٹھی تھیں۔

''آپ کا بیٹا ہمارے گھر چوری کر کے گیا ہے، ہم خود اس کے گواہ ہیں ہمیں اس کے لئے دوسروں کی تصدیق کی ضرورت نہیں ہے۔'' اتنا کہہ کر انہوں نے ٹھک سے فون بند کر دیا تھا۔

''اماں خیریت تو ہے آپ یوں بے وقت لیٹی ہیں۔'' اسامہ گھر آیا تو اماں کو لیٹے دیکھ کر بولا تھا، وہ کچھ نہیں بولی تھیں بلکہ کروٹ لئے پڑی ہی تھیں۔

''اماں آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے نا۔'' وہ تشویش سے آگے بڑھا تھا۔

''ہاں طبیعت تو ٹھیک ہے مگر پریشان ہوں بس، میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اپنے جس بیٹے پر مجھے فخر ہے اور جس کے بل بوتے پر میں سینہ تان کر چلتی ہوں اور خود کو نئے سرے سے جوان محسوس کرتی ہوں، وہ چور ہو گا۔'' وہ اسامہ کے چہرے کو غور سے دیکھتے ہوئے نہایت دکھ سے بولی تھیں۔

''آپ سے یہ سب کس نے کہا، آپ کو ضرور غلط فہمی ہوئی ہے۔'' اسامہ کے چہرے کا رنگ ایک بار بدلا تھا۔

''میں نے بھی ان شریف لوگوں سے وہی کہا تھا کہ آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے، مگر انہوں نے یہ کہہ کر رشتے سے انکار کر دیا ہے کہ آپ کے بیٹے نے ہمارے گھر چوری کی ہے ہمیں غلط فہمی کیسے ہو سکتی ہے۔''

''کیا رشتے سے انکار۔'' یہ دوسری بات اس کے لئے کسی شاک سے کم نہ تھی۔

''ہاں انکار، بتا اسامہ تیرے باپ کی حلال کی کمائی میں گڑبڑ تھی یا پھر میرے پاکیزہ دودھ میں کچھ فرق تھا جو تو نے ایسا راستہ اپنایا، کیوں تیرے قدم غلط راستے پر اٹھے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ پیسہ یہ فیکٹری سب حرام کی کمائی کی ہے، تو ہمیں حرام کھلاتا رہا حرام پلاتا رہا حرام پہناتا رہا۔''

''اماں پلیز اتنا بڑا الزام مت لگایئے، آپ کے بیٹے نے ایسا کچھ نہیں کیا جو آپ کو سر جھکانے پر مجبور کرے، میں آج ساری بات آپ کو سچ سچ بتاتا ہوں اس کے بعد جو کچھ آپ کہیں گی میں سہہ لوں گا، مگر میں آپ کی نظروں میں بے اعتبار ٹھہروں یہ میرے لئے کسی موت سے کم نہیں ہے، میں خود اس ایک رات کا بوجھ اٹھاتے اٹھاتے تھک گیا ہوں۔'' پھر اس نے سب کچھ ماں کو بتا دیا تھا کہ کیسے وہ اور زید مجبور ہو کر ایک جگہ چوری کرنے گئے تھے اور کیسے اس کے ضمیر نے اسے ملامت کی تھی اور اس نے چوری کا سارا مال زید کو دے دیا تھا اور خود محنت مزدوری کر کے اپنا مقام بنایا تھا۔

''میں بھی کہوں میرا دل نہیں مانتا کہ میرا بچہ چور ہے۔'' ماں نے نم آنکھوں سے اسامہ کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں لے کر چوما تھا۔

''اگر وہ تیرے دل کی خوشی ہے تو میں ان لوگوں کے آگے اپنی جھولی پھیلا دوں گی، تیری محبت کی بھیک تیری ماں مانگے گی میرے بچے، میں کل دوبارہ ان کے گھر جاؤں گی اور ان کی غلط فہمی دور کر دوں گی۔''

☆☆☆

''یہ ہے میرے بیٹے کی کہانی، میں نہیں کہتی میرا بچہ بہت نیک ہے، مگر بھائی صاحب بس یہ

Scan & PDF
FIAZ AHMED
FriendsKorner.com

ضرور کہوں گی کہ میرا بیٹا آج کے زمانے میں ہیرا ہے ہیرا۔" وہ شمع کے گھر میں بیٹھی تھیں اور انہوں نے سب کچھ کھول کر ان لوگوں کے سامنے رکھ دیا تھا، ان کی کہانی پر سب چپ بیٹھے تھے۔

"بھائی صاحب اگر آپ کو میری بات کا یقین نہیں تو میرے بیٹے کے کردار کے بارے میں کہیں سے بھی پتہ کروائیں۔"

"پتہ کروانے کی ضرورت نہیں بہن، مجھے لوگ پہلے ہی کہتے ہیں کہ ایسا داماد آپ کو کہیں نہیں ملے گا۔" شمع کے والد نے مسکراتے ہوئے انہیں خوشیوں کا عندیہ دے دیا تھا۔

"شکریہ بھائی صاحب بہت بہت شکریہ۔" انہوں نے اٹھ کر شمع کا ماتھا چوما تھا۔

"تو میرے بیٹے کی پہلی اور آخری خوشی ہے بیٹا۔" انہوں نے شمع سے آہستہ سے کہا تھا، وہ اس فقرے میں الجھتی رہی تھی کہ آخر اس بات کا کیا مقصد ہے۔

میٹھی عید کے دوسرے دن ان کے نکاح کا دن مقرر پایا تھا، اسامہ کے تو قدم زمین پر نہ ٹکتے تھے، وہ ہواؤں میں اڑتا پھرتا تھا، اماں صرف نکاح نہیں ہونا چاہیے رخصتی بھی اسی دن ہونی چاہیے، اب اس پری وش سے دور رہنا سوہان روح تھا، اس نے ساری شرم سارے لحاظ بالائے طاق رکھ کر ماں سے کہہ دیا تھا۔

"چل ہٹ شریر کہیں کا، اتنی جلدی کا ہے کی۔" اماں نے اس کے کندھے پر محبت سے دھپ رسید کی تھی۔

پھر اللہ اللہ کر کے وہ دن بھی آن پہنچا جس کا سب کو بے تابی سے انتظار تھا، شمع عید کے دوسرے دن دلہن بن کر اس کے آنگن کی رونق بڑھانے چلی آئی تھی۔

"سلام محبت قبول کیجیے بیگم صاحبہ۔" حجلہ عروسی میں پہنچنے تک اس کی شوخیاں عروج تک پہنچی ہوئی تھیں، شمع محض سر ہی ہلا سکی تھی۔

"یہ لیجیے آپ کی رونمائی، مگر پہلے اپنے دل کا حال ضرور سناؤں گا۔" اس نے کنگن شمع کے ہاتھ میں پہناتے پہناتے ہاتھ روک لیا تھا۔

"شمع پہلی نظر میں مجھے آپ سے محبت ہو گئی تھی، آپ نے کہا تھا سب کچھ ہار دینا چاہیے مگر ہمت اور حوصلہ نہیں آپ کے اس جملے نے اس رات کے بعد میری زندگی بدل دی اور ساتھ ہی میرا دل بھی، میرے ہاتھ محنت مزدوری کرتے تھے اور دل چپکے چپکے آپ کے نام کی تسبیح پڑھتا تھا، مجھے آپ سے شدید محبت جو تھی، پھر خدا کا کرنا دیکھیے کہ آپ کا رشتہ خود بخود میرے گھر پہنچ گیا، میں نے آپ کی تصویر دیکھی تو تادیر مجھے اپنے بخت پر یقین نہیں آیا، باقی تو سب کچھ آپ جانتی ہیں، میں تو بس اتنا جانتا ہوں کہ آج آپ میری محبت میرے پاس ہیں۔" وہ لودیتی نظروں سے شمع کو دیکھ رہا تھا، شمع سر جھکائے سب سن رہی تھی، اس کے کورے دل پر کسی کا نام درج نہیں تھا، لیکن اب اس وقت آہستہ آہستہ اسامہ کے نام کا نقش بننے لگا تھا۔

"جناب یہ تو ہے رونمائی اور یہ کل والی گزری عید کا تحفہ۔" اسامہ نے بھاری کنگن اس کے حنائی ہاتھوں میں پہنا کر ایک اور ڈبہ نکالا تھا اور اس میں سے مہکتے گلابوں کے گجرے نکال کر اس کے ہاتھوں میں پہنا دیے تھے اور کچھ گلاب کے پھول اس کے بالوں میں بھی سجا دیے تھے، شمع کو لگا تھا یہ رات ہی نہیں اس کی ساری زندگی اس عید پر ایک خوبصورت انسان کا ساتھ پا کر گلابوں کی طرح مہک گئی ہے۔

☆☆☆

اک کسک

فرحت شوکت

Scan & PDF
FAIZ AHMED

سورج اس کے بالکل سر پر تھا یوں جیسے اس کے ساتھ ساتھ چل رہا ہو، آگ برساتا آسمان بالکل خاموش تھا، چہار سو پھیلی خاموشی ایک عجیب سی پراسراریت قائم کیے ہوئے تھی، کالونی کے اردگرد کے تمام گھر اس وقت خاموشی کی دبیز چادر اوڑھے بے خبر سو رہے تھے، چلتے چلتے اس کے پاؤں شل ہو گئے تھے، زمین کی تپش کے باعث اس کے پاؤں جھلس اٹھے تھے، اسے یوں لگ رہا تھا جیسے وہ ننگے پاؤں کسی صحرا میں نکل آئی ہو، وہ اپنے گرد اچھی طرح دوپٹہ پھیلائے سر جھکائے تیز تیز قدم اٹھاتی آگے بڑھ رہی تھی، اٹھتا ہر قدم اسے من من بھر کا لگ رہا تھا، یہاں سے وہاں تک پوری کالونی میں اسے اب تک ایک شخص بھی نظر نہیں آیا تھا۔

تھوڑی تھوڑی دیر بعد وہ جھکے سر کو اٹھا کر آگے کی جانب دیکھتی اور نظروں ہی نظروں میں اپنے گھر کا فاصلہ ماپتی پھر دوبارہ سر جھکا کر مزید تیز چلنا شروع کر دیتی، پوری گلی سنسان پڑی تھی اسے ایک دم خوف سا محسوس ہونے لگا گو کہ وہ روز ہی اس راستے سے گزرا کرتی تھی مگر آج تو حد درجہ سناٹا پھیلا ہوا تھا خوف اور گرمی کی شدت سے اس کا برا حال ہو گیا تھا، ہوا بالکل بند تھی جس کی وجہ سے فضا میں حبس سا تھا، وہ جلد سے جلد گھر پہنچنا چاہتی تھی، تقریباً پانچ منٹ بعد ہی وہ گھر کے دروازے کے سامنے تھی۔

گھر میں پہلا قدم رکھتے ہی اس نے سکون کا سانس لیا، تیزی سے صحن عبور کر کے وہ فوراً اندر کمرے کی طرف بڑھ گئی، کچن سے آتی برتنوں کی آواز پر وہ وہیں ٹھٹک کر رک کر اندر جھانکنے لگی۔

امی برتن دھونے میں مصروف تھیں اس کا موڈ آف ہو گیا، وہ فوراً ان کے پاس جا کھڑی ہوئی اور ان کے ہاتھ سے برتن لے کر سینک میں رکھنے لگی جو وہ ابھی دھونے کے لئے اٹھا رہی تھیں۔

''امی میں نے آپ کو کتنی دفعہ منع کیا ہے کسی کام کو ہاتھ مت لگایا کریں، میں خود کر لیا کروں گی۔'' وہ ان کا ہاتھ پکڑ کر کچن سے باہر لے جاتے ہوئے خفگی سے بولی۔

''اور یہ کیا آپ نے کھانا بھی بنا لیا؟'' باہر نکلتے نکلتے اس کی نظر چولہے پر رکھی پتیلی پر پڑی تو وہ ناراضگی سے امی کو دیکھا تو اماں مسکرا کر اس کو دیکھنے لگیں۔

''ارے بیٹا تم اتنی تھکی آئی ہو اور میں بالکل فارغ ہوتی ہوں، میرا ٹائم پاس ہو جاتا ہے کام کرنے سے۔'' گرمی کی شدت سے لال بھبھوکا ہوتے اس کے چہرے کو محبت سے دیکھتے ہوئے، امی نے اس کی پیشانی پر پسینے کی وجہ سے چپک جانے والی لٹ کو کان کے پیچھے کرتے ہوئے کہا۔

''امی اگر آپ کو ڈاکٹر نے منع نہ کیا ہوتا تو میں آپ کو کبھی نہ روکتی۔'' وہ کچن سے باہر ان کے ساتھ چلتے ہوئے نرمی سے بولی۔

اماں شوگر اور بلڈ پریشر کی مریضہ تھیں جس کے باعث ڈاکٹر نے انہیں گرمی سے بچاؤ کی ہدایت کی تھی لیکن وہ اس کا خیال کر کے اکثر کچن میں پائی جاتی تھیں اور انہیں کام کرتے دیکھ کر وہ ان سے شدید ناراض ہو جایا کرتی تھی۔

''روٹیاں تو نہیں بنائیں ناں؟'' وہ انہیں کمرے میں چھوڑ کر باہر نکل رہی تھی جب [illegible] آنے پر اس نے پوچھا۔

''نہیں بیٹا، لیکن تم بھی ابھی مت بنانا، تھوڑا سانس لے لو، پسینہ خشک ہو جائے پھر بنا لینا۔''

وہ جانتی تھیں کہ وہ یونیورسٹی سے آتے [illegible] کچن میں کام کرنے کھڑی ہو جاتی ہے اور [illegible] رات تک گھر کے کاموں میں لگی رہتی ہے۔

اسے روز ہی ہدایت کرتی تھیں لیکن وہ آرام سے نظر انداز کر کے کچن میں جا کھڑی ہوئی۔

''امی آپ پریشان مت ہوا کریں پلیز، بس پانچ منٹ کا کام ہے، میں آپ کے لئے سکنجبین بنا کر لاتی ہوں، آپ لیٹ جائیں۔'' وہ آرام سے بات مکمل کرتی کچن کی طرف بڑھ گئی پھر پانچ منٹ بعد ہی سکنجبین کا گلاس انہیں تھما کر روٹیاں بنانے میں مصروف ہو گئی۔

اس کی اتنی محبت اور ہر ایک کا خیال رکھنے کی فطرت پر اکثر امی آبدیدہ ہو جاتی تھیں کس طرح اس نے ان کے دکھوں کو ایک ایک کر کے اپنی نازک انگلیوں کی پوروں میں سمیٹے تھے یہ ان کا دل ہی جانتا تھا، اتنی چھوٹی سی عمر سے ہی وہ اتنا بڑا بوجھ اٹھا رہی تھی کہ بعض دفعہ انہیں اس کے جلدی سے تھک جانے کا خوف ہولا دیتا تھا لیکن وہ مجبور تھیں کچھ بھی نہیں کر سکتی تھیں۔

وہ ابھی روٹیاں بنا کر اور سینک میں رکھے برتن دھو کر فارغ ہی ہوئی تھی کہ دروازے پر ہونے والی دستک کی آواز پر وہ مسکراتی ہوئی دروازہ کھولنے چل پڑی۔

''نمرہ ہو گی۔'' وہ قیاس آرائی کرتی داخلی دروازے کی طرف بڑھ گئی اور دروازہ کھول دیا، اس کا اندازہ بالکل درست تھا، سامنے ہی نمرہ کھڑی تھی وہ اسے دیکھتے ہی وہ مسکراتی اس سے لپٹ گئی۔

''ہوں لگتا ہے رزلٹ اچھا آیا ہے، ہے ناں؟'' خوشی سے جگمگاتے نمرہ کے چہرہ کو محبت سے دیکھتے ہوئے اس نے پوچھا۔

''جی ہاں میری فرسٹ پوزیشن آئی ہے وہ بھی پورے سکول میں۔'' نمرہ بے حد خوش دکھائی دے رہی تھی، اس نے بے اختیار اس کی پیشانی چوم لی پھر اسے ساتھ لگائے اندر چلی آئی۔

''تم ہاتھ منہ دھو لو، میں کھانا لگانے کی تیاری کرتی ہوں، خائق اور فضہ آتے ہوں گے۔'' اس نے برآمدے میں لگے وال کلاک پہ نظر ڈالتے ہوئے کہا تو نمرہ صحن میں لگے واش بیسن کی طرف بڑھ گئی۔

وہ امی کے کمرے کے عین وسط میں فرش پر بچھی چٹائی پر کھانا چن رہی تھی جب دروازے پر ایک بار پھر دستک ہوئی، نمرہ فوراً صحن کی طرف دوڑ پڑی، واپسی میں اس کے پیچھے فائق اور فضہ تھے، تھوڑی ہی دیر بعد وہ سب امی کے ساتھ چٹائی پر بیٹھے کھانا کھانے میں مصروف تھے۔

''نمرہ آج تم نے ہم سب کو ٹریٹ دینی ہے۔'' کھانا کھانے کے دوران فضہ نے جوش سے کہا۔

''وہ کیوں؟'' نمرہ نے انجان بنتے ہوئے پوچھا۔

''ارے بھئی میری بہن نے فرسٹ پوزیشن حاصل کی ہے پورے سکول میں، اب اتنا تو حق بنتا ہے ناں ہمارا کہ آپ کی جیب تھوڑی سی ہلکی کریں۔'' فضہ کی بات پر سب نے اتفاق کیا۔

''ہاں ہاں بالکل۔'' فائق نے بھی فضہ کی ہاں میں ہاں ملائی جبکہ نمرہ بے چارگی سے سب کو باری باری دیکھ رہی تھی کیونکہ اس کے پاس تو اتنے پیسے ہی نہیں تھے۔

''ارے تمہیں کیا ہوا ہے اتنی پریشان کیوں ہو رہی ہو، میری جان میں ہوں ناں، تم ان کو کہو میں ٹریٹ ضرور دوں گی۔'' اس کی بات پر نمرہ چہک اٹھی تھی۔

''جی ہاں آپ لوگ جب کہیں گے میں ٹریٹ دوں گی میرا اپیا میرے ساتھ ہیں ناں۔'' نمرہ نے محبت سے بازو اس کے گرد حمائل کرتے ہوئے کہا۔

تھوڑی دیر بعد سب کھانا کھانے کے ساتھ خوش گپیوں میں مصروف ہو چکے تھے، امی نے

محبت سے ان چاروں کو دیکھا جو ایک دوسرے سے اتنا پیار اور عزت کرتے تھے کہ وہ بے اختیار ان کی نظر اتارنے لگتی تھیں۔

انہوں نے محبت پاش نظروں سے اسے دیکھا جو ان میں بہت نمایاں لگتی تھی اپنی نرم طبیعت اور نیک فطرت کے باعث وہ سب سے منفرد تھی، اس کی انفرادیت یہیں تک محدود نہیں تھی بلکہ اس نے اس وقت گھر کو اور امی کو سہارا دیا جب چاروں طرف اندھیرا ہی اندھیرا تھا اور اس نے اس گھپ اندھیرے میں امی اور اپنے چھوٹے تینوں بہن بھائیوں کو بھٹکنے نہیں دیا وگرنہ ابو کے اس دنیا سے چلے جانے کے بعد سب رشتہ داروں نے گویا انہیں مخلوق غیر تصور کر کے ہر تعلق قطع کر ڈالا تھا۔

وہ محض نائنتھ کلاس کی تھی جب ابو سب کو روتا چھوڑ گئے تھے، امی کے لئے ان کی جدائی سب سے بڑا صدمہ تھا نجانے کتنے عرصے تک وہ خود کو سنبھال نہ سکی تھیں ایسے میں ایک وہ ہی تھی جس نے نہ صرف امی کو سنبھالا بلکہ چھوٹے تین بہن بھائیوں کی بھی ہر ذمہ داری اپنے سر لے لی، آہستہ آہستہ جب سب قریب اور دور کے رشتہ دار پرے ہوئے چلے گئے تو اس نے مشکل وقت میں سب کے ساتھ چھوڑ کر چلے جانے پر غم کرنے کے بجائے بڑی بیٹی ہونے کا فرض نبھانے کے لئے کمر کس کر کھڑی ہو گئی، اس نے سب سے پہلے سکول کو خیر باد کہا اور پھر پرائیویٹ پڑھائی کے ساتھ ساتھ شام کو محلے کے بچوں کو بھی پڑھانا شروع کر دیا، یوں دیکھتے ہی دیکھتے ٹیوشن کی آمدنی بڑھتی چلی گئی جس سے وہ گھر کا کرایہ گھر کے اخراجات کے علاوہ فضہ، فائق اور نمرہ کی سکول فیسیں با آسانی ادا کر دیتی تھی میٹرک کلیئر کرنے کے بعد اس نے مزید ٹیوشنز لینا شروع کر دیں تو آہستہ آہستہ گھر کے حالات جو یکدم خراب ہو گئے تھے اب بہتر ہونے لگے تھے، وہ سارا دن گھر کے کاموں میں جتی رہتی اور پھر شام ہوتے جوق در جوق آنے والے بچوں کو پڑھانے کا سلسلہ شروع ہو جاتا اور یہ سلسلہ عشاء کی نماز کے ساتھ ہی ختم ہوتا، اسی محنت اور لگن کے بعد اس نے بی اے کر لیا پھر بی اے کے بعد ایک پرائیویٹ سکول میں ٹیچنگ شروع کر ڈالی، سکول سے آنے کے بعد کاموں کا لامتناہی سلسلہ شروع ہو جاتا اور وہ رات گئے تک ٹیوشن لیتی، اس کی زندگی جہد مسلسل کی طرح تھی جس میں فرصت نام کی کوئی شئے کا ذکر تک نہ تھا، وہ خود بھی مصروف رہنا چاہتی تھی کیونکہ مصروفیت کے باعث ہی تو گھر کے حالات سدھرنا ممکن تھا۔

وہ جب ماسٹرز کر رہی تھی تو فضہ تھرڈ ائیر اور فائق ایف ایس سی میں تھا جبکہ نمرہ ابھی چھٹی جماعت میں تھی، وہ اپنی پڑھائی کے ساتھ ساتھ تینوں کی پڑھائی کی ذمہ داری احسن طریقے سے نبھا رہی تھی، امی کی تو گویا اس میں جان تھی، ان کے لئے تو وہ بھری دنیا میں واحد سہارا تھی امی کو شوگر اور بلڈ پریشر کی بیماریوں نے آگھیرا تو باقی ماندہ بوجھ بھی اس کے ناتواں کاندھے پر آن پڑا، وہ بیک وقت گھر اور باہر کے کاموں کو نبٹا رہی تھی لیکن اس کے ماتھے پر کبھی ایک شکن تک نہ ابھری تھی، حتی کہ کبھی تھکن کے آثار بھی اس کے وجود پر نمایاں نہیں ہو پاتے تھے۔

"پتہ نہیں کس مٹی سے بنی ہے یہ۔" امی اکثر اسے دیکھ کر یہی سوچتی تھیں اور اب وہ مقامی پرائیویٹ کالج میں بطور لیکچرار جاب کر رہی تھی اور شام کے وقت ٹیوشنز اسی طرح لے رہی تھی، جبکہ فضہ گریجویشن کے ایگزامز کی تیاری کر رہی تھی اور فائق بی ایس سی کے دوسرے سال میں تھا، اپنے تمام بچوں کو پھلتا پھولتا دیکھ کر امی کے چہرے پر اطمینان پھیل جاتا تھا مگر مکمل اطمینان تو

انہیں اسی وقت حاصل ہونا تھا جب وہ تینوں اپنے اپنے گھروں کی ہو جائیں گی اور فائق اپنے پیروں پر کھڑا ہوا جائے گا۔

"یا اللہ تو میرے بچوں کا کامیاب کر۔" بے اختیار ان کے دل سے دعا نکلی اور وہ ایک بار پھر محبت بھری نظروں سے ان کو دیکھنے لگیں جو ایک دوسرے کے ساتھ ہلکی پھلکی سی نوک جھونک میں مصروف تھے۔

☆☆☆

وہ جس وقت برتن دھو کر دوپٹے کے پلو سے ہاتھ صاف کرتی کچن سے باہر نکلی دوپہر کے دو بج چکے تھے، دھوپ پورے صحن میں شیشے کی مانند چمک رہی تھی، تیز دھوپ میں نگاہ پڑتے ہی پل بھر کو اس کی آنکھیں چندھیا سی گئی تھیں، وہ برآمدے سے گزر کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ رہی تھی کہ امی کے کمرے کے ادھ کھلے دروازے کو دیکھ کر وہ غیر ارادی طور پر اسی طرف چلی آئی اور دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گئی، اس کا اندازہ درست تھا، امی سونے کی بجائے بیڈ کی پشت پر سر ٹکائے آنکھیں موندے چپ چاپ آنسو بہا رہی تھیں، وہ بے قراری سے دبے پاؤں ان کے سرہانے جا کھڑی ہوئی اور ان کے مشفق چہرے کو بغور دیکھنے لگی۔

ان چند برسوں میں اماں کیا سے کیا ہو گئی تھیں، سفید رنگت میں اب زردی کی جھلک خاصی نمایاں ہونے لگی تھی، چہرے کے خدوخال جو پہلے دیکھنے سے لاتعلق رکھتے تھے مگر اب، اب ایسا لگتا تھا جیسے ان کے چہرے کا ہر نقش الگ الگ پریشانی میں مبتلا ہو، ان کا روشن اور پرنور چہرہ اس کے لئے کسی اندھیرے رستے میں دودھیا روشنی سے کم نہ تھا وہ روشنی جو چلنے والے کو سیدھی اور متعین منزل کی طرف گامزن کرتی ہے ان کا وجود اس کے لئے ایک گھنے اور سرسبز درخت کی مانند تھا، جس کے نیچے بیٹھ کر وہ ہمیشہ ہی سکون اور طمانیت محسوس کرتی تھی، جس کی ٹھنڈی چھاؤں اس کے تپتے وجود پہ ہلکے ہلکے سے سرسراتی تھی تو وہ یکدم توانا ہوا اٹھتی تھی، جی اٹھتی تھی۔

ابو کے جانے کا غم فطری تھا لیکن جو رویہ تایا جی، تائی جی اور ماموں کا تھا اس دکھ نے انہیں اندر تک توڑ ڈالا تھا، ان سب نے ان کا اس وقت ساتھ چھوڑا تھا جب اس پوری دنیا میں انہیں ان کے سوا اور کوئی دکھائی دے ہی نہیں سکتا تھا۔

وہ جب جب ان کو ٹوٹتا دیکھتی اس کا دل بھر آتا تھا، وہ اپنے تئیں ان کو ہر ممکن خوش رکھنے اور ان کا دل بہلانے کی کوشش کرتی تھی اور کبھی کبھی اس کوشش میں کامیاب بھی ہو جاتی تھی، ان کو پریشان دیکھ کر وہ بھی اندر ہی اندر تکلیف میں مبتلا رہتی تھی ایک یہی تو تھیں اللہ کے بعد ان سب کا سہارا اور آسرا۔

"امی!" اس نے دھیرے سے ان کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر انہیں پکارا۔

اتنے قریب سے آتی اس کی آواز پہ انہوں نے فوراً آنکھیں کھول دیں اور حیرت سے اسے دیکھنے لگیں۔

وہ کب ان کے کمرے میں آئی تھی انہیں پتہ ہی نہیں چل سکا تھا۔

انہوں نے جلدی سے آنکھوں میں آئے آنسوؤں کو ہاتھ کی ہتھیلی سے رگڑا پھر سوالیہ انداز میں اس کی طرف دیکھا۔

"کیا بات ہے بیٹا؟" انہوں نے اس کا ہاتھ تھام کر اپنے پاس بٹھاتے ہوئے پیار سے پوچھا۔

"کچھ نہیں آپ کے کمرے کا دروازہ کھلا دیکھا تو اندر چلی آئی، آپ سوئیں نہیں ابھی تک؟" اس نے ان کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

FIAZ AHMED
FriendsKorner.com

"نہیں نیند ہی نہیں آرہی۔" انہوں نے وجہ بتائی، جس پر وہ خاموش ہوگئی۔

"وہ تینوں سو گئے؟" اسے چپ دیکھ کر امی نے پوچھا۔

"جی ہاں۔" اس نے جواب دیا پھر قدرے توقف کے بعد وہ استفساریہ نظروں سے ان کی طرف دیکھ کر بولی۔

"آپ رو رہی تھیں ناں۔" وہ اس کی بات کے جواب میں انکار کرنا چاہ رہی تھیں لیکن کر نہ سکیں کیونکہ اس سے بہتر انہیں کوئی نہیں جانتا تھا، اس لئے غلط بیانی کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔

"پلیز امی آپ رویا مت کریں۔" ان کو خاموش دیکھ کر وہ ان کا جواب جان گئی تھی۔

"آپ جانتی ہیں ناں آپ کو پریشان اور روتا دیکھ کر مجھ پر کیا گزرتی ہے؟" انہوں نے ایک نظر اسے دیکھا جو ان کی وجہ سے آزردہ دکھائی دے رہی تھی، ان کی آنکھوں میں ایک بار پھر آنسو تیرنے لگے تھے۔

"کیا کروں دریہ اپنوں کی بے رخی اور بے اعتنائی کا دکھ اندر ہی مارے ڈالتا ہے، مجھے تو یہ سمجھ نہیں آتا کہ سب اس طرح مجھ سے دور کیوں ہوگئے؟" امی آبدیدہ ہو رہی تھیں۔

"کیونکہ سب کو یہی ڈر تھا کہ کہیں انہیں آپ کی اور ہماری ذمہ داری نہ اٹھانی پڑ جائے، تعلق ہوگا تو مروت اور لحاظ میں نقصان کا اندیشہ ستانے لگ گیا ہوگا اس لئے انہوں نے قطع تعلقی کر لی امی تاکہ کسی بھی کڑے وقت میں آپ انہیں آزمائش میں نہ ڈالیں، اپنا دامن چھڑانے کے لئے ان کے پاس راہ فرار کا ایک ہی راستہ تھا، آپ کیوں نہیں سمجھ لیتیں اس بات کو، کیوں خوامخواہ خود کو ان کی محبت میں خوار کر رہی ہیں، کچھ حاصل نہیں ہوگا امی صرف دکھ کے سوا۔" اس نے محبت سے ان کے پرشفق ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیتے ہوئے حقیقت بتائی لیکن ان کا دل نہیں مانتا تھا، انہیں یقین تھا کہ ایک نہ ایک دن وہ سب ان کی محبت سے مجبور ہو کر ان کے پاس ضرور آئیں گے۔

"اچھا آپ چھوڑیں ان باتوں کو یہ بتائیں آپ نے بلڈ پریشر والی ٹیبلٹ لی ہے یا نہیں؟" وہ ان کے چہرے کو اپنے دونوں ہاتھوں سے خشک کرتے ہوئے بولی۔

"ہاں میں نے لے لی ہے بیٹا، جاؤ تم بھی تھوڑی دیر آرام کر لو۔" امی اس کے سر پر شفقت بھرا ہاتھ رکھتے ہوئے بولیں تو وہ مسکراتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"ٹھیک ہے آپ بھی اب سو جائیے۔" اس کی ہدایت پہ انہوں نے اثبات میں سر ہلا دیا، وہ مطمئن سی باہر نکل گئی اور اپنے کمرے کی طرف چل پڑی۔

اسے کل کے لئے ایک امپورٹنٹ لیکچر تیار کرنا تھا سو وہ تیاری میں مصروف ہوگئی، جس وقت وہ اس کام سے فارغ ہوئی شام کے چار بج چکے تھے، وہ بکس بند کر کے باہر نکل آئی۔

صحن کے دیواروں پر دھوپ اپنے آخری نشان چھوڑ کر معدوم ہو رہی تھی، فضا میں پھیلی خاموشی ابھی برقرار تھی ہلکی ہلکی ہوا کے جھونکے ٹکرا کر پلٹ رہے تھے، پرندوں کی چہچہاہٹ دور دور سے سنائی دینے لگی تھی گویا وہ بھی رفتہ رفتہ اپنے گھونسلوں سے نکل کر ایک بار پھر دانے دنکے کی تلاش میں سرگرداں ہوگئے ہوں، اس نے ایک طائرانہ سی نظر پورے صحن میں دوڑائی نجانے کیوں ایک عجیب سی مایوسی محسوس ہو رہی تھی۔

اس نے امی کے بند کمرے کو دیکھا پھر فائق اور فضہ نمرہ کے کمروں کو دیکھا جو شاید اب تک سو رہے تھے، وہ برآمدے کے ستون سے ٹیک لگائے کچھ دیر تک کھڑی رہی پھر باری باری فائق

اور فضہ، نمرہ کے کمروں کے دروازے پر ہلکی سی دستک دے کر کچن میں جا کر تجہین بنانے لگی۔

وہ جانتی تھی کہ وہ تینوں اب تک اٹھ چکے ہوں گے اور فریش ہو کر اپنی کتابیں سمیٹ کر پڑھنے کی تیاری کر رہے ہوں گے تب تک اس نے پائپ لگا کر پورا صحن کا فرش بھی دھو ڈالا تھا، سرخ اینٹوں کا فرش مزید سرخ ہوگیا تھا زمین میں موجود تپش اور گرمائش ٹھنڈے پانی سے سیراب ہو کہ فرش کہ بھی ٹھنڈک پہنچا رہی تھی۔

باری باری ان تینوں کو ہاتھ میں کتابیں تھامے کمرے سے باہر نکلتا دیکھ کر وہ ٹرے میں تجہین کا جگ اور گلاس سجائے میز کی طرف بڑھ گئی۔

"آپی یہ چھوٹے موٹے کام تو مجھے کر لینے دیا کریں پلیز۔" فضہ نے اس سے ہر روز کی جانے والی شکایت کی جس کو اس نے ہمیشہ کی طرح مسکرا کر رد کر دیا۔

"تم لوگ صرف اپنی پڑھائی پر توجہ دو، یہ کام تو ہوتے ہی رہیں گے۔" تب ہی امی بھی عصر کی نماز سے فارغ ہو کر ان کے درمیان آ بیٹھی تھیں، اس نے لیموں پانی سے بھرا گلاس ان کی طرف بھی بڑھا دیا جس کو انہوں نے خاموشی سے تھام لیا۔

"امی دیکھیں ناں آپی مجھ سے گھر کا کوئی کام نہیں کراتیں اور خود سارے کام کرتی رہتی ہیں کیا یہ تھک نہیں جاتی ہوں گی، آپ ان سے کہیں امی مجھے بھی کام بتایا کریں۔" فضہ نے نروٹھے پن سے امی سے اس کی شکایت کی۔

"فضہ ٹھیک کہتی ہے دریہ، تم اسے بھی اپنے ساتھ کاموں میں لگایا کرو، اس طرح اسے بھی تو کام کرنے آئیں گے ناں۔" امی نے فضہ کی حمایت لیتے ہوئے کہا۔

"امی فضہ کے ایگزامز ہونے والے ہیں تب تک یہ اپنی پوری توجہ پڑھائی پر دے تاکہ اسکا رزلٹ اچھا آئے، بس میں یہی چاہ رہی تھی پھر پیپرز کے بعد بے تک گھر کے کاموں میں حصہ لے لیا کرے تب مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔" اس کی بات پر فضہ اور امی دونوں کچھ نہ بولیں اور خاموش ہوگئیں، وہ ٹھیک ہی کہہ رہی تھی۔

"آپ کی یہ باتیں تو یونہی چلتی رہیں گی میری اکیڈمی کا ٹائم ہوگیا ہے، مجھے اجازت دیجئے۔" فائق گلاس خالی کر کے میز پر رکھتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا تو سب اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔

"ارے ہاں فائق، تمہاری اکیڈمی کی فیس دینا تھی وہ میں ابھی لے کر آتی ہوں۔" وہ جانتی تھی وہ کبھی بھی اس سے کسی چیز کے پیسے نہیں مانگتا تھا اس لئے اسے خود ہی اس کی ہر ضرورت کا خیال رکھنا پڑتا تھا، آج مہینے کی دس تاریخ تھی اسے کالج سے سیلری ملی تھی۔

وہ جلدی سے اندر گئی اور پیسے اٹھا لائی اس نے ہاتھ میں پکڑا لفافہ امی کی طرف بڑھا دیا، ہمیشہ کی طرح۔

"یہ لو بیٹا۔" امی نے لفافے میں سے چند ہزار کے نوٹ فائق کی طرف بڑھا دیئے جو اس نے خاموشی سے تھامے اور اللہ حافظ کہہ کر گھر سے باہر نکل گیا۔

وہ یونہی کیا کرتی تھی اپنی سیلری اور ٹیوشن فیس پوری کی پوری امی کے ہاتھ پر رکھ دیتی جسے امی بہت سوچ سمجھ کر پورے مہینے استعمال کیا کرتی تھیں اور امی کو یوں استعمال کرتے دیکھ کر وہ بہت مطمئن اور شانت ہو جایا کرتی تھی۔

اسی وقت ٹیوشن کے لئے آنے والے بچوں کا تانتا بندھ گیا تھا، فضہ اور نمرہ کو پڑھانے کے ساتھ ساتھ وہ بچوں کو بھی سبق دینے میں مصروف ہو چکی تھی، جس وقت وہ بچوں کو پڑھا کر فارغ

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

ہوئی رات کے آٹھ بج چکے تھے، فائق بھی اکیڈمی سے آ چکا تھا، اس کے آتے ہی وہ کھانا لگانے کے لئے اٹھ کھڑی ہوئی۔

کھانا کھانے کے بعد برتن سمیٹ کر جس وقت وہ تمام کاموں سے فارغ ہو کر اپنے کمرے میں آئی رات کے دس بج چکے تھے، وہ کل کالج میں پہننے کے لئے کپڑے پریس کرنے لگ گئی، پھر سونے سے پہلے معمول کے مطابق داخلی دروازے کا لاک چیک کر کے بالترتیب سب کے کمروں میں نظر ڈالنے لگی۔

امی دوائیوں کے زیر اثر گہری نیند سو رہی تھیں، جبکہ مشکل ہوتا تھا، نجانے کون کون سی سوچیں اور خیالات تھے جو ان کو پریشان کیے رکھتے تھے، وہ آہستہ سے دروازہ بند کر کے واپس پلٹ گئی، پھر فضہ اور نمرہ کو ایک دوسرے کے ساتھ لپٹ کر سوتے دیکھ کر وہ بے اختیار مسکرا دی اور آگے بڑھ کر باری باری دونوں کی پیشانی پر پیار کر کے فائق کے کمرے کی طرف چل پڑی، وہ بیڈ پر آڑھا ترچھا لیٹا ہوا تھا اور بک اس کے ہاتھ کے نیچے دبی ہوئی تھی، وہ غالباً پڑھتے پڑھتے سو گیا تھا۔

نجانے کتنی دیر تک وہ اس کے معصوم سے چہرے کو دیکھتی رہی پھر ہاتھ بڑھا کر اس کے بے ترتیب بالوں میں انگلیاں پھیرنے لگی، وہ محبت سے اس کے چہرے کو دیکھنے لگی جوان تمام بہنوں اور ماں کی امیدوں کا مرکز اور اس گھر کا بننے والا واحد سہارا تھا، جس کو اپنے پیروں پر کھڑا کرنے کے لئے وہ خود کو بھلائے بیٹھی تھی، فضہ اور نمرہ تو عام سی تعلیم حاصل کر رہی تھیں جس پر بہت زیادہ خرچہ نہیں آتا تھا لیکن فائق کے لئے اسے دگنی محنت کرنا پڑتی تھی اسے ہر امتحان میں کامیاب دیکھنا اس کا خواب ہی نہیں ضرورت بھی تھی، وہ اس گھر کا ہونے والا واحد کفیل تھا تاہم وہ اس کی تعلیم میں کسی قسم کی کسر چھوڑنا نہیں چاہتی تھی اور اللہ کا شکر تھا کہ فائق نے بھی انہیں کبھی مایوس نہیں کیا تھا، وہ بہت حساس تھا گھر کے حالات سے باخبر تھا لہٰذا دن رات محنت کر کے میرٹ پر آنے کی کوشش کرتا اور اپنی اس کوشش میں وہ اب تک کامیاب ہوتا آیا تھا، کامیابی کی سب سے بڑی وجہ اس کی ذہانت بھی تھی، وہ باقیوں کی نسبت بلا کا ذہین تھا، اسی لئے وہ سب سے پہلے فائق کی ضرورت کو پورا کرنے کی کوشش کرتی تھی تاکہ اس کی محنت اور ذہانت کسی اچھی جگہ استعمال ہو، وہ کسی طور اسے ضائع نہیں کرنا چاہتی تھی، وہ اس کے چہرے پر محبت بھری نظر ڈال کر لائٹ آف کر کے کمرے سے باہر نکل آئی اور اپنے کمرے کی طرف چل پڑی۔

☆☆☆

"کیا یہ تو بہت اچھی بات ہے امی۔" وہ خوشی سے بھرپور لہجے میں بولی۔

پچھلے کچھ دنوں سے فضہ کے لئے ایک اچھا سا رشتہ آ رہا تھا، لوگ بہت اچھے تھے، لڑکا میڈیکل کمپنی میں ملازمت کرتا تھا اور یہ لحاظ سے بہترین تھا، غرضیکہ رشتہ ہر لحاظ سے اچھا تھا لیکن وہ جلد ہی شادی کرنے کے خواہاں تھے۔

امی تذبذب کا شکار تھیں، وہ دریہ سے پہلے فضہ کو کیسے بیاہ سکتی تھیں جبکہ رشتہ اچھا ہونے کی وجہ سے وہ اس وقت بہت پریشان تھیں کہ اچھے رشتے روز روز نہیں آیا کرتے۔

"ولید بہت اچھا ہے امی بس آپ بالکل دیر مت کریں اور ان لوگوں کو ہاں کر دی۔" امی نے ایک نظر اس کے خوشی سے دمکتے چہرے کو دیکھا جسے اپنی خوشیوں کی نہ کوئی فکر تھی اور نہ پرواہ، وہ تو بس دوسروں کے لئے سب کچھ کر گزرنے کو تیار رہتی تھی اس نے آج تک جو کچھ اس گھر اور گھر والوں کے لئے کیا تھا زندگی کی خوشیوں پر سب

سے پہلا حق بھی اسی کا ہونا چاہیے، سب سے پہلے اسی کا گھر بسنا چاہیے جو سب سے بڑی ہے۔

"کیا ہوا امی کیا سوچ رہی ہیں آپ؟" اپنی طرف اتنی غور سے انہیں دیکھتا پا کر اس نے ان کا شانہ ہلا کر پوچھا۔

"کچھ نہیں بیٹا بس یونہی۔" امی یاسیت سے مسکرا دیں۔

"تو بس پھر آپ ان لوگوں کو ہاں کر دیں تاکہ....."

"نہیں میں انہیں انکار کر دوں گی۔" امی نے سبزی کاٹتے ہوئے حتمی انداز میں کہا۔

ان کی بات سن کر وہ شدید حیرت سے انہیں دیکھنے لگی۔

"کیوں امی آخر کیا برائی ہے اس رشتے میں جبکہ فضہ بھی گریجویشن کمپلیٹ کر چکی ہے، رزلٹ بھی آ چکا ہے پھر کوئی وجہ بھی نہیں ہے انکار کرنے کی تو، تو کیوں کر رہی ہیں آپ ایسا۔" وہ پوچھے بغیر نہ رہ سکی۔

ولید ہر لحاظ سے فضہ کے لئے بہترین تھا اور امی بھی پچھلے دنوں اس رشتے پہ بہت خوش تھیں پھر اب۔

"میں بڑی کے ہوتے ہوئے چھوٹی کو نہیں بیاہ سکتی بیٹا، پہلے تمہارا رشتہ طے ہوگا پھر فضہ کے بارے میں سوچوں گی۔" ان کا انداز بالکل پہلے جیسا تھا، حتمی لیکن ان کی بات پر وہ مسکرائے بغیر نہ رہ سکی۔

"ارے میری پیاری امی آپ کیوں پریشان ہو رہی ہیں۔" وہ پیار سے ان کے گلے میں بازو ڈال کر بولی۔

"آپ تو دعائیں مانگتی ہیں ناں اللہ سے کہ وہ ہم پر اپنا کرم کرے اور جب اس نے کرم کرنا شروع کیا تو آپ اسے وصول نہیں کر رہیں، ایسا مت کریں امی پلیز گھر آئی رحمت کو یوں وسوسوں میں گھر کر مت ٹھکرائیں۔"

"نہیں بیٹا میں ٹھکرا نہیں رہی، بس میں، میں تمہارا حق کسی دوسرے کو کیسے دے سکتی ہوں دریہ۔"

"کیسا حق امی، یہ تو نصیب ہے اور نصیب کوئی کسی کو نہ تو دے سکتا ہے اور نہ لے سکتا ہے، آپ بالکل بے فکر ہو جائیں اور پلیز اس رشتے کو ہاتھ سے جانے نہ دیں۔" وہ ملتجی تھی، امی متفکر سی دکھائی دے رہی تھیں۔

"لیکن بیٹا بڑی بیٹی کی موجودگی میں چھوٹی کی شادی میں کیسے کروں، لوگ کیا کہیں گے رشتہ دار کیا سوچیں گے؟" وہ الجھی الجھی سی دکھائی دے رہی تھیں۔

"امی لوگوں کی بات تو آپ رہنے دیں، لوگ صرف باتیں بناتے ہیں کسی کے مسئلے کو سمجھ نہیں سکتے اور رشتہ دار؟ کون سے رشتہ دار امی وہ جو ہمیں تنہا چھوڑ کر چلے گئے اس وقت جب ہمیں ان کی اشد ضرورت تھی، قاسم ماموں اپنے بچوں کی بہتر تعلیم کے لئے دوسرے شہر شفٹ ہو گئے، ایک لمحہ کے لئے بھی انہوں نے یہ نہیں سوچا کہ آپ عدت میں ہیں بچے چھوٹے ہیں کس طرح گزارا کریں گی، حتیٰ کہ انہوں نے وہاں جا کر برسوں بعد بھی ایک فون تک نہیں کیا، آپ کی خیریت تک معلوم نہیں کی انہوں نے بالکل بھلا دیا انہوں نے آپ کو اور تایا جی وہ تو شروع سے ہم سے خوش نہیں تھے اپنی ہی دنیا میں مگن رہتے تھے، انہیں کوئی غرض ہی نہیں ہوتی تھی کہ ان کے گھر میں کیا ہو رہا ہے تو ہمارا خیال کیسے رکھ سکتے تھے لیکن تائی جی تو بہت ملنسار تھیں پھر ابو کے بعد انہوں نے ہم سے منہ کیسے پھیر لیا، آج تک یقین نہیں آتا، ایک ہی شہر میں رہتے ہوئے انہوں نے بھی ہماری طرف پلٹ کر نہیں دیکھا آخر کیوں؟" وہ لمحہ بھر کو سانس لینے کو رکی پھر دوبارہ

Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com

بولنا شروع کر دیا۔

"جب کسی نے ہماری پرواہ نہیں کی تو آپ کیوں کر رہی ہیں کہ وہ کیا سوچیں گے، ہر کوئی جب اپنی مرضی سے اور اپنے ڈھنگ سے اپنی زندگی جی رہا ہے تو ہمیں حق نہیں ہے کیا؟ پلیز امی آپ کو میری قسم بغیر کسی کی پرواہ کیے فضہ کے لئے اس رشتہ کو قبول کر لیں اور جب وہ لوگ مانگ رہے ہیں اس کی شادی کر دیں، ویسے بھی امی آپ تو جانتی ہیں ناں میں ابھی شادی بالکل نہیں کروں گی جب تک فائق کی ایجوکیشن کمپلیٹ نہیں ہو جاتی اور وہ کسی قابل نہیں بن جاتا، میں اس بارے میں سوچ بھی نہیں سکتی۔" وہ انہیں کافی دیر تک قائل کرتی رہی نتیجتاً وہ خاموش ہو گئیں۔

انہیں یوں چپ دیکھ کر اس کا حوصلہ بڑھ گیا تھا، وہ مزید لجاجت سے گویا ہوئی۔

"پلیز امی، میری خاطر اسے میری خواہش سمجھ لیں۔" اس کی آنکھیں بھر آئی تھیں اور وہ کب اس کی آنکھوں میں آنسو دیکھ سکتی تھیں جو ان کی سب سے لاڈلی اور سمجھدار بیٹی تھی جس نے قدم قدم پر انہیں بکھرنے سے بچایا تھا ان کے حوصلوں کو بلند کیا تھا، ان کے تمام دکھوں کو تمام غموں کو اپنی نازک انگلیوں میں پرویا تھا، وہ جس نے کبھی ان سے اپنی کسی خواہش کا اظہار تک نہیں کیا تھا، اس کی آنکھوں میں آنسو کیسے دیکھ سکتی تھیں، انہوں نے ہاتھ بڑھا کر اسے اپنے سینے سے لگا لیا، وہ ٹھیک ہی تو کہہ رہی تھی۔

"جیسے تمہاری مرضی میری جان۔" امی کی رضامندی جان کر وہ پوری کی پوری کھل اٹھی تھی، اس نے خوشی کے مارے ان کا ماتھا چوم لیا تو امی اس کے خوشی سے بھرپور چہرے کو دیکھ کر یکدم پرسکون ہو گئیں۔

"بس اب آپ ان کو ہاں کر دیں اور وہ جب بھی شادی کے لئے کہیں آپ مان جائیے گا۔" وہ تو جیسے خوشی سے پھولے نہیں سما رہی تھی۔

یوں آناً فاناً سب کچھ طے پا گیا اور اگلے ہی مہینے کی پندرہ تاریخ کو فضہ کی شادی قرار پا گئی، سب بے حد خوش تھے۔

☆☆☆

فضہ کی شادی ہوئے ڈیڑھ ماہ کا عرصہ ہی گزرا تھا کہ بالکل اچانک تایا جی اور تائی جی کو ان کی یاد شدت سے ستانے لگی تھی اور ان کی یاد میں اتنی شدت تھی کہ وہ گھر آنے پہ مجبور ہو گئے تھے، امی تو ان کو دیکھ کر ہی سب کچھ بھول گئی تھیں ہر شکوہ، ناراضگی، دکھ کھو دینے کی اذیت ان کے چہرے پر ایسا کچھ بھی نہیں تھا۔

وہ پورے دل و جان سے ان کی آؤ بھگت کر رہی تھیں، تایا جی کے بقول وہ اپنے مسائل میں اتنا گھر چکے تھے کہ کچھ ہوش ہی نہ تھا تہمینہ آپا کی شادی اور پھر ان کے سسرال والوں کے آئے دن آپا سے ناراضگی نے سب گھر والوں کو پریشان کر کے رکھ دیا تھا، امی ان کا یہ بہانہ وجہ سمجھ کر ان کو دل سے معاف کر چکی تھیں، جبکہ اس کو ان کا یہ بہانہ بالکل متاثر نہ کر سکا تھا، لیکن وہ امی کو بھی کچھ نہیں کہہ سکتی تھی، اتنے برسوں بعد آج ان کے چہرے پر حقیقی خوشی دیکھ رہی تھی۔

وہ خاموشی سے امی کے چہرے پر پھیلی اس شگفتگی کو دیکھتی رہی جو تائی جی سے بات کرتے ہوئے بکھرتی جا رہی تھی، تایا جی اور تائی جی دو گھنٹے بعد جانے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے تھے اور جانے سے پہلے باری باری ان تینوں کے سروں پر شفقت بھرا ہاتھ رکھنا نہیں بھولے تھے۔

ان کے جانے کے بعد بھی امی کا چہرہ خوشی و مسرت سے کھلا پڑ رہا تھا، اندرونی خوشی کا احساس ان کے وجود سے چشمے کی مانند پھوٹ رہا تھا، اتنی خوشی کی وجہ اسے جلد ہی سمجھ آ گئی تھی، جب وہ اس

کے کمرے میں اس کے پاس آ کر بیٹھیں تو یہ عقدہ بھی جلدی کھل گیا تھا۔

"آج میں بہت خوش ہوں دریہ۔" وہ اپنی ہر خوشی اور ہر دکھ اسی کے ساتھ بانٹتی تھیں اور اب بھی وہ نہایت بے تابی سے اسے اپنے دل کی کیفیت سے آگاہ کر رہی تھیں۔

"میں جانتی ہوں امی، آپ کے چہرے کے ہر نقش سے پتہ چل رہا ہے کہ تایا جی اور تائی جی سے مل کر آپ کو کتنا سکون اور اطمینان ہوا ہے، سوچتی ہوں جب ماموں آپ سے ملیں گے تب آپ کا کیا حال ہو گا؟" وہ مسکراتے ہوئے بولی تو جواباً امی بھی ہنس پڑیں، پھر اسے وہ ساری باتیں بتانے لگیں جو اس کی غیر موجودگی میں تایا جی اور تائی جی نے ان سے کی تھیں۔

"تمہاری تائی حسان کے لئے تمہارا رشتہ مانگ رہی تھیں۔" ان کی بات پر اسے شدید قسم کا دھچکا لگا تھا، کتنی ہی دیر تک وہ حیرت سے امی کا چہرہ دیکھتی رہی جو یہ بات بتاتے ہوئے چمک اٹھا تھا، پتہ نہیں امی اسے اور کیا کیا بتا رہی تھیں لیکن اس کا ذہن تو ان کی ایک ہی بات پر اٹک گیا تھا۔

"میری تو برسوں کی خواہش انہوں نے پوری کر دی ہے دریہ۔" امی مزید بولیں۔

"جب تم بہت چھوٹی تھیں ناں تو تمہاری تائی نے ایک دو بار اس بارے میں بات کی تھی لیکن میں نے کہا تھا کہ وقت آنے پر دیکھا جائے گا، لیکن اچانک ان کے بدلتے رویے نے میرے اندر وسوسے پیدا کر دیے تھے کہ کہیں وہ اس بات کو بھول ہی نہ گئی ہوں، مگر آج میرے سارے خدشے دور ہو گئے ہیں، حسان جیسا لڑکا تو قسمت والوں کو ہی ملتا ہے، اس نے پورا گھر سنبھالا ہوا ہے، ماشاء اللہ برسر روزگار اور طبیعتاً نہایت سلجھا ہوا ہے مجھے تو حسان شروع سے ہی پسند تھا اور اب، اب تو میری خواہش اور دعا دونوں پوری ہونے کا وقت آ رہا ہے میں بہت خوش ہوں بیٹا بہت زیادہ۔" وہ اپنی ہی دھن میں ساری بات کہہ کر اس کی پیشانی پر بوسہ دے کر کمرے سے باہر نکل گئیں اور اسے حیران و پریشان چھوڑ گئیں۔

پتہ نہیں کتنی ہی دیر تک وہ یونہی ہاتھ پہ ہاتھ رکھے بیٹھی رہی پھر سر جھٹک کر لیکچر تیار کرنے میں مصروف ہو گئی۔

☆☆☆

وہ سب کچھ بھول بھال کر اپنی روٹین میں مگن ہو چکی تھی جب امی نے بالکل اچانک اس کے حواسوں پر دھماکہ ہی کر ڈالا تھا۔

"دریہ تمہارے تایا جی اور تائی جی بہت زور دے رہے ہیں منگنی کرنے پر۔" ان کی بات پر وہ کتنی ہی دیر تک انہیں دیکھتی رہ گئی۔

"امی یہ کیا کہہ رہی ہیں آپ۔" وہ حیرانی سے بولی۔

"کیا مطلب بیٹا میں تو وہی کہہ رہی ہوں جو انہوں نے کہا ہے۔" امی کا انداز نہایت مطمئن تھا۔

"امی مجھے سمجھ نہیں آ رہا کہ ان لوگوں کے ایک دو بار آ جانے سے آپ وہ سب کچھ کیسے بھول سکتی ہیں جو انہوں نے کیا تھا؟" وہ قدرے تیز لہجے میں بولی۔

"انہوں نے کیا کیا تھا ہمارے ساتھ دریہ، کچھ بھی تو نہیں، محض کچھ عرصہ دور رہنے سے تعلق ختم نہیں ہو جاتے، ان کے ساتھ بھی کئی مسائل تھے جس کی وجہ سے وہ ہم سے......"

"مسائل تو ہر گھر میں ہوتے ہیں تو اس کا یہ مطلب تو نہیں ہوتا کہ وہ رشتہ داریاں نبھانا چھوڑ دیں، اپنوں کو پوچھنا چھوڑ دیں اگر اس طرح مسائل ختم ہوتے تو کوئی کسی کو نہ پوچھتا، مشکل وقت میں کوئی کسی کی طرف امید بھری نظروں

Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com

سے بھی نہ دیکھتا۔" آج پہلی بار وہ اتنے سخت لہجے میں بات کر رہی تھی، امی حیرت سے اسے دیکھنے لگیں۔

"پلیز امی آپ ان کو انکار کر دیں۔" وہ اتنا کہہ کر ان کے بیڈ پر سے اٹھ رہی تھی کہ امی نے اسے روک لیا تو وہ دوبارہ بیٹھ گئی۔

"میں نے ان کو ہاں کر دی ہے کیونکہ میں اس رشتے سے بہت خوش ہوں۔" امی کا انداز قطعی تھا، ایک پل کے لئے تو وہ کچھ بھی نہ بول سکی۔

"میں چھوٹی چھوٹی باتوں کی وجہ سے اتنے قیمتی رشتے کھونے کا حوصلہ نہیں رکھتی بیٹا، تمہارے ابو کے بعد جس خوف نے مجھے اپنی لپیٹ میں لیا تھا وہ آج بالکل ختم ہو چکا ہے، ایک تنہا عورت کا اس معاشرے میں رہنا کس قدر دوبھر ہوتا ہے یہ مجھ سے زیادہ کوئی نہیں جان سکتا، وہ تو اللہ کا شکر ہے کہ میں نے عزت کے ساتھ یہ عرصہ گزارا ہے اور میرے بچے الحمدللہ بہت سعادت مند اور باکردار ہیں ورنہ باپ کا سایہ اٹھ جانے کے بعد دوسرے لوگ کس طرح جینا حرام کرتے ہیں یہ تمہیں بتانے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ تم بھی اچھی طرح جانتی ہو، کتنی ہی انگلیاں بے مقصد اٹھتی ہیں، میں اپنے رب کی بڑی شکر گزار ہوں کہ اس نے مجھے اور میرے بچوں کو اس وقت سے اور اس قسم کے لوگوں سے بچائے رکھا، تمہارے تایا جیسے بھی ہوں لیکن تمہارا خون ہیں تمہارے باپ جیسے ہیں وہ اور دنیا کو بھی نظر آنا چاہیے کہ ہم بالکل بے آسرا پالے سہارا نہیں ہیں، مرد عورت کے لئے بہت بڑی طاقت ہوتا ہے بیٹا، قدم قدم پر عورت کو مرد کی ضرورت پڑتی ہے، چاہے وہ کسی بھی رشتہ کی صورت میں ہو، باپ، بھائی، بیٹا، چچا یا ماموں، لیکن ہماری بدقسمتی تھی کہ سب نے ہم سے منہ موڑ لیا تھا، اس کے باوجود میں نے ان کی اہمیت سے کبھی انکار نہیں کیا تھا، میں تمام رشتوں کو ختم کر کے اکیلے رہنے کا حوصلہ نہیں رکھتی تھی اسی لئے ان سب کا رویہ مجھے رلاتا رہتا تھا، کچھ بھی ہو میرے بچوں کے لئے یہ سب سے اہم رشتے ہیں اور میں ان کو معاف نہ کر کے میں تم لوگوں کو ساری عمر کے لئے لاوارث نہیں رکھ سکتی، رہی بات یہ کہ میں حسان کا رشتہ ان کی وجہ سے قبول کر رہی ہوں تو ہرگز نہیں، میں اگر یہ رشتہ طے کرنے کے حق میں ہوں تو صرف حسان کی وجہ سے کیونکہ حسان بہت اچھا انسان ہے بیٹا، بہت سمجھدار اور مہذب وہ رشتوں کی قدر کرتا ہے اور انہیں نبھانا بھی جانتا ہے، مجھے ذاتی طور پر یہ رشتہ تمہارے تایا اور تائی کی وجہ سے نہیں صرف حسان کی وجہ سے پسند ہے بیٹا۔" وہ محبت سے اسے سمجھا رہی تھیں جبکہ وہ خاموشی سے سر جھکائے ان کی باتیں سن رہی تھی، وہ مزید گویا ہوئیں۔

"تم بالکل بے فکر رہو بیٹا، میں تمہاری ماں ہوں تمہارے لئے بہتر ہی سوچوں گی ناں۔"

"لیکن امی آپ جانتی ہیں ناں میں شادی کرنا نہیں چاہتی ابھی کیونکہ....."

"تم فکر مت کرو دریہ وہ ابھی شادی کرنے پر مصر نہیں ہیں۔" وہ اس کی بات سمجھ گئی تھیں اسی لئے پوری بات سنے بغیر جلدی سے بولیں جبکہ وہ فوری طور پر کوئی تاثر نہ دے سکی تھی، اسے خاموش دیکھ کر امی اس سے اِدھر اُدھر کی باتیں کر کے اس کا ذہن بٹانے لگ گئیں۔

☆☆☆

تائی جان کے اصرار پر دونوں گھروں کے افراد نے منگنی کی چھوٹی سی رسم بھی ادا کر دی گئی تھی جبکہ شادی کے بارے میں دونوں طرف سے کوئی بات نہیں کی گئی تھی۔

وہ یہ رشتہ طے کیے جانے پر خوش تھی یا ناخوش وہ جان نہیں پائی تھی، وہ بس پہلے جیسی تھی،

نہ کوئی جذبہ پنپا تھا اور نہ نئے خیالات نے اس کے دل میں جگہ بنائی تھی لیکن امی کی خاطر اس نے یہ رشتہ قبول ضرور کر لیا تھا۔

وہ پہلے کی طرح مطمئن تھی لیکن اس کا یہ اطمینان تادیر برقرار نہ رہ سکا تھا، امی کی بات سن کر وہ ہتھے سے ہی اکھڑ گئی تھی۔

"امی پلیز یہ کیسی باتیں کر رہی ہیں آپ۔" وہ بے یقینی سے امی کو دیکھ کر بولی، جنہوں نے آرام سے اسے تائی جی کا فیصلہ سنا دیا تھا۔

"انہیں لڑکیوں کا جاب کرنا پسند نہیں ہے دریہ اس لئے وہ....."

"انہیں پسند نہیں ہے تو نہ ہو، وہ اتنے استحقاق کے ساتھ مجھ پر اپنی پسند کس طرح مسلط کر سکتی ہیں۔" اب کی بار اس کے لہجے میں سختی نمایاں تھی۔

"تم اس گھر کی ہونے والی بہو ہو بیٹا اور تم پر وہ اتنا ہی حق رکھتی ہیں جتنا میرا تم پر ہے۔" امی نے نرمی سے اسے سمجھایا۔

"ہونے والی ہوں امی، ہوئی نہیں ہوں، انہوں نے ابھی سے مجھ پر پابندیاں لگانا شروع کر دیں بعد میں....."

"ایسے نہیں کہتے دریہ۔" امی نے اس کی بات کاٹ کر اسے ٹوکتے ہوئے کہا۔

"یہ پابندیاں نہیں ہوتیں، یہ بڑوں کا مان ہوتا ہے کہ جس بات سے یا جس کام سے چھوٹوں کو روکا جائے وہ فوراً رک جائیں کیونکہ در پردہ اس میں انہی کی بہتری پوشیدہ ہوتی ہے۔"

ان کے ٹوکنے پر وہ خاموش ہو گئی تھی پھر قدرے توقف کے بعد سوالیہ انداز میں ان کی طرف دیکھ کر بولی۔

"آپ کیا چاہتی ہیں امی؟" اس نے فیصلہ گویا ان پر ہی چھوڑ دیا تھا۔

"دیکھو بیٹا ایک لحاظ سے وہ ٹھیک ہی کہہ رہی ہیں کیونکہ آج تک ہمارے خاندان میں کسی لڑکی نے جاب نہیں کی، تم کل کو اسی خاندان کی بہو بننے جا رہی ہو اس لئے تمہیں ہر طرح سے اس کا پاس رکھنا ہوگا۔" انہوں نے آرام سے بات مکمل کی۔

"آپ کیا چاہتی ہیں امی یہ بتائیں ناں؟" اس نے بڑی آس سے ان کی طرف دیکھا۔

"تمہاری تائی کا کہنا ہے کہ تمہیں ہر حال میں یہ جاب چھوڑنا ہوگی۔" تھوڑی دیر بعد امی نے جواب دیا۔

اس نے بغور ان کے چہرے کی طرف دیکھا جو اس وقت آزردہ دکھائی دے رہی تھیں، وہ یقیناً تائی جی کی باتوں کے دباؤ میں آ کر یہ سب کہہ رہی تھیں وگرنہ وہ تو بہت روشن خیال کی مالک تھیں۔

"میں جاب نہیں چھوڑوں گی امی۔" وہ اپنا فیصلہ سنا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

"ایسا مت کرو دریہ، بات خوامخواہ بڑھ جائے گی۔" امی نے کمزور لہجے میں کہا۔

"آپ بات بڑھنے کے اندیشے سے ڈر رہی ہیں امی جبکہ مجھے خوف آ رہا ہے کہ اگر میں نے ان کی یہ بات مان لی تو فائق کا کیا ہوگا، پلیز امی آپ تو سب کچھ جانتی ہیں ناں پھر کیوں ان کا ساتھ دے رہی ہیں؟" اس کی بات سن کر وہ متذبذب دکھائی دینے لگی تھیں۔

"آپ ان سے کہہ دیجئے گا کہ شادی سے پہلے مجھ پر کسی قسم کی روک ٹوک مت کریں بعد میں، میں وہی کروں گی جو وہ لوگ چاہیں گے۔" وہ اتنا کہہ کر کمرے کی طرف بڑھ گئی تو امی گہرا سانس بھر کر رہ گئیں، وہ اس وقت بالکل بے بس تھیں۔

☆☆☆

"حسان بھی یہی چاہتا ہے کہ تم جاب چھوڑ

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

دو۔" ان کی بات سن کر وہ اپنی جگہ پر جم سی گئی تھی۔
"اب میں بھی یہی چاہتی ہوں دریہ، بس تم یہ جاب چھوڑ دو بیٹا اور ویسے بھی وہ لوگ اگلے چند ماہ تک شادی کرنے کے خواہش مند ہیں۔" امی نے یقیناً ان تک اس کا پیغام پہنچا دیا تھا جس کے جواب میں انہوں نے شادی کی بات کر ڈالی تھی۔
"لیکن امی میں نے آپ سے کہا تھا کہ دو ڈھائی سال تک مجھے شادی نہیں کرنی، پھر بھی......"
"سب کچھ میرے اختیار میں نہیں ہے دریہ، میں نے ان سے تمہارے کہنے پر بات کی تھی لیکن وہ بالکل راضی نہیں ہیں، وہ بھی ہمارے حالات سے اچھی طرح واقف ہیں کہ فائق میڈیکل کے دوسرے سال میں ہے اور اس کا سارا خرچہ اور گھر کی دوسری ضروریات تمہاری تنخواہ سے پوری ہوتی ہیں لیکن انہیں یہ کسی طور منظور نہیں ہے کہ ان کی ہونے والی بہو سکول کالجوں میں چند ہزار کی خاطر خوار ہوتی پھرے۔" امی بھی بہت ملول دکھائی دے رہی تھیں شاید انہیں بھی تائی جی کی ان باتوں سے تکلیف ہوئی تھی۔
"میری بات مانو بیٹا جیسا وہ کہہ رہے ہیں کر لو رشتوں میں بدمزگی ہو جائے تو بدگمانیاں پیدا ہونے لگتی ہیں اور میں ایسا بالکل نہیں چاہتی کہ میری بیٹی کی نئی زندگی کی شروعات کسی تلخ بات سے ہو۔" امی نے محبت سے اس کی طرف دیکھ کر کہا جس نے کبھی ان کی بات کو رد نہیں کیا تھا۔
"آپ اس رشتے سے انکار کر دیں امی یہ منگنی توڑ دیں۔" اس نے بڑے سکون سے انہیں مشورہ دیا، جس کو سن کر امی کے چہرے پر ایک تاریک سا سایہ آ کر ٹھہر گیا تھا۔
"میں رشتہ ختم کر دوں تا کہ سب یہ کہیں کہ بیٹی کی کمائی کے بغیر گزارا نہیں ہوتا تھا اس لئے......"
"کوئی کچھ بھی کہتا رہے امی مجھے کسی کی فکر نہیں ہے مجھے صرف اپنے بھائی کے مستقبل کی فکر ہے، جس سے آپ کا اور اس گھر کا مستقبل جڑا ہے، کم از کم امی مجھے اتنا تو سوچ دیجئے کہ میں فائق کو اس جگہ پر کھڑا کر دوں جہاں وہ خود کو کمزور نہ سمجھے، امی پلیز مجھے سمجھنے کی کوشش کریں میں......"
"تم نے میری آج تک ہر بات مانی ہے دریہ تمہیں اب بھی میری بات ماننی پڑے گی، تم جاب چھوڑ دو۔" امی نے حتمی انداز میں بات ختم کر دی تو وہ کتنی ہی دیر تک انہیں دیکھتی رہی جو ہمیشہ انہیں محقق آئی تھیں لیکن آج اس کی کسی بات کو سمجھنا ہی نہیں چاہ رہی تھیں یا شاید وہ ہی انہیں سمجھا نہیں پا رہی تھی۔
"تمہیں میری قسم ہے دریہ تم یہ جاب چھوڑ دو، ہمارے اور فائق کے نصیب میں جو ہو گا مل جائے گا اور خود کو جلد سے جلد ذہنی طور پر شادی کے لئے بھی تیار کر لو، وہ لوگ شادی کے لئے بھی زور دے رہے ہیں۔" امی نے نس دل سے یہ ساری باتیں کہی ہوں گی وہ اچھی طرح جانتی تھی، اپنی قسم دے کر انہوں نے گویا ساری بات ہی ختم کر ڈالی تھی سو وہ مزید بحث کیے بغیر آنکھوں میں آئی نمی کو غیر محسوس طریقے سے صاف کرتی وہاں سے اٹھ کھڑی ہوئی۔
آنسو تھے کہ رکنے کا نام ہی نہیں لے رہے تھے، ایک گہرا دکھ تھا جو اس کے رگ و پے میں سرائیت کر گیا تھا اور وہ دکھ تھا فائق کی نامکمل تعلیم کا دکھ، پھر جلد ہی وہ ہر فیصلہ اللہ پر ڈال کر خود کو مطمئن کرنے کی کوشش میں لگ گئی تھی۔

☆☆☆

دن یونہی گزرتے جا رہے تھے کبھی تیزی سے بھاگتے ہوئے تو کبھی سست روی سے چلتے ہوئے، اسی آنکھ مچولی میں کتنا عرصہ گزر گیا تھا وہ اسے بالکل یاد کرنے نہیں چاہتی تھی وہ ہمیشہ کے لئے اس گھر کو چھوڑ آئی تھی جہاں اس نے بچپن سے شعور کی منزل طے کی تھی، جہاں اس نے ہر خوشی کو خوش آمدید کہا تھا اور ہر دکھ کو خاموشی سے سہا تھا، سب کچھ بہت بدل چکا تھا۔
وہ مسز حسان بن چکی تھی اور ایک ننھے منے سے زید حسان کی ماں بھی بن چکی تھی، تایا جی شدید بیمار رہنے لگے تھے اور تائی جی ہر وقت کسی نہ کسی پریشانی میں مبتلا رہتی تھیں، جبکہ حسان، ایک روڈ ایکسیڈنٹ کی وجہ سے ٹانگ اور بازو میں ہونے والے فریکچر کے باعث گزشتہ چار ماہ سے بستر کے ہو کر رہ گئے تھے، وہ جب بھی حسان کو دیکھتی اسے امی کی بات یاد آ جاتی تھی کہ وہ بہت نیک اور سلجھی ہوئی ذہنیت کا سمجھدار انسان ہے، اس میں واقعی کوئی شک نہیں تھا کہ حسان میں یہ تمام خوبیاں بدرجہ اتم موجود تھیں۔
شادی کے بعد دو سال کا عرصہ اس نے ان کی سنگت میں بہت خوشگوار گزارا تھا لیکن اس کے باوجود ایک کسک سی تھی جو اسے اندر سے خوش اور مطمئن نہیں ہونے دیتی تھی۔
جاب چھوڑنے کے بعد وہ گھر بیٹھ گئی تھی لیکن ٹیوشن پڑھانا اس نے ترک نہیں کیا تھا، امی کا کہنا تھا کہ تائی جی جلد سے جلد شادی کرنے کی کوششیں کر رہی ہیں لیکن ان کی یہ کوششیں ڈیڑھ سال تک جاری رہیں، اس تمام عرصے میں وہ اندر ہی اندر کڑھتی رہی تھی، کیونکہ انہوں نے تو شادی ڈیڑھ سال بعد ہی کرنی تھی حسان سے چھوٹی رمشہ کی پڑھائی مکمل ہونے کا انتظار تھا تا کہ دونوں بہن بھائی کی شادی ایک ساتھ ہی ہو جائے، اسے تائی جی کا مقصد سمجھ آ گیا تھا، وہ شادی کا زور ڈال کر اسے جاب سے منع کرانا چاہتی تھیں تا کہ وہ اپنے خاندان میں یہ باور کرا سکیں کہ ان کی ہونے والی بہو کوئی ملازمت پیشہ لڑکی نہیں ہے، اپنے خاندان کی آن شان بان کی خاطر انہوں نے اسے اندر سے بالکل توڑ ڈالا تھا۔
وہ جب جب فائق کو دیکھتی اس کا دل بھر آتا تھا، اس نے خاموشی سے میڈیکل کو خیر باد کہہ دیا تھا اور کمپیوٹر میں ڈپلومہ کر رہا تھا، گھر کا خرچہ، نمرہ کی پڑھائی امی کی میڈیسن اور پھر اپنی تعلیمی ضروریات کے باعث وہ ٹیوشنز لینے کے علاوہ کہیں بھی چھوٹی موٹی نوکری کرنے سے ہرگز نہیں کتراتا تھا، وہ محنتی تو شروع سے ہی تھا لہذا اپنی پڑھائی کے ساتھ ساتھ گھر کو چلانے کی خاطر سب کچھ کرنے کو تیار رہتا تھا، لیکن پھر نجانے کیا ہوا تھا کہ اس کی دلچسپی کسی بھی چیز میں نہیں رہی تھی۔
وہ زیادہ وقت گھر سے باہر گزارا کرتا تھا، اس نے کئی نئے دوست بنا لئے تھے اور ان کے ساتھ رات دیر تک گھر سے باہر رہتا تھا، ایسا نہیں تھا کہ اس کی کمپنی برے لڑکوں کی تھی بلکہ اب تک وہ جو تعلیم حاصل کر رہا تھا اس دوران اسے اتنی فرصت ہی نہ ملتی تھی کہ وہ کہیں باہر جا سکے یا نئے نئے دوست بنا سکے پڑھائی کے سلسلے میں زیادہ تر گھر پر ہی رہتا تھا اس کی زندگی کا محور، ڈاکٹر بننے کے لئے محنت کرنا تھا، اب وہ کوئی کمپیوٹر ڈپلومے کر چکا تھا اور یہ سب کرنا گویا اس کے لئے مشکل ہی نہیں تھا۔
وہ پچھلے ڈیڑھ سال سے مسلسل جاب کے لئے مختلف جگہوں پر اپلائی کر رہا تھا لیکن کہیں بھی اسے مستقل جاب نہیں مل پا رہی تھی، عارضی طور پر اسے چار ماہ یا چھ ماہ کے لئے رکھ لیا جاتا

Scan & PDF FIAZ AHMED Friendskorner.com

پھر فارغ کر دیا جاتا، اس طرح نہ جانے کتنی کمپنیز میں اسے اپنی صلاحیت اور ذہانت کو بروئے کار لائے بغیر وہاں سے رخصت کر دیا جاتا تھا، ان سب کے باوجود اس نے جاب کرنا نہ چھوڑا لیکن اب کچھ عرصے سے اس کا دل جیسے ہر چیز سے اچاٹ ہو گیا تھا، اس نے کمپیوٹر کلاسز لینا بھی ترک کر دی تھیں حتیٰ کہ اس نے تقریباً تمام دوستوں کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا بھی چھوڑ دیا تھا، وہ صرف چند ٹیوشنز ہی لیتا تھا اور اسی ضرورت کے تحت گھر سے باہر نکلتا تھا دوسری صورت میں وہ گھر میں ہی رہتا۔

وہ جب بھی اسے دیکھتی اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سی کمی اور محرومی کے علاوہ ٹوٹتے خواب کی کرچیوں سے سرخ ہوتے ہوئے اسے اندر تک رلا دیتے تھے، فائق کو ڈاکٹر بنانا اگر اس کا خواب تھا تو ڈاکٹر بننا اس کی اپنی بھی دلی تمنا تھی جس کو پوری کرنے کے لئے اس نے نہ کبھی اسے مایوس کیا تھا اور نہ وہ پیچھے ہٹا تھا، لیکن ستم ظریفی یہ کہ اسے ایسے مقام پر لا کر روک دیا گیا تھا جہاں سے وہ نہ پیچھے جا سکتا تھا اور نہ آگے بڑھ سکتا تھا۔

وہ پہلے بھی خاموش اور کم گو تھا لیکن اب تو جیسے اس کی قوت گویائی سلب ہو چکی تھی وہ بہت ضرورت کے تحت ہی کسی سے بات کرتا تھا ورنہ خاموش ہی رہتا، امی جہاں فائق کے لئے ازحد پریشان رہتی تھیں وہیں نمرہ کی شادی کی فکر انہیں ستائے جا رہی تھی، نمرہ محض ایف اے ہی کر سکی تھی اور اب وہ محلے کے چند بچوں کو شام کے وقت ٹیوشن پڑھا دیتی تھی۔

وہ اپنے گھر والوں کی اس بدحالی کی وجہ تائی جی کی جھوٹی انا اور حسان سے شادی گردانتی تھی، اس کا دل تائی جی کی طرف سے شکوہ سے پر ہو چکا تھا، اس کے علاوہ اسے ان سے کوئی شکایت نہیں تھی لیکن وہ آج تک کبھی ان کے سامنے اس کا اظہار نہیں کر سکی تھی کہ ان کی تنگ ذہنیت کے باعث کتنے لوگوں کی زندگیاں تنگ ہو کر رہ گئی تھیں، وہ ایک سرد آہ بھر کر تر آنکھوں سے آسمان کو دیکھنے لگی۔

☆☆☆

گھر کے حالات دن بہ دن مزید خراب ہوتے جا رہے تھے، حسان کی جاب چھوٹ چکی تھی، تایا جی کو ٹی بی کا مرض لاحق تھا جو وقت گزرنے کے ساتھ بڑھتا جا رہا تھا کیونکہ وقت پر دوائیاں اور چیک اپ نہیں ہو پا رہا تھا، رمشہ سے چھوٹی ماہ نور کے سسرال والے شادی کے لئے زور ڈال رہے تھے اور سفیان میڈیکل کے انٹری ٹیسٹ کی تیاریوں میں مصروف تھا جس کے لئے اسے اچھی سی اکیڈمی کی ضرورت تھی لیکن فیس نہ ہونے کی صورت میں وہ بے حد پریشان تھا۔

اس کے علاوہ حسان کی ڈاکٹر کی فیس اور میڈیسن کے بے تحاشا اخراجات تھے لیکن وسائل بے حد کم تھے، حسان اس گھر کے لئے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے تھے وہ بیٹھ گئے تو گویا پورے گھر کا نظام ہی درہم برہم ہو کر رہ گیا تھا۔

تائی جی کی پوری کوشش تھی کہ حسان جلد سے جلد ٹھیک ہو جائیں تا کہ گھر کے حالات پھر سے بہتر ہو سکتیں، اسی کوشش میں وہ اپنی جمع پونجی بھی خرچ کر چکی تھیں، انہیں بیٹے کی لاچاری ہر وقت رلائے رکھتی تھی اوپر سے گھر کے بگڑے حالات نے ان کی جیسے کمر ہی توڑ کر رکھ دی تھی، کہیں سے کوئی روشنی کی امید نظر نہیں آ رہی تھی، حسان کو پورے پانچ ماہ ہو چکے تھے، ان کی ٹانگ کا فریکچر ٹھیک ہونے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا جبکہ بازو کا پلاسٹر اتر چکا اور اب وہ آہستہ آہستہ اس کو حرکت میں لانے کی کوشش کر رہے تھے۔

سفیان نے ایک دو جگہ چھوٹی موٹی ملازمت کرنا چاہی لیکن ایجوکیشن کمپلیٹ نہ ہونے کی وجہ سے سلیکشن میں مشکل پیش آ رہی تھی، جبکہ ٹیوشن پڑھانے کا اسے کوئی تجربہ نہیں تھا اس لئے وہ اس کام سے کتراتا تھا، جبکہ ماہ نور محض میٹرک پاس تھی، تائی جی کے خیال میں لڑکیوں نے نوکری تھوڑا کرنی ہوتی ہے جو ان پر اتنا پیسہ خرچ کیا جائے۔

گھر میں پھیلی یاسیت اور افسردگی میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا، کسی کو کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے، اسی اثناء میں اس نے ایک دو بار تائی جی کو حسان سے بات کرتے دیکھا تھا، وہ اس کو موجود پا کر خاموش ہو جایا کرتی تھیں، پھر جلد ہی اسے ماہ نور کے ذریعے پتہ چل گیا کہ تائی جی چاہ رہی ہیں کہ وہ جاب کر لے تا کہ گھر میں چار پیسے آئیں اور بھوکے رہنے سے نجات مل سکے، بقول ان کے بیویاں تو شوہر کے ساتھ قدم سے قدم ملا کر چلتی ہیں تو ہی گھر چلا کرتے ہیں مزید یہ کہ اس کی تعلیم ایسے کڑے وقت میں کام نہیں آئے گی تو کب آئے گی۔

رمشہ کے منہ سے یہ ساری باتیں سن کر ایک تلخ سی مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پہ آن رکی تھی، بالآخر وہ بھی مجبور ہو ہی گئیں ناں اپنی اسی بہو سے جاب کرانے پر جو بیٹی اور بہن ہونے کی حیثیت سے جب اپنے گھر کو سنبھال رہی تھی تو انہیں ناگوار گزر رہا تھا، وہ شاید لاعلم تھیں کہ کوئی ماں باپ اپنی خوشی سے اپنی بیٹی کو خوار ہونے کے لئے زمانے کے حوالے نہیں کرتے بلکہ کچھ مجبوریاں کچھ ضروریات ہوتی ہیں جو انہیں اتنا حوصلہ دیتی ہیں کہ وہ بیٹیوں کے باہر کی جانب نکلتے قدموں پہ اعتبار کر سکیں۔

اسے حیرت ہو رہی تھی کہ آج تائی جی کی انا کی کہاں چلی گئی جو اس وقت پورے کروفر کے ساتھ آ کھڑی ہوئی تھی جب اس کا بھائی مستقبل بنانے کے نازک موڑ پر کھڑا تھا جب امی نے یہ سوچے بغیر کہ نمرہ کی شادی کیسے ہو گی، گھر کے دوسرے اخراجات کیسے پورے ہوں گے تائی جی کے آگے سر خم کر ڈالا تھا تا کہ یہ رشتہ ختم نہ ہو، جب اس نے فائق کے لئے اپنی آنکھوں میں بسے اس خواب کو نوچ کر پھینک ڈالا تھا جو وہ ہمیشہ سے اس کے لئے دیکھتی آ رہی تھی۔

''کیوں کیا تائی جی آپ نے ایسا؟'' وہ بے اختیار چہرہ ہاتھوں میں چھپائے رو پڑی تھی آج کافی عرصے بعد وہ یوں پھوٹ پھوٹ کر روئی تھی جیسے اندر کے کچے زخم اچانک ٹپک کر رسنا شروع ہو گئے ہوں، وہ دل ہلکا ہونے تک روتی رہی تھی پھر خود کو نارمل کرنے کی کوشش کرنے لگ گئی۔

☆☆☆

یونہی کئی دن گزر چکے تھے جب اس کی طرف سے مکمل خاموشی پا کر تائی جی کے صبر کا پیمانہ لبریز ہونے لگا تھا، وہ اٹھتے بیٹھتے دبے لفظوں میں گھر کے حالات اور شوہر کی حالت کے بارے اسے سنانے لگی تھیں، ان کے نزدیک وہ بیویاں قطعی وفادار نہیں ہوتیں جو شوہر کو برے وقت میں تنہا چھوڑ کر اپنی دنیا میں مگن رہتی ہیں، ان کی اس قسم کی باتوں پر بعض دفعہ اسے غصہ اور بعض اوقات تلخ سی ہنسی آ جاتی تھی۔

''کیا وہ بیٹیاں وفادار ہوتی ہیں تائی جی جو برے حالات میں ماں باپ کا ساتھ نہیں دیتیں؟ آپ نے مجھے مجبور کر دیا تھا اپنی ماں سے ایسی ''وفا'' کرنے پر، اپنے بھائی بہن سے ایسی وفا کرنے پر تو آج میں وہی وفا تو کر رہی ہوں جو آپ نے مجھے اپنوں کے ساتھ کرنا سکھائی تھی اور آپ بھی تو میرے اپنے ہی ہیں ناں؟''

اس نے آج تک ان کے سامنے زبان نہیں کھولی تھی اور آج بھی کھولنا نہیں چاہتی تھی کیونکہ اس میں چپ رہنے کا حوصلہ بہت زیادہ تھا، سو

Scan PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

آج بھی خاموش ہی رہی مگر خود سے ہمکلامی میں انہیں مخاطب ضرور کیا تھا، بہر حال کچھ بھی تھا اس کا جاب کرنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا، وہ اب گھر میں رہنے کی عادی ہو چکی تھی، حسان کی خدمت کر کے اسے سکون ملتا تھا اور وہ اسی سکون میں خوش اور مطمئن تھی، اسے لگتا تھا کہ وہ قدرے بے حس ہو چکی ہے، لیکن یہ اس کی محض خام خیالی ہی تھی، وہ کافی دنوں سے سفیان کو نوٹ کر رہی تھی کہ وہ کچھ زیادہ ہی خاموش رہنے لگا تھا حالانکہ وہ گھر میں سب سے زیادہ بولا کرتا تھا مگر اب وہ کچھ بجھا بجھا سا دکھائی دینے لگا تھا، پریشانی کے باعث اس کے ماتھے پر پڑنے والی سلوٹیں نمایاں ہونے لگی تھی، اسے یوں اندر ہی اندر ٹوٹتے دیکھ کر اس کے دل کو نجانے کیا ہوا تھا وہ سمجھ نہ سکی تھی۔

"بھابھی آپ دیکھئے گا میں ڈاکٹر ضرور بنوں گا، حسان بھائی کو اور امی کو مجھ سے بہت سی امیدیں ہیں بلکہ حسان بھائی کا تو خواب ہے کہ وہ مجھے ڈاکٹر کے روپ میں دیکھیں اور میں ان کا یہ خواب پورا کرنے کی ہر ممکن کوشش کروں گا۔" بہت پہلے کہے گئے سفیان کے الفاظ نے اسے اندر تک ہلا ڈالا تھا۔

اس نے ایک نظر لان میں بیٹھے سفیان کو دیکھا جو اس وقت بالکل سفیان لگ رہا تھا پریشان، متفکر، ملول اور ٹوٹا ہوا، بہت کچھ کھو دینے کا خوف اس کے چہرے سے عیاں ہو رہا تھا۔

وہ میکانکی انداز میں آہستہ آہستہ چلتی ہوئی اس کے پاس جا کھڑی ہوئی، پتہ نہیں وہ کون سی کشش تھی جو اسے اس کی طرف کھینچ لائی تھی۔

کھٹکے پر سفیان نے سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا تو وہ اسے دیکھتی رہ گئی، وہ بہت مرجھا سا گیا تھا پژمردگی اس کے چہرے پر چھائی ہوئی تھی، لمحہ بھر کو اسے سفیان میں فائق کی جھلک دکھائی دی تھی، وہ کانپ سی گئی تھی۔

"تم پریشان ہو؟" وہ بے اختیار بولی۔

"نہیں بھابھی بس ایسے ہی۔" اس کا چہرہ اس کے لہجے کی چغلی کھا رہا تھا۔

"مجھے بتاؤ کیا بات ہے؟" وہ پوچھے بغیر نہ رہ سکی۔

پتہ نہیں اس کا دل کس حد تک دکھی تھا کہ وہ اس کے یوں نرمی سے پوچھنے پر سر جھکا کر آنکھوں میں آئے آنسوؤں کو پینے کی ناکام کوشش کرنے لگا۔

اس سے اس کی یہ حالت دیکھی نہیں جا رہی تھی وہ اس کے سامنے رکھی کرسی پر بیٹھ گئی۔

"میں کیا کروں بھابھی میرے بس میں کچھ نہیں ہے، حسان بھائی نے میرے لئے اتنا کچھ کیا لیکن میں، میں کیا کر سکا ہوں ان کے لئے اب تک نہ کوئی جاب ملتی ہے اور نہ میں آگے پڑھ پا رہا ہوں، میں نے حسان بھائی اور امی کو مایوس کر دیا بھابھی، کاش میں کچھ کر پاتا، کاش میرے کچھ کرنے سے حالات بہتر ہو سکتے۔" وہ بچوں کی طرح رو رہا تھا۔

"میں نے انٹری ٹیسٹ نہ دیا تو میرا بہت سا وقت ضائع ہو جائے گا، میرے دوستوں کے پاس بھی کچھ نہیں ہے کہ میں ان سے مدد مانگوں، یہ وقت گزر گیا تو کبھی لوٹ کر نہیں آئے گا بھابھی۔" وہ بہت مایوس سا لگ رہا تھا۔

وہ اس کے لفظوں میں ہی کہیں کھو گئی تھی واقعی ایک بار وقت گزر جائے تو پھر لوٹ کر نہیں آیا کرتا، جو کچھ فائق کے ساتھ ہوا تھا وہ اب سفیان کے ساتھ ہونے جا رہا تھا، جو ملال آج تک اسے ہوتا تھا وہ ہمیشہ سفیان کا پیچھا کرے گا انہیں کبھی مطمئن رہنے نہیں دے گا۔

سفیان اندر سے ٹوٹ رہا تھا کل کو بکھر بھی سکتا تھا جیسے فائق ٹوٹ کر بکھر گیا تھا اور آج تک

جڑ نہیں پایا تھا تو کیا؟

"نہیں وہ سفیان کو بکھرنے نہیں دے گی وہ دوسرا فائق پیدا ہونے نہیں دے گی، جو تکلیف امی کو ہوئی تھی وہ تائی جی کو ہو رہی ہے۔" حالات کے باعث نمرہ کی اب تک شادی نہیں ہو پائی تھی تو کیا ماہ نور بھی انتظار میں بیٹھی رہ جائے گی، نہیں وہ اتنی سنگدل اور بے حس تو نہیں تھی کہ اپنی آنکھوں کے سامنے یوں سب کو ٹوٹتا اور پھر بکھرتا دیکھ سکے، فیصلہ ہو چکا تھا۔

وہ سفیان کی خاطر وہ سب کچھ کرے گی جو وہ کر سکتی ہے، ایک فائق ڈاکٹر نہ بن سکا تو کیا ہوا؟ سفیان کے پاس تو ابھی وقت ہے ناں اور وسیلہ بھی پھر سفیان کیوں فائق کی طرح ضائع ہو؟ وہ یکدم مطمئن اور ہلکی پھلکی سی ہو گئی تھی۔

اگلے دن اس نے اپنی سی وی مختلف آفس اور کالج میں جمع کرا دی تھیں، یہ اس کی قسمت تھی یا اچھی نیت، کہ چند ہی دن بعد اسے ایک ملٹی نیشنل کمپنی سے اپائنٹمنٹ لیٹر موصول ہو گیا تھا، اس کی خوشی کا تو جیسے کوئی ٹھکانہ ہی نہیں تھا، وہ جانتی تھی کہ سب کچھ بہت جلد ٹھیک نہیں ہو گا، لیکن آہستہ آہستہ اس کی محنت اور لگن انشاء اللہ بہت کچھ بہتر ضرور کر دے گی اور اس کی یہ محنت اور لگن کم از کم کسی ذہین اور با صلاحیت انسان کو ضائع ہونے سے ضرور بچا لے گی۔

آج آفس کے لئے اس کا پہلا دن تھا جب وہ تائی جی سے اجازت لینے آئی تو انہوں نے فوراً اس کے سر پر محبت بھرا ہاتھ رکھ دیا اور دور تک اسے جاتا دیکھتی رہیں وہ اپنی پشت پر تائی جی کا پشیمان چہرہ اور نم آنکھیں با آسانی محسوس کر سکتی تھی ان کا یہ ردعمل دیکھ کر وہ اندر تک شانت اور پرسکون ہو گئی تھی۔

شکر تھا کہ انہیں سمجھ آ گئی تھی کہ جھوٹی شان اور جھوٹی انا محض نقصان پہنچانے کا سبب بنتی ہیں اور کچھ نہیں۔

وہ آج ایک عرصے بعد خوش اور مطمئن تھی لیکن ایک کسک سی تھی جو اب بھی باقی تھی اور شاید تا دیر برقرار رہنی تھی، لیکن ہو سکتا ہے یہ کسک اس دن ختم ہو جائے جب وہ سفیان کو اپنے پیروں پر جما ہوا دیکھے گی ڈاکٹر سفیان کی صورت میں۔ ☆☆

اچھی کتابیں پڑھنے کی عادت ڈالیے

ابن انشاء

اردو کی آخری کتاب ..... ☆
خمار گندم ..... ☆
دنیا گول ہے ..... ☆
آوارہ گرد کی ڈائری ..... ☆
ابن بطوطہ کے تعاقب میں ..... ☆
چلتے ہو تو چین کو چلئے ..... ☆
نگری نگری پھرا مسافر ..... ☆
خط انشا جی کے ..... ☆
بستی کے اک کوچے میں ..... ☆
چاند نگر ..... ☆
دل وحشی ..... ☆
آپ سے کیا پردہ ..... ☆

ڈاکٹر مولوی عبدالحق

قواعد اردو ..... ☆
انتخاب کلام میر ..... ☆

لاہور اکیڈمی، چوک اردو بازار، لاہور
فون نمبرز 7321690-7310797

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

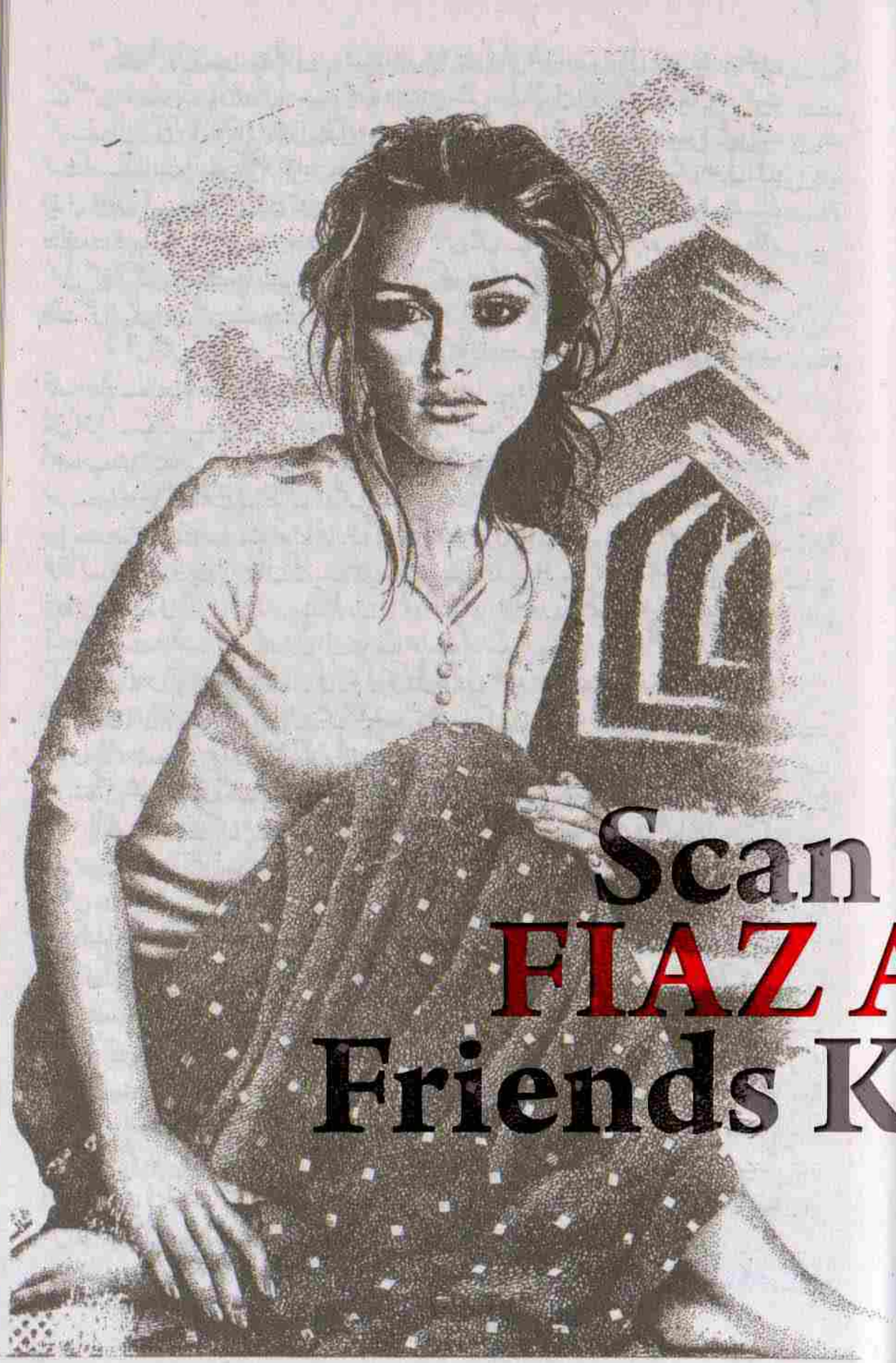

وہ ستارہ صبح امید کا

فوزیہ غزل

آٹھویں قسط کا خلاصہ

وہاج، اریبہ کے گھر کے اخراجات اٹھا رہا ہے، اریبہ کی دیار غیر سے آئی ہوئی بہنوں کی شاہ خرچیوں پہ چھڑپ ہو جاتی ہے۔

شہریار، سعدیہ کو ہلکی پھلکی گفتگو کے ساتھ اپنی طرف راغب کرنے اور زندگی کی حقیقت کا سامنا کرنے کی رائے دیتا ہے۔

ویلنٹائن کی سڑک پر چلتے ہوئے ماریا کو جینی فرتے کے کچھ بھکشو نظر آتے ہیں اپنی پر تجسس طبیعت کے ہاتھوں مجبور ہو کر وہ ان کا پیچھا کرتی ویران جگہ پہنچ جاتی ہے اور مشکل میں پھنس جاتی ہے۔

شوہر اور بیٹے کی وفات کے صدمہ سے ذہنی بیمار نجمہ بیگم اریبہ کا سر پھاڑ دیتی ہے، ماریا جوزف کو سختی سے باندھ کر بھوکی پیاسی حالت میں بھکشو پھینک دیتے ہیں۔

اب آپ آگے پڑھیے

نویں قسط

Scan & PDF
FIAZ AHMED
Friends Korner.com

"مجھے افسوس ہے اپنے تھرل پر، اپنے والدین سے کی گئی ضد اور بدزبانی پر، اپنے دوستوں کے مخلص ہونے کے باوجود ان سب کو چھوڑ دینے پر، میں نے لیڈی ایلون جیسی رحمدل اور محبت کرنے والی ہستی کو بار بار ٹھکرایا، پھر اسے آزاد کر دیا اور پلٹ کر پوچھا تک نہیں، میں نے مائیکل جیسے محبت کرنے والے انسان کو ٹھکرایا اور یسوع مسیح کے دین کو جھوٹ سمجھا پھر مشکلات میں گھرتی گئی، لیڈی ایلون آپ سچ کہتی تھیں میں نے خود ہی سے رگنیت ختم کرنے کا فیصلہ کر کے اپنے لئے مشکلات کا پہاڑ کھڑا کر لیا ہے، موت اور زندگی کی کشمکش میں بے بس مجبور، خوفزدہ بے یار و مددگار کوئی بھی تو نہیں جو مجھے بچا سکے، سیدھا راستہ دکھا سکے، میری مشکلات کو کم کر دے، میں آج اس وقت کتنی اکیلی ہوں کس بے چارگی کی حالت میں اور میرا بھری دنیا میں کوئی نہیں۔"

"تو بھی نہیں جس کے لئے میں نے سب کچھ چھوڑا دوست، والدین، تعلیم، حتیٰ کہ مذہب تک اور تو نے میرا ہاتھ نہیں پکڑا مجھے اکیلا تنہا چھوڑ دیا، مصائب و آلام کے سپرد کر دیا، مجھے راستوں میں کھڑا کر کے میرے چاروں طرف آگ کر دی ایسی آگ جس نے میرا حوصلہ شل کر دیا، میرے اعصاب درد سے پر کر دیے اور مجھے موت کے شدید ترین خوف کے حوالے کر دیا تو نے یہ سب میرے ساتھ کیا میں جو تیری متلاشی تھی میں نے جو بڑے خلوص و جذب اور پختہ ارادے لے کر دین و دنیا سے منہ موڑ کر تیرے لئے قدم اٹھا رہی تھی اور تو نے میری تلاش میرے وجود کو عبرت کے اس خوفناک مقام پہ پہنچا دیا، یہاں کیڑے مکوڑے میرے وجود پہ دوڑتے کاٹتے پھرتے ہیں، میں رسیوں میں بندھی اکڑی ان زہریلے کیڑوں کی خوراک بن رہی ہوں، تو میری تکلیف، بے بسی اور آنسوؤں سے واقف ہے مجھے اس اذیت کے حوالے کرتے ہوئے کیا تجھے بالکل ترس نہیں آیا کیوں آخر کیوں؟ دنیا میں ہر انسان کی زندگی کا کوئی نہ کوئی مقصد ہوتا ہے میری زندگی کا مقصد یہی تھا کہ میں اس ویران جنگل بیابان میں تکلیف سہتے بے بسی کی حالت میں کیڑوں کا رزق بنتے مروں۔" وہ اپنے آنسوؤں کو لٹاتے زمین و آسمان کے مالک سے شکوہ کناں تھی اور درد کی ٹیسیں پورے جسم میں اٹھ رہی تھیں سردی کی شدت سے جسم سن حواس ٹھٹھر رہے تھے۔

"میں لاکھ بری سہی پر اتنی بری تو نہ تھی کہ اس طرح سسک سسک کے مرتی ایسا خوف دیکھتی کہ میرے چاروں طرف موت رقص کرتی وحشت ناچتی میں ایسا ڈر محسوس کرتی سانس تک لینا مشکل ہوتا، بلاشبہ میں نے اپنی زندگی میں بہت غلطیاں کی ہیں جانے انجانے بہت سے لوگوں کا دل دکھایا ہوگا جسے نیکی گردانا جا سکے وہ شاید میرے دامن میں چند ایک بھلائیاں ہوں انہی میں سے کسی ایک بھلائی کے صدقے، جسے تو بھلائی سمجھے مجھے بخش دے، معاف کر دے اس خوف کے عالم سے رہائی دے دے۔"

"تیرے کرم نے دنیا بنائی کائنات کے اسرار و رموز پیدا کیے نیکی بدی کے معیارات کو وضع کیا تو جو بھی ہے مسیح اللہ، خداوند خدا، بھگوان، اللہ یا کوئی اور نام معزز برتر رکھنے والا مجھے نجات دے بچا لے میں وعدہ کرتی ہوں میں آئندہ کبھی احمقانہ کوشش نہیں کرونگی، کبھی کسی کے مذہبی معیارات یا ذہنی میلان کو جانچنے کا بیوقوفانہ کام نہیں کرونگی مگر ایک بار صرف ایک بار تو مجھے رہائی دے دے۔"

انتہائی دہشت کی گرفت میں لپٹے اذیت سہتے اس نے اپنے دل اور روح کی تمام تر گہرائیوں سے اس غائبانہ ہستی کو پکارا تھا جو جاندار اور بے جان شے کو بنانے والی تھی۔

"اے لوگوں کو موت و حیات عطا کرنے والی پاک و برتر ہستی میری مدد کر۔" اس کا سر

قدرے جھکا تھا کھلے بال رخساروں کے گرد جھولتے آنسوؤں کی نمی سے نم ہو رہے تھے کئی گھنٹوں سے بندھے ہونے کی وجہ سے رگوں میں کھنچاؤ اور جسم میں تناؤ تھا، سردی سے اعصاب سن اور حواس مفلوج سے تھے وہ بے بسی اور خوف کی انتہا پر تھی اسے ایک عرصے تک تواتر سے نظر آنے والے خوابوں کا سلسلہ حقیقت بنتا دکھائی دے رہا تھا وہ اسی خواب کے منظر میں پھنسی تھی مدد کی خواستگار، آنسوؤں سے لبریز آنکھیں، خشک ہوتا گلا، موت کے شکنجے میں اذیت و تکلیف کی دہلیز پر زندگی سے دور ہوتی سانسیں۔

"کون ہے آج اس وقت میرا؟ کون مجھے موت کے پنجے سے چھڑا کے زندگی کی نوید بخشے گا؟ کوئی نہیں، کوئی نہیں۔" اس نے آنکھیں سختی سے میچ کر جیسے اپنے آپ کو موت کے سپرد کر دیا، اپنے اعصاب ڈھیلے چھوڑ دیے اور ذہن سے ہر احساس کو جھٹک دیا تھا۔

اللہ اکبر ، اللہ اکبر
اللہ اکبر ، اللہ اکبر

تازگی، نور اور روشنی کا احساس دلاتی وہی خوش کن پکار اس کی سماعتوں میں گونجی تھی اور ٹھٹھرتے اعصاب جیسے یکایک نوید زیست پانے لگے اس نے اپنے اندر ادراک جذبہ ابھرتا محسوس کیا تھا، زندگی کو پھر سے پانے کا جذبہ، ابھی کوئی ہے جو اسے تقویت دے رہا ہے زندگی بخشنا چاہتا ہے، یہ احساس ہوتے ہی اس نے اک اور اک مدہم آواز اسی کے لبوں پہ ابھری تھی۔

اللہ اکبر اللہ اکبر

کہ یک لخت معجزہ ہو گیا رسیاں اپنے آپ کھلنے لگیں اور وہ اس اعصاب شکن قید و معوبت سے آزادی پا گئی جس میں کب سے اذیت سہہ رہی تھی کچھ دیر کو تو اسے یقین نہ آیا کہ وہ آزاد ہے اپنے بازوؤں کو ہلا کے اس آزادی کو حقیقت میں محسوس کرنا چاہا تو درد کی شدید لہریں پورے وجود میں سرائیت کر گئیں، مسلسل کتنے گھنٹے ایک ہی پوزیشن میں لگاتار بندھے رہنے کی وجہ سے اس کا وجود شدید اکڑاؤ اور اینٹھن کا شکار تھا وہ اپنے بازوؤں اور ٹانگوں کو درست طور پر حرکت دینے یا اٹھنے کے قابل نہ تھی، مگر اسے اٹھنا تھا، وہ زندگی پا چکی تھی اب اس کو قائم رکھنے کے لئے جلد سے جلد خوف کے اس ماحول سے دور چلی جانا چاہتی تھی۔

اپنی بے جان ٹانگوں کو ہلاتے ہوئے گرتے پڑتے اس نے کھڑے ہونے کی کوشش کی مگر وہ ایک زوردار جھٹکے کے ساتھ پھر سے اوندھے منہ زمین پہ آ رہی تھی چند پل اسی پوزیشن میں پڑے رہنے کے بعد اس نے پہلے والے خوف کے زیر اثر اپنے اندر زندگی کی بچی کھچی رمق کو سمیٹتے ہوئے بڑی مشکل سے خود کو کھڑا کر لیا، آنکھیں کھول کے تاریکی سے مانوس ہوئی اک نامعلوم انجان راہ پہ قدم رکھ دیا، چھوٹے چھوٹے پتھروں سے پر یہ راستہ بار بار ٹھوکریں لگاتا اسے گرا رہا تھا، اس کی کہنیوں گھٹنوں ماتھے سے خون بہنے لگا تھا مگر اسے پرواہ نہ تھی وہ کسی نہ کسی طرح اس وحشت بھرے ماحول سے دور ہونا چاہتی تھی، جلد سے جلد قدم اٹھاتی کسی شہر کی آبادی کے نزدیک جانا چاہتی تھی مگر راستہ تھا کہ ختم ہونے کا نام نہ لے رہا تھا اور جینے کا جذبہ تھا کہ بڑھتا جا رہا تھا۔

رات کی خوفزدہ کر دینے والی تاریکی ہلکے آسمانی اجالے سے مانوس ہونے کا لمحہ پا رہی تھی جب وہ شفاف چوڑی سڑک پہ پہنچی اور چند قدم چلنے کے بعد اس کے سب حوصلے ساتھ چھوڑ گئے

Scan & PDF FIAZ AHMED FreeUrduKorner.com

بہت کوشش کے باوجود حرکت کرنے کے قابل نہ ہو سکی تو اپنے آپ کو ڈھیلا چھوڑتے ہوئے نیچے بیٹھ کر سجدے کی حالت میں اوندھے منہ گر پڑی۔

☆☆☆

وہ ہاسپٹل سے گھر آ چکی تھی اس کا زخم ٹھیک تھا معمولی درد کی ٹیسیں اٹھتی رہتی تھیں جن کی اذیت امی کو زنجیر میں بندھے دیکھ کر بڑھ جاتی تھی، کچھ بھی تھا مگر وہ تھیں تو ماں اور ان کی یہ حالت اسے اپنے حالات سے کچھ اور شاکی اور باغی کر دیتی۔

''شہباز تم نے امی کو ایسے نہیں رکھنا تھا بیمار ہیں پہلے ہمت کھو چکی ہیں یہ سلوک وہ کیا سوچیں گی۔'' اس نے کہا تھا۔

''سوری ربیا آپی! اچھا تو مجھے بھی نہیں لگا مگر خالہ جان، وہاج بھائی کا یہی مشورہ تھا ورنہ محلے والے تو امی کو مینٹل ہاسپٹل میں ایڈمٹ کرانے کا کہہ رہے تھے، کم از کم اس طرح وہ ہماری نظروں کے سامنے تو رہیں گی۔''

''ایک تو یہ دنیا والوں کو بہت ہمدردی ہو جاتی ہے، اس موقعوں پر کسی نے یہ تو نہیں کہا ہو گا کہ ہم پیسے دیتے ہیں علاج کے لئے ہاں یہ جعلی ہمدردی اور مفت مشورہ ضرور کریں گے۔'' اریبہ کچھ تلخی سے بولی۔

''بس آپا یہ دنیا ہے اور دنیا کے مزاج ایسے ہی موقعوں پر کھلتا ہے۔'' شہباز دکھ سے بولا۔

''مجھے تو زاہدہ پھپھو کے رویے سے حیرت اور دکھ ہو رہا ہے غیر تو غیر ہیں اپنے ان سے بھی بڑھ کر ہیں زخم لگانے میں۔'' ربیعہ بولی۔

''یہ تو پھوپی ہیں ربیعہ، ان کی کدورت اب نہ نکلے گی تو کب نکالیں گی مہناز آپی اور شہناز آپی سگی بہنیں ہو کر کیا کچھ نہ کہہ گئیں۔'' اس کے لہجے اور آنکھوں میں ایک ساتھ نمی اتری۔

''سب بھول جائیں بس یہ سوچیں کہ ہم اب اکیلے ہیں اور اپنی زندگی کا بوجھ ہم کو اکیلے ہی اٹھانا ہے کوئی ہمارے دکھ بٹانے نہیں دور نزدیک سے نہیں آئے گا یہ دکھ بھی کو جھیلنے ہیں چاہے ہمت ہو کہ نہ ہو۔'' کسی گہری سوچ میں گم جویریہ نے سر اٹھا کر کہا تھا اور وہ کتنی دیر اسے دیکھے گئی وقت کتنا بے رحم تھا، وقت سے کتنا پہلے ہم سب کو باشعور کر دیا۔

''ہاں، شاید اسی کا نام زندگی ہے۔'' اس نے سرد آہ بھری اور کچھ چونکتے ہوئے پوچھا تھا۔

''یہ ٹیوشن والے بچے نہیں آئے کیا ٹائمنگ چینج کر دی ہے؟''

''ٹیوشن کی یا ٹائمنگ چینج نہیں کی بلکہ ہماری قسمت کی ٹائمنگ نے پلٹا کھایا ہے، بچے چھٹی کر گئے ہیں۔'' ربیعہ تلخی سے بولی۔

''کیا مطلب میں سمجھی نہیں۔'' وہ یکدم سے سیدھی ہوئی۔

''بس ہر بچے کی ماں کو کوئی نہ کوئی بہانہ مل گیا کسی کو فیس زیادہ محسوس ہوئی، کسی کو ہمارا پڑھائی کا طریقہ پسند نہ تھا اور کوئی بچہ کی موجود کارکردگی کے ساتھ ہماری دی جانے والی تعلیم سے نامطمئن ایک ایک کر کے سب چھوڑ گئے۔'' جویریہ نے بتا دیا۔

''اوہ گاڈ! یہ سب کو یکدم ہی کچھ نہ کچھ ہو گیا سال بھر سے تو اچھا بھلا پڑھ رہے تھے اور ہم تو ٹیوشن فیس بھی بڑی مناسب لیتے تھے۔'' اریبہ نے کہا۔

''تعلیمی سال کا آخر ہے ایگزامز نزدیک ہیں یہ دو ماہ بطور رشوت کلاس ٹیچرز کو زیادہ فیس

دے دیں گے بس اتنی بات ہے ہماری آئندہ نسلوں کی محافظ ماؤں کے ذہنی زوال کی داستان اور کچھ نہیں۔'' ربیعہ تاسف سے بولی۔

''کوئی بات نہیں دینے والی اللہ کی ذات ہے جو دے دے کر بھولے بندوں کے ہاتھ کچھ نہیں یہ بھی شکر ہے ورنہ روئے زمین پر بسنے والے آدھے سے زیادہ انسان بھوکے مرتے اور رزق کی تقسیم انسانوں کے ہاتھ آ جاتی کوئی کسی کو کھانے نہ دیتا رازق اللہ ہے دینا والے اپنے ہاتھ اپنے اختیار کی بند کر سکتے ہیں، جو اللہ دیتا ہے اسے ساری دنیا بھی چاہے تو بند نہیں کر سکتی سوائے اس رحمن الرحیم کی منشاء و مرضی کے۔'' شہباز بولا تھا۔

''وہ تو ٹھیک ہے مگر یہ بھی سچ کہا ہے کسی نے کہ مصیبت جب بھی آتی ہے اکیلی نہیں آتی اپنے ساتھ ڈھیروں مشکلات لے کر آتی ہے اور ہمارے ہاں تو لگتا ہے جیسے مصیبت کی تسبیح چھوٹ کر گری ہے یکے بعد دیگرے دانے گر رہے ہیں اب مشکلات کے۔'' اریبہ بہت مایوس کن لہجہ میں بولی۔

''ربیا آپی ان حالات میں سب سے بڑی مشکل تو ہمارے روزمرہ اخراجات ہیں ہمارے گھریلو حالات ہیں خالہ جان اور وہاج بھائی اکثر سودا سلف کے ساتھ روپوں سے بھی مدد کرتے رہتے ہیں مگر امی کی بیماری دواؤں کا خرچہ بہت ہے، خواہ اپنے ہیں وہ کب تک یوں ہمدردی کریں گے۔'' جویریہ آہستگی سے بولی۔

''ہاں یہ ایک اور پرابلم ہے خیر میں سوچتی ہوں خالی گریجویشن کی ڈگری کیا ملازمت دے سکتی ہے یہ پرائیویٹ سکولز والے تو ہزار دو سے زیادہ نہیں دیتے اور کھینچ تان کے بھی ان میں تو بجلی کا بل ہی جائے گا کھانا پینا تمہارے کالجز کی فیس خرچہ۔'' وہ ایک اور پریشانی میں گھر گئی۔

''آپی میں کچھ کہوں اگر آپ سننا چاہیں۔'' شہباز کچھ جھجکتے ہوئے بولا تھا۔

''کہو، کیا کہنا ہے۔'' وہ گہرا سانس لے کر اس کی طرف متوجہ ہوئی۔

''دیکھیں آپی اگر میں کوئی چھوٹا موٹا کام کر لوں کسی سیلز مین کے طور پر یا کہیں ہیلپر۔''

''نہیں بھی نہیں، میرے معصوم بھائی ابھی تو بہت چھوٹے ہو ابھی تو تمہارا شناختی کارڈ تک نہیں بنا محض میٹرک کے سٹوڈنٹ ہو کون دے گا تمہیں نوکری اور ویسے بھی تم صرف تعلیم پہ توجہ دو اپنے کیریئر کو مضبوط بنیاد فراہم کرو ابو امی کی خواہش کے مطابق تمہیں بہت سا پڑھ لکھ کر بڑا آفیسر بننا ہے ایک شاندار لائف گزارنی ہے میں تمہیں پڑھائی چھوڑ کر ایسے فضول کاموں پر لگنے ہرگز اجازت نہیں دے سکتی۔'' وہ حد درجہ سنجیدگی سے بولی۔

''مگر ربیا آپی میں ساتھ پڑھتا بھی رہوں گا وہاج بھائی بھی تو تھے وہ تعلیم کے ساتھ اور بعد میں اپنے گھر کی خاطر سب معمولی کام کرتے رہے۔''

''شہباز وہ وہاج تھا جس کے گھر والوں کو صرف اس کی ذات سے روپے تک غرض تھی ہمیں تمہارا مستقبل عزیز ہے ہم اپنی بھوک اور ضروریات پر تمہیں قربان نہیں کر سکتے تمہاری خواہشات اور مقاصد اپنے مجبور دنوں کی بھینٹ نہیں چڑھانا چاہتے تم بس اپنے اسٹڈیز کیریئر پر توجہ دو باقی ہر شے کو ذہن سے جھٹک دو، کم از کم میرے ہوتے تمہیں کوئی فکر اپنے ذہن پہ سوار کرنے کی ضرورت نہیں۔'' وہ بہت سنجیدہ لب و لہجہ میں کہتی گئی۔

''مگر آپی آپ اکیلی اس معاشرے میں کیا کر سکیں گی۔''

Scan & PDF EIAZ AHMED Friends Korner.com

"یہ سوچنا میرا کام ہے تمہارا نہیں، جاؤ شاباش، تم پڑھو بلکہ یہ تو تمہاری اکیڈمی ٹائمنگ ہے۔"

"میں نے اکیڈمی جانا چھوڑ دیا ہے۔" وہ کچھ سستی سے بولا۔

"اکیڈمی جانا چھوڑ دیا مگر کیوں؟ ایگزامز سر پر ہیں پورے دس سال کی محنت کا نچوڑ ہے یہ دن تمہارے لئے آئندہ مستقبل کے لئے بہت اہم ہیں، میں جتنا تمہاری فکر میں گھلتی ہوں تم اسی قدر اپنے آپ سے لاپرواہ ہو۔" اس کی آواز میں غم و غصہ کے ساتھ نمی در آئی۔

"آپی بات لاپروائی کی نہیں، پیسے کی ہے، میری دو ماہ کی فیس رہتی ہے دینے والی، سر روز تقاضا کرتے ہیں اور انہوں نے صاف کہہ دیا ہے کہ پہلے اگلی فیس دو پھر مزید پڑھنا۔" شہباز نے مدھم الفاظ میں اپنی مجبوری بتا دی اور وہ بالکل خاموش سپاٹ چہرے کے ساتھ کتنی دیر اسے دیکھتی رہ گئی، پھر بہت نامحسوس طور پر اس کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے جانے مقدر کی حرماں نصیبی پر خود کو ملنے والی قسمت کی کم آمیزی پر یا دکھوں مشکلات کی گھمن گھیری میں خود کو اکیلا بے حد تنہا سمجھے جانے پر، کون جانتا تھا کچھ دن پہلے بہار رت کی ادھ کھلی کلیوں سے دامن بھرنے والی یہ لڑکی انہی کلیوں کے سوگ میں ماتم کرے گی اور اس وقت بہت زیادہ اپنا لگنے والا کوئی ہمدرد پاس ہو گا نہ نزدیک۔

☆☆☆

پرنس بوتیک کے ہیڈ آفس میں وہ داخل ہوئی تو سعدیہ بڑے مگن انداز میں اپنی کسی کلائنٹ سے مصروف گفتگو تھی اور کلائنٹ کا حلیہ بتا رہا تھا کہ خاصی تگڑی اسامی ہے، صبا کو گلاس ڈور سے اندر داخل ہوتے دیکھ کر سعدیہ کے ہونٹوں پہ خیر مقدمی مسکراہٹ نے چھب دکھائی مگر صبا دایاں ہاتھ جھلاتی اسے کلائنٹ سے نپٹنے کا ٹائم دیتی بوتیک کے ورک سیشن کی جانب بڑھ گئی۔

"صبا کم ان یار بہت مشکل مرحلہ ہے یہ بھی کلائنٹ کو مطمئن کرنا اور اکثر کلائنٹ اتنے دلچسپی قسم کے ہوتے ہیں ہر چیز کو بہت باریک بینی سے دیکھنا، بہترین میٹریل، گارنٹی شدہ کپڑے میں بھی نقص تلاش کرنا۔" سعدیہ بہت تھکے تھکے انداز میں بولی تھی۔

"تو ٹھیک ہے یار جب وہ پندرہ بیس ہزار کا سوٹ خریدیں تو اتنی پوچھ تاچھ تو پھر ان کا حق ہے۔" صبا نے اطمینان سے کہا۔

اتنی مین میخ بھی بعض اوقات موڈ آف کر دیتی ہے مگر یہ پبلک ریلیشنز آفیسر جیسی جاب جو ہر وقت ہونٹوں پہ مسکراہٹ چہرے اور رویے میں خوش اخلاقی سجائے رکھنے پہ مجبور کرتی ہے، سچ پوچھو تو مجھے صرف وہ کلائنٹس اچھی لگتی ہیں جو صرف یہ پوچھتی ہیں آ کر کہ "آپ کی بوتیک پہ سب سے مہنگا ڈریس کون سا ہے اور انہیں تین ہزار کا سوٹ بھی بیس ہزار کا کہہ کر دیدو تو وہ لمحہ ضائع کیے بغیر خرید لیں گی۔"

"ہوں، تو منافع بھی بہت ہے۔" صبا نے کچھ حیرت سے کہا۔

"ایسا ویسا سمجھو سونا ہی سونا ہے وہ بھی خالص مگر خالص کو پانے کے لئے بھی ذرا زیرک اور ہوشیار بننا پڑتا ہے۔"

"اور وہ ماشاءاللہ تم شروع سے ہو۔" صبا نے یخ کوک کا گھونٹ بھر کے آرام سے کہا۔

"ہائے دادے یہ تعریف ہے یا طنز۔" سعدیہ نے گھورا۔

"طنز وہ بھی تم پہ ہماری مجال کہاں اور تعریف تو اس خدا کی جس نے تمہیں بنایا اوپر سے نرم سبک رو اندر سے سخت اور پتھر دل کہ موم جیسے جذبوں والے لوگ سر ٹکرا کے ہار جاتے ہیں مگر پتھر نہ ٹوٹتا ہے نہ پگھلتا ہے۔"

"شٹ اپ۔" سعدیہ نے خفگی و غصہ کے مصنوعی تاثر کو جھاڑا۔

"یہ بڑا پرابلم ہے کہ تم درست اور سچ بات کو سننا ہی نہیں چاہتیں خیر کب تک جفاؤں سے کام لو گے۔" وہ گنگنانے لگی۔

"تم صرف یہ فضولیات میں سر کھپانے آئی ہو یا کوئی کام ہے۔" سعدیہ نے چڑ کر کہا۔

"کام کیا دوستوں سے صرف کام سے ملا جا سکتا ہے۔" صبا نے بھنویں اچکائیں۔

"کم از کم مجھ سے تو صرف کام سے کیونکہ میں ایک ورکنگ لیڈی ہوں تمہاری طرح ویلی نہیں بیٹھی گدھے گھوڑے بیچ کر کہ جدھر کو دیکھا منہ اٹھا کے چل دیے۔"

"ہائے طعنہ، نشتر زنی، دنیا تو بیوفا تھی یہ تم کو ہوا کیا۔" وہ غمناک آواز میں بولی، بلکہ سروں میں بولی تو سعدیہ نے زیر لب تبسم کچلتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔

"میرا کاروبار خراب نہ کرو لوگ سمجھیں گے شاید میں نے بوتیک چھوڑ کر بھانڈ خانہ کھول لیا ہے۔"

"ہائے خانہ خراب یہ بات کہہ کر تم نے ہمارے دل پہ چوٹ لگائی ہے اب ہم تم کو کاروبار میں آ کر دکھائے گا بلکہ کاروبار چھکا کر دکھائے گا، پھر دیکھنا منہ اٹھا اٹھا کر جب ہر جگہ صبا گارمنٹس کے جھنڈے لگے ہونگے۔"

"بس بس زیادہ جذباتی ہونے کی ضرورت نہیں ہے یہ بتاؤ کل آ سکتی ہو۔"

"کس خوشی میں۔"

"یونہی ذرا آؤٹنگ کا موڈ ہو رہا ہے کئی دنوں سے دونوں چلیں گے۔"

"تو دونوں جاؤ مجھے کباب میں ہڈی بننے کا کوئی شوق نہیں۔"

"دونوں سے میری مراد تم اور میں ہیں۔" وہ لفظ چبا چبا کر بولی۔

"اچھا، اچھا تم اور میں ٹھیک ہے پہلے ایک مسئلہ حل کرو، یار میں سوچ رہی ہوں کچھ نہ کرنے سے بہتر ہے میں کچھ کر لوں۔"

"مثلاً کیا کرنا چاہتی ہو۔" سعدیہ نے ناسمجھی کے عالم میں دیکھا۔

"کوئی اچھا امیر و کبیر ہینڈسم بندہ۔" وہ آرام سے بولی۔

"وہاٹ، یہ کیا جواب ہے۔" سعدیہ نے اسے خفگی سے دیکھا۔

"بہت بدھو ہو اتنا سیدھا سادہ جواب ہے کہ بندی شادی کا سوال دست دراز کر رہی ہے۔"

"شادی، دماغ درست ہے۔" وہ اچھلی۔

"سو فیصد اسی لئے تو کوئی خوبرو چمکتی کالی گاڑی والا بندہ ڈھونڈ رہی ہوں مگر اچھے ہینڈسم لوگ جانے کہاں چھپ بیٹھے ہیں، تم مدد کرو ناں اتنا بڑا بزنس ہے انکل اور شہریار بھائی کا اتنے نوجوان نظر سے گزرتے ہونگے ایک میرے لئے بھی بک کروا دو۔" وہ حسرت آمیز عجی انداز میں بولی تو سعدیہ کو نہ چاہتے ہوئے بھی ہنسی آ گئی۔

"تمہاری انفارمیشن میں اضافہ کے لئے اطلاع ہے کہ تمہارے پاپا کا بزنس بھی بہت پھیلا

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner

ہوا ہے اور سینکڑوں اچھے لوگ وہاں بھی موجود ہیں کسی دن چکر لگا لو کوئی آنکھ کا اندھا تم سے بھی ٹکرا جائے گا۔"

"ہاہ پاپا بہت کنزرویٹو ہیں بیٹی کا آفس آنا انہیں بالکل گوارہ نہیں اور جو اچھا بندہ رینج میں تھا وہ تم نے نام کرالیا دوسرا بھگا دیا، اب میرے لئے چاروں طرف انگور کھٹے ہی کھٹے ہیں۔" وہ آہ بھر کر بولی۔

"انگور میٹھے ہو سکتے ہیں اگر تم ذرا ہاتھ پیر ہلالو۔" وہ متبسم انداز میں بولی۔

"ہاؤ ریئلی مگر کیسے؟" صبا فوراً سیدھی ہو بیٹھی۔

"ایسے کہ میرے نام ہونے والا بندہ ابھی تک میرے دل کے تار ہلا نہیں پایا اور مستقل قریب میں ایسا امکان بھی نہیں اور بھاگنے والا تمہارے پاپا کی کمپنی میں برانچ آفیسر برائے پبلک ریلیشنز کے طور پر اپائنٹ ہو چکا ہے سو تم دونوں جگہ کوشش کر سکتی ہو جہاں کلیو کلک کر گیا شادیانے بجوالینا۔" سعیہ بہت آرام سے بولی۔

"اوہ نو۔" صبا قدرے اچھل کر کھڑی ہوئی۔

"تم سچ کہہ رہی ہو، واقعی وہ بہت کوالیفائیڈ جینئس اور خوبرو بندہ جسے تم نے اور کوالیفائیڈ ہونے کی وجہ سے ریجیکٹ کر دیا تھا پاپا کی کمپنی میں آچکا ہے۔"

"ظاہر ہے آیا ہے تو تمہیں بتایا ہے جھوٹ بولنے کی مجھے کیا ضرورت ہے۔"

"پر بندہ جینئس اور ہینڈسم تو ہے مگر غریب بھی بہت ہے۔"

"ذرا فٹے منہ جو بات سب سے پہلے بتانے والی تھی وہ سب سے آخر میں بتائی۔"

"کیوں غربت کا سن کر جذبوں پر اوس پڑ گئی۔"

"ایسی ویسی بھئی میں کوئی فلم کی ہیروئین نہیں کہ محبت کے صدقے واری جاتی جو ہے جیسا ہے کی بنیاد پہ سب قبول کرلوں، بندہ امیر ہونا چاہیے کیونکہ جس عیش و آرام سے میں نے زندگی گزاری ہے اسے ترک نہیں کرتی۔"

"بندہ تو ہے ناں امیر تم کر لینا آخر اتنی بڑی جائیداد کی اکلوتی وارث ہو شوہر کو حصہ دار بنا لینا۔" سعیہ ہنس کر بولی۔

"خوامخواہ حصہ دار بنالوں خدا زندگی دے میرے دو عدد بھائی ہیں جو اسی سال تعلیم مکمل کرکے پاکستان آئیں گے سب سنبھال لیں گے۔"

"اکلوتی بیٹی ہونے کے ناطے تمہارا ابھی بڑا حصہ بنے گا۔"

"تو اسے غریبوں میں بانٹنا شروع کر دوں، خوامخواہ میں تو کوئی بڑے بینک بیلنس والا بندہ ڈھونڈ کے اسے مزید بڑھاؤں گی۔"

"تو جاؤ بڑھاؤ میرا وقت ضائع نہ کرو مجھے بہت کام ہے۔" سعیہ نے ہاتھ جوڑے۔

"اچھے لوگوں کی زمانہ شروع سے قدر نہیں کرتا، تمہارا اس میں کوئی قصور نہیں، قصور تو اس کا ہے جو تم میں ہے اور ظاہر نہیں ہو رہا۔" صبا آنکھ دبا کر بولی۔

"تم بدتمیز بچو گی نہیں آج مجھ سے۔" سعیہ نے جھنجھلا کر اس کا گلا پکڑا تو وہ ہنستی ہوئی اسے اور چڑانے لگی۔

☆☆☆

"اگر تم ناشتے کے برتن صبح ہی دھو دیتیں تو اتنا انبار تو نہ جمع ہوتا مگر دھوتی کیوں؟ ٹی وی لگا ہو تو بھلا اور کچھ نظر آتا ہے، اس رنگین دنیا سے باہر نکلو زندگی میں آگے جا کر یہ ٹی وی پروگرامز تمہارا ساتھ نہیں دیں گے بلکہ اپنے ہاتھ پیر ہلانے پڑیں گے۔" ہما تیز لہجے میں بولتی آمنہ کے سر پر آکھڑی ہوئی۔

"اوفوہ آپی اگر کبھی بھول کر میں دیکھ لوں آپ بھی امی کی طرح پیچھے پڑ جاتی ہیں، برتن ہیں کتنے میں ابھی دھولوں گی۔" آمنہ نے چینل چینج کرتے ہوئے جواب دیا۔

"تو اٹھو دھولو، انزلہ آپی آرہی ہیں راحیل بھائی بھی ساتھ ہونگے اور کچن ابھی تک صاف نہیں ہوا، میں ذرا پائپ لگا کر صحن دھولوں تم کچن چمکا دو، یہ امی اور ثمن مارکیٹ گفٹ لینے گئی ہیں میں انہیں موبائل پہ میسج دوں آتے ہوئے کچھ کھانے کو پکانے کو لیتی آئیں۔"

"آپی فریج میں قیمہ پڑا ہوا تو ہے قیمہ مٹر پکالیں گے ساتھ پلاؤ اور دہی کا رائتہ۔" آمنہ نے جھٹ کہا۔

"ہوں مشورہ تو اچھا ہے ٹرائی کر لیتے ہیں مگر ٹی وی چھوڑو ناں قسم سے کوئی فائدہ نہیں تمہارا گھر رہ کے بھی کچھ نہیں کرتیں نہ اسٹڈیز نہ کام، مجھے تو اتنا فکر ہے جانے ایگزام کیسے دو گی کتاب کے بجائے ہر وقت تمہارے ہاتھ میں ریموٹ ہوتا ہے۔" ہما تشویش سے بولی۔

"ارے ایگزامز کی فکر نہ کریں میں بنا پڑھے بھی پوزیشن لا سکتی ہوں کیونکہ کتابیں سمجھ کر ذہن نشین کیا ہوا ہے کورس رٹے لگا کر نہیں پڑھا۔" آمنہ آرام سے بولی۔

"یہ تو اگلے ہفتہ پتا چل جائے گا جب پیپرز سٹارٹ ہونگے اور ایک بات سن لو، ٹی وی اب چھوڑ دو پڑھائی کو فل ٹائم دو یہ وقت قیمتی ہے پورے دس سال کی محنت ہے اسے ضائع نہ کرو کیونکہ گزرا وقت پھر ہاتھ نہیں آتا۔"

"اوکے میڈم، اب اجازت ہو تو برتن دھولوں۔"

"نیکی اور پوچھ پوچھ بسم اللہ کرو۔" ہما ہنسی۔

"اُف اتنی مہنگائی ہے کہ کسی چیز کو ہاتھ نہیں لگتا سارے شہر کے گفٹ سینٹرز گھوم پھر کے آخر یہ ٹیبل لیمپ لیا ہے۔" ثمن اندر آتے ہوئے بولی۔

"اور یہ بھی پورے ساڑھے چار سو کا ہے کہا بھی تھا آرام سے پانچ سو دے دو اب یہ گفٹ پہ جو رقم لگی وہ علیحدہ جو سلامی دیں گے وہ الگ۔" رشیدہ کچھ غصہ سے بولیں۔

"اور پھر حاجرہ نے بھی انزلہ آپی کی شادی پہ ہاٹ پاٹ کا بہت قیمتی تھری پیس سیٹ دیا تھا جو دو ہزار سے کم کا نہ تھا، ہم ویسا قیمتی نہ سہی اپنی گنجائش کے مطابق جتنا دے سکتا ہیں وہ تو دیں ویسے بھی تحفہ دینا وہ بھی شادی کے موقعہ پر سنت ہے۔"

"تم ٹھیک کہتی ہو مگر بیٹی تمہیں پتا ہے تمہاری خالہ کی بیماری ان کے گھر کا خرچہ فی الحال یہ ہم کر رہے ہیں وہاج دو گھروں کا بوجھ اٹھائے کتنا ہلکان اور کمزور ہو گیا ہے اوپر سے یہ خرچ میں نے یہ دو ہزار روپیہ تمہاری خالہ کی دوا کے لئے رکھا تھا جو لگ گیا۔" رشیدہ متاسف سے بولیں۔

"کوئی بات نہیں اللہ پر حوصلہ رکھیں وہ سب کرنے والا ہے اتنے مخدوش حالات میں حوصلہ نہ ہارا تو اب یہ مشکل تو آٹے میں نمک کے برابر ہے۔" ہما نے تسلی آمیز لہجہ میں کہا۔

"اچھا اللہ مسبب الاسباب ہے اچھا کرے گا تم یہ گفٹ سنبھالو اور یہ نمکو کوک بسکٹ گوشت

Scan & PDF EJAZ AHMED FriendsKorner.com

سنبھالو بلکہ ہانڈی چڑھالو وہ لوگ تو آتے ہونگے۔" رشیدہ بولیں۔

"شادی کا فنکشن تو نائیٹ ٹائم ہے اور جانا تو سیدھا میرج ہال ہے بھائی کے ساتھ چلیں گے۔" ثمن نے ہما کو پرخیال نگاہوں سے دیکھا۔

"بھائی کے ساتھ جانا اور پورے دس بجے واپس آنا ہے یہ یاد رکھنا۔" رشیدہ نے یاد دہانی کروائی۔

"امی یہ امیر لوگوں کے فنکشن دس بجے تو شروع ہوتے ہیں اتنا جلدی کیسے آیا جائے گا۔" ثمن نے کچھ بے بسی سے دیکھا۔

"امیر لوگوں کے رواج امیروں کے ساتھ رہنے دو ہم لوگوں کی اوقات وعزت خودداری و غریبی میں ہے اور ہم بچیوں کا رات کو کسی صورت باہر رہنا افورڈ نہیں کر سکتے خواہ وہ شادی کا فنکشن ہو۔" رشیدہ سخت لہجہ میں بولیں اور اولاد کی تربیت کے معاملہ میں وہ ابھی تک سخت ہو جایا کرتی تھیں۔

"انزلہ آپی بتا رہی تھیں بہت جہیز قیمتی گاڑی گھر تک دے رہے ہیں حاجرہ کو ان کے والدین۔" ہما نے کہا۔

"ہاں انزلہ ان کے محلہ میں ہے سب پتا ہوگا پھر پیسے والے لوگ ہیں ایک کیا دس گھر دے سکتے ہیں ایسے لوگوں نے تو ٹرک بھر بھر کے جہیز کے غریبوں کی بیٹیوں کا راستہ کھوٹا کر دیا ہے لوگ اب صورت سیرت کو نجابت وشرافت کو نہیں دولت وحیثیت اور ساز وسامان کو دیکھ کر نقص والیوں کو بھی بیاہ لیتے ہیں اور خوبصورت سلیقہ شعار نیک لڑکیاں صرف جہیز نہ ہونے کی وجہ سے گھروں میں بیٹھی بال چاندی کر لیتی ہیں۔" رشیدہ سرد آہ بھر کر بولیں۔

"یہ جہیز زیادہ جہیز کا فیشن بھی ایک لعنت ہے جیسے پولیو، ہیپاٹائیٹس، سرطان، ذیابیطس اور دیگر بیماریوں کے خلاف آگہی مہم چلائی جاتی ہے اس کے خلاف بھی چلائی جانی چاہیے اس کا علاج بھی ضروری ہے۔" ہما بولی۔

"مگر پہلا قدم کون بڑھائے تب تو ایک دوسرے کی دیکھا دیکھی اس دوڑ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے ہیں ایک شخص بیٹی کو دس تولہ سونا ساس نندوں کو سونے کی بالیاں دے رہا ہے تو دوسرا کار، گھر، لاکھوں کا کیش، تیسرا بیرون ملک سیٹل ہونے کے ٹکٹ اخراجات اور چوتھا جو سب دیکھ رہا ہے وہ اپنی ناک اونچی رکھنے کو قرضہ اٹھا کے کرے گھر بیچے یا کچھ اور مگر یہ سب یا اس کے نصف میں کرنے کی تگ ودو ضرور کرتا ہے۔" ثمن تلخی سے بولیں۔

"حالانکہ دیکھا جائے تو ایک سادہ روزمرہ کا معمولی ساز وسامان دینا ایک سنت نبویؐ ہے ہمارے پیارے نبی اکرم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب اپنی پیاری بیٹی سیدہ فاطمہ الزہرہ کو بیاہا تو انہیں جو سامان دیا وہ ایک مصری گدیلہ (بچھونا)، ایک چمڑے کا گدیلہ (بچھونا) اور چند مٹی کے برتن تھے، کیا ان کی بیٹی جو جنت میں عورتوں کی سردار اور کائنات کے والی کی شہزادی تھیں اگر زیادہ قیمتی برتن، ساز وسامان، دینا افضل ہوتا تو پہل انہی سے نہ ہوئی اور کیا ہم اتنے گناہ گار ہوتے ان سے برتری حاصل کرنے کی جسارت کر رہے ہیں جبکہ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے سادگی کا اہتمام کیا اور ہم ظاہری نمود نمائش میں پڑ کے خود اپنے اور اپنے جیسے ہم نفسوں کے لئے کانٹے بو رہے ہیں جبکہ ہم ہرگز بھی کسی شمار میں نہیں پھر بھی لاکھوں کا مہر بندھوا رہے ہیں یا

مہر کے نام پر پراپرٹی لکھوا رہے ہیں شرعی احکام وقوانین کو صاف نظر انداز کر دیتے ہیں، جبکہ حق مہر کے سلسلہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بارہ اوقیہ سے زیادہ مہر پر خود کسی عورت سے نکاح کیا، یا اپنی لڑکیوں میں سے کسی کی شادی کی ہو۔"

مگر ہم لوگ ایسے معاملات میں یہاں شرعی احکامات کے نافذ العمل ہونے کی سب سے زیادہ ضرورت ہوتی ہے وہیں شریعت کو پس پشت ڈال کر دنیاوی رسم ورواج کو اولیت دیتے ہیں اور پھر خود کو چنیدہ امت (چنی ہوئی امت) قرار دیتے ہیں اور ہم جیسے نمائش، فتنہ پرور لوگ ہرگز نہیں اس قابل نہ تھے، رشیدہ بہت جوش سے متاسف لہجے میں بولتی چلی گئیں اور وہ تینوں بہت توجہ وغور سے ان کی باتیں سن رہی تھیں۔

"امی اس معاملے میں تو واقعی سب کو تاہی ذہن وشعور کا مظاہرہ کرتے ہیں، باوجود اس کے یہ باتیں سب کو بالخصوص عورتوں کو لازماً معلوم ہونی چاہیں جیسے آپ ہر مسئلے ہر معاملے میں اسلامی حوالہ جات وقوانین کا سہارا لے کر ہمیں شرعی نقطہ نظر اور درست طریقہ سمجھاتی ہیں کاش سب مائیں یہی سوجھ بوجھ اور شعور رکھیں اپنی اولاد کی تربیت وتعلیم کے متعلق۔" ثمن نے گہری سانس خارج کرتے ہوئے کہا تھا۔

"بس ہر کوئی کہیں نہ کہیں اپنے فرض سے غافل ہے اور معاشرتی بگاڑ کا سبب یہ غفلت ہی ہے خیر اللہ سب بہتر کرے گا انسان سب بھول جائے مگر انسانیت نہ بھولے۔" انہوں نے کہا اور وہ قائل ہو کر سر ہلانے لگی۔

☆☆☆

چڑیوں اور پرندوں کی چہکار نے اس کی آنکھوں اور سماعتوں پہ اک ساتھ دستک دی تھی نیند سے بوجھل پلکیں جھپکتے ہوئے اٹھ کر وہ گلاس ونڈو سے بھاری پردہ سرکا کر شیشے کے پار سے باہر دیکھنے لگی، امرود اور آلوچے کے پیڑ ہوا کے شور سے سرسرا رہے تھے اور قسم قسم کے خوبصورت رنگین پھول کھلے مسکراتے اسے صبح اولیں کی خوشگوار ساعتوں کا سلام پہنچا رہے تھے، اس نے متبسم انداز میں دلچسپی سے ونڈو کھول کے اک گہری سانس لی تو لان کے گملوں اور کیاریوں میں مہکتے گلاب، چنبیلی اور موتیے کی ادھ کھلی کلیوں نے اپنی خوشبو اس کے ہر سانس میں پہنچا دی، سلیپر پہن کے بڑی آہستگی سے چلتی وہ لان میں آ گئی، موسم کیسا خوبصورت سرد اور ٹھنڈا تھا ساری فضا ایک دلفریب سی سرسراہٹ کے باوجود سوئی سوئی محسوس ہو رہی تھی "اور ایسے موسم میں وہ آ جائے جس سے محبت ہو تو؟" اس کے دل میں خیال سا آیا اور لبوں پہ پھیکی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"محبت، بھلا مجھے کس سے محبت ہوئی ہے، زندگی میں شہریار خان کی نرم نگاہوں کے جذبوں کی حدت ہے تو، مگر دھڑکنوں میں کوئی شور برپا نہیں ہوتا اس احساس کے حوالہ سے وہ اک انوکھا اور لطیف جذبہ جو ہر احساس پہ حاوی ہوتا ہے وہ میرے اندر کہیں جاگ نہیں پایا، شاید آئندہ کبھی جاگ جائے تو لطافتوں کے حسین موسم کی پذیرائی میرا دل بھی کر دے وگرنہ زندگی یوں بھی گزر رہی ہے۔" اس نے اک گہرا سانس لے کر چنبیلی کا تازہ ادھ کھلا پھول توڑا تھا۔

کلی کو لبوں کے قریب لا کر بہت آہستگی سے چھوا اور مسکرا دی ٹیرس پہ ہاتھ باندھے کھڑے شہریار کی خوشنما نگاہوں نے بغور سعیہ علی خان کا یہ انداز دیکھا اور اپنے اندر اک ہلچل سی محسوس کی وہ چند لمحوں میں سیڑھیاں پھلانگتا اس کے سامنے آ رکا اس کی بند پلکوں کو پھر لبوں کو چومتی تازہ مہکتی

Scan & PDF FIAZ AHMED

کلی کو دیکھا اس کے قدم دھیرے سے اٹھے اور ہاتھ آگے بڑھا انگشت شہادت نے بڑھ کے سنعیہ کے شنگرفی لبوں کو چھو لیا نرم ہونٹوں کی ملائمت کو مردانہ لمس کی حدت لگتے ہی سنعیہ کے وجود میں قیامتیں سی دوڑ گئی تھیں اس نے تڑپ کر نگاہیں کھولی تو اپنے سامنے کھڑے لمبے چوڑے شخص کو دیکھ کر جیسے ساکت سی رہ گئی کیونکہ اس شخص کے لبوں پہ مسکراہٹ تھی دلکشی سے بھرپور اور نگاہ جذبوں کے جہان سے آباد، وہ جذبے جن کی تپش اس کے دل تک پہنچ رہی تھی مگر دل کا در سختی سے بند تھا۔

''بندشوں کو خوامخواہ خود پہ طاری کرنے سے زندگی کے حقائق سے نظریں نہیں چرائی جاسکتیں حقائق بھی وہ جو مان لینے سے جینے کا راستہ سہل ہوتا ہو اور اپنے آپ سے انحراف کیسا؟ جبکہ اپنے اندر کی آواز سن کر ہی موسم دلپذیر بنتے ہیں۔''

نگاہ خاص سے دیکھا اس کے ملائم ہاتھ کو اپنے مضبوط ہاتھ میں لیتے ہوئے وہ مسکرایا تھا اور وہ بس حیرت میں گنگ کھڑی دیکھ رہی تھی۔

''موسم خوشگوار ہے مگر بے حد سرد بھی اچھا ہے موسم کا یہ حسین نظارہ اپنے گرم بستر پہ نرم لحاف میں لیٹ کر چائے کا کپ پکڑ کے کرو ورنہ شام کو ڈاکٹر کی جیب گرم ہوگی۔'' اب وہ اسے اپنے بازو کے حصار میں لئے کمرے کی جانب بڑھنے لگا تھا تو قرب کی حدتوں سے سنعیہ کے وجود میں قیامتیں اٹھنے لگیں قدم بوجھل ہو کے آگے بڑھ رہے تھے اور نگاہیں اس قدر جھکی ہوئی جیسے بند ہوں، دل میں لمحہ بھر کو خیال آیا تھا شہریار کا بازو جھٹک کے خود کو چھڑا کے کہیں دور بھاگ جائے جہاں کوئی شوخ لمحہ کوئی نرم نگاہ کوئی پرشوق لہجہ تعاقب نہ کر سکے وہ ہو بس اس کی گریز پا دھڑکنیں مگر اسی مذاحمت کے لئے وہ بے بس تھی کہ شہریار خان اس کے وجود پر تمام تر اختیار رکھتا تھا اس کی بے نیازی، بے پروائی، لاتعلقی کے باوجود اسم محبت اکثر دل کے بند کواڑ پر دستک دیتا رہتا تھا اور یہ دستک ہر بار اسے پہلے سے زیادہ گریز اپنانے پہ مجبور کر دیتی تھی۔

''زندگی بہت حسین تحفہ ہے اور اس کا سب سے خوبصورت وصف محبت ہے، زندگی کے سارے زاویے اس ایک وصف کی دلکشی اور تابندگی سے جگمگا اٹھتے ہیں، محبت تازہ سانس ہے محول کو تازگی، فرحت کا خوشنما احساس بخشتی ہے تم بھی اپنے دل کے سارے در کھول کے تازہ ہوا کو اندر آنے دو اور تازگی و محبت کی خوشنمائی میں جیو تو سب اچھا لگے گا۔'' مدہم لہجے میں کہہ کے اس کے شانوں پہ ہاتھ رکھتے ہوئے وہ لمحہ بھر غور سے دیکھ کے اس کی چمکتی پیشانی پہ دو چاند ثبت کر کے آہستگی سے مڑا اور کھلا دروازہ بند کر کے باہر نکل گیا تحیر استعجاب اور سناٹے کے عالم میں کھڑی سنعیہ علی خان کے وجود میں الاؤ سے جل اٹھے تھے، وہ بہت مشکل سے بیڈ تک آئی تھی، سرد موسم میں نرم بستر پہ لیٹے اس کے اندر کی تپش نے جلن پیدا کر دی اور اس تپش کے پار سے شہریار کا بوجھل، حدت، محبت سے بھرپور لہجہ خیال کے اک نئے زاویے کو بہت حسین رخ سے دکھا رہا تھا۔

وہ حسین رخ جس سے وہ کب سے نظریں چرا رہی تھی اس نے دھیرے سے بھیگی پلکوں کو جھپکتے ہوئے ہتھیلی کی پشت سے بھیگتے رخسار کو صاف کیا مگر آنکھیں بھر بھر آ رہی تھیں۔

یہی موسم تھا کہ جب

جب، نرگسی پھول کھلکھلاتے تھے

یہی لمحہ تھا کہ جب

رنگ و آہنگ مل کر گنگناتے تھے

یہی وقت تھا وہ کہ جب

تم مجھ سے ملنے آتے تھے

موسم وہی ہے اب بھی، لمحہ بھی وہی

وقت بھی اسی تاب سے ٹھہرا ہے

مگر رنج ہے تو یہ ہے

کہ نہ تیری نرم پلکوں کے شبنمیں اجالے

ٹھنڈک جسم و جاں میں پہنچاتے ہیں

نہ میری طلب کے رستے تمہیں بلاتے ہیں

نہ اب تم ہمیں چاہو، نہ ہم تمہیں چاہتے ہیں

☆☆☆

جس وقت اس کی آنکھیں کھلیں وہ ایک بہت پرسکون کمرے میں آرام دہ بستر پر لیٹی ہوئی تھی لگتا تھا کہ دوپہر کا وقت اپنے عروج پر ہے کیونکہ کبھی کبھار دکھائی دینے والی دھوپ اس وقت بہت چھن چھن کر گلاس ونڈوز سے اندر آرہی تھی، ماریا نے کچھ دیر بالکل ناسمجھی کے عالم میں اپنے آپ کو اور اردگرد کے ماحول کو دیکھا تھا اسے سمجھ نہ آرہی تھی وہ اس وقت کہاں اور کیوں ہے اور یہاں ہے وہاں اسے کون لایا ہے، اس کشادہ اور ہوادار کمرے پر طائرانہ نگاہ ڈالتے ہوئے اس نے ذہن پر زور ڈالنے کی کوشش کی تو جیسے اپنے ساتھ بیتا سانحہ کسی فلم کی سٹوری مانند ذہن کی اسکرین پر لہرانے لگا اور یہ سب یاد آتے ہی اس کے وجود میں ایک بار پھر درد کی لہریں دوڑنے لگیں سراسی اذیت سے پھوڑے کی طرح دکھنے لگا تھا۔

''کیا تھا وہ سب جس کو میں نے دیکھا، جھیلا، برداشت کیا خواب خوفناک خواب یا ایک ڈراونی حقیقت، مگر نہیں وہ خواب نہیں تھا اگر خواب ہوتا تو میرے جسم میں اس خواب کی اذیت حقیقت بن کر نہ اذیت دیتی، وہ سب حقیقت میں میرے ساتھ پیش آنے والا ایک خوف زدہ سانحہ تھا جس نے مجھے ایک بار پھر موت کی دہلیز پر لا کھڑا کیا تھا اور میں ایک بار پھر کسی غیبی طاقت کی مہربانی اور مدد کے باعث زندگی میں واپس آگئی مگر کیسے؟'' اسے ایک دم سے یاد آیا کہ وہ تو بے دم ہو کر کسی انجان راستے یا شاید سڑک پر گر پڑی تھی پھر یہاں اس جگہ مجھے کون لے کر آیا۔

اس کے اعصاب جیسے اس ذہنی مشقت سے شل ہونے لگے اور سانس تیزی سے پھولنے لگا جیسے سخت دھوپ، گرمی میں پیاس سے نڈھال وہ بڑا لمبا سفر کر کے آئی ہو اس نے آنکھیں بند کر کے لمبے لمبے سانس لینے شروع کر دیے تھے اسی پل کمرے کا دروازہ کھلا تھا اور کوئی تیزی سے اندر داخل ہوا تھا، تیز قدموں کی چاپ اس کے نزدیک آ کر رک گئی تھی کسی نے اس کے ماتھے پر ہاتھ رکھا تھا حدت ممتا سے بھرپور اک شفیق لمس جو رگ و پے میں سکون آمیز احساس دوڑا گیا اور اس لمس کو وہ ہزاروں میں شناخت کر سکتی تھی بھلا یہ مشفق ہاتھ لیڈی ایلیون کے سوا کس کا ہو سکتا تھا، اس کی آنکھیں اپنے چہرے پہ جھکے بوڑھی لیڈی ایلیون کے چہرے کو بند پپوٹوں کے پیچھے سے بھی محسوس کر رہی تھیں جس کے آنسوؤں کے قطرے اس کے رخساروں پر گر رہے تھے، یہ شاید خواب تھا یا شاید حقیقت جو کچھ بھی تھا وہ اس احساس کو تا دیر قائم رکھنا چاہتی تھی اس نے آنکھیں نہیں کھولی تھیں۔

''ڈاکٹر صاحب اسے ہوش نہیں آیا حالانکہ اب تک تو اسے ہوش آنا چاہیے تھا۔'' بلاشبہ یہ سو

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

فیصد لیڈی ایلون کا لہجہ تھا جسے سنتے ہی اس کے سستے اعصاب ایک دم سے الرٹ ہو گئے اور اس نے پٹ سے آنکھیں کھول دیں۔

"ماریا میری بچی کیسی ہے تو، کہاں کھو گئی تھی، کیا تجھے اپنی بوڑھی میڈ کا خیال نہیں آیا جس کا تیرے بغیر کوئی نہ تھا، تجھے کیسے کیسے اور کہاں کہاں پاگلوں کی طرح ڈھونڈا تجھے کچھ پتا نہ چلا۔" لیڈی ایلون اپنے جھریوں والے کمزور ہاتھوں میں اس کا خوبصورت چہرہ تھامے اسے چوم رہی تھی اور ماریا کے ہچکیوں کے ساتھ بہنے والے تیز آنسو لیڈی ایلون پونچھ رہی تھی۔

"نہ میری بچی نہ رو، تیری طبیعت پہلے خراب ہے۔"

"لیڈی ایلون میں نے آپ کا دل دکھانے کی بہت سخت سزا پائی ہے بہت بھٹکی ہوں، بہت بے سکون بہت تکلیف میں رہی ہوں، مجھے معاف کر دیں۔" ہچکیوں کے ساتھ روتے ہوئے وہ اپنے ہاتھ جوڑے معافی کی خواستگار تھی کتنا درد تھا اس کی آنکھوں اس کے لہجے اور اس کی اس آواز میں۔

"نہ..... نہ معاف کرنے سزا دینے کا حق صرف خداوند خدا کو ہے ہم گناہ گار انسان کس شمار میں ہیں، بلکہ ہر کام ہی خدا کے ہاتھ میں ہے تجھے معافی مانگنی ہے نہ تو خداوند خدا سے مانگو دیکھنا کتنا سکون ملے گا۔"

"سکون..... سکون تو شاید اب میری زندگی میں کہیں ہے ہی نہیں۔" اس کی آنکھوں سے ڈھیر سارا پانی ایک ساتھ نکلا تھا۔

"پلیز اپنے آنسوؤں پہ کنٹرول رکھیں آپ کے لئے اتنا رونا ٹھیک نہیں اور لیڈی ایلون آپ انہیں کچھ کھلا پلا دیں تو بہت بہتر ہے تاکہ ان کی کمزوری کچھ کور ہو اور یہ بیٹھنے اٹھنے کے قابل ہو سکیں۔" ڈاکٹر جو یہ سب بڑی خاموشی سے دیکھ رہے تھے کہا تھا اور لیڈی ایلون سر ہلاتے ہوئے اس کے کھانے کو کچھ لینے چلی گئی۔

کچھ دیر بعد گرم دودھ کے ساتھ نرم سلائس اور بوائل انڈہ جو لیڈی ایلون اپنے ہاتھوں سے کھلا رہی تھی اور اس کے جسم میں یہ نوالے جانے کتنے دنوں کی بھوک کے بعد جا رہے تھے۔

"کتنا ترسی تھی وہ اس محبت و شفقت کو اس اپنے پن کو اور کون تھی یہ بوڑھی خاتون اس کی نہ ماں نہ بہن نہ سہیلی پھر بھی سب کچھ تھی ہر رشتہ شاید اسی بوڑھی عورت نے ملا تھا اسے جو اپنے ناتواں ہاتھوں سے اس کا سر دبا رہی تھی اور اس کی اپنی ماں اسے پیدا کرنے والی ذرا سے مفاد، دنیاوی غرض کی خاطر اس بے رحم دنیا کے حوالے کر گئی اس دنیا میں لانے کا سبب بننے والا سرمایہ دار باپ اپنا اصل سرمایہ چھوڑ گیا باقی سب لے گیا، دونوں میں سے کسی ایک نے بھی اس کے لئے لمحہ بھر نہ سوچا تھا وہ کیا کرے گی؟ کہاں جائے گی، آئندہ زندگی کیسے گزارے گی اور وہ ایسا سوچنے تو بھلا اتنا کچھ ہوتا کیوں؟" اس کے لبوں سے بڑی سرد آہ نکلی تھی اور حلق میں جاتا دودھ جیسے ایکدم سے کڑوا ہو گیا تھا۔

"ماریا گزرا وقت مت یاد کرو، کچھ چیزیں جلد کھو جانے کے لئے ہی ہوتی ہیں اس لئے چیزوں کو کھونے کا فن سیکھ کر خوش رہنے کا ڈھنگ سیکھو۔" لیڈی ایلون جیسے اس کی سوچ کو پڑھ کر بولی تھی۔

"لیڈی ایلون مجھے دکھ ہے میں ان کی اولاد تھی اس کے باوجود....." آنسوؤں نے اس کی

بات مکمل نہ ہونے دی۔

"ماریا جسمانی بدصورتی کے علاوہ بھی بدصورتی کی بہت سی قسمیں ہوتی ہیں، جن میں لالچی ہونا بھی شامل ہے اور تمہارے والدین ہوس پرست تھے، وہ ایک دوسرے کے ساتھ رہے مگر ایک دوسرے کو نہ سمجھے سکے تمہیں کیا سمجھتے، تمہارے لئے اس ٹھوکر میں بھی سبق ہے زندگی کی ٹھوکریں "بہترین ذریعہ تعلیم" ہیں ٹھوکر کے بغیر کوئی بردبار نہیں بنتا تجربے کے بغیر کوئی دانا نہیں ہوتا اور ویسے بھی کبھی چھلانگ لگانے کے لئے کچھ پیچھے ہٹنا ضروری ہے اسی شکست و ریخت کو بخت آور جانو ماضی بھلا دو مستقبل کے لئے حال سنوارو، اپنے لئے سوچو، اپنے لیے جیو جیسے سب جیتے ہیں۔" نرم حوصلہ دیتے لب و لہجہ میں بولتی لیڈی ایلون کو بوڑھا ہاتھ اس کی سنہری ہاتھوں کو سنوار رہا تھا اور ماریا کی نیلگوں آنکھوں کے کنارے شفاف موتی آ ٹکے تھے۔

کس دل سے خوشی کی آرزو کیجئے کہ اب
حس تک مٹ گئی غم اس قدر ملے
وہ حادثے جو وجہ تباہی بنے وقار
ان میں سے کچھ تو گھر کی دہلیز پر ملے
گھر میں دکھوں کے پودے بڑھتے جاتے ہیں
تنہائی کے سائے بڑھتے جاتے ہیں
ایک محبت ہوتی جاتی ہے تقسیم
دل کے اندر خانے بڑھتے جاتے ہیں
اشکوں سے خالی ہو جائیں گے اک دن
ان آنکھوں کے خرچے بڑھتے جاتے ہیں

☆☆☆

اپنے رخساروں پر لڑھک آنے والے آنسوؤں کو صاف کرتے ہوئے اس نے بہت بے بسی سے اپنے چاروں طرف نگاہ کی تھی کیا کچھ بدل گیا تھا، وقت، انداز، رویے، معمولات، تقدیر کے خانے پہ جیسے فل سٹاپ لگ چکا تھا۔

"یا اللہ تو جانتا ہے نا، ہم ایسے نہ تھے، جیسے اب ہیں، یہ سب تو قسمت کی تیرہ شبی کا کمال ہے اور قسمتوں کا مالک و مختار کل تو ہے، ہمارے حالات جو ہیں سو ہیں مگر دنیا والوں کے رویے اور بھی تکلیف دہ ہیں، ہمارا کوئی سہارا نہیں سوائے تیرے اور ہم تیری ہی عبادت کرتے تیری ہی طرف لوٹنے والے ہیں بس تجھی پہ بھروسہ ہے اور تو ہی ساتھ دینے والا ہے، بس اے میرے رب مشکلات کی ان گھڑیوں کو ہمارے اوپر آسان کر دے ہماری غلطیاں کوتاہیوں، اپنے معاملات میں حد سے تجاوز جانے انجانے گناہ تو بس بخش دے ہم پر رحم فرما ہمارے گھر سے بیماری، فقر و فاقہ اور تنگدستی دور کر دے کرم کر یا الٰہی! بے شک تو سب سے بڑھ کر رحیم و کریم ہے میرے مولا رحم کر، معاف کر دے ہمیں آزمائش سے نکال دے وہ بوجھ جسے اٹھانے کی ہم میں طاقت نہیں ہم پہ نہ ڈال رحم فرما یا ارحم الراحمین! ہماری دعاؤں کو قبول فرما اور تو سب سے بڑھ کر قبول کرنے والا ہے، آمین ثم آمین یا رب العالمین۔" اپنے بھیگے چہرے کو دونوں ہاتھوں سے صاف کرتے ہوئے اس نے سجدے سے سر اٹھا کر جائے نماز تہہ کیا اور آہستگی سے چلتی نجمہ بیگم کی چارپائی کی پائینتی پہ آ بیٹھی

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

کچھ دیر ان کے سوئے چہرے کو دیکھتی رہی محبت اور دکھ سے پھر ان کی ٹانگیں دبانے لگی۔

''ربیا آپی آپ کے پاس دس روپے ہوں گے۔'' ربیعہ پریشان سا چہرہ لیے چھت سے اتری تھی۔

''کیا کرنے ہیں؟'' اریبہ نے اسے دیکھا۔

''جویریہ کی طبیعت ٹھیک نہیں اس کا بی پی بہت لو ہے کب سے الٹیاں کر رہی ہے سر میں بھی شدید درد ہے ڈاکٹر کو دکھانے کی تو گنجائش نہیں ڈسپنسری سے پرچی بنوا کے اسے دوا لا دیتی ہوں۔''

''چندا میرے پاس تو ایک روپیہ تک نہیں ایسا کرو یہ سامنے والی فضیلت آنٹی سے لے آؤ۔'' اریبہ نے کہا اور کچھ دیر بعد وہ مایوس سی لوٹی تھی ان الفاظ کے ساتھ۔

''نہیں ملے، انہوں نے صاف انکار کر دیا کہ کوئی پیسہ نہیں حالانکہ اتنی غریب تو نہیں ہزاروں ہر وقت پاس لئے پھرتی ہیں اور دس دینے کو انکار کر دیا اور ابو حیات تھے تو ہم سے یہ اکثر بیس پچاس یا سو لے جاتی رہی ہیں، امی بھی واپس بھی نہیں لیتی تھیں پتا نہیں لوگ اتنے خود غرض اور مطلبی کیوں ہوتے ہیں انسانیت یا مروت نام کی چیز تو رہی نہیں۔'' ربیعہ غصے سے بھری بولتی گئی۔

''جب ان کو ہماری ضرورت تھی تو محض اس لئے کہ ہم ان کے حق میں مفید ثابت ہو رہے تھے اب ہم اپنے لئے بوجھ ہیں ان کے لئے کیا مفید ہو سکتے ہیں ضرورت گئی تو انسانیت مروت تو جانی ہی جانی تھی، خیر تم ایسا کرو تھوڑا قہوہ بنا کر لیموں نچوڑ کے دو جویریہ کو بلکہ اسے نیچے لے آؤ اوپر کھلی ہوا میں کیوں پڑی ہے۔'' اریبہ نے کہا۔

''ٹمپریچر بھی ہے نا اسے ٹھنڈ محسوس کر رہی ہے اسی لئے دھوپ میں پڑی ہے۔'' ربیعہ کہتے ہوئے کچن کی سمت بڑھی اور سبز قہوہ بنانے لگی قہوہ میں لیموں نچوڑ کے بڑے کپ میں ڈال کر وہ سیڑھیاں چڑھتی اوپر جانے لگی تو اریبہ بھی اسی پہ اچھی طرح کمبل اوڑھا کے چھت پہ چڑھنے لگی۔

''جویریہ جانو کہا تھا نا کہ سردی سے ٹھنڈے پانی سے مت نہاؤ ٹھنڈ لگوا کے بیمار ہو گئی ناں، اٹھو اب شاباش اور یہ لیموں والا قہوہ پیئو۔'' اریبہ نے نرمی سے اس کے بکھرے بالوں میں ہاتھ پھیرا اور نڈھال سی جویریہ کو پکڑ کر بٹھانے لگی۔

''آپی بہت درد ہو رہا ہے سر میں ٹیسیں جیسے پھٹنے والی ہو رہی ہیں اور بالکل ماؤف سا ہو رہا ہے دماغ۔'' تکلیف کے احساس سے اس کی سوجی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

''تم فکر نہ کرو اللہ شفا دے گا میں معوذتین اور آیۃ الکرسی، سورہ فاتحہ پڑھ کر ابھی دم کرتی ہوں۔'' اریبہ نے سر پہ دوپٹہ ٹھیک کر کے دایاں ہاتھ اس کی پیشانی پہ رکھا اور ورد کرنے لگی۔

''ربیعہ تم ذرا اس کا سر دبا دو یہ سو جائے گی، میں دیکھتی ہوں کچن میں کچھ رکھا ملا تو تھوڑا دلیہ یا کھچڑی بنا کر اسے دوں کھا لے کر پھر اسے ڈاکٹر کو دکھاتے ہیں۔'' اریبہ اٹھتے ہوئے بولی۔

''وہاں کچھ نہیں میں آپ سے پہلے تمام کیبنٹ چیک کر آئی ہوں۔'' ربیعہ کے کہنے پہ وہ ایکدم سے اٹھتے بیٹھ گئی اور بہت نم نگاہوں سے جویریہ کو دیکھا جو مسلسل الٹیاں کرنے کے باعث خالی پیٹ لئے کمزور، نڈھال سی لیٹی تھی۔

''یہ شہباز کدھر ہے اس سے موبائل لے کر وہاج کو فون کروں اور تھوڑا سودا سلف منگوائیں وہ نیچے بیٹھک میں بیٹھا پڑھ رہا ہے کل اس کا پرچہ ہے نا۔'' ربیعہ کے بتانے پہ وہ سیڑھیوں کے کنارے کھڑی ہو کر شہباز سے موبائل اوپر منگوانے لگی۔

اور پھر ایک بار، دو بار، سہ بارہ، بار بار اس نے وہاج کا نمبر ٹرائی کیا مگر اس سے رابطہ نہیں ہو رہا تھا مسلسل نو ریسپانس کا سگنل اور آگے کال ڈراپ کر دینے کا الارم۔

''یہ وہاج کال ریسیو کیوں نہیں کر رہا ایسا تو کبھی نہیں ہوا کہ میں کال کروں اور وہ بات نہ کرے بلکہ وہ تو خود روزانہ اس سے بات کیے بغیر سوتا نہ تھا پھر اب۔'' وہ آہستگی سے بڑبڑائی۔

''وہاج بھائی تو تین دن چار دن سے آئے بھی نہیں۔'' ربیعہ نے بھی کہا۔

''کیا کریں آ کر بھی جیب خالی ہو جاتی ہے آخر کتنا بوجھ اٹھائیں گے۔'' جویریہ نے آہستگی سے کہا تو اریبہ نے کچھ چونکتے ہوئے اسے دیکھا۔

''ٹھیک ہی تو کہہ رہی تھی وہ کوئی کتنا سگا یا اپنا ہو آخر کب تک اپنائیت برت سکتا ہے جبکہ وہ آپ بھی کفیل دار ہو، مگر میں تو محبت ہوں اس کی مجھ سے وہ کیسے اجتناب برت سکتا ہے۔'' اریبہ نے بہت مضطرب سی ہو کر سوچا تھا اور سیڑھیوں سے نیچے اترتے ہوئے سامنے گلی میں سبزی والے کو سو کا نوٹ دیتی فضیلت آنٹی کو دیکھ کر قدم جیسے رک سے گئے، ان کے چھوٹے بٹوے سے سو سو کے کئی اور نوٹ بھی جھانک رہے تھے اور ربیعہ کو دس روپے دینے سے انکار کر دیا تھا، اس کی آنکھیں نمکین پانیوں سے بھر گئیں۔

''ابو آپ سچ کہتے تھے کہ دنیا و آخرت میں نیک اعمال کے سوا تمہارا کوئی مددگار نہیں مگر ہماری تو نیکیاں بھی بھاری پڑ گئیں۔''

☆☆☆

''یار کہاں ہوتے ہو ہر وقت جب بھی ٹریس کرو ملتے ہی نہیں۔'' شہریار نے جس انداز سے شکوہ کیا تھا وہ وہاج حسن کو خفیف کر گیا۔

''بس یار آفس سے جا کر گھر جاؤں تو پھر میں کم ہی باہر نکلتا ہوں وہ وقت بس فیملی کے لئے ہوتا ہے۔''

''اچھا میں تو سمجھا تھا اور ہی چکر ہے ویسے جاب کیسی جا رہی ہے تمہاری، کوئی پرابلم تو نہیں۔''

''نو یار پرابلم کیا ہونی سب لوگ خاص کر حیدر صاحب بہت کو آپریٹو انسان ہیں میں نے ایسے با اصول لوگ بہت کم دیکھے ہیں وہ بڑے آفیسر سے لے کر معمولی ورکرز تک سب کو اتنے اچھے طریقے سے ٹریٹ کرتے ہیں یقین جانو بعض اوقات شدید حیرت ہوتی ہے کہ اتنے روپے پیسے نے ان کا دماغ نہیں بگاڑا، ورنہ لوگ لمحوں میں کچھ سے کچھ ہو جاتے ہیں دولت کی چکا چوند پہ۔''

''یار ان پہ خاص کرم ہے اللہ کا کہ جب سے دیکھا ہے، بہت انسان پرور اور دیانت دار ہی دیکھا ہے، ایسے لوگ بھی قدرت کاملہ کے اسپیشل پیس ہوتے ہیں خیر تم بتاؤ کیا منگواؤں ٹھنڈا گرم۔'' شہریار نے بزر پہ ہاتھ رکھتے ہوئے پوچھا۔

''نو یار اس وقت موڈ نہیں ہو رہا چائے پانی کا میں صرف تم سے ملنے آیا تھا۔'' وہاج بولا۔

''اچھا کیا یہ نیکی کر لی اب دوسری نیکی بھی کر لو لنچ کا ٹائم ہو رہا ہے میں کھانے کو جانے لگا ہوں تم بھی چلو یہ آفس کے ساتھ ہی کیفے ہے۔'' شہریار نے بصد اصرار کیا تو اسے اٹھنا پڑا۔

''ویسے یار مجھے افسوس ہوا تمہارے خالو کی ڈیتھ کا، تم پہ ایک ساتھ دو گھرانوں کا بوجھ آ پڑا ہے کیسے مینج کرتے ہو گے سب۔'' شہریار نے کیفے میں بیٹھتے ہوئے کہا تھا۔

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

"قسمت جس راستے پہ بھی کھڑا کر دے اسے طے تو کرنا پڑتا ہے، اللہ پر بھروسہ مضبوط ہو اور خود اپنے میں حوصلہ ہو تو سب ہو جاتا ہے۔" وہاج سکون سے بولا۔

"تمہاری خوبی ہے کہ تم کبھی بھی کسی بھی قسم کے حالات میں حوصلہ نہیں ہارتے۔" شہریار نے مینیو کارڈ اس کی جانب کھسکاتے ہوئے ستائشی نگاہ سے دیکھا تھا۔

"تمہارا بزنس پلس ایڈورٹائزنگ کمپنی کیسی جا رہی ہے۔" وہاج نے مینو کارڈ پہ نگاہ کرکے واپس رکھا۔

"بہت کرم ہے اللہ کا اور ہو سکتا ہے ایک دو دن میں نئے ایڈ کے شوٹ کے لئے مری جاؤں، چاہو تو تم بھی چلو کام کے بوجھ سے ذرا آرام مل جائے گا۔" شہریار نے پرخیال نگاہوں سے دیکھا۔

"پھر کبھی سہی کیونکہ فی الحال تو مشکل ہے اپنے گھر میں انکو تامرد ہونے کی وجہ سے اپنی بہنوں کو تنہا نہیں چھوڑ سکتا۔"

"ہاں یہ تو ہے خیر پھر سہی ہم تو اکثر کہیں نہ کہیں جاتے رہتے ہیں ویسے مانو تو ایک مشورہ دوں۔"

"تم ماننے کی بات چھوڑو مشورہ دو۔" وہاج نے اسے دیکھا۔

"تم ماڈلنگ میں آجاؤ بہت جلد اسٹیبلش ہو جاؤ گے اور تمہیں اس چمکتی دنیا میں ہاتھوں ہاتھ لیا جائے گا۔"

"اوہ تو یہ میرے بس کا کام نہیں ہے۔" وہ فوراً بولا

"یار جب انسان تہیہ کر لے تو ہر کام کر لیتا ہے اور تمہیں تو کچھ کرنا بھی نہیں پڑے گا، کیونکہ ہینڈسم اور خوبصورت تو تم ہو ہی بس ذرا ادائیں چاہئیں تو وہ کون سی مشکل ہیں۔"

"ہینڈسم اور خوبصورت تو تم بھی ہو اور رہی ادائیں تو اس کا تجربہ بھی ہے پھر اپنے لئے کیوں نہیں سوچا تم نے۔"

"اچھی بات ہے تم ابھی تک بہت حاضر دماغ ہو اور تمہاری میں بھی یہی سمجھتا ہوں کہ یہ میرے بس کا کام نہیں۔" شہریار ہنستا ہوا بولا۔

"تو بس پھر ٹھیک ہے جو کام بس میں ہے اسے پورا کریں۔" وہاج نے سامنے پڑے کھانے کی طرف متوجہ کیا تھا جو ٹھنڈا ہو رہا تھا۔

"پتا ہے میں جب بھی اس کیفے میں آتا ہوں مجھے ہمیشہ سٹوڈنٹ لائف یاد آجاتی ہے، جب محض انجوائے منٹ کے بہانے ہم اکثر کلاسز بنک کر کے کینٹین چلے جاتے تھے اور پھر گانے، شاعری، چھیڑ چھاڑ، مذاق اور ہنگامہ کتنے اچھے دن تھے کبھی بے اختیار خیال آتا ہے ان دنوں کو واپس پلٹا لوں اور ان ہنستے لمحوں کو خوشگواریت کو تا دیر محسوس کروں۔" شہریار یادگزشتہ میں گم بولا تھا۔

"ہاں دل تو بہت کچھ چاہتا ہے مگر قانون قدرت ہے کہ نہ تو ہم گئے وقت کو بلا سکتے ہیں اور نہ گزرتے ہوئے لمحوں کو روک سکتے ہیں، مگر اپنے موجودہ یا آنے والے وقت کو خوشگوار بنانے کے لئے بہت کچھ کر سکتے ہیں۔"

"اور جو وقت خوشگوار ہونا ہی نہ چاہے تو پھر؟" شہریار نے اچانک کہا تھا۔

"تو ضرور آپ کے اندر کہیں کمی ہو گی جذبات میں احساسات میں، خلوص میں یا طلب میں کچھ تو کہیں نہ کہیں کمی لئے ہو گا۔"

"یار تم سمجھتے ہو کہ میں اپنے اندر کسی کے لئے کمی رکھ سکتا ہوں، وہ بھی اس کے لئے جس سے محبت کرتا ہوں، اس کو جب بھی سوچتا ہوں تو زندگی کے ہر راستے پر وہی کھڑی نظر آتی ہے چاہے خفا ہو یا ناراض، مانے نہ مانے مگر میں ہر صورت اسے چاہتا آرہا ہوں اور چاہتا رہوں گا کیونکہ اس کے بغیر میں کچھ نہیں، بلیوی وہاج اس کے بنا میری زندگی میں کچھ نہیں بچتا۔" وہ بہت شدت سے بولا تھا۔

"وہ کیا کہتی ہے۔" وہاج نے پوچھا۔

"کچھ نہیں، کچھ بھی تو نہیں، خاموش، روڈ، الگ تھلگ اور قدرے خفا، اس کے یہ انداز ہی مجھے سمجھاتے ہیں کہ اس کی زندگی میں سب کچھ ہو سکتا ہے بس میں نہیں، مرے لئے اس کی زندگی میں کوئی جگہ نہیں۔" شہریار نے بھاری لہجہ میں کہا تھا اس کی آنکھیں یکدم سرخ ہوئی تھیں اور وہاج کتنی دیر بنا کچھ کہے بس اس کے وجیہہ چہرے کو دیکھتا رہ گیا۔

یہاں خواب، خواہشیں اور محبت یا سیت کے رنگوں میں بھیگ رہے تھے اس کا جگری دوست اسکی ساری کسک اور اضطرابیوں کو تنہا اپنے دل پہ جھیل رہا تھا وہاج اس کا دکھ پوری شدت سے محسوس کر رہا تھا۔

محبت چمکتا چہرا ہے محبت کھلتا لہجہ ہے
محبت سرمئی پلکوں کا گوشہ ہے
محبت آسماں کا روشن ستارا ہے
محبت وفا کا دھارا ہے
محبت کا ہر رخ حسیں ہر چہرہ پیارا ہے
محبت چمکا دیتی ہے راہوں کو
محبت مہکا دیتی ہے چاہوں کو
محبت مٹا دیتی ہے اناؤں کو
محبت جلا بخشتی ہے وفاؤں کو
محبت ہی تو نام ہے
درد کی ان مٹ کہانی کا
محبت ہی تو نغمہ ہے زیست کی روانی کا
محبت ہی چشمہ ہے خوابوں کا خیالوں کا
محبت اک اجالا ہے چاہنے والوں کا
محبت اول و آخری حوالہ ہے دل لگانے والوں کا

(باقی اگلے ماہ)

Scan & PDF
FIAZ AHMED
Friends Korner.com

محبتوں میں حساب کیسا؟

آٹھویں قسط

مدیحہ تبسم

"چپ کر جاؤ ماہا! روؤ مت پلیز، جیسا تم چاہو گی ویسا ہی ہوگا۔" اس کے سر پہ ہلکی سی تھپکی دیتے ہوئے صالح نے اسے خاموش کرانا چاہا تھا۔

"میں......؟ میں کیا چاہوں گی، چاہتے تو آپ ہیں اور پتہ نہیں کیا چاہتے ہیں۔" وہ انہی آنسوؤں کے درمیان چیخ کے بولی تھی۔

"مجھے تو خود نہیں پتہ میں کیا چاہتا ہوں، جو "چاہ" کر یہاں آیا تھا وہ چاہ تو شاید اپنا وجود ہی ختم کر چکی ہے اب تو مجھے خود سمجھ نہیں آ رہی کہ مجھے کیا کرنا ہے۔" وہ کھوئے ہوئے خودکلامی کے سے انداز میں گویا ہوا تھا۔

"آپ کیا "چاہ" کر اور مقصد لے کر یہاں آئے تھے۔" اس کے جملوں نے ماہا کو ٹھٹکا دیا تھا وہ رونا دھونا بھول کے جرح پہ اتر آئی۔

ناولٹ

"ماہا!" وہ چیئر گھسیٹتا ہوا کھڑا ہو گیا، انداز میں بے چینی اور اضطراب تھا، ماہا نے بغور اس کے تاثرات کو نوٹ کیا تھا۔

"بہتر ہوگا کہ تم مجھ سے کچھ مت پوچھو، تم نہیں جانتی کتنے بڑے بڑے راز اس سینے میں دفن ہیں، تم تو ان سب باتوں سے بے خبر ہو اور تمہارے لیے بھلائی اسی میں ہے کہ تم بے خبر ہی ہو، ہو سکتا ہے تم حقیقت کو قبول نہ کر پاؤ۔" وہ اس کی طرف پشت کیے ٹھہرے ہوئے لہجہ میں اسے تنبیہ کر رہا تھا۔

"جب میں اتنی بڑی حقیقت جان گئی ہوں تو آگے کے حالات کیوں نہ جان پاؤں گی؟ آپ بتائیں ماہا کوئی بچی نہیں ہے جو اپنا پسندیدہ چینل چینج کرنے پر رونا دھونا شروع کر دے گی ماہا ایک سمجھدار لڑکی ہے، وہ زندگی کے اسٹیج پہ ہر قسم کے کردار دیکھنے کا حوصلہ رکھتی ہے۔" اپنی دائیں ہتھیلی کی پشت سے اپنا چہرہ صاف کرتے ہوئے

Scan & PDF EIJAZ AHMED Friends Korner.com

وہ اس کے مقابل آن کھڑی ہوئی تھی۔

''اصرار مت کرو ماہا! تم بہت حساس اور چھوٹا دل رکھتی ہو، اتنی بڑی حقیقت کو شاید قبول نہ کرسکو۔'' اس نے ایک دفعہ پھر اسے سمجھانا چاہا۔

''میں چھوٹا دل رکھتی ہوں؟ میں؟ یعنی ماہا عبداللہ!'' اس نے بے یقین ہوتے ہوئے انگشت شہادت سے اپنی طرف اشارہ کرتے ہوئے متاسف نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

''میرا دل ہرگز اتنا کمزور اور ناتواں نہیں ہے، اگر ایسا ہوتا ہے تو آج آپ سے آپ کے متعلق سوال کرنے والی میں اکیلی نہ ہوتی بلکہ اس گھر کا ہر فرد آپ سے پوچھتا کہ آپ کون ہیں؟'' وہ بے خوفی سے اس کی آنکھوں میں جھانک کر بولی تھی، اس کی آنکھوں میں اتنی کاٹ تھی کہ وہ بے ساختہ نظریں چرا گیا۔

''میں اپنے اس دن کے رویے پر تم سے شرمندہ ہوں ماہا، لیکن تم یقین جانو اس دن جو کچھ بھی ہوا اس میں قطعی میرا قصور نہیں ہے، میرے حواس ہرگز میرا ساتھ نہیں دے رہے تھے، تم یہ جان چکی ہو کہ میں حقیقی صالح عبدالرحمن نہیں ہوں یہ حقیقت اتنی بھیانک تھی کہ میں شعلوں میں گھر گیا تھا ورنہ میں ہرگز تم پر تشدد نہ کرتا۔'' اسے وہ دن یاد آگیا جب ماہا نے اس کی گفتگو سن لی تھی، جو وہ صالح سے کر رہا تھا اور اس کا راز لیک آؤٹ ہوا تھا، اس کا دماغ بھک سے اڑ گیا تھا اور اس نے ماہا پہ ہاتھ اٹھانے سے بھی گریز نہیں کیا تھا، بعد میں جب بھی اسے وہ لمحات یاد آتے اسے ازحد ندامت نے آن گھیرا تھا، لیکن وقت تو ہاتھوں سے پھسل چکا تھا، کئی دفعہ اس نے ارادہ کیا کہ ماہا سے اپنے رویے کی معافی مانگے لیکن ایک ان دیکھی خلیج اس کے ارادے میں حائل ہو جاتی اور وہ اپنی سوچ کو عملی جامہ نہ پہنا سکا۔

''اب کیا فائدہ آپ کی شرمندگی کا، کیا آپ کی شرمندگی گزرا ہوا وقت واپس لا سکتی ہے۔'' ماہا تڑخ کر بولی تھی۔

''گزرا ہوا وقت اگرچہ واپس نہیں آ سکتا، لیکن اس کا مداوا تو کیا جا سکتا ہے۔'' وہ کسی غیر مرئی نقطے پہ نظریں جما کے بولا۔

''کون کرے گا یہ مداوا؟'' اس نے چبھتے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

''میں۔'' وہ پراعتماد لہجے میں گویا ہوا۔

''کیسے کریں گے۔'' اس کی آنکھوں میں استہزائیہ کا رنگ واضح جھلک رہا تھا۔

''تم لوگوں کا صالح عبدالرحمن تم تک پہنچا کر۔'' واپس کرسی پہ بیٹھتے ہوئے اس نے پرسکون انداز میں دھماکہ کیا تھا۔

حیرت کی شدت اس قدر زیادہ تھی کہ اس سے کچھ بولا ہی نہیں گیا وہ بے یقین نظروں سے اسے دیکھے گئی۔

''تم جس اذیت سے دوچار ہو بہت جلد اس سے چھٹکارا پالو گی، میں تمہیں مزید پریشان نہیں کروں گا، ویسے بھی سعی لاحاصل کا کیا فائدہ، جب منزل ہی بے نام و نشان ہو انسان جتنے چاہے راستے بدل لے سوائے ناکامی کے اسے کچھ حاصل نہیں ہو گا، یہی بات تھی جو میں صالح سے کہا کرتا تھا لیکن وہ ہر دفعہ کہتا، تم زندگی کے بارے میں بہت غلط نظریہ رکھتے ہو، ہر انسان کے لئے ایک منزل منتظر ہوتی ہے، جہاں سے وہ ساری زندگی کا سکون حاصل کرتا ہے، لیکن نہیں اس کا مفروضہ غلط نکلا، میں آج بھی تہی داماں و تہی دست ہوں آج بھی اس دنیا میں کوئی میرا نہیں ہے اور نہ ہی میں کسی کا ہوں، آج بھی میری کوئی شناخت نہیں ہے۔'' کرسی کی پشت سے سر ٹکائے، آنکھیں موندے وہ خود کلامی کے انداز میں بڑبڑا رہا تھا، اس کے چہرے پہ کرب و اذیت کا جو جال بکھرا تھا اس نے ماہا کے لبوں کو سی دیا تھا، وہ گنگ سی اس کی باتیں سن رہی تھی، جس کی سمجھ اسے نہیں آرہی تھی۔

چند لمحات قبل اس نے جو خوشخبری اسے دی تھی وہ بھی ماہا کو معدوم ہوتی محسوس ہو رہی تھی۔

''حقیقت کیا ہے؟ یہ معمہ کیوں حل نہیں ہو جاتا۔'' وہ ایک مرتبہ پھر برزاخ میں اترنے لگی۔

''میں نے تمہیں ایک دفعہ کہا تھا اگر کبھی میری حقیقت اور اصلیت جان پایا تو وہ صالح عبدالرحمن کے بعد ماہا عبداللہ کی ہستی ہو سکتی ہے، تم اب پریشان مت ہو، میں تمہیں ساری حقیقت بتا دوں گا، لیکن مجھے کچھ مہلت دو، میں خود کو سنبھال لوں، جوڑ لوں، پھر تمہیں ہر بات سے آگاہ کر دوں گا چاہے میرا کتنا نقصان ہی کیوں نہ ہو جائے کیونکہ......'' اس نے گفتگو ادھوری چھوڑ کے ماہا کی جانب دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

''کیونکہ میں تم سے ہار چکا ہوں ماہا عبداللہ!'' اس نے اپنا جملہ مکمل کیا۔

ماہا نے بے ساختہ ہونٹ کاٹتے ہوئے نگاہیں جھکا لی تھیں، اس کی پیشانی پہ پانی کے کئی قطرے ایک ساتھ نمودار ہوئے تھے۔

چند لمحات پہ مشتمل خاموشی کا ایک مختصر سا وقفہ ان کے درمیان آیا تھا۔

''جوزفین کو پتہ چل جائے تو وہ ہرگز اس بات پہ یقین نہ کرے، وہ تو کہتی تھی تم ہر نازک احساس سے عاری انسان ہو، آج اگر وہ مجھے دیکھ لے تو شاید حیرت سے ہی مر جائے۔'' اس کی نگاہوں میں جوزفین کا سراپا لہرایا، تو بے ساختہ دھیان اس کی طرف چلا گیا، ایک شکستہ سی مسکراہٹ نے اس کے لبوں کا احاطہ کیا تھا۔

''جوزفین میری کلاس فیلو تھی اچھی لڑکی تھی۔'' ماہا کی آنکھوں میں ابھرتے سوال کو دیکھ کر اس نے خود ہی اپنی بات کی وضاحت کر دی تھی۔

اس سے پہلے کہ وہ اسے مزید کچھ بتاتا، اس کے سیل کی بپ ہونے لگ گئی، وہ ایک طویل سانس خارج کرتا فون کی طرف متوجہ ہوا، جبکہ ماہا نئی الجھنوں میں گھری خاموشی سے پلٹ گئی۔

☆☆☆

''آئم سوری مس! میرے ڈرائیور نے بہت کوشش کی لیکن پھر بھی آپ ٹکرا گئیں آپ کو زیادہ چوٹ تو نہیں آئی۔'' ایک خوشکل نوجوان گاڑی سے نکل کر اس کی طرف بڑھا تھا۔

''جی نہیں۔'' بمشکل تھوک نگل کر اپنے خشک حلق کو تر کرتے ہوئے وہ دو لفظ بول پائی تھی، چوٹ تو اسے واقعی زیادہ نہیں آئی تھی، شکر تھا کہ گاڑی کو بروقت بریک لگنے کی وجہ سے وہ کسی بڑے نقصان سے بچ گئی تھی، البتہ روڈ پہ گرنے کی وجہ سے چند خراشیں ضرور پڑ گئی تھیں، لیکن اس کے سر پہ تو پکڑے جانے کا خوف سوار تھا، وہ اسی لئے اتنی بدحواس ہو گئی تھی۔

''اگر آپ نے یہاں قریب ہی جانا ہے تو میں آپ کو ڈراپ کر دیتا ہوں۔'' اس نوجوان نے شاید اپنی کوتاہی کے ازالے کے لئے اسے آفر کر دی تھی، حالانکہ غلطی تو سراسر نازو کی تھی۔

''شکریہ۔'' اس نے اپنا پرس اٹھایا اور چادر سنبھالتی کھڑی ہو گئی، گرنے کی وجہ سے وہ اپنا توازن برقرار نہیں رکھ پائی تھی، چادر کا پلو اس کے ہاتھ سے چھوٹا تو اس کا نقاب سرک گیا نازو نے دیکھا نوجوان نے اس کا نقاب سرکتا دیکھ کر فوراً نگاہیں جھکا لی تھیں، اس کے دل پہ ایک گھونسہ پڑا تھا، اسے بے اختیار ہی اسلم یاد آگیا اور پھر اچانک ہی اس نے اپنا فیصلہ بدل لیا۔

''مجھے اس ایڈریس پر پہنچنا ہے۔'' اس نے اپنے بیگ سے ایک کاغذ نکال کر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا اس نے اس اجنبی سے جو شکل سے بہت مہربان نظر آرہا تھا، مدد لینے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

اجنبی نے کاغذ اس کے ہاتھ سے تھاما اور اس پہ موجودہ ایڈریس پڑھ کے اس کے چہرے پہ بے اختیار پسینے کے قطرے نمودار ہوئے تھے، اس نے ایک دفعہ عجیب بے یقین نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا، نازو غیر ارادی طور پر اپنی چادر درست کرنے لگ گئی۔

''آپ گاڑی میں آ جائیں اتنی دیر باہر کھڑے ہونا مناسب نہیں۔'' اس کے لہجے میں کچھ ایسی اپنائیت ضرور تھی کہ وہ خود بخود اس کی تقلید میں گاڑی میں جا بیٹھی۔

''آپ پاکستانی ہیں؟'' ڈرائیور نے گاڑی اسٹارٹ کی تو اس نے نازو کو مخاطب کر کے پوچھا۔

''جی۔'' وہ یوں بولی گویا اعتراف جرم کر رہی ہو۔

''میرا نام احمد ہے میں بھی پاکستانی ہوں، میں بزنس کے سلسلے میں شارجہ آیا تھا، پھر وہاں سے آفس کے سلسلے میں ابوظہبی آنا پڑا، اب واپس شارجہ جا رہا ہوں، میرا آپ کو مخلصانہ مشورہ یہ ہے کہ آپ اپنے کسی اور عزیز کی طرف چلی جائیں، یہ جگہ جہاں آپ جانا چاہ رہی ہیں کسی طور بھی کسی باعزت لڑکی کے لئے مناسب نہیں ہے۔'' اس نے تفصیلاً اسے آگاہ کرتے ہوئے بتایا تھا۔

''باعزت لڑکی۔'' نازو کے دل میں درد کی ایک تیز لہر اٹھی تھی۔

''آپ اپنے کسی عزیز کا ایڈریس بتا دیں، میں آپ کو وہاں ڈراپ کر دیتا ہوں۔'' اس کی طویل خاموشی سے اکتا کر احمد نے خود ہی کہا تھا۔

''میرا یہاں کوئی عزیز نہیں ہے، آپ مجھے شارجہ پہنچا دیں، آگے منزل کا تعین میں خود ہی کر لوں گی۔'' وہ بولی تو اس کا لہجہ مضبوط تھا۔

اس کے جواب نے احمد کو اچھا خاصا پریشان کر دیا تھا، اس کے ذہن میں کئی سوال کلبلانے لگے تھے، لیکن فی الحال اس نے خاموش رہنا ہی مناسب سمجھا تھا، شارجہ پہنچنے تک وہ دونوں اپنی اپنی سوچوں میں گم رہے تھے۔

''شارجہ میں میرے ایک دوست کی فیملی رہتی ہے میرا خیال ہے اگر وہاں بیٹھ کر مسئلے کا کوئی حل نکال لیا جائے تو بہتر ہوگا۔'' احمد ڈرائیور کے ساتھ آگے بیٹھا تھا جبکہ نازو پچھلی سیٹ پہ بیٹھی تھی، احمد نے رخ اس کی طرف پھیرتے ہوئے اظہار خیال کیا تھا۔

''جی، ٹھیک ہے۔'' نازو نے دھیمے لہجے میں تائید کی تھی اور اس کے پاس کوئی چارہ بھی نہیں تھا، یہاں کسی نہ کسی پر تو اس نے اعتماد کرنا ہی تھا تو پھر یہی شخص سہی، نجانے اس میں کیا بات تھی کہ دل خود بخود اس پہ اعتماد کرنے کو چاہتا تھا۔

''آیئے۔'' گاڑی ایک وسیع و عریض گھر کے سامنے رکی تو احمد نے باہر نکل کر اس کی سائیڈ کا دروازہ کھولا۔

نازو جھجکتے ہوئے باہر نکلی تھی، اس کے دل میں ابھی بھی عدیل ہاشمی کا خوف بیٹھا ہوا تھا بلکہ اب تک تو موٹا بھی اس کے مخالف ہو گئی ہو گی جب اسے پتہ چلا ہو گا کہ وہ اسے بھی ڈاج دے گئی ہے۔

''السلام و علیکم۔'' گیٹ ایک عمر رسیدہ عورت نے کھولا تھا، احمد نے اسے دیکھتے ہی سلام کیا تھا۔

''وعلیکم السلام، کیسے ہو بیٹا؟ یہ تو کمال ہو گیا اس دفعہ تو دن میں چاند نظر آ گیا۔'' خاتون اسے دیکھتے ہی خوشدلی سے بولی تھیں، ان کے چہرے سے لگ رہا تھا وہ اسے دیکھ کر بہت خوش ہوئی ہیں، ان کی نظر نازو پہ پڑی تو انہوں نے متعجب ہو کر سوالیہ نظروں سے احمد کی جانب دیکھا تھا۔

''اندر آنے کو نہیں کہیں گی۔'' وہ ان کی آنکھوں میں ابھرتے سوالیہ نشان کو بھانپ چکا تھا

اور اسے اب احساس ہوا تھا کہ اس نے اس لڑکی سے اس کا نام تک نہیں پوچھا۔

''کیوں نہیں، آؤ ناں، آؤ بیٹا۔'' وہ خفیف سی ہو کر بولیں، پھر نازو سے ہاتھ ملاتے ہوئے اس نے حال چال دریافت کرتے ہوئے ان دونوں کو اندر لے آئیں۔

''آپ لوگ بیٹھو میں چائے لے کر آتی ہوں۔'' وہ انہیں ڈرائنگ روم میں بٹھا کر خود باہر نکل گئیں۔

''آئم سوری مس! لیکن میں تو آپ کا نام بھی نہیں جانتا اس لئے ابھی تک آپ کا تعارف نہیں کروا سکا۔'' وہ نازو سے مخاطب ہوا۔

''میرا نام نازنین ہے۔''

''گڈ، اب آپ اپنے بارے میں کچھ بتائیں گی؟'' احمد نے اس کی جانب دیکھا، اس نے اگرچہ ابھی تک چادر کو اپنے گرد اچھی طرح لپیٹ رکھا تھا لیکن اب چہرے پہ نقاب نہیں تھا، اس کا چکا چوند حسن دیکھ کر احمد نے بے ساختہ دوسری بار نظریں چرائی تھیں، سوال ہی ایسا تھا کہ وہ مضطرب ہو کر ہونٹ کاٹنے لگی۔

''پتہ نہیں احمد صاحب! میں اس وقت بے حد پریشان ہوں اور خوفزدہ بھی ہوں مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہی کہ آپ کو کیا بتاؤں؟ صحیح بات تو یہ ہے کہ میں کسی کو بھی کچھ بتانے کے قابل نہیں ہوں۔'' وہ ہاتھ مسلتے ہوئے اسے از حد بے چین لگی تھی۔

''میں کوئی وعدہ تو نہیں کرتا مس نازنین لیکن آپ مجھ پر اعتماد کر سکتی ہیں، مجھ سے جہاں تک ہو سکا میں صرف رضائے الٰہی کی خاطر آپ کی مدد کروں گا۔'' وہ پر اعتماد لہجے میں بولا۔

اسی وقت وہی خاتون چائے کی ٹرالی لوازمات سمیت لئے اندر داخل ہوئیں۔

''ارے ذکیہ آنٹی آپ کن تکلفات میں پڑ گئی ہیں۔'' احمد انہیں دیکھتے ہی بولا۔

''اتنے عرصے بعد تو کوئی اپنا آتا ہے تو دل چاہتا ہے کہ کم از کم سوڈشز تو ضرور ہی بناؤں۔'' وہ چائے کپوں میں انڈیلتے ہوئے بولیں۔

''نازنین! یہ ذکیہ آنٹی ہیں، ان کے بھانجے میرے بہت اچھے دوست ہیں، وہ پاکستان میں ہوتے ہیں جب یہ ان کی آنٹی ہیں تو پھر میری بھی آنٹی ہوئیں اور آنٹی یہ نازنین ہیں اور پاکستانی ہیں۔'' احمد نے اس کا تعارف کروایا۔

''ماشا اللہ نازنین بیٹا آپ یہ لو ناں میں نے خود بنایا ہے۔'' انہوں نے سراہتی نظروں سے اس کا جائزہ لیا پھر کیک اس کی طرف بڑھاتے ہوئے بولیں۔

''شکریہ آنٹی!'' نازو نے ہلکی مسکان سمیت کیک کا ایک چھوٹا سا پیس لیا۔

وہ دل میں تہیہ کر چکی تھی وہ احمد کو سب کچھ سچ سچ بتائے گی اب وہ کسی جھوٹ کا سہارا نہیں لے گی۔

''اللہ تعالیٰ جو سچ پر عطا کرتے ہیں وہ جھوٹ پر کبھی نہیں مل سکتا۔'' اس سوچ نے اسے اندر تک مطمئن کر دیا تھا۔

☆☆☆

میرا سوہنا سجن گھر آیا
عید ہو گئی میری
مجھے چاند نظر آ گیا

کچن میں داخل ہوتے ہی ہالہ کا ریکارڈ بجنے لگا تھا، جہاں رمشاء برزر کے آگے کھڑی کباب فرائی کر رہی تھی، آج ارغان، منزہ کی عیادت کے لئے آیا ہوا تھا، سعدیہ اور فاروق صاحب تو دو دفعہ آ چکے تھے، لیکن ارغان شہر سے باہر ہونے کی وجہ سے ابھی تک نہیں آ سکا تھا، آج ہی اس کی شہر واپسی ہوئی تھی اور آج ہی وہ آ گیا تھا، اگرچہ منزہ

Scan & PDF FIAZ AHMED Friendskorner.com

اب بالکل ٹھیک ٹھاک تھیں لیکن اس کے پاس تو اچھا خاصا بہانا تھا اپنی منکوحہ سے ملنے کا، پھر وہ اسے ضائع کیوں کرتا، جبکہ یہاں ہر کوئی آتے جاتے رمشاء کو چھیڑ رہا تھا۔

"وہاں کھڑے ہو کر فضول راگ الاپنے سے بہتر ہے یہاں میرے ساتھ کچھ ہیلپ کروا دو۔" رمشاء نے ہالہ کو گھورتے ہوئے کہا تھا۔

"بھئی تم خود ہی اپنے شوہر کی سیوا کر کے ثواب دارین حاصل کرو، میں ہیلپ کرواؤں گی تو خوامخواہ تمہاری نیکیوں میں کمی آجائے گی۔" ہالہ نے صاف ہری جھنڈی دکھائی۔

"زیادہ علامہ بننے کی ضرورت نہیں ہے کل کو تم پر بھی یہ وقت آسکتا ہے پھر مجھ سے کوئی اچھی توقع مت رکھنا، میں نہایت سخت گیر قسم کی آپا ثابت ہوں گی۔" رمشاء نے تپ کر اسے دھمکایا تھا۔

"اے لو تم تو ناراض ہی ہوگئی میں تو مذاق کر رہی تھی۔" ہالہ کے سارے کس بل ایک سیکنڈ میں رفو چکر ہو گئے تھے، رمشاء نے دھمکی ہی ایسی لگائی تھی۔

"سمجھدار لگتی ہو، چلو اب فریج میں سے نگٹس کا ڈبہ نکال کر اوون میں بیک کر لو۔" رمشاء نے فاتحانہ انداز میں آرڈر جاری کیا۔

"تم لوگ کیا ولیمہ کا انتظام کرنے بیٹھ گئی ہو، مائی جان کہہ رہی ہیں جلدی کچھ اندر بھیجو بچہ بیچارہ پیاسا بیٹھا ہوا ہے۔" غوری اندر داخل ہوتے ہی دہائی دینے لگا تھا، ہالہ پر نظر پڑی تو فوراً اس کے ابرو تن گئے۔

"یہ ست بوا! چولہے کے سامنے کھڑی ہیں آنے والا مہمان بیچارہ، اس کا تو اللہ ہی حافظ ہے۔" انداز سخت متاسفانہ تھا ہالہ کے تو سر پہ لگی تلووں پہ بجھی۔

"ہر کوئی تمہاری طرح بدذوق نہیں ہوتا جس کے اندر آج تک کھانے کا ٹیسٹ ڈویلپ نہیں ہو سکا اور مسٹر عینک والا جن میرے ہاتھ کے کھانے نہ کھانے والا پچھتاتا ہے، جو ایک دفعہ کھا لیتا ہے اسے تو ساری زندگی میرا احسان مند رہنا چاہیے۔" اس نے کٹیلے لہجے میں اپنی بے عزتی کا بدلہ چکایا، ادھار رکھنے کی وہ ہرگز قائل نہیں تھی۔

"سبحان اللہ! ماشاءاللہ! اپنا قد دیکھو اور اپنی خوش فہمیاں دیکھو۔" اس کا انداز صاف تمسخر اڑانے والا تھا۔

"یہ خوش فہمی نہیں خود شناسی ہے۔" اس نے ناک سکوڑتے ہوئے اطلاع فراہم کی۔

"میں قربان نہ جاؤں ایسی خود شناسی پہ۔" وہ ایک ایک لفظ چبا کے بولا۔

"چلے جاؤ۔" کیا انداز بے نیازی تھا وہ سلگ ہی تو اٹھا۔

"میں اور تمہارے قربان جاؤں؟ تمہاری کس کس خوش فہمی کا علاج کرے بندہ۔" وہ افسوس بھری نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے بولا۔

"تم بس اپنے دماغ کا علاج کراؤ جس کے کل پرزے ڈھیلے ہو چکے ہیں، اوروں کی فکر میں دبلا ہونے کی ضرورت نہیں ہے، پہلے ہے وہ سے جل جل کے سوکھے چرخ ہو چکے ہو۔" اس نے ناک چڑھا کے نخوت سے کہا، حملہ شدید تھا غوری کا آگ بگولہ ہونا یقینی امر تھا۔

"خاموش ہو جاؤ تم دونوں ہر وقت چونچیں لڑاتے رہتے ہو، غوری! تم یہ لے کر اندر چلو اور ہالہ تمہیں میں نے ایک کام کہا تھا وہ بھی تم سے نہیں ہو سکا، جتنا زبان کا استعمال کرتی ہو اتنا ہاتھوں کا بھی کر لیا کرو۔" رمشاء نے بڑی بہن کا ثبوت دیتے ہوئے ہالہ کو اچھا خاصا لتاڑ کر رکھ دیا تھا اور غوری کو ٹرالی تھماتے ہوئے باہر جانے کا اشارہ کیا تھا، اسے پتہ تھا اگر یہ دونوں مزید کچھ

دیر تک جاری رہے تو کچن تیسری جنگ عظیم کا نقشہ پیش کر رہا ہوگا چند لمحات بعد۔

غوری اسے کچا چبا جانے والی نظروں سے گھورتا ہوا ٹرالی دھکیلنے لگا تھا گویا ٹرالی کے پہیوں کے نیچے ہالہ کو رگید رہا ہو۔

"دیکھا اس لم ڈھینگ کو کیسے گھور رہا تھا مجھے جیسے ابھی چبا ڈالے گا۔" اس کے جاتے ہی ہالہ رمشاء کے سر ہو گئی۔

"بس کر جایا کر ہالہ، تم اب بچی تھوڑی ہو، جو ہر وقت مرچیں چباتی رہتی ہو۔" رمشاء اسے ڈپٹتے ہوئے بولی۔

"ہاں تم جو نکاح کروا کے دادی اماں بن گئی ہو۔" منہ پھلا کے کہتی وہ بسورتی ہوئی باہر نکل گئی۔

"یہ کیا تم کچن میں کھڑی ہو اور تمہارے موصوف تمہارے دیدار کے لئے بے قرار ہو رہے ہیں۔" ماہا اسے ڈھونڈتے ہوئے کچن میں آن پہنچی تھی۔

"کیا..... آ..... آ....." رمشاء نے بدک کے اسے دیکھا۔

"جی جناب مجھ سے اسپیشل درخواست کی گئی ہے کہ آپ کی ملاقات کا انتظام کروں۔" ماہا نے معنی خیزی سے دیدے گھمائے۔

"مم..... مجھے نہیں ملنا۔" وہ فوراً بولی، دل نے تو اس کے مطالبے پہ ہی اپنی لے تبدیل کر لی تھی، وہ کیونکر اس کا سامنا کر پاتی۔

"تمہیں کیوں نہیں ملنا، فضول میں اعتراض مت کرو، میں نے تائی امی سے بھی اجازت لے لی ہے اور ویسے بھی وہ اب تمہارا شوہر ہے رمشاء بس چند لمحے ڈرائنگ روم میں تم سے ملنا چاہتا ہے اور اس میں اعتراض والی کوئی بات بھی نہیں۔" ماہا نے سنجیدگی کا لبادہ اوڑھتے ہوئے اسے سمجھایا۔

"وہ تو ٹھیک ہے لیکن..... مجھے شرم آتی ہے۔" اس نے ہچکچا کے عذر بیان کیا۔

"یہ تو اور اچھی بات ہے تم اسے شرما شرما کے دکھانا وہ اور تم پہ فدا ہوگا۔" ماہا نے مسکراہٹ لبوں میں دبا کے اسے چھیڑا۔

"ماہا کی بچی!" وہ سرخ پڑ گئی، ماہا کھلکھلا کے ہنس پڑی۔

"چلو اب اچھے بچوں کی طرح ہاتھ منہ دھو لو، حلیہ درست کر لو آجاؤ۔"

☆☆☆

کمرے میں ہر طرف خاموشی کا راج تھا، صرف دو نفوس کے سانس لینے کی آواز وقفے وقفے سے کمرے کے ماحول میں ارتعاش پیدا کر رہی تھیں، نازو نے احمد کو سب کچھ بتا دیا تھا، بغیر لگی لپٹی کے اپنے بارے میں بھی بتا دیا تھا احمد اس کی روداد سن کے خاموش ہو گیا تھا۔

"اب آپ نے کیا سوچا ہے۔" طویل خاموشی کے بعد احمد اس کی جانب متوجہ ہوا تھا، اس کی نگاہوں میں نازو کے لئے نہ تحقیر تھی نہ تذلیل بس وہی رویہ تھا جیسا ابتدا سے تھا۔

"آپ کو میری داستان سن کے مجھ پر غصہ نہیں آیا؟" نازو کے نہ صرف لہجے بلکہ آنکھوں میں بھی شدید حیرت تھی، اس کا خیال تھا کہ اس کی اسٹوری سننے کے بعد وہ ایک سیکنڈ کی تاخیر کیئے بغیر اسے نکال باہر کرنے لگا اور کہے گا۔

"جاؤ لی لی! میں گھر سے بھاگی ہوئی لڑکی کی کوئی مدد نہیں کر سکتا۔" لیکن معاملہ اس کے برعکس ہوا تھا وہ اپنے سابقہ نرم انداز میں اس سے مخاطب ہوا تھا۔

"آپ نے ٹھیک کہا ایسی لڑکیاں میری نظر میں دو کوڑی کی بھی وقعت نہیں رکھتیں۔" وہ ٹھہرے ہوئے نرم لہجے میں اس کی بات کی تائید کرتے ہوئے بولا، نازو کے چہرے کی رنگت متغیر ہو گئی، جبکہ وہ اپنی بات جاری رکھتے ہوئے

FIAZ AHMED
Friends Komer.com

مزید کہنے لگا۔

"اور مجھے آپ کی بات سن کے غصہ بھی بہت آیا، لیکن جزا اور سزا کا فیصلہ سنانے والا میں کون ہوتا ہوں، آپ نے میرے ساتھ تو برائی نہیں کی مجھ سے تو اس چال میں آپ کی ملاقات ہوئی ہے کہ آپ اپنے فعل پر شرمندہ ہیں، اب اگر میں بھی آپ کو دھتکار دوں اور آپ خدانخواستہ کسی غلط ہاتھ میں چلی گئیں تو کیا مجھے اس جرم کی سزا نہیں ملے گی؟ کیا میں ساری زندگی اپنے آپ کو معاف کر سکوں گا؟ ہرگز نہیں۔" وہ نفی میں سر ہلاتے ہوئے بولا۔

"جب اللہ توبہ کرنے والوں کو معاف کر دیتا ہے تو ہم کون ہوتے ہیں اسے سزا دینے والے۔" وہ اپنی بات کہہ کر خاموش ہو گیا۔

نازو کی آنکھوں سے سیلاب بہنے لگا، اسے خود سے حد درجے نفرت محسوس ہوئی کتنی بدقسمت تھی وہ غلاظت کے ڈھیر میں لتھڑ کر خود پہ فخر محسوس کرتی تھی، یہی تعلیم جب اسے اس کی ماں دیتی تھی تو وہ خاطر میں نہ لاتی تھی آج جبکہ وقت نے اسے اس کی اوقات یاد دلائی تھی تو اسے ہر منظر صاف اور واضح دکھائی دینے لگ گیا تھا۔

"آپ روئیں مت خود کو سنبھالیں آپ بتا رہی تھیں کہ تمام کاغذات آپ کے پاس موجود ہیں تو میرا آپ کو یہی مشورہ ہے کہ آپ واپس پاکستان چلی جائیں، اپنے والدین سے معافی مانگ لیں یا انہیں کوئی بھی کہانی گھڑ کے سنا دیں جس سے آپ کی عزت برقرار رہے، آپ کے والدین یقیناً آپ کو معاف کر دیں گے۔" احمد نے اسے مشورہ دیا تھا۔

"ہمارے معاشرے میں ہر فرد کی سوچ آپ جیسی نہیں ہے احمد صاحب! ویسے بھی میرے کالج سے میرے گھر والوں کو تمام معلومات مل گئی ہوں گی، ہمارے گاؤں کی روایات اس معاملے میں بہت سخت ہیں اور ہونی بھی چاہیں، ویسے بھی مہرین مجھے اتنی جلدی نہیں بھولے گی، وہ یقیناً میرے گھر پہ نظر رکھے ہوئے ہو گی، کیونکہ میں اب اس کے لئے خطرہ بن چکی ہوں۔" وہ نفی میں سر ہلاتی اس کی رائے کی تردید کرنے لگی۔

"تو پھر کیا کریں گی آپ؟" وہ پریشانی سے اسے دیکھنے لگا۔

"جو اللہ کو منظور ہوا، آپ کا بہت شکریہ، آپ نے مجھے ایک خطرے سے نکال دیا، میں تاعمر آپ کی احسان مند رہوں گی، آپ مجھے اجازت دیں میں کوئی نہ کوئی راستہ ڈھونڈ ہی لوں گی۔" وہ نم لہجے میں پلکوں کو جھکاتے ہوئے بولی، اس فرشتہ صفت انسان کو وہ مزید پریشان کرنا نہیں چاہتی تھی۔

"آپ شاید اس ملک کے حالات سے واقف نہیں، یہاں تو ہر قدم پہ آپ کے لئے خطرہ ہے۔" وہ فکرمند ہوا، پھر کافی دیر خاموش رہا، اس کے ماتھے پہ شکنوں کا جال بچھا تھا گویا وہ کچھ سوچ رہا ہو۔

"میرا خیال ہے میں آپ کو ذکیہ آنٹی کے پاس ہی چھوڑ دیتا ہوں، یہاں آپ محفوظ رہیں گی، ذکیہ آنٹی اپنے شوہر اویس انکل کے ساتھ رہتی ہیں، ان کی دو بیٹیاں ہیں دونوں ہی بیاہ کر لندن جا چکی ہیں یہ دونوں ہی یہاں رہتے ہیں، دونوں میاں بیوی بہت مخلص ہیں مجھ سے بھی بہت پیار کرتے ہیں، میرا خیال ہے وہ آپ کو یہاں رکھنے میں خوشی محسوس کریں گے۔" اس نے بالآخر ایک حل نکال ہی لیا تھا۔

"اگر اس کے مکینوں کو اعتراض نہ ہو تو یہ میرے لئے ان کا بہت بڑا احسان ہو گا۔" اسے اپنے دل کے ایک حصے میں اطمینان اترتا محسوس ہوا تھا۔

"یقیناً نہیں ہو گی کیونکہ میں انہیں کافی

عرصے سے جانتا ہوں۔" احمد کے لہجے میں یقین بول رہا تھا۔

"اور آپ بھی جب شارجہ آتے ہیں تو یہیں ٹھہرتے ہیں؟" اس نے جھجکتے ہوئے دریافت کیا۔

"نہیں میں تو آفس کی طرف سے ہوٹل میں ہی ٹھہرتا ہوں، البتہ جب تک یہاں رہتا ہوں فارغ وقت میں چکر لگا لیتا ہوں، اب تو ویسے بھی پرسوں میری واپسی ہے اور کل مجھے اپنی فیملی کے لئے شاپنگ کرنی ہے ذکیہ آنٹی اکثر میرے ساتھ شاپنگ پہ چلی جاتی ہیں ان کی وجہ سے لیڈیز شاپنگ میں آسانی رہتی ہے۔" اس نے تفصیلاً اسے آگاہ کیا۔

"آپ پاکستان میں کہاں رہتے ہیں؟" نازو نے ایک اور سوال کیا۔

"لاہور میں اپنی بیوی اور بیٹی کے ساتھ۔" اپنے گھر والوں کے ذکر پہ اس کے چہرے پہ بڑی خوبصورت سی مسکان پھیلی تھی۔

"آ..... اچھا۔" نجانے کیوں یہ جان کر کہ وہ شادی شدہ ہے نازو کا دل تڑپ کے رہ گیا تھا اک بے چینی کی لہر اسے اپنے اندر اٹھتی محسوس ہوئی تھی۔

"کتنی خوش قسمت ہو گی وہ عورت جو اس کی بیوی ہو گی۔" اس کے دل میں حسرت کی اک ٹیس اٹھی تھی۔

پھر آگے کے معاملات نہایت آسانی سے طے پا گئے تھے اور بالکل ویسا ہی ہوا تھا جیسا احمد نے خیال ظاہر کیا تھا، ذکیہ آنٹی اور اویس انکل نے راضی خوشی اسے قبول کر لیا تھا، احمد نے انہیں بتایا تھا کہ یہ میرے ایک دوست کی کزن ہے اور نامساعد حالات کی وجہ سے کچھ دیر آپ کے پاس رہنا چاہتی ہے، وہ دونوں تو پہلے ہی تنہائی کا شکار تھا نور آ مان گئے۔

احمد اسے چھوڑ کر چلا گیا تھا اور دو دن بعد جب اس کی فلائیٹ تھی تو وہ ان سب سے ملنے آیا تھا آخر میں نازو سے بھی ملا تھا۔

"آپ کوشش کیجئے گا کہ زیادہ گھر سے باہر نہ نکلیں اگر نکلنا بھی پڑے تو چہرہ کور کر کے نکلیں کیونکہ ابھی آپ کے لئے بہت خطرہ ہے ایسے لوگوں کے ہاتھ بہت لمبے ہوتے ہیں اور ہاں آئندہ کسی کو اپنے بارے میں زیادہ بتانے کی ضرورت نہیں ہے جب خطرہ ٹل جائے گا تو کوئی حل نکال لیں گے، میں اب جا رہا ہوں۔" جاتے وقت وہ اسے ضروری ہدایات دینے لگا تھا۔

"آپ دوبارہ کب آئیں گے؟" آنسو نازو کے حلق میں پھنسنے لگے تھے۔

نجانے دو دنوں میں ہی اس شخص سے کیسا تعلق بندھ گیا تھا کہ وہ ہر وقت اسی کے خیالوں میں کھوئی اسے سوچتی رہتی یہ جاننے کے باوجود بھی کہ وہ کسی اور کا ہے، کوئی اس کی ذات پہ پورا حق رکھتا ہے۔

"جلد آؤں گا، جب بھی خدا کو منظور ہوا، آپ کو اگر کوئی بھی مسئلہ ہو تو ذکیہ آنٹی کو ضرور بتایئے گا اور اپنا خیال رکھیے گا، اللہ حافظ۔" اپنے مخصوص نرم لہجے میں کہتا وہ کمرے سے باہر نکل گیا جبکہ نازو پھوٹ پھوٹ کے رونے لگی جیسے کوئی بہت اپنا بچھڑ گیا ہو۔

☆☆☆

کب تک رہو گے آخر یوں دور دور ہم سے
ملنا پڑے گا آخر اک دن ضرور ہم سے
دامن بچانے والے یہ بے رخی ہے کیسی
کہہ دو اگر ہوا ہے کوئی قصور ہم سے
ہم چھین لیں گے تم سے ہر شان بے نیازی
تم مانگتے پھرو گے اپنا غرور ہم سے

وہ زمین پہ نظریں گاڑے بیٹھی تھی جبکہ ارغان نے پرشوق نگاہوں سے اسے دیکھتے

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

ہوئے اشعار پڑھے تھے، رمشاء کا چہرہ سرخ پڑ گیا تھا، ماہا نے زور زبردستی سے اسے اندر تو بھیج دیا تھا، لیکن اسے اس قدر شرم آ رہی تھی کہ نگاہیں اوپر ہی نہیں اٹھائے جا رہی تھیں، وہ تو بس سلام کر کے اس سے قدرے فاصلے پر رکھے سنگل صوفے پہ بیٹھ گئی تھی۔

"اور سناؤ کیسی گزر رہی ہے۔" ارغان نے خود ہی سلسلہ کلام شروع کیا تھا، وہ جانتا تھا کہ رمشاء کی عادت کیسی ہے، اسی لئے اس کی جھجک کو دور کرنے کے لئے اس نے گفتگو کا آغاز کیا۔

"ٹھیک۔" اس نے یونہی نگاہیں جھکائے جواب دیا۔

"اسٹڈی کیسی چل رہی ہے اور ایگزامز کب ہو رہے ہیں۔" وہی ہلکی پھلکی گفتگو اس نے جاری رکھی۔

"اسٹڈی بھی ٹھیک ہے اور ایگزامز میں ابھی تین چار ماہ رہتے ہیں۔" وہ بھی قدرے ریلیکس ہو کے بولی۔

"آہ..... اس کا مطلب ہے ابھی جدائی کے تین چار ماہ باقی ہیں۔" اس نے ایک طویل سرد آہ بھرتے ہوئے لہجے میں درد سمویا۔

"جی..... کیا مطلب.....؟" رمشاء نے ناسمجھی کے عالم میں اسے دیکھا۔

"ہائے، کیا مطلب، مطلب سمجھاؤں تمہیں میری زندگی، میں یہ کہہ رہا ہوں کہ ابھی تمہارے فائنل ایگزامز میں تین چار ماہ پڑے ہیں تو اسی لحاظ سے تمہاری رخصتی بھی لیٹ ہو جائے گی چار مہینے ایگزامز تک کے نکال دو اور ایک مہینہ شادی کی تیاری میں یعنی کم از کم پانچ مہینے باقی ہیں ابھی، تمہیں رخصت کروانے میں۔" اس کی کند ذہنی پہ افسوس کرتے ہوئے وہ اسے سمجھانے لگا۔

"جی نہیں۔" وہ فوراً چہک کر بولی۔

"جی نہیں، یعنی پانچ مہینے زیادہ ہیں ناں، مجھے بھی یہی لگتا ہے پھر ایسا کرتے ہیں اگلے ہفتے رخصتی کروا لیتے ہیں خود ہی پڑھتی رہنا بعد میں۔" وہ درمیان ہی سے اس کی بات اچک کے بولا۔

"افوہ، ایک تو آپ اپنی ہی ہانکے جاتے ہیں، دوسرے کی نہیں سنتے مجھے نہیں کروانی اتنی جلدی رخصتی، ابھی پڑھنا ہے مجھے۔" اس نے جھنجھلاتے ہوئے اپنی بات پر زور دے کر کہا۔

"تو پڑھتی رہنا ناں، تمہیں روک کون رہا ہے۔" اس نے گویا بات ہی ختم کر دی۔

"آپ پڑھنے دیں گے مجھے؟" رمشاء نے خفگی سے پلکیں اٹھا کے اسے دیکھا۔

"امتحان کے دنوں میں، میں تمہیں بالکل ڈسٹرب نہیں کروں گا۔" اس کی بات کو انجوائے کرتے ہوئے اس نے قہقہہ لگایا تھا انداز سراسر معنی خیزی لئے ہوئے تھے رمشاء سرخ پڑ گئی۔

"لیکن پرامس نہیں کرتا، آخر کو بندہ بشر ہوں غلطی کوتاہی سرزد ہو سکتی ہے۔" اس کے چہرے کے تاثرات سے حظ اٹھاتے ہوئے اس نے مزید اسے چھیڑا۔

"رمشاء! یہاں آؤ میرے پاس۔" اس نے گمبھیر لہجے میں اسے پکارتے ہوئے اپنے پاس بلایا تھا، رمشاء کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔

"رمشاء آؤ ناں۔" پیار بھرے لہجے میں اصرار کیا گیا۔

رمشاء بمشکل اٹھی ایک ایک قدم من من بھر کا لگ رہا تھا، چند قدم کا فاصلہ طے کرنے میں ہی وہ پسینے سے شرابور ہو گئی تھی، وہ قریب پہنچی تو ارغان نے خود ہی ہاتھ پکڑ کے اسے اپنے برابر بٹھا لیا۔

"میرا نہیں خیال تھا کہ میں تم سے اتنی شدید محبت کرنے لگوں گا، شاید یہ ہمارے درمیان ایک مضبوط تعلق بندھ جانے کی وجہ سے ہوا ہے کہ میری محبت میں روز بروز شدت بڑھتی

جا رہی ہے۔" دایاں بازو اس کی کمر کے گرد حمائل کر کے اس کا چہرہ اپنی طرف کرتے ہوئے وہ محبت سے چور لہجے میں کہہ رہا تھا۔

"کیا تم بھی ایسا ہی فیل کرتی ہو رمشاء! نکاح کے بولوں نے تم پر بھی وہی اثر کیا ہے جو مجھ پر کیا ہے، کیا تم بھی میرے لئے کچھ الگ فیلنگز رکھتی ہو۔" اپنے بائیں ہاتھ سے اس کے چہرے پہ آتیں آوارہ لٹوں کو پیچھے ہٹاتے ہوئے وہ اس سے پوچھ رہا تھا۔

رمشاء کی پلکیں لرزنے لگیں، مارے حیاء کے اس سے کچھ بولا ہی نہیں جا رہا تھا ارغان کی نرم گرم نگاہیں اسے پزل کیے جا رہی تھیں۔

"بتاؤ ناں رمشاء! کیا تم بھی محبت میں اس حد تک پہنچ چکی ہو یا میں اکیلا ہی ان راہوں کا مسافر ہوں۔" اگرچہ اس کے دل کا حال اس کے چہرے سے عیاں تھا پھر بھی وہ اس کی زبان سے سننے کا متمنی تھا۔

"جی..... جی..... ای..... ای۔" اپنی پوری طاقت صرف کر کے وہ بمشکل اتنا ہی کہہ پائی تھی۔

"تھینک یو، تھینک یو سو مچ رمشاء! آج تم نے مجھے معتبر کر دیا ہے۔" اس کا چہرہ خوشی سے جگمگا اٹھا۔

"پھر کیا خیال ہے کروا لوں رخصتی؟" اس نے شرارتی لہجے میں استفسار کیا۔

"نہیں۔" ترنت جواب آیا تھا، ارغان کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔

"اب تو بڑی جلدی جواب آیا ہے۔" وہ اسے چھیڑتے ہوئے بولا، رمشاء کے لبوں پہ ہلکی سی مسکان نے چھب دکھلائی تھی۔

"او کے اب چلتا ہوں، اپنا خیال رکھا ڈھیر سارا۔" وہ اس پر جھکا اور اپنے پیار کی مہر اس کے ماتھے پہ ثبت کرتے ہوئے کھڑا ہو گیا۔

وہ جا چکا تھا لیکن خوشبو کا ایک حصار سے اپنے چاروں طرف محسوس ہو رہا ہے، وہ ابھی تک اسی ٹرانس میں مقید تھی۔

"کم بیک مس رمشاء! آپ کے مجازی خدا تشریف لے جا چکے ہیں۔" ماہا نے اندر داخل ہوتے ہوئے اس کی آنکھوں کے سامنے تھ لہرایا تو وہ ایک دم ہوش میں آئی۔

"ویسے بائی داوے کیا راز و نیاز ہو رہے تھے۔" ماہا نے اس کی طرف جھکتے ہوئے رازدارانہ لہجے میں دریافت کیا تھا۔

"راز و نیاز بتائے نہیں جاتے۔" اس نے ٹکا سا جواب دیا۔

"نہیں..... ایں..... ایں۔" ماہا کی آنکھیں پھیل گئیں۔

"تم نے تو ابھی سے آنکھیں ماتھے پہ رکھ لی ہیں بعد میں تمہارا کیا بنے گا۔" ماہا نے دانت پیستے ہوئے کشن کھینچ کے اسے دے مارا تھا۔

"اوئی میرے اللہ! مار ڈالا ظالم، میں تو بھول ہی چکی تھی کہ تم مستقبل قریب میں بڑی اکلوتی بھابھی بننے والی ہو، تم تو نہایت اکلم بھابھی ثابت ہو گی، ہائے میرا شریف اکلوتا بھائی صالح۔" رمشاء نے دہائی دے ڈالی۔

اور ماہا کا فلور کشن کی طرف بڑھتا ہاتھ ہوا میں سیاکن ہو گیا تھا، وہ جتنا اس حقیقت کو جھٹلانا چاہتی تھی اتنا ہی زہریلی سوچوں اور الفاظ کا اژدھا منہ کھولے کھڑا ہو جاتا تھا اور وہ ہر دفعہ خود کو پہلے سے بڑھ کر بے بس پاتی تھی۔

☆☆☆

اسے اتنا بتا دینا
میں اس سے دور ہو کر بھی
بہت مجبور ہو کر بھی
دکھوں سے چور ہو کر بھی
اسی کو یاد کرتا ہوں

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

اسے اتنا بتا دینا
میں دکھ اپنے چھپا کر بھی
خوشی کے گیت گا کر بھی
ہنسی ہونٹوں پر سجا کر بھی
اسی کو یاد کرتا ہوں
اسے اتنا بتا دینا
جہاں کے غموں میں کھو کر بھی
میں دل کے داغ دھو کر بھی
کسی کے پاس ہو کر بھی
صرف اسی کو یاد کرتا ہوں

نازو تو وہ نازو ہی نہ رہی تھی کوئی اسے دیکھ لیتا تو پہچان نہ پاتا، ذکیہ اور اویس کو تو اس کی شکل ایک بیٹی مل گئی تھی، وہ سارا دن دونوں کی خدمت کرتی، ذکیہ آنٹی کو تو وہ بالکل کوئی کام کرنے نہیں دیتی تھی، وہ دونوں اسے دعائیں دیتے نہ تھکتے تھے۔

گھر کے کاموں کے بعد جو وقت بچ جاتا وہ زیادہ تر کلام پاک کی تلاوت میں گزر جاتا، رات کو وہ جلدی سو جاتی تھی کیونکہ صبح اسے تہجد کے لئے اٹھنا ہوتا تھا، وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتی رہتی، اپنے والدین کے لئے دعا کرتی، ایسا کر کے اسے بہت سکون ملتا تھا۔

ہاں ایک چہرہ ایسا تھا جو اسے بہت ڈسٹرب کرتا تھا اور وہ تھا احمد کا چہرہ جانے میں انجانے، اختیار میں بے اختیاری میں ہر وقت وہ اسی کے خیالوں میں کھوئی رہتی، پتہ نہیں کیا بات تھی دل کیوں اس شخص کی طرف لپکتا تھا، کیوں اس کے دیدار کے لئے، اس کی آواز سننے کے لئے ہمکتا رہتا تھا، حالانکہ احمد کی نظروں میں یا رویے سے ایسی کسی بات کا اظہار نہیں ہوا تھا، اس کے لہجے و انداز اور آنکھوں میں نازو کے لئے ہمیشہ پاکیزہ تاثرات ہی رہے تھے اور شاید اسی بات نے نازو کو گھائل کر دیا تھا۔

یہ جانتے بوجھتے بھی کہ وہ شادی شدہ اور ایک بچی کا باپ ہے وہ خود کو بے اختیار اور بے بس محسوس کرتی تھی، دن پر دن گزرتے جا رہے تھے لیکن احمد کی آمد کے کوئی آثار نہیں تھے، آخر خدا خدا کر کے تقریباً سات ماہ بعد ذکیہ آنٹی نے کل اس کے آنے کی نوید سنائی تھی نازو کو اپنی سماعت پہ یقین نہیں آ رہا تھا۔

"بیٹا! کھانے میں ذرا اہتمام کر لینا، میں نے احمد سے کہا ہے اس دفعہ ائیر پورٹ سے سیدھا اسی طرف آئے۔" ذکیہ آنٹی نے اسے اطلاع دی وہ سر ہلا کر کچن میں چلی گئی۔

نازو کا دل دھک دھک کر رہا تھا اسے محسوس ہوا عدیل ہاشمی سے ملاقات کے وقت اس کی کبھی ایسی حالت نہیں ہوئی تھی، اس نے ایک نظر خود کو آئینے میں دیکھا، دوپٹہ نئے سرے سے سیٹ کیا اور ٹرالی دھکیلتی اندر کی طرف بڑھ گئی۔

"السلام وعلیکم!" اندر داخل ہو کر اس نے سلام کیا۔

"وعلیکم السلام کیسی ہیں آپ؟" احمد نے خوشدلی سے اس کے سلام کا جواب دیتے ہوئے خیریت دریافت کی تھی۔

حسن میں تو وہ یکتا تھی ہی، لیکن آج اس کے چہرے پہ نورانیت کی عجیب چمک نظر آ رہی تھی، جس نے اس کے حسن کو پاکیزگی بخش کر مزید نکھار عطا کیا تھا احمد نے بامشکل اپنی نظر چرائی تھی۔

"الحمدللہ میں ٹھیک ہوں آپ کیسے ہیں۔" نگاہیں جھکا کر چائے کپوں میں انڈیلتے ہوئے وہ دھیمے لہجے میں گویا ہوئی تھی۔

"اللہ کا احسان ہے، اتنے زیادہ تکلف کی کیا ضرورت تھی، میں تو سادہ سا بندہ ہوں خالی چائے پی کر ہی خوش ہو جاؤں گا۔" اس کا اشارہ

ڈھیروں لوازمات کی طرف تھا۔

"بھئی یہ سارا اہتمام تو نازنین بٹی نے خاص تمہارے لئے کیا ہے۔" اویس انکل فوراً بول اٹھے تھے۔

"پھر یہ تو میرے لئے بڑے اعزاز کی بات ہے۔" اس نے مسکرا کر کہا اور نازو کو لگا تھا اس کی ساری محنت سود سمیت وصول ہو گئی ہے۔

یونہی خوشگوار موڈ میں ہلکی پھلکی باتوں کے درمیان چائے پی گئی تھی، ذکیہ آنٹی اور اویس انکل نے احمد کے سامنے اس کی خوب تعریفیں کی تھیں، وہ بیچاری شرمندہ ہوتی رہی کہ وہ اس قابل کہاں ہے۔

"میرا خیال ہے اب آپ کچھ دیر آرام کر لو، تھکاوٹ ہو گئی ہو گی، دوپہر کے کھانے پر ملاقات ہو گی۔" اویس انکل نے احمد کو مخاطب کر کے کہا، تو اس نے بھی سر اثبات میں ہلاتے ہوئے ان کی تائید کی تھی، نازو لنچ کے اہتمام میں لگ گئی جبکہ اویس انکل احمد کو چھوڑنے گیسٹ روم کی طرف بڑھ گئے۔

☆☆☆

"اب پھر آپ نے کیا سوچا ہے اپنے بارے میں۔" شام کے سائے پھیل رہے تھے وہ دونوں اس وقت ٹیرس پہ بیٹھے تھے اویس انکل اور ذکیہ آنٹی کسی عزیز کی شادی میں گئے تھے، نازو اگرچہ یہاں اچھی طرح سیٹل ہو گئی تھی اور اب تو خطرہ بھی کافی حد تک کم پڑ چکا تھا، کیونکہ اس عرصے میں کوئی بھی ناخوشگوار واقعہ پیش نہیں آیا تھا، وہ سوچ رہا تھا کہ نازو بہت حسین اور نوجوان لڑکی ہے وہ زیادہ دیر معاشرے میں تنہا نہیں رہ سکتی، لہٰذا اس کی کسی اچھی جگہ شادی ہو جائے، ذکیہ آنٹی اور اویس انکل نے بھی اس کی رائے سے بھرپور اتفاق کیا تھا اور وہ ارادہ رکھتا تھا کہ جانے سے پہلے کسی جگہ بات فائنل ہو جائے پھر شادی تو کچھ وقفے سے بھی ہو سکتی ہے۔

"میں نے کیا سوچنا ہے، میں کچھ سوچنے کے قابل کہاں ہوں۔" وہ دائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی سے اپنے بائیں ہاتھ کی لکیروں کو کھرچتے ہوئے بولی۔

"اوں، ہوں یوں نہیں کہتے، تم بہت سمجھدار اور سلجھی ہوئی لڑکی ہو، اپنا اچھا برا سمجھ سکتی ہو، ہم سب کا مشترکہ خیال ہے کہ تمہاری کسی اچھی جگہ نسبت طے کر دی جائے۔" احمد نے ٹھہرے ہوئے نرم لہجے میں اسے سمجھایا۔

"یہ نہیں ہو سکتا۔" وہ بے چینی سے بولی۔

"کیوں نہیں ہو سکتا نازنین، تم میں کسی چیز کی کمی نہیں ہے بس اپنے ماضی کو بھول جاؤ اور ایک نئی زندگی کا آغاز کرو۔" اس کا انداز ناصحانہ تھا۔

"میں شادی نہیں کرنا چاہتی، آپ مجھے یونہی رہنے دیں۔" اس کے لہجے میں التجا تھی، احمد نے متفکر نظروں سے اس کی بے چین حالت کو نوٹ کیا تھا۔

"یونہی تو زندگی نہیں گزر سکتی ناں، اسی لئے میں تم سے کہہ رہا ہوں کہ تم کسی محفوظ ہاتھ تک مستقل طور پر پہنچ جاؤ اور ہم سب تمہاری طرف سے مطمئن ہو جائیں۔" اس نے اپنے طور پر پھر اسے سمجھانا چاہا۔

اب کی بار وہ کچھ نہیں بولی تھی بس ہونٹ کاٹتے ہوئے نیچے سر جھکائے رہی احمد کو اس کی حالت پہ ترس آ گیا۔

"اگر کوئی پریشانی ہے تو تم مجھ سے شیئر کر سکتی ہو، تم ہر حال میں مجھے اچھا دوست پاؤ گی۔" اسے لگا تھا کوئی ایسی بات ہے جسے وہ چھپانا چاہ رہی تھی، احمد نے اس کا حوصلہ بڑھایا تاکہ وہ اپنے دل کی بات کھل کر اس کے ساتھ شیئر کر سکے۔

"میں نہیں چاہتی کہ میں کسی کی زندگی برباد

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

کروں، آپ لوگ یقیناً بہت اچھا انسان میرے لئے تلاش کریں گے اور میں کسی اچھے کیا برے انسان کے ساتھ بھی منافقت بھری زندگی نہیں گزار سکتی۔'' وہ گلوگیر لہجے میں بولی۔

''اس میں منافقت والی تو کوئی بات ہی نہیں کیونکہ تمہارا ماضی......''

''منافقت ہے احمد صاحب! یہ سراسر نفاق ہی تو ہے کہ دل میں کوئی اور ہو اور ظاہراً انسان کسی اور سے محبت جتلاتا پھرے۔'' وہ اس کی بات کاٹ کر تیز لہجے میں بولی تھی۔

''تو کیا تمہارا دل ابھی بھی کہیں پیچھے ماضی میں اٹکا ہوا ہے۔'' احمد نے ٹھٹھک کر اس کی جانب دیکھتے ہوئے ترش انداز میں کہا تھا۔

''ایسی بات ہرگز نہیں ہے۔'' اس نے تڑپ کر اس کے خدشے کی تردید کی تھی۔

''تو پھر کون ہے وہ، جو تمہارے دل میں ہے۔'' احمد نے ازحد مشکوک نظروں سے اسے جانچا تھا، لہجے میں محسوس کیئے جانے والی کاٹ تھی۔

''آپ صرف اور صرف آپ۔'' وہ یکدم ہذیانی انداز میں روتے ہوئے چلائی تھی اور بھاگتے ہوئے وہاں سے نکل گئی تھی، احمد حق دق اپنی جگہ پہ کھڑا ہو گیا۔

☆☆☆

آج وہ سب ارغان کی فیملی کی طرف سے ڈنر پہ انوائیٹڈ تھے، لڑکے بھی جلدی گھر پہنچ گئے تھے، سب اپنی اپنی تیاری میں لگے تھے، لڑکیوں نے تو ہر طرف ہڑبونگ مچا رکھی تھی، وہب اپنے دوست کی گاڑی لے آیا تھا۔

''وہب گاڑی لے کر آ چکا ہے جلدی کر لو، اس نے ابھی آسمان سر پہ اٹھا لینا ہے تم لوگوں کی ابھی تیاری ہی ختم ہونے میں نہیں آ رہی۔'' رمشاء کا مارے جھنجھلاہٹ کے برا حال تھا، دانت پیستے ہوئے وہ کبھی ایک کو گھورتی کبھی دوسری کو، غصہ تو اسے اس بات کا تھا کہ سب اس کو اکیلی کو گھر چھوڑے جا رہے ہیں اور کسی نے جھوٹے منہ بھی اسے صلح نہیں ماری۔

''تمہارے سسرال ہی جا رہے ہیں، یونہی سر جھاڑ منہ پہاڑ چلے جائیں گے تو کل کو تمہیں ہی سبکی ہو گی، لوگ کیا کہیں گے، رمشاء کی فیملی کتنی ال مینرڈ ہیں۔'' ہالہ نے فوراً منہ توڑ جواب دیا تھا۔

''میں کل کو سبکی برداشت کر لوں گی، بس تم لوگ اپنی شکلیں گم کرو، کم بختوں نے آدھا گھنٹہ خون جلا کے رکھ دیا ہے۔'' رمشاء نے جل کے کہا تھا۔

''شرم کرو لڑکی! ہم تمہاری عزت بڑھانے جا رہے ہیں اور تم ناقدری کر رہی ہو۔'' ماہا نے اسے لتاڑا، وہ آف وائٹ اور پنک کلر کے کنٹراسٹ میں نیچرل میک اپ سمیت بہت دلکش لگ رہی تھی۔

''لڑکیو! جلدی آ جاؤ۔'' نیچے سے وہب نے ہانک لگائی تھی۔

''تم بزرگوں کو لے کے چلو جاؤ ہم صالح بھائی کے ساتھ آ جائیں گے۔'' منال نے کھڑکی سے سر نکال کے اسے جواب دیا تھا۔

''چلو شکر ہے جان چھوٹی۔'' وہ شکر کا کلمہ پڑھتا منزہ کو بلانے چلا گیا۔

''ہائیں یہاں میں نے کل پرفیوم رکھا تھا کدھر گیا؟'' ہالہ ہر چیز الٹے پلٹتے ہوئے پریشان آواز میں بولی۔

''میں نے تم لوگوں کی کسی چیز کو ہاتھ نہیں لگایا۔'' رمشاء نے فوراً کہا مبادا وہ اسی کے پیچھے نہ پڑ جائے۔

''مجھے پتہ ہے یہ کس کی حرکت ہے۔'' وہ جیسے کچھ یاد آنے پر مٹھیاں بھینچ کر غرائی اور پھر تن فن کرتی ہوئی کمرے سے باہر نکلی تھی۔

''اللہ غوری پر رحم کرے۔'' اس کا غصہ دیکھ کر منال نے بے ساختہ دعا کی تھی۔

دھاڑ سے دروازہ کھول کے وہ اندر داخل ہوئی، غوری کی بدقسمتی کہ وہ اس وقت خود پر پرفیوم کا چھڑکاؤ ہی کر رہا تھا، ہالہ نے شرربار نگاہوں سے اسے گھورا تھا، اس کی ''خونی گھوری'' نے غوری کی حسیات کو یکدم الرٹ کر دیا تھا، اس کی نگاہوں کے زاویے کو جانچتے ہوئے اسے یاد آیا تھا کہ اس کے ہاتھ میں موجود پرفیوم ''اسی'' کا ہے۔

''تمہیں کسی نے ایٹی کیٹس نہیں سکھائے کہ کسی کے کمرے میں بغیر اجازت داخل ہونا کتنی نازیبا حرکت ہے۔'' غوری نے اسے جھاڑ پلا کر اپنا رعب جمانا چاہا۔

''اور کسی کی چیزیں چرانا تو یقیناً اعلیٰ اخلاق کے زمرے میں آتا ہے۔'' جتنا اسے اس وقت اس پہ غصہ آ رہا تھا بس نہیں چل رہا تھا کہ اسے کچا ہی چبا جائے۔

''بالکل...... بالکل...... کیا اقوال زریں کی طرح روشن بات کہی ہے، سرخ روشنائی سے لکھنے کے قابل ہے۔'' وہ تو جھوم جھوم گیا۔

''یہ ڈرامے بازی بند کرو اور یہ ادھر دو۔'' اس نے لپک کر اس کے ہاتھ سے اپنا پرفیوم چھینا، پھر خونخوار لہجے میں بولی۔

''یہ پرفیوم تمہیں بہت مہنگا پڑے گا۔'' دھمکاتی نظروں سے اسے دیکھتی وہ یہ جا وہ جا۔

''ہالہ! جلدی کرو وہب بڑوں کو لے کر جا چکا ہے، صالح بھائی بھی گاڑی نکال رہے ہیں۔'' وہ کمرے میں آئی تو منال فوراً شروع ہو گئی۔

اور پھر یہی ہوا اسی وقت صالح کی گاڑی کا ہارن نان اسٹاپ بجنے لگ گیا وہ تینوں جلدی سے جلدی نیچے کی طرف لپکیں۔

''اگر اپنے لسوڑے کو کوئی پیغام دینا ہے تو بتا دو۔'' جاتے ہوئے ماہا نے شرارتی لہجے میں اسے چھیڑا تھا اور متوقع عملے سے بچنے کے لئے فوراً دوڑ لگا دی تھی۔

اسے دیکھتے ہی صالح کی نظروں میں ستائش کے رنگ اترے تھے، وہ آج عام دنوں سے ہٹ کر بہت پیاری لگ رہی تھی، نگاہوں کا ارتکاز محسوس کرتے ہوئے ماہا پزل ہونے لگی تھی۔

نہیں بے حجاب وہ چاند سا
کہ نظر کا کوئی اثر نہ ہو
اسے اتنی گرمی شوق سے
بڑی دیر تک نہ دیکھا کرو

اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے غوری نے بڑی معنی خیز مسکراہٹ کے ساتھ شعر پڑھا تھا، صالح کے لب بے ساختہ مسکرا اٹھے تھے جبکہ ماہا مزید کنفیوز ہو گئی تھی۔

''تم ابھی تک یہیں ہو، وہب کے ساتھ نہیں گئے۔'' ہالہ سب سے آخر میں پہنچی تھی اور صالح کے ساتھ غوری کو کھڑے دیکھ کر اس کا حلق تک کڑوا ہو گیا تھا۔

''نہیں، میں نے سوچا صالح سیدھا سادا شریف بچہ ہے تم راستے میں اس کی جیب خالی نہ کروا دو لہٰذا میں محافظ و نگران بن کر تمہارے ساتھ جاؤں گا۔'' اس نے گویا اپنی موجودگی کا جواز بتایا۔

''ہر کوئی تمہاری طرح چھچھورا نہیں ہوتا۔'' طنز کے تیر اور وہ بھی غوری پہ چلانے ہوں تو ہالہ بی بی پیچھے رہ جائیں یہ تو ناممکن تھا۔

''بقیہ لڑائی گاڑی میں بیٹھ کر کر لینا، پہلے ہی دیر ہو چکی ہے۔'' منال نے جھنجھلا کر جنگ عظیم کو شروع ہونے سے روکا تھا، اس کی بات میں واقعی وزن تھا لہٰذا وہ سب فوراً گاڑی میں بیٹھ گئے۔

''ماہا کو آگے صالح بھائی کے ساتھ بٹھانا تھا، تم خود زرافے کی طرح گردن اکڑا کے فرنٹ

Scan & PDF
FIAZ AHMED
Friendskorner.com

یہ بیٹھ گئے ہو۔" ہالہ کی زبان نے سکون میں رہنا ہرگز نہیں سیکھا تھا۔

"کیوں..... میں کیوں بیٹھتی آگے۔" ماہا نے تیز نظروں سے ہالہ کو گھورا۔

"آخر کو ایک دن تمہیں وہیں بیٹھنا ہے پھر ابھی سے اپنی سیٹ سنبھالو۔" اس کی گھوری کی قطعی پرواہ کیئے بغیر وہ اپنی ہی دھن میں مگن بولی۔

"رہنے دو ماہا، میں اندر کا معاملہ سمجھ گیا ہوں۔" غوری جھٹ سے بولا تھا۔

"کیا سمجھے ہو تم۔" ہالہ نے تنک کر دریافت کیا تھا۔

"یہی کہ تمہارا اپنا دل کر رہا تھا کہ میرے ساتھ ایک اسمارٹ لڑکا بیٹھا ہوتا کہ دوسری لڑکیاں مجھ سے جیلس ہوں۔" غوری نے اپنے بال سنوارتے ہوئے کہا تھا بلکہ بم پھینکا تھا۔

"کیا..... آ..... آ۔" ہالہ چلا اٹھی۔

"شکل دیکھی ہے کچھ آئینے میں، اسمارٹ اور تم؟ اسمارٹنیس تو تمہارے قریب سے بھی نہیں پھٹکی، دماغ میں نری خوش فہمی کا بھوسہ بھرا ہوا ہے اور بات کوئی نہیں ہے۔" چوٹ اتنی سخت تھی اس کا بلبلانا لازمی تھا۔

ان سب کی دبی دبی ہنسی گاڑی میں پھیل گئی، اسی وقت صالح کے موبائل کی بپ بجی، دوسری طرف وہب تھا، اپنے پہنچنے کی اطلاع دے کر اسے جلد پہنچنے کی تلقین کر رہا تھا، صالح نے گاڑی کی اسپیڈ بڑھا دی، وہ سب بھی شرافت کے جامے میں آ گئے۔

☆☆☆

اور پھر سب نے اسے سمجھا کے دیکھ لیا لیکن اس کا انکار، اقرار میں نہ بدلا اس کی ایک ہی رٹ تھی۔

"مجھے شادی نہیں کرنی، اگر آپ لوگ مجھے رکھنا نہیں چاہتے تو میں کہیں اور چلی جاتی ہوں۔"

احمد کی واپسی میں دو دن باقی رہ گئے تھے، اس نے ایک مرتبہ پھر اسے قائل کرنے کی ٹھانی تھی۔

"پاگل لڑکی! کیوں بے نام و نشان منزل کی طرف بھاگ رہی ہو، میں تم سے شادی نہیں کر سکتا میں شادی شدہ ہوں ایک بچی کا باپ ہوں اور اپنے گھر میں بہت خوش ہوں، میری بیوی بہت اچھی ہے ہم دونوں ایک دوسرے سے بہت محبت کرتے ہیں۔" احمد نے قطعی لہجے میں کہا تھا۔

"میں جانتی ہوں اور آپ ایسے شریف النفس انسان کو ہونا بھی ایسا ہی چاہیے۔" وہ نگاہیں جھکا کر آنسو ضبط کرتے ہوئے بولی۔

"تو پھر کیوں ضد کر رہی ہو، فہد بہت اچھا لڑکا ہے وہ تمہیں بہت خوش رکھے گا، میں کئی سالوں سے اسے جانتا ہوں۔" احمد نے ذرا جوشیلے لہجے میں کہا، وہ سمجھا تھا شاید نازو اپنی ضد سے ہٹ گئی ہے۔

"لیکن میں کسی بھی فہد وغیرہ سے شادی نہیں کر سکتی۔" اس کے لہجے میں بے بسی تھی اور انداز میں بے پناہ تھکاوٹ اتر رہی تھی، اس کی لاچاری پہ احمد کو ترس آ گیا۔

"دیکھو نازنین! تم خود کو سمجھاؤ کیونکہ....."

نازنین نے اس کی بات درمیان سے ہی کاٹ دی۔

"میں نے خود کو ہر طرح سمجھا کے دیکھ لیا ہے احمد صاحب! میرا دل کسی سے خیانت کے لئے راضی نہیں ہوتا سچ بتاؤں تو آپ کی شرافت اور تقدس نے مجھے اس وقت زیر کر لیا تھا جب میں آپ کی گاڑی سے ٹکرائی تھی، بعد کا سارا وقت تو مجھے خود کو سمجھانے میں لگا تھا، لیکن میں اس میں بھی ناکام رہی، یہ جاننے کے باوجود کہ آپ شادی شدہ ہیں۔" وہ ایک ثانیے کو رکی، جیسے کچھ کہنے کے لئے خود کو تیار کر رہی ہو، احمد اس دوران

کچھ نہیں بولا تھا۔

"لیکن..... لیکن احمد صاحب! میں آپ سے کسی قسم کا تقاضا تو نہیں کر رہی میں نہ آپ کے ساتھ پاکستان جاؤں گی نہ آپ کو یہاں آنے پہ مجبور کروں گی، میں تو آپ سے کچھ بھی نہیں مانگتی مجھے صرف اپنے نام کا تحفظ دے دیں تاکہ میں معاشرے کی اور خود اپنی نظروں میں سرخرو ہو جاؤں۔" آخر میں وہ پھوٹ پھوٹ کے رو دی تھی۔

"میں جانتی ہوں مجھ ایسی گناہوں کی غلاظت میں لتھڑی لڑکی آپ کے قابل نہیں ہے، اسی لئے کہتی ہوں مجھے میرے حال پہ چھوڑ دیں۔" وہ آنسوؤں کے درمیان بولی اور اٹھ کر وہاں سے جانے لگی۔

"نازنین!" احمد نے پکارا تو وہ وہیں رک گئی، البتہ اس نے پلٹ کے نہیں دیکھا تھا۔

"پرسوں میری فلائٹ ہے اور کل میں تم سے نکاح کر رہا ہوں، مگر اس سے زیادہ کی مجھ امید نے رکھنا۔" پتہ نہیں نازو کے آنسوؤں نے اسے واقعی کمزور کر دیا تھا یا وہ صرف ایک بے سہارا لڑکی کی مدد کرنا چاہتا تھا، البتہ اپنی بات کہنے کے بعد وہ روکا نہیں تھا، تیز تیز قدم اٹھاتا باہر نکل گیا تھا۔

نازو کو اپنی سماعت پر ہرگز یقین نہیں آیا تھا، اس نے پلٹ کر اس سے تصدیق کرنا چاہی لیکن تب وہ جا چکا تھا، اس کے آنسوؤں میں مزید روانی آ گئی لیکن اب کی مرتبہ آنسو خوشی کے تھے۔

اگلے دن ذکیہ آنٹی نے بیوٹیشن کو بلایا تھا اور اس کے لئے بہت خوبصورت ڈریس بھی خریدا تھا، احمد کے کہنے پر تقریب بالکل سادگی سے ہوئی تھی، دو چار خاص لوگوں کو ہی مدعو کیا گیا تھا، نکاح نامے پر دستخط کرتے ہوئے وہ بے تحاشا روئی تھی، اسے سب گھر والے بے طرح یاد آئے تھے، ذکیہ آنٹی نے اسے ساتھ لگا کے پیار کیا تھا۔

نکاح کے بعد وہ منتظر تھی کہ احمد اس سے ملنے آئے گا لیکن اس کا انتظار، انتظار ہی رہا، وہ اس سے ملے بغیر ہی چلا گیا تھا، بلکہ اس دفعہ تو وہ جاتے وقت ذکیہ آنٹی اور اویس انکل سے بھی ملنے نہیں آیا تھا، بس فون پر ہی بات کر لی تھی، نازو کے اندر چھن سے کچھ ٹوٹا تھا، اب وہ اس کی اگلی آمد کی منتظر تھی۔

☆☆☆

پتہ نہیں یہ اس کی دعاؤں کا اثر تھا کہ قدرت کو واقعی اس پہ رحم آ گیا تھا، احمد کو گئے ابھی تین ماہ ہی ہوئے تھے کہ آج اسے ذکیہ آنٹی بتا رہی تھیں۔

"کل کی فلائیٹ سے احمد شارجہ آ رہا ہے۔"

نازو کو ہرگز اپنی سماعت پہ یقین نہیں آیا تھا ایں کی دعائیں اس قدر جلد شرف قبولیت پا گئی تھیں؟ بے یقینی سی بے یقینی تھی۔

صبح وہ اٹھی تو گھر میں معمول سے زیادہ چہل پہل محسوس ہو رہی تھی، نماز وغیرہ سے فراغت کے بعد وہ کچن میں آئی تاکہ ناشتے کے بعد دوپہر کے کھانے کا اہتمام کر سکے۔

"تم کیوں کچن میں آ گئی ہو، چلو اپنے کمرے میں تیاری وغیرہ کرو، آج احمد نے آنا ہے میں نے ریڈ کلر کا کام والا سوٹ منگوایا ہے تمہارے لئے، آج وہ پہن لینا، میں نے روزی سے کہہ دیا ہے وہ آ کے تمہیں تیار کر جائے گی، پچھلی دفعہ تو اتنی افراتفری ہوئی تھی کہ احمد ڈھنگ سے تمہیں دیکھ بھی نہیں سکا تھا۔" وہ ابھی کچن میں داخل ہوئی تھی کہ ذکیہ آنٹی اسے دیکھتے ہی ہدایات دینے لگیں، روزی، ذکیہ آنٹی کی دوست کی بیٹی تھی اور بہت اچھی بیوٹیشن تھی۔

"آنٹی! کیا ضرورت ہے اتنے تکلفات میں پڑنے کی۔" اگرچہ خوشی سے اس کے پاؤں

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Konnect.com

زمین پہ نہیں پڑ رہے تھے لیکن پھر بھی تیار ہونے میں وہ متامل تھی، کیونکہ اندرونی طور پر وہ احمد کے رویے سے ڈری ہوئی تھی۔

"کاہے کے تکلفات بھئی! تمہارا شوہر آرہا ہے چلو بس جو میں نے کہہ دیا ہے اس پر عمل کرو۔" انہوں نے سخت گیر قسم کی ساس بننے کی کوشش کی، نازو مسکرا دی، پھر ان کے حکم کی تائید میں اندر کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

اویس انکل بھی آج خاصے پرجوش تھے، ان دونوں میاں بیوی کے اتنے زیادہ خلوص پر نازو کی آنکھیں بار بار پرنم ہو جاتیں، اویس انکل، احمد کو لینے ائیر پورٹ جا چکے تھے روزی نے تو اسے پوری پوری دلہن بنا دیا تھا، ذکیہ آنٹی بار بار اس کی نظر اتار رہی تھیں۔

آخر دوپہر تین بجے کے قریب اویس انکل کی گاڑی گھر میں داخل ہوئی تھی، نازو تو اندر ہی دبکی بیٹھی رہی، ذکیہ آنٹی نے باہر نکل کے اس کا استقبال کیا تھا، ان تینوں کے بولنے کی آوازیں اندر آرہی تھیں نازو کی سماعتیں سیراب ہو رہی تھیں۔

چند لمحوں بعد ہی ذکیہ آنٹی اسے لینے اندر آ گئی تھیں، نازو دھڑکتے دل اور لرزتی ٹانگوں کے ساتھ ان کے ہمراہ اندر داخل ہوئی تھی۔

"السلام وعلیکم!" اس کے حلق سے بمشکل ہلکی سی آواز نکلی تھی۔

ذکیہ آنٹی نے اسے احمد کے برابر بٹھا دیا تھا، احمد جز بز تو ہوا تھا مگر ان کے ادب کی وجہ سے خاموش رہا، اویس انکل تو پہلے ہی تیار بیٹھے تھے فوراً کیمرہ لے آئے اور کھٹا کھٹ ان کی تصویریں بنانے لگے۔

"ارے..... انکل..... یہ کیا کر رہے ہیں آپ؟" احمد نے بوکھلا کر انہیں روکنا چاہا تھا۔

"نکاح پر بھی تم نے ہمیں کچھ نہیں کرنے دیا تھا، اب تو کچھ ہلکا پھلکا ہونے دو۔" اویس انکل پھر بھی باز نہیں آئے تھے بلکہ ذکیہ آنٹی کو بھی ساتھ بٹھا کر کچھ تصویریں لی تھیں۔

پھر کھانا بہت خوشگوار ماحول میں کھایا گیا تھا، ذکیہ آنٹی نے اچھا خاصا اہتمام کر ڈالا تھا، کھانا کھا چکنے کے بعد وہ احمد سے مخاطب ہوئی تھیں۔

"بیٹا! اب آپ آرام کرو، تھک گئے ہو گے۔"

"جی..... اور کھانا بہت مزے کا تھا۔" ان کے اتنے زیادہ اہتمام پہ تعریف کرنا تو اس کا فرض بنتا تھا۔

"یوں سمجھ لو، تمہارے ولیمے کا کھانا تھا۔" اویس انکل نے ہنس کر کہا تو وہ خفیف سا ہو گیا۔

اویس انکل بھی اس کے ساتھ ہی اٹھے تھے، وہ اپنے لئے مختص گیسٹ روم کی طرف بڑھنے لگا تھا، جب اویس انکل نے اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے ٹوکا تھا۔

احمد نے بحث کرنا مناسب نہیں سمجھا تھا اور خاموشی سے کمرے میں داخل ہو گیا، تھوڑی دیر بعد ذکیہ آنٹی نے نازو کو بھی اندر بھیج دیا تھا، وہ اندر داخل تو ہو گئی تھی مگر اب کنفیوزی دروازے کے پاس کھڑی انگلیاں چٹخا رہی تھی۔

"بیٹھ جاؤ نازنین!" احمد نرم لہجے میں اس سے مخاطب ہوا تو وہ پاس رکھی چیئر پہ بیٹھ گئی۔

"مجھے تم سے کچھ ضروری باتیں کرنی ہیں۔" وہ خود بھی بیڈ پہ اٹھ کے بیٹھ گیا تھا نازو یونہی سر جھکائے بیٹھی تھی۔

"تم جانتی ہوں کہ میں اپنی فرم کی طرف سے شارجہ آیا کرتا ہوں، یہ ایک بزنس ٹور ہوتا ہے لیکن پچھلے کچھ ماہ سے فرم خسارے میں جا رہی تھی، جس کی وجہ سے میری یہ فرم سیل کر دی گئی ہے، دوسری فرم والے اس فرم میں نئے ورکرز کو

ہائر کریں گے، مجھے ایک اور فرم سے آفر آئی ہے میں شاید وہیں جوائن کر لوں، اس دفعہ میں اتنی جلدی اس لئے آ گیا ہوں کہ یہاں کے سارے کام کو بھی وائنڈ اپ کرنا تھا، میں مالی طور پر بھی اتنا مستحکم نہیں کہ دو چار ماہ بعد یہاں کا راؤنڈ لگا سکوں، شاید یہ ہماری آخری ملاقات ہو۔" احمد نے تفصیلاً اسے آگاہ کر دیا تھا۔

نازو دم بخود اسے سن رہی تھی، اس کا پہلے سے مضطرب دل اور بے چین ہو گیا تھا، پلکیں آنسوؤں کا بوجھ اٹھانے سے عاجز ہو گئیں تو اس کے نین چھلک پڑے تھے۔

"دیکھو نازنین میں تمہیں اندھیرے میں نہیں رکھنا چاہتا، جو کچھ حقیقت تھی وہ میں نے تمہیں بتا دی، تمہاری ساری زندگی تمہارے سامنے پڑی ہے ابھی بھی وقت ہے تم اپنے لئے بہتر راستے کا انتخاب کر لو، تم کیوں خود کو ایک بند گلی میں مقید کرنا چاہتی ہو۔" احمد ابھی بھی اس کے لئے وہی درد رکھتا تھا کہ وہ کسی اچھے سے انسان سے شادی کر لے، وہ مرد تھا معاشرے کی اونچ نیچ سے واقف تھا، پھر نازو جوان ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت حسین و جمیل بھی تھی۔

نازو کو اپنا دماغ ماؤف ہوتا محسوس ہو رہا تھا وہ صحیح کہہ رہا تھا اس طرح تو وہ واقعی ایک بند گلی میں محصور ہو جائے گی پیچھے تو وہ پہلے ہی ساری کشتیاں جلا کے آئی تھی، واپس پلٹ جانے کا تو کوئی راستہ ہی نہیں تھا اور آگے؟ آگے کی منزل بھی اب اسے بے نام و نشان نظر آ رہی تھی، ذکیہ آنٹی اور اویس انکل اگرچہ بہت اچھے تھے لیکن وہ کب تک ان پر بوجھ بنی رہتی۔

"آپ مجھے سوچنے کے لئے کچھ وقت دیں۔" نازو نے ٹھہرے ہوئے دھیمے لہجے میں کہا تھا۔

"ضرور..... تم اچھی طرح سوچ سمجھ لو، اس دفعہ میرا قیام ویسے بھی کچھ طویل ہو گا کیونکہ سارا کام وائنڈ اپ کرنا ہے، تم سوچ سمجھ کے مجھے اپنے فیصلے سے آگاہ کر دینا۔" احمد نے قدرے پرسکون ہوتے ہوئے کہا تھا، اس کا خیال تھا کہ نازو واقعی سمجھدار ہو گئی تھی۔

اور پھر اگلے دن ہی نازو اس کے سامنے تھی، اس نے جو فیصلہ کیا تھا، احمد نے اسے گنگ کر دیا تھا، وہ اسے دوٹوک جواب دینا چاہتا تھا لیکن ایک دفعہ پھر نازو کے آنسو اور منت سماجت درمیان میں آ گئے تھے اور وہ ایک دفعہ پھر اس کے آنسوؤں کے سامنے ہار گیا تھا۔

☆☆☆

وہ کالج گیٹ سے باہر نکلی تو گیٹ سے کچھ فاصلے پر صالح گاڑی لئے کھڑا تھا، وہ گہری سانس بھرتے ہوئے گاڑی کی سمت قدم اٹھانے لگی، آج رمشاء نے چھٹی کی تھی منال اور ہالہ کو تو پہلے ہی کالج سے فری کر دیا گیا تھا، وہ دونوں گھر ہی تھیں ماہا آج اکیلی کالج آئی تھی، وین والے نے آج واپسی پہ نہیں آنا تھا، چنانچہ تائی امی نے صالح سے کہا تھا کہ وہ آج ماہا کو کالج سے لے آئے۔

اس دن ارغان کے گھر ان کی دعوت بے جا نہیں تھی، فاروق صاحب نے رمشاء کے امتحانوں کے بعد شادی کی ڈیٹ مانگی تھی تائی امی اگرچہ ذہنی طور پر اس کے لئے تیار تھیں، تاہم پھر بھی ان کے ہاتھ پاؤں پھول گئے تھے، کیونکہ مسئلہ ایک شادی کا نہیں دو شادیوں کا تھا، رمشاء کے ساتھ صالح اور ماہا کی شادی بھی ہونا تھی، فی الحال تو تائی امی نے بڑے سبھاؤ سے بات کی تھی اور کہا تھا۔

"بچیاں ایزی ہو کے پیپرز دے لیں، پھر جیسے سب کا فیصلہ اور مشورہ ہو گا ویسے ہی کر لیں گے۔"

Scan & PDF HAZ AHMED Friends Korner.com

فاروق اور سعدیہ بھی ان کے جواب پر مطمئن ہو گئے تھے وہ سب بہت شاداں و فرحاں واپس گھر لوٹے تھے، سوائے ماہا کے، ماہا کے تو اندر تک بے چینی پھیل گئی تھی، دو چار دن تو اس نے انتظار کیا کہ صالح خود ہی اس سے بات کرے گا لیکن جب اس کی طرف سے خاموشی چھائی رہی تو اس نے خود ہی بات کرنے کی ٹھان لی تھی، مگر اسے کوئی بھی مناسب موقع نہیں مل رہا تھا، آفس سے گھر آتے ہی ینگ پارٹی اسے گھیر لیتی اور پھر شادی کے پروگرامز پر بحث و مشورے ہونے لگتے، دوسری طرف منال اور ہالہ بھی اس کے سر چڑھے رہتیں، آج قدرت نے خود ہی موقع فراہم کر دیا تھا، آج اس نے پکا ارادہ کر لیا تھا کہ وہ ضرور بات کرے گی۔

"لگتا ہے آج تو بہت تھک گئی ہو۔" اس کے بیٹھتے ہی صالح نے گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے اس کے چہرے پہ تھکن کے آثار محسوس کرتے ہوئے کہا تھا۔

"ہوں..... تھکاوٹ تو ہو ہی جاتی ہے۔" اس نے گول مول سا جواب دیا۔

"پھر آئسکریم کھلائیں تمہیں۔" اس نے آفر کی۔

"شیور۔" ماہا ہلکا سا مسکرائی۔

صالح کو خاصی حیرت ہوئی تھی، اس کے جواب پر، اس کا خیال تھا کہ ماہا فوراً انکار کر دے گی، کیونکہ اب وہ اس سے زیادہ بے تکلف نہیں ہوئی تھی لیکن جلد ہی اس نے اپنی حیرت پہ قابو پا لیا تھا اور گاڑی ایک قریبی آئس بار کے سامنے روک دی تھی۔

"کون سا فلیور منگواؤں۔" اپنے لئے ٹیبل منتخب کرنے کے بعد اس نے ماہا سے پوچھا۔

"اسٹرابری۔" اس نے سر ہلاتے ہوئے دو اسٹرابری فلیور کا آرڈر کر دیا تھا۔

"آپ کو پتہ ہے آج کل گھر میں کیا موضوع چل رہا ہے۔" چند اِدھر اُدھر کی ہلکی پھلکی باتوں کے بعد ماہا اصل موضوع بلکہ اصل مقصد کی طرف آ گئی تھی۔

"آں ہاں۔" صالح کا منہ کی طرف بڑھتا چمچ لمحہ بھر کو ساکت ہوا تھا۔

"تو آپ کو اپنا وعدہ یاد ہے؟" ماہا نے سنجیدہ نظروں سے اس کی جانب دیکھا تھا، پھر دوبارہ گویا ہوئی۔

"آپ نے کہا تھا میں تم لوگوں کا صالح عبد الرحمان تم تک پہنچا دوں گا۔"

"بالکل کہا تھا، میں نہ تو اپنا وعدہ بھولا ہوں اور نہ ہی وعدہ خلافی کر رہا ہوں۔" وہ پرسکون لہجے میں بولا تھا۔

"تو پھر..... پھر کب آ رہے ہیں صالح عبد الرحمن۔" ماہا نے بے قراری سے پوچھا تھا۔

"ابھی نہیں۔" وہ اپنے اسی اعتماد سے پر لہجے میں گویا ہوا تھا۔

"ابھی نہیں..... تو پھر کب؟" ماہا کو بے چینی لاحق ہوئی۔

"جب حالات سازگار ہو جائیں گے۔" اس نے مبہم سے انداز میں جواب دیا۔

"مجھے بہلائیں مت، حالات کب ناسازگار ہیں؟ اور آپ کن حالات کا انتظار کر رہے ہیں؟ وہ لوگ شادی کی ڈیٹ مانگ رہے ہیں، اگر گھر والوں نے کوئی ڈیٹ فائنل کر دی تو؟ ابھی تو آپ کی اصلیت سے پتہ نہیں کتنا ہنگامہ کھڑا ہوگا، گھر کی بات تو چلو جیسے بھی ہوگا سب سنبھال لیں گے، لیکن آپ نے رمشاء کے سسرال کا سوچا ہے کہ اس کا کیا بنے گا؟ جب عین بارات والے دن بم پھوٹے گا یہ لڑکی کا حقیقی بھائی نہیں ہے۔" مارے غصے کے ماہا کی تو آواز پھٹ گئی۔

"میں سب سمجھتا ہوں، میں نے صالح سے

بھی اس کے متعلق بات کی تھی۔" چند لمحات کی خاموشی کے بعد اس کی سنجیدہ آواز ابھری تھی۔

اس کی بات سن کے ماہا کا سانس ایک لمحے کے لئے گویا رک سا گیا تھا اس نے بے یقین نظروں سے اس کی جانب دیکھا تھا۔

"کیا صالح اس ساری حقیقت سے آگاہ ہیں؟" بے اختیار اس کے لبوں سے نکلا تھا۔

"ہاں۔" اس نے مختصراً جواب دیا۔

"کیا وہ ہمارے پاس آنا نہیں چاہتے؟" اس کی سنجیدگی ہنوز برقرار تھی۔

"تو پھر آپ انہیں آنے کیوں نہیں دیتے۔" وہ روہانسی ہو گئی، اس کا خیال تھا کہ اسی شخص نے صالح کو اپنی تحویل میں رکھا ہے اور یہی اس پہ پابندی لگائے بیٹھا ہے اور اس کا خیال کچھ ایسا غلط بھی نہیں تھا کیونکہ اس نے خود اسے یہی بتایا تھا۔

"اسے میں نے نہیں روکا۔" وہ گویا ہوا۔

"تو پھر..... حقیقت کیا ہے؟ آپ کیوں مجھے حقیقت نہیں بتا دیتے، آپ کون ہیں؟ صالح کہاں ہے؟ یہ کیا معمہ ہے، آخر آپ اسے حل کیوں نہیں کر دیتے۔" وہ نہایت زچ ہو کے بولی تھی۔

"میں نے تمہیں کہا تھا کہ مناسب وقت آنے دو مجھے خود کو سنبھالنے دو، مجھے ابھی ایک دو کام نبٹانے ہیں، تم فکر مت کرو ماہا، میں زبان کا جھوٹا نہیں، تمہارا صالح تم تک ضرور پہنچے گا اور وقت سے پہلے پہنچے گا، میں نے اس سے کہا تھا کہ تم آ جاؤ لیکن ابھی وہ بضد ہے وہ جو چاہتا ہے شاید میں ابھی نہ کر سکوں۔" اس کی آنکھوں میں ٹوٹے خوابوں کی کرچیاں چبھنے لگی تھیں، اس کی شفاف سحر انگیز آنکھوں کی اوپری سطح صاف گیلی ہوتی محسوس کی جا سکتی تھی۔

اس کی حالت دیکھ کر ماہا کے لب سل گئے تھے، سارا جوش غصہ جھلاہٹ جھاگ کی طرح بیٹھ گئے تھے۔

"اب تم اس اسٹیج پر پہنچ چکی ہو کہ شاید میری بات کا یقین نہ کرو، صالح لندن میں بالکل آزاد ہے، اگر تم چاہو تو میں تمہاری اس سے بات کروا دیتا ہوں۔" ایک گہری سانس بھرتے ہوئے اس نے ماہا کو دیکھا جو صم بکم کی کیفیت میں اس کے سامنے گم صم بیٹھی تھی، پھر جینز کی پاکٹ سے سیل نکالتے ہوئے نمبر پش کرنے لگا تھا۔

"کیا وہ واقعی صالح سے اس کی بات کروا رہا ہے؟" ماہا ابھی تک بے یقینی کی کیفیت میں تھی۔

"السلام وعلیکم۔" دوسری طرف سے فون اٹینڈ ہو چکا تھا، ماہا کا رواں رواں سماعت بن چکا تھا، وہ یک ٹک اسے دیکھے جا رہی تھی۔

"ہاں میں ٹھیک ہوں، ماہا تم سے بات کرنا چاہتی ہے۔" صالح اسی طرح سنجیدہ تھا۔

"نہیں..... ابھی نہیں۔" دوسری طرف سے نجانے کیا کہا گیا تھا کہ اس نے نفی میں جواب دیا تھا۔

"مجھ میں حوصلہ نہیں ہے یار! تم خود بتا دو۔" وہ شکستہ لہجے میں بولا تھا۔

"اچھا یہ لو بات کر لو خود ہی۔" اس نے سیل ماہا کی طرف بڑھا دیا۔

ماہا کا دل پوری قوت سے دھڑکا تھا، گویا ابھی پسلیاں توڑ کر باہر نکل آئے گا، اس نے کپکپاتا ہاتھ پوری طاقت صرف کر کے اس نے آگے بڑھایا تھا اور موبائل تھاما تھا۔

"السلام وعلیکم!" اس کے حلق سے بمشکل پھنسی پھنسی سی آواز نکلی تھی۔

"وعلیکم السلام، کیسی ہو ماہا!" وہی آواز تو تھی جب وہ فون کیا کرتا تھا اسی لہجے میں تو وہ اس سے حال دریافت کیا کرتا تھا، ماہا پہچان گئی تھی۔

FIAZ AHMED
FriendsKorner.com

کیسے بنا پاکستان؟

سدرہ سحر عمران

لیکن اگلے ہی لمحے وہ کچھ کہنے کی بجائے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگ گئی تھی، کئی مہینوں کی تھکن آج آنسو بن کر اس کی آنکھوں سے نکل رہی تھی۔

☆☆☆

کبھی لوٹ آئے تو نہ پوچھنا
بس دیکھنا انہیں غور سے
جنہیں راستے میں خبر ہوئی
کہ یہ راستہ کوئی اور تھا

احمد کو گئے ایک مہینہ ہونے کو آیا تھا، وہ جا چکا تھا کبھی واپس نہ آنے کو، نازو کے پاس اب اس کی یادیں تھیں، جانے سے پہلے اس نے نازو کی فرمائش پہ اسے کئی جگہوں کی سیر کروائی تھی، وہ پندرہ دن یہاں رہا تھا اور نازو نے اس ایک ماہ میں اپنی پوری زندگی کو جی لیا تھا۔

آج صبح سے ہی اس کی طبیعت گری گری سی تھی، کچھ کھانے کو بھی دل نہیں چاہ رہا تھا، ابھی بھی وہ کچن میں اپنے لئے چائے بنانے آئی تھی کہ برنر آن کرتے ہی اسے اس زور کا چکر آیا کہ وہ دھڑام سے بے ہوش ہو کے نیچے آ رہی تھی۔

ذکیہ آنٹی آواز سن کے کچن کی طرف لپکی تھیں اور اسے بے ہوش دیکھ کر اویس انکل کو آوازیں دینے لگیں، انہوں نے جلدی سے اٹھ کر اسے لاؤنج میں پڑے صوفے پہ ڈالا، ذکیہ آنٹی اس پہ پانی کے چھینٹے مارنے لگیں۔

''میں مائیک کو بلا کے لاتا ہوں وہ ابھی گھر ہی ہو گا۔'' اویس انکل نے اپنے دوست ڈاکٹر مائیک کا نام لیا، جو ان کے قریب ہی رہتا تھا اور برٹش تھا۔

تھوڑی دیر بعد ڈاکٹر مائیک ان کے ہمراہ اندر آیا تھا، نازو کا چیک اپ کرنے کے بعد انہوں نے نازو کے ماں بننے کی خوشخبری ان دونوں کو سنائی تھی۔

ذکیہ آنٹی کے تو پاؤں زمین پہ نہیں پڑ رہے تھے، اویس انکل بھی بہت خوش تھے، نازو کو ہوش آنے پہ انہوں نے بتایا تو اس کی آنکھوں سے بھی خوشی کے آنسو نکل پڑے۔

پھر ذکیہ آنٹی نے تو گویا اسے ہاتھ کا چھالا بنا لیا، وہ اس کی بہت کیئر کرتی تھیں، اویس انکل بھی بہت خیال رکھتے تھے، ان دونوں میاں بیوی کے ہاتھ تو گویا ایک نئی مصروفیت آئی تھی، نازو کی عبادتیں طویل ہوتی جا رہی تھی۔

ٹھیک نو ماہ بعد نازو نے ایک انتہائی خوبصورت بیٹے کو جنم دیا تھا، بچہ اتنا خوبصورت تھا کہ پورے ہاسپٹل میں اس کی خوبصورتی کی دھوم مچ گئی تھی، تین دن وہ ہاسپٹل میں رہی اور اتنے دن ہی اس کے کمرے میں کوئی نہ کوئی اس کا بیٹا دیکھنے کے لئے آیا رہتا، وہ ہو بہو نازو کی کاپی تھا۔

اس کے منع کرنے کے باوجود ذکیہ آنٹی نے فون کر کے احمد کو مبارکباد دی تھی اور اس سے بیٹے کے نام کی بابت پوچھا تھا۔

''جو نازنین کو پسند ہو وہ رکھ لیں۔'' اس نے گویا بات ہی ختم کر دی تھی۔

''میں اس کا نام حسان احمد رکھوں گی۔'' نازنین نے کہا تھا اور حسان کو اٹھا کر اپنے ساتھ لگا لیا تھا، جس میں اسے احمد کی خوشبو آ رہی تھی۔

(باقی اگلے ماہ)

☆☆☆

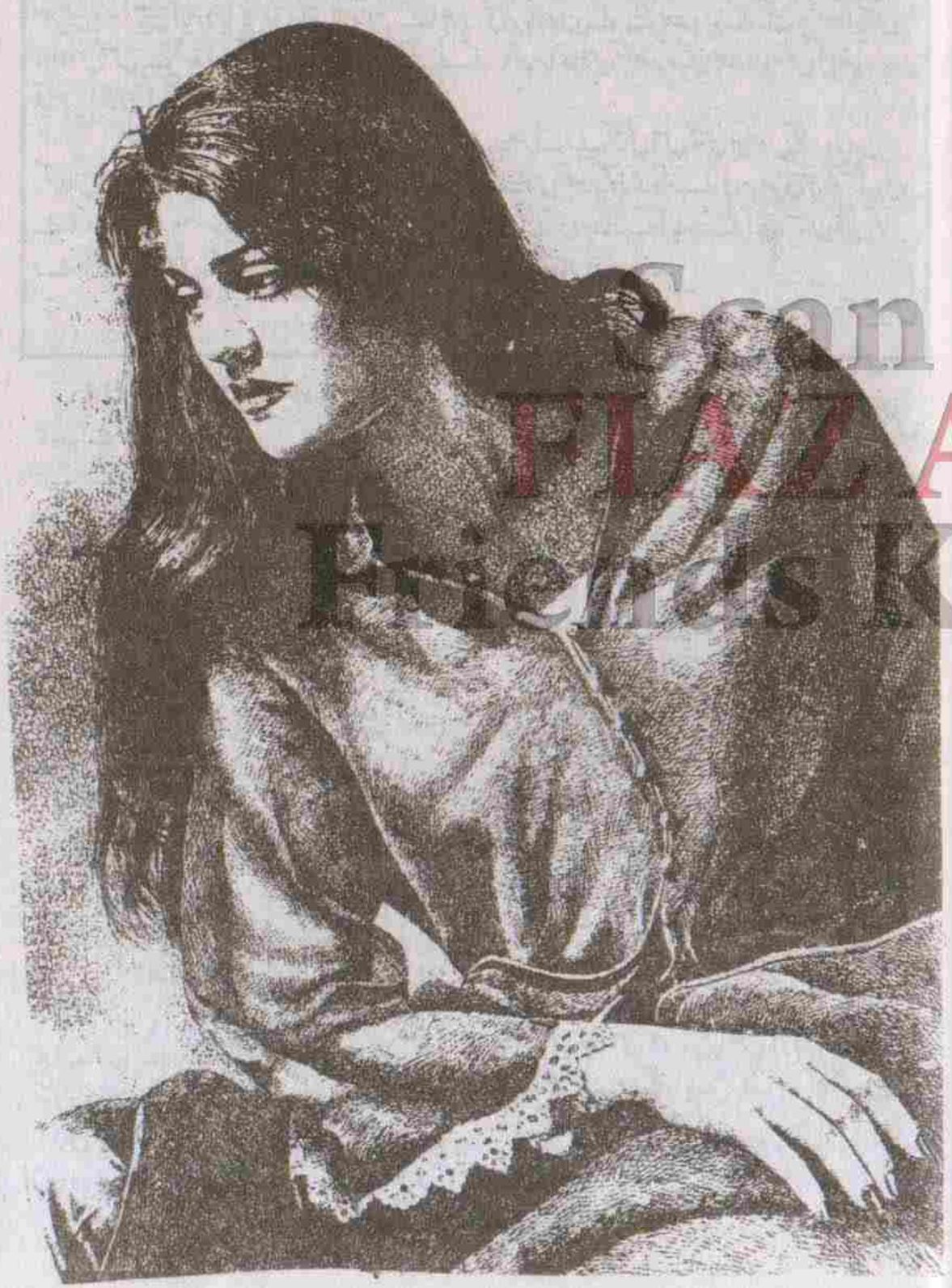

Scan & PDF FIAZ AHMED Friend's Korner.com

پاکستان کی نسل کو علم ہی نہیں کہ پاکستان کن قربانیوں کا ثمر ہے یہ وطن کس طرح آزاد ہوا، ان کے آباؤ اجداد نے کس مقصد کے لئے بے بہا جانوں کے نذرانے دیئے، وہ صرف 14 اگست کو یوم آزادی کے نام سے جانتے اور مناتے ہیں، انہیں خبر ہی نہیں کہ پاکستان کی یہ تاریخ کس جدوجہد کے بعد تاریخ کا حصہ بنی، وہ بڑے فخر سے آزاد وطن کا نعرہ لگاتے ہیں اور اس بات سے لاعلم ہیں کہ جس طرح پاکستان معرض وجود میں آیا، دنیا کا کوئی ملک اسلام کے نام پر اتنی قربانیوں کے لئے بعد دنیا کے نقشے پر نمودار نہیں ہوا، اس نسل نے شہدا کی قربانیوں کو فراموش کرنے کے ساتھ ساتھ اس مقصد کو بھی بھلا دیا جس کی بنیاد پر قیام پاکستان کی تکمیل ہوئی۔

یہ افسانہ، افسانہ نہیں حقیقت کی ایک کڑی ہے صرف ایک کڑی اس جیسی لاکھوں کروڑوں کڑیاں ہیں جو تاریخ کے اوراق میں مدفن ہو گئیں، میں نے اس تصویر کو زندہ کرنے کی سرسری سی کوشش کی ہے تاکہ اس چودہ اگست پر ہماری آنکھوں میں معمولی سی نمی ہی سہی، ہمارے آباء کے خراج تحسین پیش کر دے، جن کی عظیم قربانیوں کا احسان ہم تاعمر نہیں اتار سکتے، پاکستان زندہ باد۔

سدرہ سحر عمران

14 اگست 1947ء کا سورج پوری آب و تاب کے ساتھ طلوع ہوا۔

رات کا شاید آخری پہر بھی گزر چکا تھا لیکن اجالے نے آنکھ نہیں کھولی تھی ابھی فضاء میں بلا کا حبس تھا اس کی کمر پسینے سے شرابور ہو رہی تھی، بے چینی کی کیفیت الگ طاری تھی، اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ کیا ہونے والا ہے، اس کے سب دوست احباب اسے چھوڑ کر چلے گئے تھے، وہ یہاں تنہا رہ گیا تھا، لیکن وہ ابھی بھی خوش فہمیوں کے ہنڈولوں میں جھول رہا تھا، ابھی بھی اسے اپنے نظریات سے اختلاف نہیں تھا اسے مشترکہ قومیت پر یقین تھا، وہ اکھنڈ بھارت کا نعرہ لگاتا تھا اور پاکستان زندہ باد کے نعرے بلند کرنے والوں سے اسے ہمدردی محسوس ہوتی تھی۔

''جس تھالی میں کھاتے ہیں اسی میں چھید کرتے ہیں کیا؟'' وہ اپنے دوستوں سے کہتا تھا جواب اس سے بحث و تکرار کرنا چھوڑ چکے تھے، لیکن گزشتہ دو دنوں سے کیا ہو رہا تھا اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی، وہی ہندو اور سکھ جن سے دوستانے میں وہ بہت فخر محسوس کرتا تھا اس کے یکسر خلاف ہو چکے تھے۔

''تم مسلمان ہو، پلید اور ناپاک ہو، تمہیں الگ پاکستان چاہیے تم بھارت کو توڑنا چاہتے ہو نا۔'' وہ حیران ہی رہ جاتا کہ اس نے کب ان سے ایسا کہا تھا تاہم وہ سب بدل گئے تھے اور کل سے تو وہ گھر پر نہیں تھا، قریبی گاؤں گیا ہوا تھا، تاہم واپس آیا تو اسے گھر بالکل خالی ملا تھا، وہاں کوئی بھی نہیں تھا، البتہ اس نے باہر لاشوں کے انبار دیکھے تھے، یہاں کے مکینوں کو چن چن کر ختم کر دیا گیا تھا حالانکہ ان میں سے بیشتر صرف مسلمان تھے، وہ پاکستان کا نعرہ نہیں لگاتے تھے، پھر انہیں کس بات کی سزا دی گئی تھی اور یقیناً اس کے گھر والوں کو بھی قتل کر دیا گیا تھا، وہ جب سے آیا تھا سکتے کی کیفیت میں تھا، اسے یہی محسوس ہو رہا ہے ابھی کوئی ہندو یا سکھ آ کر اس کا سر تن سے جدا کر دے گا، وہ وحشت کے عالم میں گھر سے باہر آ گیا تھا، اس کا دماغ بالکل ماؤف تھا، پھر اس نے بغیر سوچے سمجھے ایک طرف بھاگنا شروع کر دیا۔

☆☆☆

چودہ اگست 1947ء کا سورج پوری آب و تاب کے ساتھ طلوع ہوا تھا، اسے مسلسل بھاگتے جانے کتنی دیر ہو گئی تھی، اس کی سانسیں اکھل پتھل ہو رہی تھیں اور حلق میں کانٹے اُگ آئے تھے، اس قدر پیاس کی شدت اسے زندگی میں کبھی محسوس نہیں ہوئی تھی، حتیٰ کہ اس کے حلق سے آواز بھی نہیں نکل پا رہی تھی، وہ جہاں تک بھاگتا آیا تھا اس نے کسی ذی نفس کو نہیں دیکھا تھا، گدھوں اور کوؤں کا بے پناہ شور تھا، وہ سب لاشوں پر ٹوٹے پڑے تھے، دہشت اس کی رگ و پے میں سرائیت کر گئی تھی، لیکن وہ مرنا نہیں چاہتا تھا اسے مرنے سے بہت خوف آتا تھا تاہم اب اسے لگ رہا تھا کہ اسے کچھ دیر اور پانی نہ ملا تو وہ مر جائے گا، ایک جگہ ٹھہر کر اس نے سانسیں بحال کی تھیں اور اس پل اس کی نظر قریب ہی اک کنوئیں پر پڑی وہ بے تاب سا ہو کر کنوئیں کی طرف بڑھا تھا اور پھر وہیں ٹھٹھک کر رک گیا، اس کی نظر ایک مکان کے پرنالے پر پڑی تھی جس سے انسانی خون بہہ رہا تھا، اس کا دل متلانے لگا، وہ کنوئیں کے قریب آیا تو اس میں ان دوشیزاؤں کی نعشیں تیر رہی تھیں جو اپنی آبرو بچانے کے لئے اس میں کود گئی تھیں، اس کی پیاس وہیں مر گئی، وہ کنوئیں کے قریب پڑے اس بچے کو دیکھ رہا تھا جس کی آنکھوں میں دو خنجر گڑے ہوئے تھے تاکہ وہ آزادی کے طلوع ہوتے سورج کو نہ دیکھ سکے، لیکن سورج پوری آب و تاب کے ساتھ اس کے سامنے چمک رہا تھا دور سے کچھ لوگ اس کی طرف آ رہے تھے، وہ خوف، دہشت پیاس اور غم کی شدت سے وہیں بے ہوش ہو کر گر گیا۔

☆☆☆

سونہال...... ست سری اکال...... جے ہند۔'' فساد برپا کرنے والے لاشوں کو ایک جگہ اکٹھا کر کے ان پر پٹرول چھڑک کر آگ لگا رہے تھے، آزادی کی اتنی بھاری قیمت چکانی پڑی تھی مرنے والوں کو، کیسے لوگ تھے یہ جو ایک وطن کی بنیاد رکھتے ہوئے اپنے لہو سے سرزمین زرخیز کر گئے تھے۔

''جو مانگے گا پاکستان، اس کو دیں گے قبرستان'' انسان نما درندے خون کی ہولی کھیل رہے تھے لیکن ان کو کوئی عمل جدوجہد آزادی کی تحریک میں رخنہ نہیں ڈال سکا تھا، تقسیم ہند کے اعلان کر دیا گیا تھا، مسلمان سجدہ شکر بجا لاتے ہوئے ہجرت کر رہے تھے، تو ہندوؤں اور سکھوں نے اپنے غیض و غضب کا بدلہ لینے کے لئے قتل و غارت کا بازار گرم کر دیا تھا۔

☆☆☆

وہ چودہ اگست کا دن تھا۔

''ہاں وہ یقیناً چودہ اگست کا دن تھا۔'' اس نے اپنی یادداشت پر زور دیا، دن کا پہلا پہر گزر چکا تھا، وہ شدت سے ابا کے جواب کا منتظر تھا جو صبح سے ہی جانے کس گہری سوچ میں گم تھے، ان کے چہرے پر کرب ناک سناٹا تھا جو ماتھے پر تفکر کی ان گنت لکیریں، وہ لکیریں گنتا رہا۔

''دو...... تین...... اور چار۔'' لکیریں بدستور زیادہ ہو رہی تھیں وہ ان کے جواب کا منتظر مگر وہ گم صم کیفیت میں خلاء میں جانے کیا گھورتے رہے۔

''ابا اتنی دیر ہو گئی ہے آخر آپ چلتے کیوں نہیں ہیں۔'' مزید صبر کا یارا نہ رہا تو وہ ان کا شانہ ہلا کر پوچھنے لگا تو حاذق نے اسے اشارے سے روکا۔

''اچھا بیٹا! چلتے ہیں۔'' کافی دیر بعد ان کے لبوں سے نکلا۔

''آخر آپ کس لئے اتنی دیر کر رہے ہیں، ابا اب یہ سرزمین ہماری نہیں رہی، اگر ہم یہاں رہے تو یہ لوگ ہمارا بھی وہی حشر کر دیں گے جو......'' ابھی اس کی بات ادھوری تھی لیکن وہ تیزی سے اٹھ کھڑے ہوئے۔

Scan & PDF EJAZ AHMED FriendsKorner.com

"چلو بیٹا؟" اور وہ سرخوشی سے ان کے پیچھے باہر نکل آیا تھا، گلیوں میں وہی مناظر تھے جس نے ابا کی زبان مفلوج کر دی تھی، جا بجا بکھرے اعضاء اور کٹی پھٹی لاشیں، حاذق سہم کر ان کے قریب ہو گیا، محض چھ برس عمر تھی اس کی، اسے زندگی موت کا اتنا ادراک نہیں تھا لیکن خون سے تو خوف آتا تھا اور یہاں گلیوں میں خون ایسے بکھرا تھا جیسے پانی کا چھڑکاؤ کیا گیا ہو، ابا نے اسے اپنے ساتھ لگا لیا تھا وہ آنکھیں بند کر کے چل رہا تھا، جنید کے لبوں سے سسکاری نکلی اسے اپنے تین معصوم بھائی یاد آئے جنہیں سکھوں نے نیزوں اور کرپانوں سے ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا تھا، اس وقت حاذق چھت پر تھا، جنید نے عجلت میں اسے گھاس پھوس کے گٹھڑ میں چھپا دیا تھا، وہ ان کی دلدوز چیخوں سے دہلتا رہا تھا، تاہم آواز نہیں نکالی تھی، گلی کے نکڑ پہ پہنچ کر ابا نے پلٹ کر اپنے گھر کی دہلیز کو ڈبڈبائی آنکھوں سے دیکھا، پھر وہ آسمان کو دیکھنے لگے تھے، لیکن لبوں پر بلا کا سکوت تھا، جنید کا دل بھی خون کے آنسو رو رہا تھا مگر وہ اس غم میں تنہا نہ تھے ان کا پورا گاؤں ہی ایسے دلدوز مناظر کی تصویر کشی کر رہا تھا۔

ہر طرف لاشیں اور خون بکھرا ہوا تھا، فضا میں وحشت ناک سناٹا تھا کوئی چیخ، سسکی اور فغاں بھی نہیں تھی، سب لوگ ہی تقریباً جا چکے تھے اور جو نہ جا سکے تھے ان کے بدن ٹکڑوں میں تقسیم تھے۔

وہ سکھوں اور بلوائیوں کی نظروں سے چھپتے چھپاتے کھیتوں تک پہنچے تھے جب وہ جانے کہاں سے نمودار ہو گئے سب سے پہلے جنید کی نظر پڑی تھی ان پر۔

"ابا! وہ آ گئے۔" جنید کی وحشت ناک سرگوشی ان کے اوسان خطا کر گئی اور جنید نے پھرتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کماد کے کھیت میں خود کو چھپا لیا تھا، تاہم ابا اور حاذق ان کی نظر میں آ گئے تھے، انہوں نے آتے ہی تلوار کے وار سے حاذق کا سر تن سے جدا کر دیا، چھ سال کا معصوم بچہ وہیں تڑپ تڑپ کر جان دے گیا، ابا سینے پر ہاتھ رکھے وہیں نڈھال ہو کر گر گئے جنید کے منہ پر ہاتھ رکھ کر چیخوں کا گلہ گھونٹا تھا، وہ اپنی سانسیں تک روکے ہوا تھا، ذرا بھی حرکت کرتا تو بلوائیوں کی نظر میں آ جاتا، ایک سکھ نے ابا کے ٹھوکر رسید کی تو وہ تڑپ کر رہ گئے۔

"ظالمو! اب تو مجھے چھوڑ دو، اب میرے پاس کیا رہ گیا ہے، ہم تمہارا ملک چھوڑ رہے ہیں، اب تم ہمیں چھوڑ دو۔" وہ ہاتھ باندھے ان سے جان بخشی کی استدعا کرتے ہوئے وہ واپس پلٹ گئے تھے، جنید وہیں دبکا ان کے جانے کا انتظار کرتا رہا جب اچھی طرح یقین ہو گیا کہ وہ درندے جا چکے ہیں، تو وہاں سے نکل آیا، ابا کی حالت بہت خراب تھی، وہ انہیں سہارا دے کر اٹھانے لگا۔

"ہم...... میں بھی مرنا چاہتا ہوں۔" ان کے لبوں سے ٹوٹے پھوٹے الفاظ نکلے۔

"ابا! ابھی تو ہماری منزل نہیں آئی، ہم درمیان میں ہیں، آپ تو کہہ رہے تھے ہم اپنے گھر پاکستان جا رہے ہیں اور اب......" جنید کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئی تھیں۔

"دیکھو بیٹا! میری حالت، میں جانے کے قابل کہاں ہوں۔" اتنا کہہ کر انہوں نے کروٹ لی ان کے سر سے خون بہہ رہا تھا۔

"مجھے لگتا ہے میں صبح ہونے سے پہلے ہی......"

"ابا ایسا مت کہیں۔" جنید پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا تھا۔

"مجھے یقین ہے بیٹا، تم ضرور پہنچو گے پاکستان، اللہ تمہاری حفاظت کرے گا۔" اس سے زیادہ ان سے کچھ بولا نہ گیا، کیونکہ ان کی گردن ایک طرف کو لڑھک گئی تھی۔

☆☆☆

دہلی کے پرانے قلعے سے ٹرین کی روانگی سے قبل فوجیوں نے تمام مسافروں کی اچھی طرح تلاشی لے کر انہیں چھوٹے سے چھوٹے چاقوں تک سے محروم کر دیا تھا، تمام مزدوروں کے بچے کچے اوزار چھین کر انہیں بھیڑ بکریوں کی طرح ٹرین کی بوگیوں میں دھکیل دیا گیا تھا، گرمی کی شدت تو تھی ہی حبس اور تعفن کے مارے برا حال تھا، سانس لینا بھی محال لگ رہا تھا، وہ بھی ایک کونے میں دبکا بیٹھا تھا، وہ کل سات افراد تھے اور اب تنہا سفر کرنے پر مجبور تھا، کہ باقی تمام افراد قیام پاکستان کے حصول کے لئے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر چکے تھے، اسے تھکن کے باعث نیند آنے لگی تھی تاہم اس وقت ٹرین کسی مسلم آبادی والے اسٹیشن پر رک گئی تھی، مقامی لوگوں کی امدادی پارٹیوں نے ٹرین کو اپنے نرغے میں لے لیا تھا اور مسافروں میں فراخدلی کے ساتھ روٹی، سالن، چاول، سبزی اور فروٹ وغیرہ تقسیم کرنے لگے تھے، اس کی بھی بھوک چمک گئی تھی وہ نیند کو پیچھے دھکیل کر امدادی سامان کے لئے ہاتھ پھیلائے تھا، تب ہی کچھ لوگوں نے اعلان نشر کیا۔

"کچھ ہندوؤں اور سکھوں نے گاڑی کو بیاس کے اسٹیشن پر حملے کر کے قتل و غارت اور لوٹ مار کا منصوبہ تیار کر رکھا ہے اس لئے تمام لوگ اپنے کمپارٹمنٹس کے دروازے اور کھڑکیاں اچھی طرح بند کر کے بیٹھیں۔" اعلان سنتے ہی بھگدڑ مچ گئی تھی، شام کا دھندلکا چاروں اور پھیلا تھا، ٹرین آہستہ آہستہ رینگتی ہوئی نئی منزل کی طرف رواں ہوئی تھی، وہ چاول کھاتے ہوئے کھڑکی سے باہر جھانکنے کی کوشش کر رہا تھا، جگہ جگہ انسانی لاشیں بکھری نظر اس بات کی نشاندہی کر رہی تھیں کہ یہاں بھی بے دردی سے انسانوں کا قتل عام کیا گیا تھا، ہوا کے جھونکوں کے

اچھی کتابیں پڑھنے کی عادت ڈالیئے

ابن انشاء

اردو کی آخری کتاب ......
خمار گندم ......
دنیا گول ہے ......
آوارہ گرد کی ڈائری ......
ابن بطوطہ کے تعاقب میں ......
چلتے ہو تو چین کو چلیے ......
نگری نگری پھرا مسافر ......
خط انشاجی کے ......
بستی کے اک کوچے میں ......
چاند نگر ......
دل وحشی ......
آپ سے کیا پردہ ......

ڈاکٹر مولوی عبدالحق

قواعد اردو ......
انتخاب کلام میر ......

ڈاکٹر سید عبداللہ

طیف نثر ......
طیف غزل ......
طیف اقبال ......

لاہور اکیڈمی، چوک اردو بازار، لاہور
فون نمبرز 7321690-7310797

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

ساتھ انسانی گوشت کی بساند اور تعفن پھیل رہا تھا، ان رقت آمیز مناظر کو دیکھتے ہوئے پوری گاڑی میں توبہ استغفار کا ورد جاری تھا سب کے چہروں پر خوف و ہراس کی زردی کھنڈی تھی تب ہی کھڑکیاں اور دروازے بند ہونے کی آوازیں آنے لگیں تھیں۔

ابھی گاڑی بیاس کے اسٹیشن میں داخل ہوئی تھی کہ اچانک کہیں سے رائفل کی گولی چلنے کی آواز سنائی دی، پھر اس کے بعد مزید گولیاں چلنے کی آواز آئی، توبہ استغفار کے ورد کی وجہ سے ٹرین میں دبا دبا شور بلند ہونے لگا تھا، دہشت کے باعث سب کے چہرے اتر گئے تھے، آناً فاناً اس گروہ نے ٹرین کا محاصرہ کر لیا تھا، اگرچہ دروازے اور کھڑکیاں بند تھے تاہم وہ بڑے بڑے پتھروں کلہاڑیوں کے وار سے دروازے توڑنے کی کوشش کر رہے تھے اور ظاہر ہے ٹرین کے بوسیدہ دروازے کھڑکیاں کب تلک ضربیں برداشت کرتے، کچھ دیر بعد ہی وہاں چیخم پکار مچ گئی تھی حملہ آور کرپانوں، نیزوں، بھالوں اور کلہاڑیوں سے نہتے بے بس لوگوں پر وار کر رہے تھے اور انہیں اٹھا اٹھا کر کھڑکیوں اور دروزاوں سے باہر پھینک رہے تھے، جنید کا دل پہلے ہی شدت غم سے پھٹا جا رہا تا وہ ایک سکھ کی ٹھوکروں کی مار کھاتے ہوئے وہیں بے ہوش ہو کر لڑھک گیا۔

☆☆☆

اسے ہوش آیا تو وہ ایک مہاجر کیمپ میں تھا۔

اس کا مطلب تھا کہ وہ بچے کھچے لوگ جو دلوں میں پاکستان کی محبت اور آنکھوں میں علیحدہ وطن کی جوت لئے آئے تھے وہ اپنی کامرانی پر مسرور تھا اور ان کے ساتھ کے ہزاروں لوگ جنہیں وہ آزادی کے نام پر قربان کر آئے تھے ان کی دلخراش یادیں دل کو چیرتی ضرور تھیں لیکن تمام جذیور پر وطنیت کا جذبہ غالب تھا۔

وہاں اس نے علی حسن کو دیکھا وہ اسے پہچان گیا تھا، اسے حیرت ہوئی۔

"تم یہاں کیسے؟ تم تو الگ وطن کے خلاف تھے نا، تم تو پاکستان کے حق میں نہیں تھے۔" ان گنت سوال تھے، علی حسن نڈھال سا پڑا خلا میں گھور رہا تھا، اس کی جبنید سے ہمیشہ اس بات پر تکرار ہوتی تھی کہ وہ بھارت کو اپنا ملک کیوں نہیں سمجھتا اور اب پاکستان کی سرزمین پر اس کے ساتھ پڑا تھا۔

"میں تو بے ہوش ہو گیا تھا، مجھے پتہ نہیں کون اٹھا کر یہاں لے آیا۔" وہ آہستگی سے بولا۔

"اور تمہارے گھر والے، وہ سب کہاں ہیں؟"

"انہیں شہید کر دیا گیا، سب کے سب مار دیئے گئے۔" علی حسن کی آنکھیں برسنے لگیں۔

"کیوں؟ انہیں کس جرم کی سزا دی گئی ہے۔"

"وہی تو میری سمجھ میں نہیں آتا۔"

"کہاں گئی تمہاری متحدہ قومیت، تمہارا مشترکہ کلچر کیا ہوا، تم کیوں پاکستان آ گئے ہو، یہ تو ہم جیسے دیوانوں کا جنون تھا نا، تم تو کہتے تھے قومیں مذہب کی بنیاد پر نہیں بنا کرتیں۔" جنید اس سے سوال کر رہا تھا جو پہلے ہی مجرموں کی طرح سر جھکائے بیٹھا تھا۔

"تم تو کہتے تھے ہندو اور مسلم ایک قوم ہیں، ہندو مسلمانوں کے دشمن نہیں ہے تو اب کس نے دشمنی دکھائی ہے، تم تو کانگریس کے ہم نوا تھے نا، اس کی دریا دلی کے گن گاتے تھے اس کے منشور کا راگ الاپتے تھے تو وہ تصورات کیا ہوئے علی حسن؟" وہ سوال پر سوال کر رہا تھا علی حسن پتھر کی طرح چپ تھا اس کے پاس کسی سوال کا جواب نہیں تھا۔

☆☆☆

عید مبارک ہو

نازیہ ضیا

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

میں جینا تیرے نال
جیواں دن چار
پاویں جیواں سو سال
تیرے قدماں وچ مر جاناں

''مر جا تو عاشی...... یہیں اسی تھاں......
ہائے میں گئی...... میرا پاؤں۔'' زینب کو پاؤں پہ چوٹ لگی تھی اور وہ صوفے پر لیٹی اب درد سے بلبلا رہی تھی، جبکہ عاشی ہاتھ میں اک پرانا کپڑا لئے اب منہ اٹھائے اسے دیکھ رہی تھی۔

''ہوا کیا؟'' عاشی نے سوالیہ نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''ہائے ربا...... میں مر گئی۔'' زینب نے پاؤں کو ہاتھ سے دباتے ہوئے کہا۔

''اب کھڑی منہ دیکھتی رہنا...... یہ دیکھو۔'' زینب نے صوفے پہ بیٹھے اپنا متاثرہ پاؤں اسے دکھایا اور اک جگہ پہ ہلکا سا زخم دیکھ کر عاشی کے منہ سے بے ساختہ ہائے نکلی۔

''ہا...... ہائے...... ننھی سی کھڑونچی کے لئے ہلکان تھی، کوس رہی تھی۔'' عاشی نے آنکھیں نکالتے ہوئے کہا۔

''تمہیں ننھی سی لگ رہی ہے، کل کالج سے آتے ہوئے جوتا تنگ کر رہا تھا، اس سے زخم بنا...... اور تم نے یہ ڈریسنگ کرتے کرتے اتنی زہر سے میرے پاؤں کو ٹھڈا مارا ہے، نشان بھی دیکھنا پڑ جائے گا پاؤں پر۔''

''میں دوائی لگا رہی ہوں کہ پاؤں پہ نشان نہ آئے تم اسے چھیلنے کے درپے ہو۔'' زینب نے عاشی کو بری طرح لتاڑتے ہوئے کہا۔

''نہیں پڑتا نشان...... اور مجھے تو نہیں پتہ چلا، کب میں نے ٹھڈا مارا خیر سے۔'' عاشی نے کمر پہ ہاتھ رکھتے ہوئے پوچھا۔

''جب تم مر رہی تھی قدموں میں...... خیر سے اپنے ہوتے سوتے کے۔'' زینب نے تلملائے جواب دیا۔

''خبردار جو کچھ کہا اگر ''ان'' کے لئے...... ایک لفظ بھی...... دیکھنا پھر۔'' عاشی نے خبردار کیا۔

''کہوں گی...... کہوں گی...... سو بار کہوں گی۔'' زینب نے غصے میں دہراتے ہوئے کہا، عاشی نے اک شان بے نیازی سے کہا اور گنگناتے ہوئے ڈرائینگ روم سے باہر چل دی، جاتے جاتے اس نے کمرے کے دروازے پہ کھڑے صوفے پر بیٹھی اس کی طرف آنکھیں نکالتی، گھورتی زینب کو پلٹ کر دیکھا اک مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پہ پھیلی اور اسے مسکراتی دیکھ کر زینب اپنا زخم اور درد جس پر ابھی واویلا مچا تھا اس کے پیچھے اسے مارنے کو بھاگی اور اگلے لمحے دونوں اک دوسرے کے پیچھے ہنستی کھلکھلاتی دوڑتی بھاگتی پھر رہی تھیں۔

☆☆☆

''زینب...... زینی...... زینب...... کدھر ہو، میری پیاری زینی۔'' عاشی باہر سے ہی آوازیں دیتی اندر کمرے کی جانب بڑھی۔

سامنے بیڈ پہ زینب کو چت لیٹے، دم سادھے، آنکھیں بند کیے دیکھ کر اک دم ٹھٹھک سی گئی۔

''زینی...... ہاہ ہائے...... کیا ہو گیا...... آ آ...... دیکھ زینی نہیں...... تم یوں...... کیا ہو گیا۔'' اس سے پہلے کہ عاشی کی زوردار چیخ سن کر باقی گھر والے دوڑے چلے آتے زینب نے پٹ سے آنکھیں کھولیں اور عاشی کو گھورنے لگی۔

''ہاہ...... شکر ہے تم زندہ ہو...... زینی ہوا کیا؟'' عاشی نے آنکھوں میں آئے آنسو تیز تیز پلکیں جھپکتے پیتے ہوئے پوچھا۔

زینی اٹھ کر بیٹھ تو گئی مگر ہنوز انداز عجیب سا تھا، عاشی کو کچھ عجیب سے اس کے انداز محسوس ہوئے تھے وہ آنسو جو وہ پینے کی کوشش کر رہی تھی گالوں پہ لڑھکنے لگے۔

''شاید اسے کچھ ہوا ہے، شاید فیل ہو گئی ہے، مس زوبار یہ کے آج کے ٹیسٹ میں، ساری رات جاگ کے تو بے چاری نے محنت کی تھی اب یقیناً دماغ پہ اثر ہو گیا ہے۔''

''ہائے چاچی جی کیا کریں گی وہ تو بے چاری رو رو کے ہلکان ہو جائیں گی، ایک ہی بیٹی اور وہ بھی پاگل۔'' عاشی نے بڑبڑاتے ہوئے کہا، آنسو تھے کہ آنکھوں سے بہتے چلے جا رہے تھے۔

''تمہیں آخر تکلیف کیا ہے عاشی۔'' زینب نے دانت پیستے ہوئے پوچھا۔

''تم ٹھیک ہو...... بول سکتی ہو...... میں سمجھی......'' عاشی نے خوشی سے بھرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

''ٹھیک ہوں میں...... بھلی چنگی...... مری نہیں...... جو سوچ کر تم خوشی کے مارے رو رہی تھی۔'' زینب نے جلے بھنے لہجے میں کہا۔

''تو پھر یوں کیوں لیٹی تھی اور پھر اٹھ کر بھی مجھے گھورتی جا رہی تھی، زینب کیا ٹیسٹ خراب ہوا یا کچھ اور پرابلم ہے۔'' عاشی نے بڑے متفکرانہ انداز میں پوچھا۔

''کچھ نہیں ہوا۔'' زینب نے دونوں ہاتھوں کو مٹھیاں بھینچتے ہوئے کہا۔

''میں نے چہرے پہ انڈے کی سفیدی اور شہد کا ماسک لگایا ہے اور وہ ماسک لگا کر بولتے نہیں ورنہ چہرے پر جھریاں پڑ جاتی ہیں، اس لئے یوں لیٹی تھی خاموشی سے۔'' زینب نے غصے میں عاشی کو مسلسل گھورتے جواب دیا۔

''مگر...... زینب...... تم تو اس بولتے بول بنول رہی ہو، کیا اب جھریاں پڑ جائیں گی تمہارے چہرے پر۔'' عاشی نے معصومیت سے پوچھا اور غصے سے جواب دیتی زینب نے چیخ مارتے ہوئے بیڈ سے اچھل کر چھلانگ لگائی اور واش روم کی طرف بھاگی چہرہ دھونے کے لئے۔

''یہ زینب بھی نہ، ہر وقت اوٹ پٹانگ حرکتیں کرتی رہتی ہے، بتاؤ بھلا اب اسے ''بھی'' ماسک لگانے کی ضرورت پیش آ گئی، اچھی خاصی خوبصورت ہے پھر بھی پتہ نہیں کون سی چیز اسے سکون سے رہنے نہیں دیتی، ہر وقت کسی نہ کسی چیز سے اپنے بے تحاشہ حسن کو مزید چمکاتی رہتی ہے۔'' عاشی نے سر جھکائے سوچا اور کمرے سے باہر نکل گئی۔

''کدھر ہے یہ زینب۔'' اسی وقت کچن میں سے شکیلہ خاتون کی دھاڑ سنائی دی۔

''جی چاچی جی، مجھے بتا دیں اگر کوئی کام ہے تو۔'' عاشی نے فوراً کچن کی طرف جاتے ہوئے تابعداری سے کہا۔

(اب قارئین آپ سے کیا شرمانا، چاچی جی میری چاچی تو ہیں ہی لیکن اب ہونے والی ساس بھی ہیں، ابھی پچھلے ہفتے ہی تو ماہ بدولت کو چاچی جی نے بڑی چاہ سے اپنے اکلوتے سپوت، احمد کے لئے مانگا ہے، جی احمد فضل، ہاں جی ہاں جی آپ ٹھیک سمجھے، میری بے تحاشا خوبصورت دوست اور چاچے کی بیٹی زینب سے بڑا بھائی، جی اس کا بھائی، میرا تو وہ اب بھائی نہیں ناں)

''یہ شہد کی بوتل فریج سے نکال کر بغیر ڈھکن بند کیے شلیف پر رکھ گئی ہے ساری چیونٹیاں شہد پہ آ گئی ہیں، پتہ نہیں کچن میں ہر سبزی، ہر پھل، ہر مصالحہ اپنے بالوں، چہرے، ہاتھ، پاؤں پہ تھوپتی پھرتی ہے، اچھی بھلی اللہ نے شکل دی ہے اسے جانے اور کیا بننا ہے۔''

''ذرا دیکھیں تو بھابھی، اب روئے سخن عاشی کی امی، رابعہ بیگم کی طرف تھا، یہ عاشی بھی تو زینی کے برابر ہی ہے ایک سال کی چھوٹائی بڑائی سے کیا (جی ماہ بدولت زینب فضل سے پورے

Scan & PDF
EJAZ AHMED
FriendsKorner.com

ایک سال اور دو ماہ چھوٹے ہیں) مگر کبھی جو میں نے اس بیبی بچی کو ایسی اوٹ پٹانگ حرکتیں کرتے دیکھا ہو مگر.....''

''چل چھوڑ بھی اب شکیلہ، بچیاں آج کل ایسے ہی کرتی ہیں، تم روز صبح صبح ٹی وی پر نہیں دیکھتی اچھی خاصی عمر کی عورتیں بھی منہ پر فلاں ڈھمکاں ماسک لگائے بیٹھی ہوتی ہیں اور زینب کی تو عمر بھی ہے یہ سب کرنے کی۔'' رابعہ نے شکیلہ کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

''ہاں، یہی الٹے سیدھے پروگرام دیکھ دیکھ کر بگڑی ہے یہ، لو بتاؤ اب رات کو جو اس کے ابا کو شہد اور کالی مرچ کا قہوہ بنا کر دیتی ہوں وہ کیسے بناؤں گی۔'' شکیلہ نے تاسف سے کہا۔

''آج کیا پکانا ہے بھابھی۔'' شکیلہ نے افسوس سے سر ہلاتے ہوئے رابعہ سے پوچھا۔

''میں آج کڑھی چاول بنانے لگی ہوں، موسم بھی اچھا ہو رہا ہے۔'' رابعہ نے کہا۔

''میں سوچ رہی تھی کہ کوئی سبزی بنا لیتی ہوں مگر یہ احمد تو سبزی کو دیکھتے ہی ناک بھوں چڑھاتا ہے، بس مرغ مسلم ہو، بریانی کباب ہو تو جناب خوش، سچی پھابھی آپ کے بچے بہت اچھے ہیں، جو آپ بناتی ہیں کھا لیتے ہیں، یہ احمد اور زینب کے تو کچھ ناک پہ چڑھتا ہی نہیں۔'' شکیلہ نے اک بار پھر روہانسے لہجے میں دکھڑا سنایا۔

یہ اک خوبصورت، کشادہ صحن والا گھر تھا جو باہر سے دیکھنے والوں کو تو ایک ہی نظر آتا تھا گیٹ کے اندر داخل ہونے پہ کیراج کے بعد آنے والے صحن کے دونوں جانب مکمل الگ الگ دو پورشن بنے تھے ایک طرف فضل صاحب اپنے دو لاڈلے بلکہ ان کی بیگم شکیلہ کی نظر میں بگڑے بچے احمد اور زینب کے ساتھ رہتے ہیں۔

اور دوسری جانب سلیم صاحب اپنی بیگم رابعہ اور تین بچوں کے ساتھ رہائش پذیر ہیں، آپی امینہ جن کی شادی ہو چکی اور وہ اپنے شوہر سمیت کینیڈا کو پیاری ہو چکی ہیں، پھر عاشی جس کی ہفتہ بھر ہوا احمد کے ساتھ نسبت قرار پائی ہے اور پھر چھوٹا اسامہ۔

احمد سوفٹ ویئر انجینئرنگ کے بعد اب اپنا سوفٹ ویئر ہاؤس چلا رہا ہے، ابھی ابتدائی مراحل میں ہے مگر امید ہے کہ جلد ہی اپنے پاؤں پر کھڑا ہو جائے گا، زینب ایم اے جغرافیہ جبکہ عاشی پڑھائی میں بس واجب سی ہے اور بی اے فائنل میں جبکہ اسامہ ایف ایس سی کی تیاریوں میں مشغول ہے۔

☆☆☆

''عاشی کدھر ہو، تمہاری دوست کا فون آیا ہے۔'' رابعہ نے عاشی کو پکارا عاشی اپنے کمرے سے جلدی سے باہر آئی اور ریسیور کان سے لگایا، اس کی بہترین دوست فاطمہ کا فون تھا، آج کل کیونکہ اسے کالج سے چھٹیاں تھیں اس لئے بس ٹیلی فونک رابطہ ہی تھا دوستوں کے درمیان۔

''فاطمہ اک زبردست خبر سناؤں تمہیں۔'' عاشی نے جوش بھرے لہجے میں کہا۔

''کیا ہوا؟ تمہیں کہیں چھٹیوں کے بعد ہونے والے پیپر تو نہیں مل گئے، سچی عاشی مجھے بھی سوال لکھوا دینا ناں، انگلش کم بخت بالکل سمجھ نہیں آتی۔'' فاطمہ نے اپنی ہانکتے ہوئے کہا۔

''اوں ہوں، اب مجھے پڑھنے کی کوئی ضرورت نہیں، سوال بھی خود ہی اِدھر اُدھر سے حاصل کرو اور انگلش کے رٹے بھی خود ہی لگاؤ، اب کم از کم مجھے اس کی ٹینشن نہیں ہوگی۔'' عاشی نے بے نیاز انداز میں کہا۔

''کیوں تم کہیں جا رہی ہو یا پھر اب پڑھائی کا ارادہ نہیں رہا۔'' فاطمہ نے پوچھا۔

''یہی تو تمہیں بتانے لگی تھی ہماری منگنی ہو گئی ہے جناب۔'' عاشی نے بڑے فخریہ انداز میں کہا۔

''مگر عاشی یہ کیسے ہو سکتا ہے؟'' فاطمہ نے گھبراتے ہوئے کہا۔

''کیوں؟ اس میں کیا ہے۔''

''کیا نقص ہے مجھ میں، کیا تمہیں مجھ میں کوئی عیب نظر آتا ہے۔'' عاشی نے غصے سے چمکتے ہوئے کہا۔

''نہیں تم تو بہت اچھی ہو لیکن یوں ہونا تو نامناسب ہے، بلکہ ناجائز ہے ناں عاشی، تم سمجھنے کی کوشش کرو ناں۔'' فاطمہ نے روہانسے لہجے میں کہا۔

''اے..... منہ سنبھال کر بات کرو..... تم پاگل تو نہیں ہو۔'' عاشی نے ابھی اتنا ہی کہا تھا کہ فاطمہ نے اس کی بات کاٹ دی اور بولی۔

''پاگل میں نہیں تم ہو چکی وہ، لو بتاؤ بھلا، تمہاری اور میری منگنی ہو سکتی ہے، یہ جائز ہے، بھئی مانا کہ ہم بہت اچھی دوست ہیں مگر ایسا قدم تو میں مر کر بھی نہ اٹھاؤں، ہمارا معاشرہ، میرا خاندان اور پھر ناں بابا.....'' فاطمہ نے دوٹوک کہا۔

''تمہارے ساتھ میری منگنی..... پاگل ہو گیا..... یہ کب کہا میں نے۔'' عاشی نے بگڑے لہجے میں کہا۔

''خود ہی تو ابھی کہا..... کہ..... ہماری منگنی ہو رہی ہے۔'' فاطمہ نے اس کے الفاظ دہرائے۔

''انوہ میں اپنی منگنی کی بات کر رہی تھی۔'' عاشی نے فاطمہ کو گھرکتے ہوئے کہا۔

''اچھا، بہت مبارک ہو، کدھر ہوئی ہے، لڑکا کیسا ہے عاشی، تو نے دیکھا، ملی ہو کیا۔'' فاطمہ نے اک لہجے میں کئی سوال کیے۔

''ہاں، دیکھا ہے، ملی بھی ہوں بلکہ صبح و شام دیکھتی ہوں اور روز ملتی ہوں۔'' عاشی نے اک جذب سے کہا۔

''کیا مطلب تمہاری فیملی والے منع نہیں کرتے یوں شادی سے پہلے ملنے کو اور ہوٹلنگ کو۔'' فاطمہ نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

''اف تم سے کوئی بھی بات کرنا فضول ہے، وہ میرے چاچا جی کا بیٹا احمد ہے اور تم جانتی ہو کہ ہم سب اکٹھے رہتے ہیں۔'' عاشی نے غصے سے جواب دیا اور جواب میں فاطمہ نے غصے سے فون بند کر دیا۔

(''لو جی، اب آپ ہی بتائیں، اک تو میں بتا رہی ہوں خوش خوش اور ہر بات کا الٹ مطلب، یہ فاطمہ ہے ہی بڑی بیوقوف، آپ میری بات سے اتفاق کرتے ہیں ناں۔'')

☆☆☆

رات کا کھانا کھانے کے بعد صحن کے اک کونے میں موجود دادی اماں مرحومہ کے تخت پر زینب اور عاشی کا رات کو بیٹھ کر باتیں کرنے کی عادت اتنی ہی پرانی تھی جتنی کے وہ دونوں خود۔

اس وقت بھی دونوں اپنے اپنے پورشن سے نکل کر درمیانی صحن کے کونے میں موجود اس تاریخی تخت پر بیٹھی تھیں۔

''عاشی تم آج کل بالکل پڑھائی کی طرف دھیان نہیں دے رہی۔'' زینب نے شہادت کی انگلی سے اپنے ہاتھ کی پشت کو سہلاتے ہوئے پوچھا، عاشی نے نہایت ناگواری سے آنکھیں گھول کر زینب کو گھورا۔

''تمہارا خیال ہے کہ مجھے پڑھنا چاہیے۔'' عاشی نے بہت تکلیف زدہ لہجے میں کہا۔

''ہاں، تمہارے چھٹیوں کے بعد امتحان ہیں، پڑھو گی نہیں تو پاس کیسے ہو گی۔'' اب زینب بہت غور سے اپنے پاؤں کے ناخن دیکھتے ہوئے بولی۔

''لے..... ایویں..... یہ کیا بات ہوئی، آپی

Scan & PDF HIJAB AHMED Friends Korner.com

امینہ کی منگنی کے تین ماہ بعد شادی ہوگئی، بی اے بھی مکمل نہیں کیا، میری بھی منگنی تو ہو گئی، بس شادی بھی جلدی ہو جائے گی، تو مجھے فضول مغز ماری کرنے کی ضرورت کیا ہے۔'' عاشی نے تپے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

''کیا؟ تمہارا کہنے کا مطلب یہ ہے کہ تم شادی کروانا چاہتی ہو مگر امتحان دینا نہیں چاہتی۔'' زینب سب ہاتھ پاؤں کا جائزہ لینا بھول گئی تھی اور اب عاشی کا منہ دیکھتی اس کی عقل پر حیران ہو رہی تھی۔

''ہاں تو اور کیا؟ مجھے اب پڑھ کر کیا کرنا ہے، کرنا تو وہی ہانڈی روٹی ہے ناں، چاچی جی کی مدد کرنی ہے اور احمد کے ہی کام کرنا ہیں ناں۔'' عاشی نے تخت پر بیٹھے پاؤں جھلاتے ہوئے عقلمندانہ انداز میں زینب کو سمجھایا۔

''ویسے زینب اک بات کہوں، تم برا نہ منانا، دیکھو ہم دونوں تو دوست ہیں ناں پکے والی۔'' عاشی نے حیرانگی سے اپنا منہ دیکھتی زینب کو خوشامدانہ لہجے سے کہا۔

''ہاں اب یہ بھی بتا دو اور کیا کہنا ہے۔'' زینب نے ٹھنڈی آہ بھرتے ہوئے پوچھا۔

''وہ جب تم چاچی جی کے ساتھ جاؤ گی کپڑوں کی شاپنگ کرنے تو وہ ہے ناں جو مارننگ شو کرتی ہے، ڈاکٹر شائستہ واحدی اس نے وہ جو پہنا ہوا تھا ناں ڈھیر ساری کلیوں والا کلر فل فراک ٹراؤزر تھا وہ اور اک وہ جو اس نے سکن اور گرین پہنا تھا ناں وہ ضرور لے لینا، سچی میرا بہت بہت جی چاہتا ہے میرے پاس بھی وہ دونوں سوٹ ہوں۔'' عاشی نے چمکتی آنکھوں سے بتایا۔

''اور کچھ اور..... کوئی اور چیز۔'' زینب نے بہت مطمئن لہجے میں اگلا سوال کیا اور زینب تو جیسے شروع ہو گئی، جوش بھرے لہجے میں بتانے لگی۔

''وہ ECS سے جو فل ہیل والی جوتی ہے ناں Net کی وہ ضرور لے لینا، فلاں دکان فلاں کلر کی جیولری، پرس، بیگز، فلاں برانڈ کی لپ اسٹک اور پتہ نہیں کیا کیا۔''

''اچھا اچھا..... رکو تو..... اب لگے ہاتھوں یہ بھی بتا دو کہ مجھے جو یہ سب چیزیں لانے کو کہہ رہی ہو تو تم خود ساتھ کیوں نہیں جاؤ گی، ہم سب غیر تھوڑا ہی ہیں، تم خود ساتھ جا کر اپنی پسند کی چیزیں خرید لینا۔'' زینب نے بہت سکون سے کہا۔

''نہیں ناں..... وہ مجھے شرم آئے گی..... اب اپنی شادی پہ اپنی نند اور ساس پر اپنی دھونس جمانی اچھی بھی نہیں لگوں گی اور بس وہ زینب مجھے شرم بھی آتی ہے ناں اب۔'' عاشی نے دوپٹے کا کونا منہ میں ڈالتے بھرپور شرمانے کی ایکٹنگ کرتے ہوئے کہا۔

''تو ڈوب مرو۔'' زینب نے اس کو ابھی ہلکا سا ہاتھ ہی لگایا اور عاشی دوپٹے کا کونا منہ میں دبائے شرماتی لجاتی دھڑام سے تخت سے نیچے جا پڑی۔

''نند کی کچھ لگتی، کیا اب میں تمہاری نند نہیں لگتی، اب مجھے بتاتے تمہیں شرم نہیں آ رہی، اب اچھا لگ رہا ہے ناں، یہ الٹی سیدھی باتیں تمہارے ذہن میں آئیں کیسے ہو تو پاگل ہی ناں۔'' زینب کھڑی بنی پڑی عاشی کے سرہانے کھڑی غصے میں گرج رہی تھی، عاشی نے آنسو بھری آنکھوں سے زینب کی طرف دیکھا اور کچھ کہنے کے لئے لب کھولنے ہی لگی تھی کہ آنسوؤں کا پھندا سا گلے میں اٹک گیا۔

''اب کیا ہے؟ پھوٹو بھی منہ سے۔'' زینب نے غصے سے کہا۔

''تم جیسی لڑاکا نند جس بھی لڑکی کے پلے

پڑے گی وہ کبھی منہ سے کچھ نہیں بول سکے گی اور ہمیشہ میری طرح روتی رہے گی۔'' زینب نے اس سے کہا اور فوراً اندر کمروں کی طرف بھاگی، کیونکہ وہ جانتی تھی کہ اب زینب اسے چھوڑے گی نہیں۔

''عاشی..... آہ..... ہاہ..... کیا..... واقعی..... میں تجھے..... اف.....'' سانس پھولنے کی وجہ سے زینب سے بات پوری نہ ہو پا رہی تھی اور زینب نے اشارے سے عاشی کو خاموش ہو کر پہلے نارمل ہونے کے لئے اشارہ کیا تھا، چند لمحوں بعد جب دونوں کی سانس بحال ہوئی تو عاشی نے پھر بات مکمل کی۔

''بتاؤ، تمہیں واقعی وہ سوٹ بہت اچھے لگے تھے شائستہ واحدی کے۔''

''ہاں سچی زینی بہت دل چاہ رہا تھا بتانے کو، مگر تمہیں پتا تو ہے کہ امی اتنے مہنگے کپڑے بھی مجھے لے کر نہیں دیں گی، تو شادی میں تو بھاری بھاری مہنگے مہنگے کپڑے خریدے جاتے ہیں ناں۔'' عاشی نے زمانے بھر کی مسکینیت لہجے میں بساتے ہوئے کہا۔

''پھر ویسے میں بھی لوں گی اپنے لئے۔'' زینب نے فوراً کہا اور عاشی نے دانت خوب پیسے کہ زبان بھی زخمی ہو گئی۔

(''آپ تو بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں کہ اک تو نند اور اوپر سے آپ کے کپڑوں کے ڈیزائن بھی چوری کر لے، تو کیسے کیسے سانپ سینے پر لوٹتے ہیں، اللہ تو نند پیدا ہی نہ کرتا، آپ میں سے بہت سی میری سہیلیاں میرے ساتھ اتفاق کریں گی۔'')

''لیکن عاشی پھر بھی جب تک کوئی بات فائنل نہیں ہو جاتی تب تک تمہیں یوں پڑھائی سے لاپروائی نہیں برتنی چاہیے۔'' زینب نے سمجھتے ہوئے کہا۔

''اچھا اچھا دیکھا جائے گا۔'' عاشی نے جمائی روکتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی سونے کے لئے اٹھ کھڑی ہوئی۔

بڑی ترنگ میں ہولے ہولے گنگناتے سیڑھیاں اتر رہی تھی جب اسے امی کے کمرے کی طرف سے بند دروازے کے پیچھے آتی ہلکی ہلکی آوازوں کی طرف متوجہ ہوئی۔

''ایں..... امی..... ابو ابھی تک جاگ رہے ہیں۔'' عاشی نے لاپرواہی سے سوچا، اپنا نام سن کر وہ جاتے جاتے ٹھٹھک کر رک گئی، کیا میرے متعلق کوئی بات ہو رہی ہے۔

''شادی..... ہاہ..... شادی کی بات ہی ہو سکتی ہے، اتنی رات میں۔'' اس کے دل میں لڈو پھوٹنے لگے۔

(آپ تو جانتے ہیں کہ بی اے کی انگلش

اچھی کتابیں پڑھنے کی
عادت ڈالیئے
ابن انشاء
طنز و مزاح، سفر نامے
اردو کی آخری کتاب
آوارہ گرد کی ڈائری
دنیا گول ہے
ابن بطوطہ کے تعاقب میں
چلتے ہو تو چلین کو چلیے
قدرت اللہ شہاب
یا خدا
ماں جی

Scan & PDF
EMAN AHMED
FriendsKorner.com

کتنی مشکل ہے اور شادی کا مطلب ہے اس انگلش سے آزادی) میرے قدم حقیقتاً ہواؤں میں پڑ رہے تھے۔

میں خوشی اور سرشاری میں قدم آگے نہیں بڑھا پا رہی تھی، کہ تبھی میرے کانوں نے وہ منحوس الفاظ سنے کہ میں جہاں کی تہاں رکی رہ گئی۔

رابعہ سلیم صاحب سے کہہ رہی تھیں۔

احمد شادی کے لئے تیار نہیں ہے، وہ کہتا ہے کہ اسے وقت چاہیے اور یقین مانیے کہ میرے سپنوں کا محل بغیر کوئی آواز کیے زمین بوس ہو چکا تھا، لڑکھڑاتے قدموں سے کمرے میں داخل ہوئی، ساری رات تکیے پہ آنسو بہاتی کروٹیں بدلتی رہی، ذرا جو نیند آئی (اب نیند تو سولی پہ بھی آ جاتی ہے ناں) خوابوں میں لمبے لمبے تاریخ کے Questin paper سامنے آئے اقبال کے خودی کے فلسفے پر بحث کے نکات آگے پیچھے دوڑتے نظر آئے اور Ansuer sheet خالی دیتے ہوئے اک دم ہڑبڑا کر آنکھ کھل کھل جاتی رہی، ساتھ میں عجب سے سوالات۔

کیا احمد کو میں پسند نہیں؟ وہ کسی اور کو پسند کرتا ہے؟ امی کہہ رہی تھیں کہ اسے وقت چاہیے، کیا اسے مجھے اپنا شریک حیات تسلیم کرنے دل کو منانے کے لئے وقت چاہیے۔

کہیں وہ شادی سے انکار ہی نہ کر دے، یعنی وہ یہ منگنی توڑ دے گا، اف، سب کیسے مجھ رحم بھری عجب نظروں سے دیکھیں گے، جیسے اس کے چاچا جی کے بیٹے نے رد کر دیا، زینب پتہ نہیں کیا سوچے گی، نہیں خیر ہے تو وہ میری پکی دوست، ساتھ تو میرا ہی دے گی، یہ سارے وسوسے وقتاً فوقتاً ذہن میں ابھرتے رہے، کبھی نیند غالب آ جاتی تو اونگھنے لگتی، ہڑبڑا کر جاگ جاتی تو پھر یہ اندیشے دل میں سر سرانے لگتے۔

ساری رات تو میری سوچوں سے لڑتے گزر چکی تھی مگر صبح اچانک مجھ پر جیسے یہ انکشاف ہوا کہ، میں ان گیارہ دن اور بارہ راتوں کی منگنی کے دوران احمد سے محبت کرنے لگی ہوں، یا پھر پہلے سے ہی۔

نہیں...... قطعی نہیں...... اتنے خشک انسان کی طرف میرے جیسی رومانیت پسند لڑکی کا رجحان ہو ہی نہیں سکتا تھا۔

مگر میں کیا کروں اب، مجھے لگ رہا تھا کہ احمد کے علاوہ اب میں کسی اور کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتی، مگر، احمد بھی تو میرے بارے میں سوچے، کیا مجھے زینب سے بات کرنی چاہیے، میں نے خود ہی سوچا اور خود ہی اپنے خیال کی نفی کر دی، نہیں خود ہی بات کھل کر جب سامنے آ جائے گی تو دیکھا جائے گا، مگر ہائے رے دل، یہ دل کیا کرے، جو احمد کو دیکھتے ہی دھڑکنیں بے ترتیب کر جاتا احمد تو وہی اپنے معمولات والے جملے ادا کرتا۔

تایا جی آ گئے دکان سے اور میرا سانس رکنے لگتا، عاشی تائی امی سے کہنا اگر بریانی بنا رہی ہیں تو میرے لئے ضرور رکھیں اور میرا جی چاہتا کہ جس مرغے کو ذبح کر کے بریانی بنائی ہے میں اس مرغے کے واری صدقے جاؤں۔

مگر اس دن کی صبح کے بعد تو جیسے میرا کچھ بھی کرنے کو جی نہیں چاہتا تھا، کھانا بنانے کو امی نے کہا تو بنا دیا، چاچی نے سامان کی سیٹنگ کروانے کو کہا تو کروا دی۔

زینی ماسک لگائے بیڈ پر چیت لیٹی ہے، میں نے دیکھا اور چپکے سے دروازہ بند کر دیا۔

☆☆☆

رمضان کا چاند نظر آ گیا تھا اور زینب مبارک دینے ہمارے گھر کی طرف بھاگی تھی میں تخت پہ بیٹھے ستر کی دہائی کی ہیروئن کی طرح آنسو

بہا رہی تھی۔

''عاشی کیا ہوا؟'' زینی نے حیرانگی اور پریشانی سے پوچھا۔

ویسے کافی دنوں سے وہ عاشی کو چپ چپ اور گم صم کو دیکھ رہی تھی مگر آج یوں۔

اور میں تو تہیہ کیے بیٹھی تھی کہ زینی کو کچھ نہیں بتاؤں گی اس کے کندھے سے لگے آنسو بہائے سب اندیشے، پریشانیاں اسے بتاتی چلی گئی، جب سب کچھ کہنے کے بعد دل ہلکا ہوا تو مجھے احساس ہوا کہ مجھے یوں بے اختیار نہیں ہونا چاہیے تھا، مگر کیا کرتی۔

(''آپ تو مجھے جانتے ہیں، اتنے دن کوئی بات اپنے اندر دبائے رکھنا کہاں میری عادت ہے، بھئی میں ٹھہری بالکل صاف کھری اور شفاف دل والی، سو کہہ ڈالا سب کچھ۔'')

''بس اس لئے پریشان تھی۔'' زینب نے میرے آنسو پونچھتے ہوئے پوچھا۔

''ہاں...... لیکن...... بس...... تم اسے بس کہہ رہی ہو، تمہارے لئے یہ اتنی سی بات ہے۔'' میں نے چیختے ہوئے پوچھا۔

''تو پھر کیا ہوا؟ اب منگنی ہو کر ٹوٹ جانا کوئی اتنی بڑی بات تو نہیں جس کی وجہ سے تم یوں اداس خاموش پھرو۔''

''اوہو...... کہیں تم اس وجہ سے تو پریشان نہیں کہ اب تمہیں امتحان دینا پڑیں گے، یقیناً تم اسی وجہ سے پریشان ہو، چلو کوئی بات نہیں تم آدھے پیپر اب دے لو، آدھے سپلی میں دے لینا، میں تائی جی اور تایا جی سے بات کر لوں گی۔'' زینب نے تسلی دیتے ہوئے کہا، جبکہ میں دانت پیس کر رہ گئی۔

اب اسے اور کیا بتاتی، کہہ بھی چکی کہ اس کا بھائی مجھے پسند ہے پھر وہی۔

(آہ آخر تو نند بن چکی ں)

میں نے روتے ہوئے دوپٹہ اس کے پاؤں کے نیچے سے کھینچا اور اپنے کمرے کی طرف بھاگ آئی، آج پہلی مرتبہ زینب میرے پیچھے نہیں آئی تھی۔

دروازہ بند کر کے میں نے خوب اچھی طرح اپنے دل کا غبار نکال لیا، اک اک کر کے روزے گزرتے جا رہے تھے، احمد، زینب چاچا جی، سب اسی طرح تھے عام سے معمولات عام سے انداز، وہی سحر کے وقت سب اکٹھے بیٹھ کر روزہ رکھتے، افطاری کے وقت سب اکٹھے بیٹھے کر روزہ افطار کرتے، مگر میں کیا کرتی، پڑھنے میں اپنا دل لگانا چاہتی تو پڑھا بھی نہ جاتا۔

(بھئی دل تو احمد کے ساتھ لگا بیٹھی تھی، پڑھائی میں کیسے لگتا۔)

☆☆☆

ستائیس روزے گزر چکے زینب اور چاچا جی پچھلے دو تین دن سے صبح جاتیں اور شام میں لدی پھندی گھر آتیں، مجھے کم از کم زینب سے یہ توقع نہ تھی۔

ذرا جو ایک بار بھی مجھے کہا ہو کہ تم نے عید کی تیاری کب کرنی ہے، کون سے کپڑے بنائے ہیں، اب لاکھ مجھے دکھ تھا، پریشانی تھی، مگر اس کا مطلب یہ تو نہیں ناں کہ میں عید کا جوڑا بھی نہ بناؤں، مہندی چوڑیاں نہ لے کر آؤں، امی نے مجھ سے پوچھا تو میں نے ان کو بھی ان کی مرضی کے کپڑے لانے کو کہہ دیا۔

کسی کو بھی میری اداسی نظر نہیں آتی کیا؟

انتیسویں روزہ افطاری کے بعد میں تخت پر آ بیٹھی، آج میں بہت دنوں بعد بلکہ نہیں شاید جس دن یہاں بیٹھے میں نے زینی کے کندھے سے لگ کر روتے ہوئے بتایا تھا، اس دن کے بعد سے آج آ کر بیٹھی تھی، یہ یاد آنے پہ کہ اک ماہ گزر گیا، میری آنکھوں سے آنسو آ گئے، جب

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

مجھے قدموں کے آہٹ سنائی دی، روتی آنکھوں سے آنسو پونچھتے ہوئے دیکھا، دو مردانہ پاؤں نظر آئے، اف احمد کھڑا تھا۔

"رو کیوں رہی ہو؟" احمد نے مجھ سے پوچھا اور میں مزید رونے لگی، کیا کرتی میں بھی، خود سے ہی رونا آرہا تھا، سچی قسم سے مجھے نہیں پتہ تھا کہ مجھے اور رونا آتا جائے گا۔

"چپ کرو۔" احمد نے اک دم ڈپٹ کر کہا، مارے خوف کے میرے آنسو اک دم خشک ہو گئے۔

"اب بولو، آرام سے، رو کیوں رہی ہو۔" احمد نے خشک لہجے میں پوچھا۔

"وہ......وہ......آپ نے......شادی سے انکار کر دیا...... آپ منگنی توڑنا چاہتے ہیں ناں...... اس لئے......" میں نے اک دم تیز تیز لہجے میں کہا۔

میں جانتی تھی کہ میں اب نہ کہہ پائی تو پھر کبھی نہیں کہہ پاؤں گی۔

"تمھیں یہ سب کس نے کہا۔" احمد نے اسی لہجے میں کہا۔

سینے پہ ہاتھ باندھے ٹانگیں پھیلائے وہ کیسے چھا جانے والی کیفیت میں کھڑا اسے ٹکٹکی باندھے دیکھ رہا تھا، میں نے ایک لحظے کے لیے آنکھیں اٹھائیں مگر اسے دیکھ نہیں سکی۔

"وہ امی ابو کو بتا رہی تھیں تب۔" میں نے پھنسی پھنسی آواز میں کہا۔

بھئی بھاڑ میں گیا سب کچھ...... منگنی بھی...... شادی بھی...... پر اس کے سوالوں کے جواب دیتی میری ٹانگیں اچھی خاصی کانپ رہی تھیں، ہونٹ خشک اور ہتھیلیوں سے پسینے پھوٹتے صاف محسوس ہو رہے تھے۔

"سب سے پہلی بات تو یہ کہ میں نے "ابھی" شادی کرنے سے منع کیا ہے، انکار نہیں اور منگنی ٹوٹنے کی بات قطعاً تمہاری اپنی ذہنی اختراع ہے۔" احمد نے نہایت سکون سے اسے بتایا، میں نے ہونق پن سے کھلے منہ کے ساتھ اس کی طرف دیکھا۔

"کہیں میرے رونے کی وجہ سے میرا دل بہلانے کے لئے تو نہیں کہہ رہا...... گو کہ میری بیس سالہ زندگی میں آج تک بھی اس نے میرے دل کو بہلانے کے لئے کچھ نہیں کیا بلکہ اسے تو شاید پتہ بھی نہ ہو کہ مجھے پسند کیا ہے اور کیا نہیں، وہ ایسا ہی خشک، خاموش اپنے کام سے کام رکھنے والا لگتا تھا۔"

"اب اپنا منہ بند کرو اور ان فضولیات کو دماغ میں سے نکال دو، دھیان اپنی پڑھائی میں دو، ابھی تمہیں عقل نہیں ہے کہ شادی ہو جائے، ویسے بھی جب تک زینب ایم اے کر لے اور اس کا کوئی مناسب رشتہ دیکھ کر شادی نہ ہو جائے میں اپنی شادی کا سوچ بھی نہیں سکتا اور ظاہری بات ہے تب تک تم بھی امید ہے ایم اے کر لو گی۔" احمد نے نہایت سنجیدگی اور بردباری سے یہ سارے جملے کہے۔

"اس کا مطلب ہے کہ......" میرے ہونٹ کپکپا گئے اس سے زیادہ میں بول نہ سکی۔

اک ثانیے کے لئے مجھے لگا کہ احمد اپنی ہنسی روک رہا ہے، مگر میں اتنی ہونق کہ فقرہ بھی مکمل نہ کر پائی کہ اس کا مطلب ہے کہ وہ مجھے پسند کرتا ہے، مگر...... وائے ری قسمت کہ فقرہ مکمل نہیں کر پائی اور اس سے پہلے احمد بول پڑا۔

"چلو اب رونا دھونا بند کرو، یہ سب ڈرامہ بازی ختم کرو اور بھاگو اندر چلو۔" احمد نے ڈپٹ کر کہا اور میں نے تو یقین جانیے اندر یوں دوڑ لگائی کہ پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا۔

☆☆☆

ڈرائنگ روم میں چاچی جی اور چاچا جی اور زینب آئے بیٹھے تھے، ڈھیر سارے گفٹ کے ساتھ۔

"جی جناب......" میری پہلی عیدی میرے سسرال سے آئی تھی اور وہی شائستہ واحدی والے دونوں سوٹ بھی تھے، ECS کے شوز اور Leather bags بھی اک اک چیز کو دیکھ کر مجھے تو بہت خوشی ہوئی، زینب اک اک چیز مجھے نکال کر دکھا رہی تھی اور ساتھ ساتھ بتاتی جا رہی تھی کہ ہر چیز کو ڈھونڈنے کے لئے اس نے روزے کے ساتھ اتنے حبس اور گرمی میں کتنی محنت کی اور یقین جانیے کہ میری تو عید بھی ہو گئی ابھی، گو کہ شاید ہی کبھی کسی کے منگیتر نے پہلی ملاقات میں اتنی خشک اور ڈانٹ بھری گفتگو کی ہو کھل کے سانس لیا اور ابھی ابھی زینب نے سرگوشی میں بتایا ہے کہ جس دن میں اس کے کندھے سے لگی روتی آنسو بہاتی اپنے دکھ اسے بتا رہی تھی احمد پیچھے کھڑا سب سن رہا تھا اور اس نے زینب کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا تھا، بقول زینب کے احمد کہتا ہے کہ عاشی کو عقل نہیں اب اسے عقل بھی سکھانا پڑے گی۔

اف زینب، کتنی کمینی ہے ناں یہ، ٹھہریے ذرا میں اپنے گفٹ سائیڈ پہ رکھ کر اس کے پیچھے بھاگ کر اس کی چوٹی کھینچتی ہوں، ذرا جو کچی ہو منہ سے، بھولی ہو یہ کہ دونوں بہن بھائیوں کی یہ ملی بھگت ہے، آپ بھی اپنی عید کو انجوائے کریں لیکن ٹھہریے ٹھہریے، رکیے میری بات سنیے۔

"(کوئی اچھا رشتہ اگر آپ کی نظر میں ہو تو مجھے ضرور بتائیے گا اک تو آپ کو پتہ ہے بی اے کی انگلش بہت مشکل ہے میری سپلی ضرور آئے گی اور دوسرا یہ میری نند، یہی حسین و جمیل زینب بی بی جلدی جلدی اپنے گھر کی ہو، تبھی تو میری شادی بھی جلدی ہو گی، پلیز پلیز کوئی بھی رشتہ ہو بتائیے گا ضرور۔")

☆☆☆

اچھی کتابیں پڑھنے کی عادت ڈالیے

ابن انشاء

اردو کی آخری کتاب 135/-
خمار گندم 200/-
دنیا گول ہے 225/-
آوارہ گرد کی ڈائری 200/-
ابن بطوطہ کے تعاقب میں 200/-
چلتے ہو تو چین کو چلئے 130/-
نگری نگری پھرا مسافر 175/-
خط انشاء جی کے 200/-
بستی کے اک کوچے میں 165/-
چاند نگر 165/-
دل وحشی 165/-
آپ سے کیا پردہ 250/-

ڈاکٹر مولوی عبدالحق

قواعد اردو 200/-
انتخاب کلام میر 160/-

ڈاکٹر سید عبداللہ

طیف نثر 160/-
طیف غزل 120/-
طیف اقبال 120/-

لاہور اکیڈمی، چوک اردو بازار، لاہور
فون نمبر: 7321690-7310797

پھول کھلنے کا موسم

عتیقہ ملک

استانی خالہ کے گھر کے بڑے سے گیٹ سے اندر داخل ہوتے ہی اس کی اور عائشہ کی نظر بیک وقت محسن پر پڑی جو پھولوں کی باڑ کے ساتھ کرسی بچھائے کسی کتاب کے مطالعے میں گم تھا، آہٹ پر نظریں اٹھا کر اس نے دیکھا تو عائشہ نے فوراً ہی سلام کر ڈالا تھا۔

''وعلیکم السلام!'' جواب دے کر وہ فوراً ہی دوبارہ سے کتاب میں غرق ہو گیا تھا۔

وسیع و عریض برآمدہ طے کر کے اندر جاتے ہوئے عائشہ کھی کھی کر رہی تھی۔

''کیا ہوا ہے؟'' ملکہ نے اسے ٹہوکا دیا تھا۔

''مجھے یہ سوچ کر ہنسی آ رہی ہے کہ چلو محسن بھائی کا آج انتظار تو ختم ہوا، اب وہ اٹھ کر اپنے کمرے میں چلے جائیں گے۔''

''مطلب یہ کہ وہ انتظار میں ہی بیٹھے تھے ہماری بنو رانی کے۔'' عائشہ نے جیسے اپنی بات کا مزا لیا تھا۔

''کیا بکواس کر رہی ہو؟'' ملکہ کا لہجہ سخت ہو گیا تھا، مگر دل اندر سے لرز اٹھا تھا۔

''بکواس نہیں حقیقت ہے یہ جو تم انہیں دیکھ کر کنی کترا جاتی ہو، انہیں سامنے دیکھ کر بات کرنا بھول جاتی ہو یہ ایسا کیوں ہوتا ہے تمہیں بھی سب پتا ہے۔''

''مجھے تمہاری بات بالکل سمجھ نہیں آ رہی۔'' ملکہ اندر ہی اندر لرز کر کہہ رہی تھی، وہ دونوں اندر سٹنگ روم میں آ کر بیٹھ چکی تھیں۔

''بات تو بالکل واضح ہے، مجھے اندازہ نہیں بلکہ مکمل یقین ہے کہ محسن بھائی تمہیں پسند کرتے ہیں بلکہ تم سے محبت کرتے ہیں۔''

''عائشہ پلیز تم اس طرح کی بات.....'' ملکہ نے ملتجی لہجے میں کہہ کر بات ادھوری چھوڑ دی تھی۔

''ارے تم اتنی پریشان کیوں ہو رہی ہو؟'' اب کے عائشہ کا شرارتی اس کے تاثرات دیکھ کر سنجیدگی سے بدل گیا تھا۔

''مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ ایسی بات کسی بھی لڑکی کے لئے شدید مشکلات پیدا کر سکتی ہے، کیونکہ آج کل لوگ بات کا بتنگڑ بناتے ہیں اور اتنے عرصے سے مجھے اس بات کا پتا ہے مگر تم سے بھی نہیں کہی تو کسی اور ایسی بات کیوں کروں گی۔'' عائشہ اس کی سمجھ دار دوست تھی اس نے دل ہی دل میں شکر کا کلمہ پڑھا تھا۔

''چلو شکر ہے تمہیں کچھ احساس تو ہے کہ تم کیا کہہ رہی ہو، مگر ایسا کچھ نہیں تمہارا وہم ہے۔'' ساتھ ہی اسے جھٹلایا تھا۔

''چلو جی دیکھ لیں گے۔'' وہ بھی اپنی بات سے ہٹنے کو تیار نہ تھی۔

ذرا سا باتوں سے دھیان ہٹا کر اس نے سٹنگ روم کی کھڑکی سے باہر دیکھا تو محسن اپنی جگہ پر موجود نہ تھا، اس نے قدرے خجل ہو کر عائشہ کی طرف دیکھا جو نوٹس فائل میں ترتیب سے لگا رہی تھی، تبھی استانی خالہ روم میں داخل ہوئی تھیں۔

☆☆☆

''ہاں تو بچو ٹیسٹ کی تیاری ہے؟''

باری کا انتظار کرتے کرتے چار بج گئے تھے، ابا میاں کے لئے پرچی بنواتے اور ڈاکٹر سے چیک اپ کروانے میں اتنی دیر لگی کہ وہ ابا میاں کو لے کر باہر نکلی تو اندھیرا چھا رہا تھا۔

''ابا میاں آپ ادھر رکیں میں ٹیکسی لے کر آتی ہوں۔'' وہ انہیں کہہ کر چند قدم آگے ہوئی تبھی وائٹ کرولا ان کے قریب آن رکی تھی اور گاڑی سے نکلتے ڈاکٹر محسن کو دیکھ کر وہ چند قدم پیچھے ہٹی تھی۔

''السلام وعلیکم انکل!'' وہ بھی اسے نظر انداز کر کے ابا میاں سے مخاطب ہوا تھا۔

''ارے محسن بیٹا!'' انہوں نے بغور دیکھا اور پھر خوش دلی سے مخاطب ہوئے تھے۔

Scan & PDF
FIAZ AHMED
Friends Korner.com

"آپ لوگ کنوینس کے انتظار میں کھڑے ہیں، آیئے میں آپ کو ڈراپ کر دیتا ہوں۔"

"بڑی مہربانی بیٹا! اصل میں ہم لوگ دوائی لینے آئے تھے، تو یہ سرکاری ہسپتال کا رش، اتنی دیر ہوگئی ہے، بیٹا آپ یہاں کیوں آئے تھے؟" اپنی کہتے کہتے ابا میاں کو خیال آیا تھا۔

"انکل! میں یہاں ہاؤس جاب کر رہا ہوں۔"

"ماشاءاللہ ڈاکٹر بن گئے ہو تم۔" ابا میاں نے خوشی کا اظہار کیا تو وہ بس انکساری سے مسکرا دیا تھا۔

"انکل! آئندہ آپ کو آنا ہو تو مجھے بتا دیجئے گا میں آپ کو لیتا آؤں گا اور چیک اپ بھی جلدی کروا دوں گا۔"

"ارے بیٹا! آپ کیوں تکلیف کریں گے۔"

"تکلیف کیسی انکل میں تو روزانہ آتا جاتا ہوں، پھر بھلا آپ کو ساتھ لانے میں کیسی تکلیف؟" اس کا ارادہ واقعی پختہ تھا، تبھی تو گاڑی گھر کے دروازے پر روکتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"اچھو گل ایسا ہے کہ ابا میاں ایک ڈاکٹر سے دوائی نہیں لیتے، اس لئے آپ زحمت نہ کیجئے گا۔" جواباً ملکہ نے قطعیت سے انکار کیا تو وہ خدا حافظ کہتا ہوا رخصت ہو گیا تھا۔

"ملکہ...... ملکہ!" امی کے جھنجوڑنے پر اس کی آنکھ کھلی تھی۔

"جی...... جی امی!" وہ ہڑبڑا کر اٹھی تھی۔

"ابا میاں کی دوائی کہاں ہے؟"

"کیوں امی خیریت؟" یکدم اس کی نیند اڑ گئی تھی۔

"ان کی طبیعت بہت خراب ہو رہی ہے جلدی سے پانی اور دوا لے کر آؤ۔" امی کے کہنے پر وہ بھاگ کر پانی کا گلاس لائی اور دوا نکالنے کے لئے دراز کھولی تھی مگر چکرا کر رہ گئی پچھلے ہفتے کی دوائی ختم ہو چکی تھی اور کل کی دوائی، اف وہ تو محسن کی گاڑی میں ہی رہ گئی تھی، سوچنے سمجھنے کا وقت نہیں تھا، اس نے جلدی سے استانی خالہ کے گھر کا نمبر ملایا تھا۔

"ہیلو!" نیند میں ڈوبی آواز محسن کی ہی تھی۔

"وہ...... میں...... ملکہ...... ابا میاں کی دوائی آپ کی گاڑی میں...... اگر پلیز......"

"کیا ہوا خیریت؟ یوں اس وقت؟" وہ اچنبھے سے پوچھ رہا تھا۔

"ان کی طبیعت بہت خراب ہے۔" وہ بے آواز آنسوؤں سے رو دی تھی۔

"آپ حوصلہ کریں میں ابھی آتا ہوں۔" اس نے کہہ کر فون رکھ دیا تھا اور ملکہ نے ایک مرتبہ پھر ابا میاں کے کمرے کی طرف دوڑ لگائی تھی۔

اور پھر نہ صرف تھوڑی دیر بعد وہ موجود تھا، بلکہ ابا میاں کی طبیعت سنبھلنے تک موجود رہا تھا، دو گھنٹے بعد امی جب اسے رخصت کرنے گئیں تو تشکر کے اظہار کے لئے انہیں الفاظ نہیں مل رہے تھے اور ملکہ بار بار سوچ رہی تھی اگر اس وقت وہ نہ آتا تو کیا ہوتا کاش ابا ہمیں یوں چھوڑ کر نہ جاتے تو کتنا اچھا ہوتا ہم یوں بے آسرا تو نہ ہوتے، گزرا ہوا وقت تصور کے پردے پر دستک دینے لگا تھا۔

☆☆☆

باپ کا کوئی تصور اس کے ذہن میں نہ تھا کہ اس کی ماں اسے چھ ماہ کا لے کر باپ کے در پر لوٹ آئی تھی اور ابا میاں نے بھی یتیم نواسی اور بیوہ بیٹی کے لئے گھر اور دل کے دروازے وا کر دیئے تھے، حالات جیسے تیسے گزر رہے تھے، اگرچہ نسیمہ ممانی کا تلخ رویہ اور عامر ماموں کی لاپروائی ہمیشہ زندگی کو کٹھن بنائے رکھتی تھی، پھر اچانک ہی ان کی زندگیوں میں بھونچال آیا تھا۔

"دیکھیں ابا میاں ہمارے حالات ایسے نہیں کہ ہم ملکہ کو اچھی تعلیم دلوا سکیں اور یوں بھی آج کل کے دور میں تعلیم کو کون پوچھتا ہے، لہٰذا میں نے اور عامر نے سوچا ہے کہ کوئی اچھا سا رشتہ دیکھ کر ملکہ کی شادی کر دیں۔" کتاب میں سر کھپاتے ہوئے دوسرے کمرے سے آنے والی آوازیں ملکہ نے بخوبی سنی تھیں۔

"بہو سچی بات کہ یہ تو تم نے میرے دل کی بات کہی ہے اگر تم دونوں کوئی اچھا سا رشتہ اپنی ملکہ کے لئے......"

"ارے ابا میاں کیسی بات کرتے ہیں، اتنا اچھا رشتہ گھر میں موجود ہے ادھر ادھر دیکھنے کی کیا ضرورت ہے۔" نسیمہ ممانی نے بے حد لگاوٹ سے کہا تھا۔

"گھر میں؟" ابا میاں نے سوالیہ نظروں سے دیکھا تھا۔

"ارے اپنا جیلا۔" انہوں نے اپنے آوارہ، جواری، نشئی بھائی کا نام لیا تھا، دوسرے کمرے میں بیٹھی ملکہ کے ہاتھ سے کتاب چھوٹ کر نیچے گر گئی تھی، امی حق دق رہ گئیں اور ابا میاں غصے سے کھڑے ہو گئے تھے۔

"بہو! ابا میاں ہوش کے ناخن لیں۔"

"اس یتیم بے آسرا لڑکی کو کون اپنائے گا وہ تو جیلا میری بات نہیں ٹالتا، ورنہ اس کے لئے لڑکیوں کی کوئی کمی ہے کیا؟" انہوں نے نخوت سے احسان دھرا تھا اور پھر اٹھتے بیٹھتے وہ یہی جتانے لگیں کہ اس مہنگائی کے دور میں دو بلکہ تین افراد کا بوجھ انہوں نے اٹھا رکھا ہے، جیلا ہر وقت ان کے گھر دکھائی دینے لگا اور پر سے اس کی نظریں، ایک روز ابا میاں نے ٹوک دیا جس پر نسیمہ ممانی نے وہ ہنگامہ کیا کہ الاماں اور اس بات کو ایشو بنا کر وہ ماں کے گھر شفٹ ہو گئیں، اگرچہ ماموں کی جدائی نے ابا میاں کی کمر توڑ کر رکھ دیا تھا مگر انہوں نے ان کے پیچھے پیچھے جانا گوارہ نہیں کیا تھا، اب وہ تینوں رہتے تھے بمشکل گزر بسر ہو رہی تھی۔

☆☆☆

"ارے واہ محسن بیٹا تم نے بھی خوب سنائی۔" ابا میاں ہنس ہنس کر دوہرے ہو رہے تھے سلائی مشین پر جھکی امی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آ گئی تھی، اس نے کچن سے برآمدے کا منظر دیکھا تھا، وہ ہفتے میں ایک دو بار ابا میاں کی خیریت دریافت کرنے آ رہا تھا اور ابا میاں اس کی کمپنی میں بہت خوش نظر آتے تھے۔

"اچھا آپی! میں چلوں۔" کافی دیر کے بعد وہ جانے کے لئے اٹھا تو امی اسے چھوڑنے دروازے تک گئی تھیں، مگر خاصی دیر گزرنے کے بعد ملکہ باہر نکلی تو دروازے کے قریب انہیں محسن سے محو گفتگو پایا تھا۔

"ملکہ میں آپی سے کہہ رہا تھا کہ انکل بہت سٹریس میں رہتے تھے، آپ لوگ کوشش کیا کریں کہ وہ خوش رہیں، اس میں ان کی صحت ہے اصل میں سٹریس ہی نہ ہے جوان کی صحت پہ اس قدر منفی اثر ڈال رہا ہے۔"

"جی!" وہ کہہ کر رہ گئی اگر کوشش سے وہ اپنے قریب رہنے والی ہستیوں کو خوش رکھ سکتی تو کوشش ہی کرتی رہتی۔

"ملکہ!" اس کے پکارنے پر وہ کسی خیال سے چونکی تھی۔

"یہ کارڈ رکھ لیں۔" اس نے جیب سے پین نکال کر اس پر دو نمبر لکھے اور پھر اس کی طرف بڑھایا تھا۔

"یہ میرا کارڈ اور اس پر دو نمبر میرے دوست ڈاکٹر نعیم کے ہیں، میں ایک ہفتے کے لئے اسلام آباد جا رہا ہوں، خدانخواستہ اگر انکل کی طبیعت خراب ہو تو آپ انہیں کال کر لیجئے گا۔" ملکہ نے خاموشی سے کارڈ پکڑ لیا تھا۔

☆☆☆

"بیٹا! تم اکیلی کیسے جاؤ گی؟" امی خاصی پریشان ہو رہی تھیں۔

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

"امی کام ہی کتنا ہے جلدی سے فیس جمع کرواؤں گی اور واپس آجاؤں گی۔" اس نے انہیں تسلی دی تھی۔

"اچھا بیٹا! دھیان سے جانا اور جلدی واپس آنا، مسز احمد کی بیٹی کی شام کو منگنی نہ ہوتی تو میں خود تمہارے ساتھ چلی چلتی، وہ تو یوں بھی بہت نخرے والی ہیں، آج کوئی گڑبڑ ہوئی تو اتنا اچھا گاہک ہاتھ سے نکل جائے گا۔" امی نے بادل نخواستہ اسے جانے کی اجازت دی تھی، پہلے ابا میاں کی بیماری کی وجہ سے ہاتھ تنگ جا رہا تھا اور پھر فارم منگوا کر فیس کا انتظام کرتے کرتے لاسٹ ڈیٹ سر پر آن پڑی تھی۔

فیس جمع کروا کر نکلی تھی، دو گلیوں سے گزر کر کالج روڈ پر جانا تھا، وہاں سے ویگن مل جاتی جو اسے گھر کے سامنے اتار دیتی، ایک گلی سے نکل کر دوسری میں داخل ہونے ہی والی تھی، جب پاس سے گزرتے لڑکے نے اس کے ہاتھ میں پکڑا پرس چھینا اور دوڑ لگا دی، بدحواسی میں وہ ادھر ادھر دیکھے بغیر اس کے پیچھے لپکی تھی، لڑکا سڑک کراس کرتے سامنے والی گلی میں گم ہو گیا تھا، جبکہ دوسری طرف سے آنے والی گاڑی کے ٹائر چرچرائے اور وہ اچھل کر دور جا گری اس کا سر سڑک کی باؤنڈری سے ٹکرایا تھا اور پھر وہ ہوش و حواس سے بیگانہ ہوتی چلی گئی تھی۔

☆☆☆

مسٹر اسفند بے حد پریشان تھے، گاڑی سے ٹکرا کر بے ہوش ہو جانے والی لڑکی کے بارے میں ڈاکٹرز نے خدشہ ظاہر کیا تھا اس کے سر پر شدید چوٹ آئی ہے اور اب ہوش میں آنے کے بعد میں معلوم ہو گا کہ یہ چوٹ اس کے دماغ پر کس طرح اثر انداز ہوئی ہے، آٹھ گھنٹے گزر جانے کے بعد بھی اسے ہوش نہیں آیا تھا، حیران کن بات یہ تھی کہ حلیے سے بظاہر سلجھی ہوئی نظر آنے والی لڑکی بھاگ کر ان کی گاڑی کے سامنے کیوں آ گئی تھی، اس کے پاس کوئی ایسی چیز بھی نہ تھی جس سے اس کی شناخت ہو سکتی، یا پھر اس کے گھر والوں کو اطلاع کی جاتی۔

"اسفند تم یہاں کیا کر رہے ہو؟ خیریت" ڈاکٹر طلحہ کی آواز پر وہ پیچھے مڑے تھے۔

"یار طلحہ میں تمہیں کال کرنے ہی والا تھا، تمہاری بھابھی کو گھر چھوڑ کر آفس جا رہا تھا کہ ایک روڈ پر ایک لڑکی میری گاڑی کے سامنے آ گئی، بظاہر تو کوئی چوٹ نہیں آئی مگر بے ہوش ہے۔"

"کہاں وہ لڑکی؟"

"ابھی ایک ڈاکٹر اسے چیک کر کے گیا ہے۔"

"او کے تم ریلیکس رہو میں خود دیکھتا ہوں۔" ڈاکٹر طلحہ انہیں تسلی دے کر I.C.U کی طرف بڑھے تھے۔

"اسفند اس لڑکی کو بیرونی چوٹیں تو بہت کم آئی ہیں، سر پر شدید چوٹ لگی ہے جو اس کی گہری بے ہوشی کا سبب بنی ہے، اب یہ ہوش میں آنے کے بعد ہی معلوم ہو گا کہ یہ چوٹ اس کے دماغ پر کس طرح اثر انداز ہوئی ہے۔" ڈاکٹر طلحہ چیک اپ کے بعد اپنے روم میں اسفند صاحب کو تفصیل بتا رہے تھے۔

"ویسے یہ ہے کون؟ تم نے اس کے گھر والوں کو اطلاع کی؟"

"نہیں یار اس کے پاس کوئی بھی شناخت کی چیز نہیں اور پھر یہ بھاگ کر میری گاڑی کے سامنے آئی تھی، نہ جانے اسے کیا پریشانی تھی۔"

"اس کے گھر والوں کو اطلاع کرنا بہت ضروری ہے اب کیا کیا جائے؟" ڈاکٹر طلحہ بھی از حد پریشان ہو گئے تھے۔

"مگر کیسے؟ اس کے گھر والوں کا نام پتا اس کے ہوش میں آنے کے بعد معلوم کیا جا سکتا ہے۔"

☆☆☆

"اتنا وقت گزرنے کے بعد اس لڑکی کا ہوش میں نہ آنا شدید خطرے کی علامت ہے۔" ڈاکٹر طلحہ نے چائے کے کپ میں چینی ملا کر ان کی طرف بڑھائی تھی۔

"یار میں تو یہ سوچ کر پریشان ہوں کہ اس لڑکی کے یوں غائب ہو جانے پر اس کے گھر والوں پر کیا گزر رہی ہو گی۔"

"میرا خیال ہے اگر پولیس......"

"اف اوہ تم پھر پولیس کو بیچ میں گھسیٹ لاتے ہو۔"

"تمہارے تو پریشانی میں دماغ نے کام کرنا چھوڑ گیا ہے اسفند، اگر اپنے ذرائع سے نزدیکی تھانوں سے پتہ کر لیا جائے کہ کسی لڑکی کی گمشدگی کی رپورٹ تو درج نہیں کروائی گئی۔"

"ہاں یہ تو ممکن ہے۔" اس کے اسفند صاحب سوچ میں پڑ گئے تھے۔

"میرا ایک دوست ہے ایس پی خاور اس کے پاس چلتے ہیں اور اسے کہتے ہیں کہ اپنے طور پر اس مسئلے کا سراغ لگائے۔"

"چلو پھر اس کے علاوہ کوئی چارہ بھی تو نہیں ہے۔" ڈاکٹر طلحہ نے انٹر کام کا ریسیور اٹھا کر ڈیوٹی نرس سے رابطہ کیا تھا۔

"جیسے ہی ڈاکٹر محسن آئیں انہیں میرے پاس بھیجیں۔"

"تم چائے پی لو، پھر نکلتے ہیں، میں ذرا گھر فون کر لوں۔" وہ دوسرے سیٹ پر نمبر ملانے لگے تھے۔

"السلام علیکم سر!" ڈاکٹر محسن دروازہ ناک کر کے اندر داخل ہوا تھا۔

"ڈاکٹر محسن میں ذرا ضروری کام سے جا رہا ہوں، آپ راؤنڈ لے لیں اور I.C.U میں ایک پیشنٹ ہیں، انہیں شام سے ہوش نہیں آ رہا، ان کے گھر والوں کا پتا کرنا ہے اور خیال رکھیے گا جونہی انہیں ہوش آئے مجھے میرے موبائل پر اطلاع دیجئے گا۔"

"آؤ اسفند نکلنے سے پہلے میں اس بچی کا ایک دفعہ پھر معائنہ کر لوں۔" ڈاکٹر محسن بھی ان کے ساتھ ہی تھا اور I.C.U کے بیڈ پر پڑی ملکہ کو دیکھ کر ہکا بکا رہ گیا تھا۔

"ملکہ!...... سر...... یہ...... پیشنٹ، اسے کیا ہوا ہے؟"

"ڈاکٹر محسن آپ انہیں جانتے ہیں؟" ڈاکٹر طلحہ نے ٹھٹھک کر پوچھا تھا۔

"جی سر بہت اچھی طرح، بلکہ یہ میری ریلیٹو ہیں۔"

"تو پلیز آپ ان کے گھر والوں کو اطلاع کریں، ہری اپ۔" عجلت میں وہ موبائل پر نمبر ملاتے ہوئے باہر نکلا تھا۔

☆☆☆

طویل بے ہوشی کے بعد جب اس نے آنکھ کھولی تو اس کی یادداشت تو بالکل صحیح تھی مگر اس کی زندگی کوئی عجیب سی ڈھب اختیار کر گئی تھی، اس نے کبھی نظر اٹھا کر اس شخص کو نہیں دیکھا تھا جو اسے دل کے بے حد قریب محسوس ہوتا تھا کہیں اماں اور ابا میاں کا بھروسہ نہ ٹوٹ جائے، مگر تقدیر شاید بہت زور آور چیز کا نام ہے اور اس کا وار بہت کاری ہوتا ہے۔

ہوا یوں کہ چند گھنٹے گزرنے کے بعد جب وہ واپس نہ آئی اور ابا میاں نے شدید نقاہت کے باوجود روڈ کے کئی چکر لگا ڈالے، مگر رات کا اندھیرا شام کے سر پر منڈلانے لگا تو ابا میاں اپنے بیٹے کو بلانے پر مجبور ہو گئے ان کے ساتھ نسیمہ ممانی بھی چلی آئی تھیں اور یہ جان کہ ملکہ کئی گھنٹے سے غائب ہے انہوں نے واویلا مچایا کہ اردگرد کے گھروں کے لوگ بھی ٹوہ لینے پر مجبور ہو گئے اور یہ چٹخارے دار خبر اسی طرح لمحوں میں زبان زد عام ہوئی جس طرح کسی جوان لڑکی کی

Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com

گمشدگی پر ہو سکتی ہے۔

☆☆☆

"دیکھیں نا ابا میاں اپنے ہی اپنوں کا بوجھ بانٹتے ہیں، آپ لوگوں کی پریشانی کا سوچ کر مجھے تو راتوں کو نیند نہیں آتی، میں تو کہتی ہوں جلد از جلد ملکہ اور جمیل کی شادی کر دیں، تا کہ لوگوں کی زبانیں تو بند ہوں۔"

انہی دنوں میں جب گھر کے تینوں نفوس اپنی اپنی جگہ سوچوں میں گم تھے نسیمہ ممانی ایک مرتبہ پھر جمیلے کا پرپوزل لئے حاضر ہوئیں، ابا میاں خاموش تھے، سلائی مشین پر جھکی اماں کی آنکھیں ساکت اور کچن میں برتن دھوتی وہ سوچ رہی تھی۔

"وہ بھی بدنام اور جیلا بھی، دونوں کی جوڑی خوب سجے گی۔" نسیمہ ممانی رسم کا فائنل کر کے ہی اٹھی تھیں، جمعہ کا روز کون سا دور تھا، جن کے تصور سے دل و دماغ سن ہو رہے تھے اماں بہت قریب آ پہنچیں۔

"بیٹا میں ذرا تمہاری استانی خالہ کی طرف جا رہی ہوں، کپڑے دے آؤں گی اور اجرت بھی مل جائے گی، شام کو سائرہ کی ماں اور چچا آ رہے تھے، تھوڑا بہت اہتمام بھی کرنا ہو گا۔" امی صحن کے سکڑتے سائے پہ نظریں جمائے اس سے مخاطب تھیں ان میں شدید ملکہ کی طرف دیکھنے کی ہمت نہیں تھی۔

"گھر بہت گندہ ہو رہا ہے ذرا برآمدے میں وائپر لگا لو اور ابا میاں کا کمرہ بھی صاف کر دینا، انہیں ادھر ہی بٹھائیں گے۔" وہ فقط سر ہلا کر رہ گئی مگر ان کے جانے کے بعد کمرے میں آ کر لیٹ گئی اور کچھ دیر سونے کی کوشش کرنے لگی، وہ گرمیوں میں ہمیشہ ہی دوپہر کو ہلکی سی نیند لینے کی عادت تھی، مگر آج تو جیسے پلکیں ایک دوسرے سے روٹھ کر رہ گئی تھیں، تنگ آ کر اس نے الماری سے ابا میاں کی دوائیوں کا شاپر نکالا اور سلیپنگ ٹیبلٹ نکال کر پانی کے ساتھ نگل لی۔

"تم تو جانتے تھے نا سب کچھ، تمہاری گواہی مجھے پھر سے معتبر کر سکتی تھی، مگر تم نے چپ سادھ لی کیوں؟" غافل ہونے سے پہلے وہ اس کے تصور سے محو کلام تھی۔

وہ تھوڑی سی دیر سوئی تھی یا کم از کم اسے تو یوں ہی محسوس ہوا تھا جب اماں کی آواز ہتھوڑے کی مانند سر پر پڑنے لگی، وہ غالباً اسے جھنجھوڑ بھی رہی تھی، بمشکل آنکھیں کھولیں مگر کچھ سمجھ نہ آیا کیا کہہ رہی ہیں، غالباً دیوار پر لگی گھڑی کی طرف اشارہ کر رہی تھیں، اس نے اس طرف نظریں گھمائیں پانچ بجنے کو تھے، سن دماغ کے ساتھ یہ تو احساس ہوا کہ وہ بہت دیر تک سوئی رہی ہے۔

"تم ہی اٹھاؤ عائشہ اسے اور جلدی سے تیار کرو، مجھے تو بہتیرے کام کرنے ہیں۔" اماں جھنجھلا کر عائشہ سے کہہ کر باہر چلی گئی تو اس کی نظر دوسری طرف کھڑی عائشہ پر پڑی تھی، اس نے دوبارہ لیٹنے کے لئے تکیہ سیدھا کیا، مگر عائشہ غالباً اس کا ارادہ بھانپ چکی تھی۔

"سونے کا بالکل ٹائم نہیں ہے، فٹافٹ اٹھو اور ہاتھ لے کر آؤ، جلدی کرو ٹائم بہت کم ہے۔" اس نے بازو سے پکڑ کر اسے دونوں کمروں کے درمیان مشترک اکلوتے باتھ روم کی طرف دھکیلا تھا۔

ٹھنڈے پانی نے اس کے تمام حواس بیدار کر دیئے تھے اور دل و دماغ پر چھائی سوگوار کیفیت ایک مرتبہ پھر اسے لپیٹ میں لے چکی تھی۔

"ہاں جی اب بتایئے ہماری بلی ہمیں سے میاؤں، ہماری دوست اور ہمیں سے پردہ داری۔" عائشہ جلدی جلدی شاپر میں چیزیں نکالتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"ادھر آؤ میں تمہارے بال برش کروں تم تو سال ہی لگا دو گی۔"

"کیا ہے بھئی، آج تاریخ طے ہو رہی ہے، کوئی رخصتی تو نہیں جو میرا تیار ہونا ضروری ہے۔" وہ انتہائی بجھے انداز سے احتجاج کر رہی تھی۔

"جی نہیں طے یہ ہوا ہے کہ آج کے روز ملکہ شہاب الدین کا نکاح آج ہی پڑھایا جائے گا۔" عائشہ نے کسی مفتی کے انداز میں اسے آگاہ کیا تھا۔

ملکہ اس خبر نے جیسے بالکل ہی نڈھال کر دیا تھا، اس نے یہ پوچھنا بھی گوارہ نہ کیا کہ اچانک یہ فیصلہ کیوں کیا گیا تھا۔

وائٹ اور گرین کلر کے خوب صورت سوٹ نے اس کے سوگوار حسن کو جیسے چار چاند لگا دیئے تھے

"ویسے یار نسیمہ آنٹی کی کپڑوں کی چوائس بہت اعلیٰ ہے۔" عائشہ نے مسکرا کر داد دی تبھی استانی خالہ کسی لڑکی کے ساتھ اندر آئی تھیں۔

"کمال ہے امی کو کیا سوجھی جو استانی خالہ کو انوائیٹ کر لیا۔" ملکہ نے دل ہی دل میں حیرت سے سوچا تھا۔

"ماشا اللہ ہماری بچی کو کسی میک اپ کی ضرورت نہیں مگر چلو تم بھی اپنی ہنر آزمانے کا شوق پورا کر لو۔"

ماریہ نے کھٹا کھٹ چند تصویریں اتاریں اور کیمرہ عائشہ کے ہاتھ میں پکڑا کر جلدی سے اس کے چہرے پر ہاتھ چلانا شروع کیے تھے۔

"واؤ۔" تھوڑی دیر کی محنت کے بعد وہ ذرا فاصلے سے اسے بغور دیکھ کر بولی تھی۔

"بچو جلدی سے ملکہ کو باہر لے کر آؤ سب لوگ انتظار کر رہے ہیں۔" استانی خالہ عجلت میں اندر آ کر بولیں اور پھر اسے دیکھ کر رک گئیں۔

"ماشا اللہ ہماری گڑیا تو چاند کا ٹکڑا لگ رہی ہے۔" قریب آ کر وہ اس کے ماتھے پر بوسہ دے کر کہہ رہی تھیں۔

"آنٹی آج تو دولہا بھی بہت ہینڈسم لگ رہا ہے۔" عائشہ نے کھلکھلا کر انہیں بتایا تو وہ مزاج کے برخلاف ہنس کر اس کے کندھے پر دھپ رسید کرتی ہوئی باہر نکل گئیں۔

"ملکہ شہاب الدین آپ کو ایک لاکھ روپے حق مہر کے عوض ڈاکٹر محسن علی ولد فہیم علی کے نکاح میں دیا جاتا ہے قبول ہے۔" اس نے سرعت سے جھکا ہوا سر اٹھایا تھا، قاضی صاحب دوسری اور تیسری مرتبہ سوال دہرایا تھا۔

"قبول ہے۔" اس کے دل و دماغ پر چھائی سوگوار کیفیت بھی جیسے بھاپ بن کر اڑی تھی اور پھر بعد میں عائشہ کی زبانی تمام تر حقیقت جان کر وہ سرشار بیٹھی تھی، اماں جب استانی خالہ کے گھر گئیں تو انہوں نے ڈاکٹر محسن کے رشتے کی بابت بات کی مگر یہ سن کر کہ ملکہ کی رسم آج جیلے کے ساتھ ہو رہی اس قدر جلدی اور ہڑبونگ سے سب کچھ کرنا پڑا تا کہ نسیمہ ممانی کو کچھ کرنے کا موقع ہی نہ ملے کہ ان کے گھر والوں کو بلا کر انسلٹ کی گئی ہے۔

"دیکھو تو ڈاکٹر صاحب کی سروس بڑی گو کہ نیک ہے، اس قدر جلدی میں بھی یہ دم چھلا پکڑ لائے گفٹ کے نام پر۔" جانے سے قبل استانی خالہ اسے خدا حافظ کہنے آئیں تو پیکنگ میں چمکتا موبائل اس کی طرف بڑھایا جسے اس نے جھجکتے ہوئے تھام لیا تھا اور اب وضو کر کے خدا کے حضور شکرانے کے نفل ادا کرنے لگی جس نے اس کے راستے کے کانٹے دور کر کے من چاہے ہم سفر کو اس کے مقدر میں رقم کر دیا تھا۔

☆☆☆

Scan & PDF
FIAZ AHMED
Friends Korner.com

زندگی دھوپ تم گھنا سایہ

اسماء بدر

''ماہ رخ آج سے کالج نہیں جائے گی۔''
احسن کے اس فیصلے پر ناشتے میں موجود سب نے آرام سے حکم دے کر ناشتہ کرتے احسن کو دیکھا، سبھی حیرت سے اسے دیکھ رہے تھے، جب کہ نازیہ کی آنکھوں کی چمک اور چہرے کی مسکراہٹ فتح کا اعلان کر رہی تھی، اس کا شوہر اس کی باتوں کے جال میں پھنس چکا تھا۔

''لیکن بھائی میرے ایگزیم ہو رہے ہیں۔'' ماہ رخ کو اپنی آواز دور کھائی سے آتی محسوس ہوئی، اس نے مدد طلب نگاہوں سے ماں کی طرف دیکھا، تو ان کے چہرے پر بے بسی کی تحریر رقم تھی، اس کا چھوٹا بھائی احمر بھی بے بس تھا، آخر اسے مدد طلب نگاہوں سے نازیہ بھابھی کی طرف دیکھا، کیونکہ وہ جانتی تھی کہ بھابھی ہی بھائی کو منا سکتی ہیں، مگر ان کے چہرے کی چمک اسے سب سمجھا گئی۔

''لیکن بھائی میرے پیپر؟'' اس نے دوبارہ زبان کھولی۔

''اگر پڑھائی اتنی ہی پیاری تھی اور پیپرز کا اتنا ہی خیال تھا تو خود پر کنٹرول رکھنا تھا ناں۔'' احسن نے غصے سے غراتے ہوئے ماہ رخ کو دیکھ کر کہا۔

''کیا؟ میں نے کیا کیا ہے بھائی۔'' ماہ رخ کے ہاتھ سے نوالہ چھوٹ گیا اس نے انتہائی کمزور لہجے میں احتجاج کیا اور پانی سے لبریز آنکھوں سے احسن کی طرف دیکھا، احسن نے ہاتھ میں پکڑا ہوا چائے کا کپ میز پر پٹخ دیا اور غصے سے گویا ہوا۔

''اب یہ بھی میں بتاؤں بے حیا کہ تو نے کیا کیا ہے؟'' احسن کا لہجہ ایسا تھا کہ اس کی روح تک کانپ گئی۔

☆☆☆

''اماں پلیز، مجھے جانے دیں ناں، آج میرا آخری پیپر ہے، مجھے بس آج جانے دیں اماں اس کے بعد میں کبھی گھر سے باہر قدم نہیں رکھوں گی، اماں میں اچھی طرح جانتی ہوں کہ بھائی کے کان بھرے گئے ہیں ان کا دل میری طرف سے خراب کیا گیا ہے، ورنہ وہ ایسا کبھی نہ کرتے۔'' اماں بت بنی بیٹھی تھیں وہ تو خود مجبور تھیں۔

''اماں! بھابھی چاہتی تھیں کہ میں کالج جانے کے بجائے گھر کا کام کروں اسی لئے انہوں نے بھائی کے کانوں میں الٹا سیدھا ڈالا ہے، تو میں بھی آج چلی جاؤں اس کے بعد گھر سے باہر قدم کبھی نہیں نکالوں گی، پلیز کچھ کریں اماں مجھے جانے دیں۔'' وہ بلک رہی تھی، پاگلوں کی طرح ماں کی منتیں کر رہی تھی، وہ جانتی تھی کہ ماں تو خود بے بس ہے، آخر بے بس ماں اٹھی اور کچھ سوچ کر بہو کے کمرے کی طرف چل دی، وہ جانتی تھی کہ ابھی اس کی بہو کی صبح نہیں ہوئی اور بیٹا اس کا جا چکا تھا، جانے کتنے عرصے کے بعد آج وہ اپنی بیٹی کی خاطر بہو کے کمرے کی طرف جا رہی تھی، اس نے دروازے پر ہلکی سی دستک دی اور کوئی جواب نہ پا کر خود ہی اندر گئی، تو اسکی لاڈلی نازیہ بے سدھ سو رہی تھی، وہ جانتی تھی کہ اب کی سوئی یہ دن چڑھے ہی اٹھے گی، وہ تیز تیز

قدم اٹھاتی بیٹی کے پاس آئی اور اسے رکشے کا کرایہ تھما کر فوراً کالج روانہ کر دیا اور گویا ہوئی۔

''ماہ رخ، فارغ ہوتے ہی ایک منٹ بھی کالج میں مت رکنا فوراً گھر آ جانا اگر اللہ نہ کرے تیرے آنے سے قبل نازیہ اٹھ گئی، تو گھر میں وہ قیامت برپا ہوگی جس کا تم سوچ بھی نہیں سکتی۔'' ماہ رخ نے جلدی سے پیسے پکڑے اور نکل گئی اسے پیپر کی خوشی تو تھی پر ساتھ ہی یہ ٹینشن تھی کہ اس کی ماں کا کیا حال ہوگا، ان کا سانس خشک ہو رہا تھا، وہ کالج پہنچی تو پیپر کے شروع

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

ہونے میں صرف پانچ منٹ رہتے تھے، اس نے خدا کا شکر ادا کیا، کہ وقت پر پہنچ گئی ہے۔

☆☆☆

ماہ رخ پانچ برس کی تھی تو اس کے والد کا انتقال ہوگیا، ماہ رخ کے دو بھائی تھے احسن اور احمر، احسن نے اپنے ابا کی دوکان سنبھال لی، ان دنوں وہ میٹرک سے فارغ ہوا تھا، جبکہ احمر اور ماہ رخ زیر تعلیم تھے، گھر اچھا چل رہا تھا، احسن گھر کی ذمہ داریاں بخوبی نبھا رہا تھا، گھر میں خوشحالی تھی پیسے کی فروانی نہیں تھی پر ایسی تنگی بھی نہ تھی، وقت گزرتا گیا، ماہ رخ نے میٹرک اچھے نمبروں سے پاس کیا، وہ آگے پڑھنا چاہتی تھی، احسن نے اسے اچھے کالج میں ایڈمیشن دلایا، احمر تھوڑا لاپرواہ پر پڑھائی میں بہت اچھا تھا، کچھ احسن بہت خیال رکھتا تھا، اس لئے کچھ زیادہ ہی لاپرواہ ہوگیا تھا۔

''اماں اکثر سمجھاتی کہ بھائی کے ساتھ کام کیا کرے، جوان بیٹی کا ساتھ لئے کل کو اسے بھی بیاہنا ہے۔''

''اماں آپ فکر کیوں کرتیں ہیں، ہماری ایک ہی بہن ہے، ایک بار مجھے کچھ بن جانے دیں تو میں اپنی بہن کی شادی بڑی دھوم دھام سے شادی کروں گا۔'' اماں بڑے لاڈ اور فکر سے اپنے بیٹوں کو دیکھتی اور خوشی سے نہال ہو جاتی، پھولے نہ سماتی۔

☆☆☆

''اماں!'' احسن نے اپنی ماں کو دھیرے سے پکارا اور اماں بغیر کچھ کہے اس کی طرف متوجہ ہوئیں، مگر احسن خاموش تھا۔

''کیا بات ہے بیٹا خیریت تو ہے ناں، کیا ماں سے بات کرنے کے لئے اب تم اجازت لو گے، میرا تو سب کچھ بس تم تینوں ہی ہو بولو، کیا بات ہے؟'' اماں فکرمند ہوگئی۔

''اماں! وہ رقیہ خالہ ہیں ناں، ان کی چھوٹی بیٹی نازیہ.....'' اتنا کہہ کر وہ خاموش ہوگیا اور بات بڑھانے کے لئے لفظ ڈھونڈنے لگا۔

اماں نے مسکرا کر بیٹے کی طرف دیکھا اور جان لیا کہ وہ کیا کہنا چاہتا ہے۔

''ارے تم فکر ہی مت کرو، میں کل ہی جا کر رقیہ سے بات کروں گی، انشاءاللہ سب اچھا ہی ہو گا۔'' اماں نے بڑے لاڈ اور خوشی سے اس کا کاندھا تھپتھپایا۔

☆☆☆

احسن کی بات رقیہ خالہ کی بیٹی نازیہ سے طے ہوگئی، شادی ماہ رخ کے امتحانوں کے بعد طے پائی، پیپرز سے فارغ ہوتے ہی ماہ رخ خوب جوش و خروش سے شادی کی تیاریوں میں لگ گئی، روز ڈھولک بجاتی، دوستوں کو اکٹھا کر کے گانے گاتی ہلا گلا کرتی، گھر میں خوب رونق رہتی، سبھی خوش تھے۔

''بھائی شادی کا جوڑا بھابھی کی پسند کا ان کو ساتھ جا کر لائیں گے ٹھیک ہے ناں؟'' ماہ رخ نے مشورہ دیا۔

''تمہیں بڑا خیال ہے بھابھی کے پسند کے جوڑے کا، کوئی ضرورت نہیں ہے، میں خود پسند کر کے لے کر آؤں گا۔'' احمر نے اسے چھیڑنے کے لئے کہا۔

''ہاں..... ہے مجھے خیال..... تمہیں کیا مسئلہ ہے؟ اور ویسے بھی شادی کا جوڑا دلہن کی پسند کا ہی ہونا چاہیے کیوں بھائی؟'' اس نے بھائی کی حمایت چاہی۔

''ہاں بھئی ماہ رخ ٹھیک کہہ رہی ہے، اچھا تو پھر کب چل رہی ہو اپنی بھابھی کو لے کر۔'' گویا احسن کو ماہ رخ سے بھی زیادہ جلدی تھی۔

ہنستے گاتے، ہلا گلا کرتے وقت گزر گیا اور نازیہ سرخ کامدار جوڑا پہن کر احسن کی بیوی بن کر اس گھر کے آنگن میں آ گئی، ماہ رخ تو خوشی

سے پھولے نہ سمائی اماں کی خوشی بھی قابل دید تھی، اماں اور ماہ رخ تو ہر وقت نازیہ کے آگے پیچھے پھرتیں رہتیں، ان کا بس چلتا تو نازیہ کو زمین پر پاؤں بھی نہ رکھنے دیں، اتنا پیار اور خیال کرنے کے باوجود نازیہ کو اماں اور ماہ رخ پسند نہ تھیں، وہ دونوں اسے راہ کا کانٹا لگا کرتی تھیں، اسی لئے ہر وقت احسن کے کان بھرنے لگی اور ماہ رخ کے بارے میں بہت غلط باتیں کرنے لگی اور آخر نازیہ کی محنت رنگ لائی اور احسن مکمل طور پر بدظن ہوگیا اور اتنا پیار کرنے والی بہن کی طرف سے اس کے دل میں اتنا میل بھر گیا کہ اس نے اس کی پڑھائی تک ختم کرانے کا فیصلہ کر لیا، جسے اس نے خود ایڈمیشن دلایا تھا، احسن کے بگڑے تیور اماں اور ماہ رخ سے چھپے نہ تھے، مگر وہ دونوں اسے کاروباری پریشانی سمجھ کر نظر انداز کرتے رہے۔

''نازیہ میرے لئے کھانا لاؤ اور چائے بھی بنا لینا۔'' احسن نے تقریباً صوفے پر گرتے ہوئے کہا اور سر پکڑ لیا، ماہ رخ نے چونک کر بھائی کو دیکھا، جو ہمیشہ کھانا اسی سے مانگتا تھا، احسن کے ماتھے پر بل پڑے ہوئے تھے چہرے پر بے زاری نمایاں تھی۔

''آپ بیٹھیں بھابھی..... میں کھانا لے آتی ہوں اور چائے بھی بنا دوں گی۔'' ماہ رخ نے بہت پیار اور اپنائیت سے کہا۔

''کوئی ضرورت نہیں ہے، بڑی مہربانی آپ کی، اپنے شوہر کا کام میں خود کر سکتی ہوں۔'' نازیہ نے نہایت حقارت اور طنز کرتے ہوئے اس کا ہاتھ جھٹک دیا، ماہ رخ حیرت سے کھلے منہ سے کبھی بھائی کو دیکھ رہی تھی تو کبھی بھابھی کو پھر تو جیسے روٹین ہی بن گئی، احسن کا موڈ پر وقت خراب رہنے لگا، ماتھے کے بل کسی بھی وقت کم نہ ہوتے تھے، دن بدن احسن غصے کا تیز ہوتا گیا، نازیہ کا رویہ اور لہجہ خراب سے خراب تر ہوتا جا رہا تھا، وجہ ماہ رخ اور اماں کی سمجھ سے باہر تھی، پر وہ خاموش تھیں۔

''اماں احمر کو کہیں کہ آوارہ پھرنے کے بجائے کہیں تھوڑا بہت کام کیا کرے، کوئی جاب وغیرہ کر لے سارے گھر کا بوجھ اٹھانا میرا ہی فرض نہیں ہے۔'' احسن نے جاتے ہوئے ماں کو مخاطب کر کے کہا انداز حکمیہ تھا۔

''لیکن بیٹا اس کا آخری سال ہے اور وہ آوارہ کب پھرتا ہے، سارا دن کو پڑھتا ہے، تمہیں اچھی طرح پتہ ہے کہ اسے انجینئر بننے کا جنون ہے اور وہ کتنی محنت کرتا ہے۔'' اماں نے چھوٹے بیٹے کی صفائی دے کر بڑے کی غلط فہمی دور کرنے کی کوشش کی، احسن کے لہجے میں عجیب سا بیگانہ پن تھا۔

''مجھے نہیں پتا اماں، اب سارا بوجھ اکیلے سے نہیں اٹھتا، بتا دینا اسے۔'' احسن نے کہا اور چلتا بنا۔

اماں نے دکھ بھری نگاہ بیٹے پر ڈالی جو فیصلہ سنا کر جا چکا تھا، ان کے ہونٹوں کو جیسے تالا لگ گیا، وہ کچھ بھی نہ بولی، ان کا فخر مان، غرور سب آج ٹوٹ گیا تھا، وہ سوچ رہی تھیں کہ آج کیسے اس کی اولاد نے ذمہ داری کو بوجھ کا نام دے دیا۔

☆☆☆

احمر نے ماں کا اداس چہرہ دیکھا تو ماہ رخ کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا، ماہ رخ نے آنکھوں میں اترتی نمی کو چھپانے کے لئے نظریں جھکا لیں، احمر نے گم صم سوچوں میں ڈوبی بیٹھی ماں کے شانوں پر پیار سے ہاتھ رکھا اور گویا ہوا۔

''ماں آپ سے کتنی مرتبہ کہا ہے کہ ماہ رخ کی شادی کے لئے فکر مت کیا کریں، انشاءاللہ بہت اچھی جگہ اس کی شادی کریں گے۔'' احمر نے

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

ماں کی پریشانی اور اداسی کا سبب بھی جانا اور سمجھانے والے انداز میں تسلی دی۔

مگر اس کا یہ اندازہ اگلے ہی پل سیڑھیوں اترتے احسن نے غلط ثابت کر دیا۔

''احمر، کیا کرتے پھرتے ہو آج کل، کسی بھی وقت گھر میں نظر ہی نہیں آتے، تمہیں گھر کی ذرا بھی فکر نہیں ہے، نہ اس چیز کا احساس ہے کہ گھر کیسے چل رہا ہے، گھر میں کیا ہو رہا ہے، کچھ خبر ہے تمہیں۔'' احسن کی باتوں نے احمر کو ایک پل میں ماہ رخ کی آنکھوں کی نمی اور اماں کی اداسی اور تفکر کا سبب بتا دیا۔

''بھائی کیسی باتیں کر رہے ہیں آپ؟ آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ......''

''ہاں ہاں مجھے پتا ہے کہ تم کیا کر رہے ہو، سب جانتا ہوں میں کہ کون کیا کیا کر رہا ہے؟'' اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے احسن نے بات شروع کر دی اور کن اکھیوں سے ماہ رخ کی طرف دیکھا کہ بغیر کچھ کیے اسے اپنا آپ قصور وار اور مجرم لگنے لگا، دکھ کی ایک لہر اس کے وجود میں سرائیت کرنے لگی۔

☆☆☆

''میرے ماموں کا بیٹا آیا ہوا ہے۔'' بالوں میں برش کرتے ہوئے نازیہ نے اطلاع دی۔

''میرا خیال ہے کہ تمہارا تو کوئی ماموں ہی نہیں ہے۔'' احسن نے چونک کر کہا۔

''ارے بھئی وہ ابا کے دوست کا بیٹا ہے وہ، ابا کے دوست کی فیملی کا شروع ہی سے گھر میں آنا جانا تھا اور پھر اماں اپنے بھائیوں کی طرح سمجھتی تھیں انہیں، اس لئے ہم انہیں ماموں ہی کہتے ہیں۔'' نازیہ نے بات کو سنبھالا۔

''تو کیا دعوت دینا چاہتی ہو؟'' احسن نے لاپرواہی سے کہا۔

''ہاں...... تو اور کیا؟...... آخر وہ میرا کزن ہے اور پھر کچھ مصروفیت کی وجہ سے وہ شادی میں بھی شریک نہیں ہوا تھا تو میں سوچ رہی ہوں کہ، اسے شام کو کھانے پر بلا لوں۔'' نازیہ نے خوش ہو کر سارا پروگرام خود ہی ترتیب دے دیا۔

''اچھا بابا...... بلا لو...... اور حکم۔'' احسن نے کتنے ہی پیار اور ادب سے خود کو جھکا لیا تھا، دونوں کا ایک جاندار قہقہہ کمرے میں گونجا تھا، ماہ رخ نے چونک کر کمرے کی طرف دیکھا اور اس کی چھٹی حس نے اسے کسی نئے طوفان کا پتا دیا۔

☆☆☆

''ماہ رخ، ہم کھانا کھا چکے ہیں، برتن اٹھا لو۔'' نازیہ نے حکمیہ انداز میں اسے مخاطب کیا جیسے وہ کوئی ملازم ہو، ماہ رخ بغیر کوئی جواب دیئے کچن سے برتن اٹھانے کے لئے آئی، گلابی دوپٹے کے ہالے میں اس کی رنگت دمک رہی تھی، اسد نے خباثت بھری نظروں سے اسے گھورا، اس کی آنکھوں سے کمینگی ٹپک رہی تھی۔

''جاؤ ماہ رخ، ہمارے لئے زبردست قسم کی چائے بنا کر لاؤ اور ہاں پانی کا استعمال ذرا کم ہی کرنا۔'' نازیہ کی باتوں میں حقارت اور طنز واضح تھا۔

''ہاں جی...... اور سناؤ اسد...... کیا چل رہا ہے آج کل؟'' نازیہ تقریباً اسد کے اوپر ہی بیٹھ گئی تھی۔

اماں نے ایک نظر نازیہ اور اسد پر ڈالی اور ایک نظر قریب بیٹھے بھائی پر ڈالی، احسن نے شرمندگی سے پہلو بدلا۔

''میں ذرا چائے دیکھتی ہوں۔'' اماں وہاں سے اٹھ کر چلی گئیں، یہ سب شاید ان کے لئے برداشت کرنا مشکل تھا سو اٹھ کر گئیں۔

''تمہارا یوں اسد کے ساتھ بے تکلف ہونا شاید اماں کو پسند نہیں آیا۔'' احسن نے کچھ ڈرتے مگر نارمل لہجے میں نازیہ سے گلہ کیا، حقیقت یہ تھی کہ اسے خود یوں بے تکلف ہونا پسند نہ آیا تھا، نازیہ سمجھ گئی کہ اسے برا لگا ہے۔

''کیا مطلب ہے احسن، آپ مجھ پر شک کر رہے ہیں؟'' نازیہ نے سارے جہان کی معصومیت چہرے پر سجا کر آنکھوں میں نمی لا کر کہا۔

''احسن! اسد تو میرے بھائیوں جیسا ہے ہم ساتھ کھیل کود کر بڑے ہوئے ہیں۔'' نازیہ نے احسن کا ہاتھ تھام کر کہا، اب آگے کیا بتاتی کہ اس بھائیوں جیسے کے ساتھ کتنا زبردست افیئر چلا تھا، بھاگنے تک کا پلان بنا لیا تھا، وہ تو عین ٹائم پر معاذ بھیا کو پتا چل گیا اور اسد کے ساتھ ایسا برا کیا کہ وہ پلٹ کر نہ آیا۔

احسن نے نازیہ کے چہرے کو اپنے ہاتھوں میں لیتے ہوئے نہایت پیار سے کہا۔

''میری جان میں شک تھوڑی کر رہا ہوں، میں تو اماں کی بات کر رہا تھا۔'' نازیہ کی باتوں سے وہ مکمل طور پر مطمئن ہو چکا تھا اور سکون کی نیند سو گیا، البتہ نازیہ جاگ رہی تھی۔

☆☆☆

''ہیلو بھئی کیا ہو رہا ہے؟'' اسد نے چہک کر ماہ رخ کے کمرے میں جھانک کر کہا اور بغیر اجازت اندر آ کر بیڈ پر آڑا ترچھا لیٹ گیا۔

ماہ رخ کو یوں اس کا بے تکلف ہونا پسند نہ آیا پھر بھی مروتاً سلام جھاڑا۔

''السلام وعلیکم اسد بھائی۔''

''آپ بیٹھیں، میں نازیہ بھابھی کو بلاتی ہوں۔'' اسے اسد کی نظروں سے ڈر لگ رہا تھا، اس لئے فوراً کمرے سے نکل گئی۔

''ارے کون کم بخت نازیہ سے ملنے آیا ہے۔'' اس نے لپک کر اس کا ہاتھ پکڑنا چاہا، مگر وہ تیزی سے باہر نکل گئی۔

''اماں...... یہ اسد بہت بدتمیز ہے۔'' ماہ رخ نے روہانسی ہو کر کہا۔

''کیوں؟...... میرے کمرے میں بغیر اجازت آ گیا اور یوں مخاطب تھا جیسے برسوں سے جانتا ہو۔''

''میں بات کرتی ہوں ذرا اس اسد سے تو...... تم یہیں بیٹھو۔'' اماں نے غصے سے سرخ چہرہ لئے کہا گو کہ وہ نازیہ کے رویے اور بدتمیزی کی وجہ سے کچھ نہیں کہتی تھیں مگر اب بات بیٹی کی تھی، وہ ماہ رخ کے کمرے میں آئی تو اسد اس کے کمرے سے جا چکا تھا، وہ نازیہ کے کمرے میں باتوں میں مشغول تھا آواز باہر تک صاف آ رہی تھی، ان کے ہنسنے بولنے کی، اماں جلدی جلدی خاموشی سے سیڑھیاں چڑھ رہی تھی۔

''نازیہ تمہاری نند بڑی قیامت چیز ہے۔'' اماں کے اٹھتے قدم یہ بات سن کر رک گئے۔

''اچھا جی، مجھے تو پتا ہی نہیں تھا اطلاع دینے کا شکریہ۔'' نازیہ نے جل کر کہا۔

''ہو سکے تو میری ایک آدھ ملاقات ہی کرا دوں اس سے، آخر تمہارے سسرال پر میرا بھی تو حق ہے۔'' نہایت کمینگی سے آخری جملہ کہا گیا تھا، اماں کا پہلے ہی خون کھول رہا تھا بے بسی سے سر گھوم گیا، ایسا چکر آیا کہ وہ سیڑھیوں سے لڑھکتی ہوئیں زمین پر آ گریں، گرنے کی آواز سن کر ماہ رخ دوڑ کر آئی تھی۔

''اماں...... اماں...... اماں۔'' ماہ رخ روتے ہوئے چلا رہی تھی۔

''احمر...... احسن بھائی...... آئیں دیکھیں اماں کو کیا ہو گیا۔'' ماہ رخ بری طرح رو رہی تھی، شور کی آواز سن کر نازیہ اور اسد بھی کمرے سے آ گئے۔

اسد نے اماں کو جلدی سے اٹھا کر چارپائی پر لٹایا، وہ بے ہوش تھیں، اسد نے آخر ماہ رخ کا دل بھی تو جیتنا تھا۔

Scan & PDF EIAZ AHMED Friends Korner.com

”اماں...... پلیز آنکھیں کھولیں۔“ ماہ رخ مسلسل چلا رہی تھی، اس نے آؤ دیکھا نہ تاؤ اور فوراً اسے ڈاکٹر کے پاس لے گیا، احمر اور احسن کے آنے سے پہلے وہ ڈاکٹر کے پاس جا چکے تھے۔

☆☆☆

چار دن گزر چکے تھے اس واقعے کو، اماں کی طبیعت خاصی سنبھل چکی تھی، ان پر فالج کا اٹیک اتنا شدید تھا کہ ابھی وہ بات کرنے کے قابل نہیں ہوئیں تھیں۔

ماہ رخ ہر وقت اللہ سے اپنی ماں کی صحت یابی کی دعا کرتی، آنکھ کا پانی کسی وقت بھی خشک نہ ہوتا تھا، احمر بھی بہت پریشان تھا، احسن نے بھی اماں کا خیال رکھا ہوا تھا، اماں کی اچانک طبیعت خرابی نے اسے بدل دیا تھا، وہ اپنی سوچوں میں گم تھی۔

”یہ اپنا کیا حال بنا رکھا ہے؟“ اسد نے کچن میں جا کر اس کے بالوں کو چھو کر کہا جو الجھے پڑے تھے اس کی آواز پر وہ حال میں آ گئی، ماہ رخ کو اس کے وجود سے خوف آ رہا تھا۔

”تم مجھ سے اتنا ڈرتی کیوں ہو جانم؟“ اسد نے اس کے اور قریب ہوتے ہوئے کہا، ماہ رخ کی آنکھیں خوف سے پھیل گئی۔

”ہم چاہنے والے ہیں، تیرے غیر تو نہیں۔“ اسد نے اس کے چہرے سے بال ہٹاتے ہوئے گنگنا کر کہا۔

”یہ...... یہ کیا کر رہے ہیں آپ؟“ ماہ رخ نے خود کو سنبھالتے ہوئے غصے سے کہا۔

اس سے پہلے کہ اسد کچھ کہتا یا آگے بڑھتا ایک زوردار طمانچہ اس کے منہ پر لگا، اسد نے غصے سے لال چہرہ لئے گھور کر اس کی طرف دیکھا اور دیکھتے ہی دم خشک ہو گیا، وہ آنے والا جو کوئی بھی تھا کم از کم اس کے لئے فرشتہ ثابت ہوا تھا۔

”تم اتنے گھٹیا ہو سکتے ہو مجھے تم سے امید نہ تھی، نکل جاؤ یہاں سے اور اس گھر تو کیا اس شہر میں بھی نظر مت آنا ورنہ وہ حال کروں گا کہ یاد رکھو گے۔“ معاذ غصے سے چیخ رہا تھا۔

”کیا ہو گیا ہے؟ دو منٹ بھی سکون سے سونے نہیں دیتے۔“ نازیہ جمائی لیتی بڑبڑ کرتی اپنے کمرے سے آئی تھی اور معاذ کو دیکھ کر حواس خطا ہو گئے۔

”اسد کب سے آ رہا ہے یہاں اور تم اس سے کیوں ملی ہو؟“ معاذ غصے سے چلایا تھا۔

”اسد کے بچے کو بھی آج ہی آنا تھا۔“ وہ زیر لب بڑبڑائی تھی۔

”کیا پوچھا ہے میں نے۔“ معاذ چیخا تھا۔

”بھیا! وہ بس ایک دو دفعہ ہی آیا ہے، میں تو ڈھنگ سے بولتی بھی نہیں، خود ہی آ جاتا ہے۔“ نازیہ نے ڈرتے ڈرتے صفائی دی۔

معاذ، نازیہ کا خالہ زاد تھا، خالہ کا ایک ہی بیٹا تھا، معاذ، معاذ کے والدین ٹرین ایکسیڈنٹ میں فوت ہو گئے، تو نازیہ کی ماں نے معاذ کو اپنی اولاد سے بڑھ کر پیار دیا، اسے پڑھا لکھا کر انسپکٹر بنایا، نازیہ اور اس کا بھائی احمد، معاذ سے چھوٹے تھے، معاذ نے ان کا خیال اپنے سگے بہن بھائیوں کی طرح رکھا، معاذ غصے کا تیز تھا، جس کی وجہ سے نازیہ اپنے بڑے بھیا کے رعب میں رہتی تھی، لیکن تینوں بہن بھائی ایک دوسرے سے پیار کرتے تھے، کم عمری میں ہی نازیہ کی دوستی غلط پٹی پڑھانے والی لڑکیوں سے ہو گئی اور وہ چھپ چھپ کر غلط راستے پر نکل پڑی، اماں اور معاذ کو جب خبر ہوئی تو بہت دیر ہو چکی تھی، نازیہ کی ماں نے تو اسے بہت مارا خود کو بھی کوسا کہ کیوں ایسی بیٹی کو جنم دیا، معاذ نے اس کا گھر سے باہر نکلنا دوستوں سے ملنا فون پر بھی باتیں کرنے پر پابندی لگا دی اور نازیہ کی ماں نے اس کے

Scan & PDF
FIAZ AHMED
Friends Korner.com

رشتوں کی تلاش شروع کر دی۔

پانی جب سر سے گزر گیا، تو نازیہ نے اسد کے ساتھ گھر سے بھاگنے کی ٹھان لی، پر عین وقت پر معاذ نے ان کو رنگے ہاتھوں پکڑ لیا اور اسد کا وہ حال کیا کہ دوبارہ وہ اس علاقے تو کیا شہر میں بھی نظر نہ آیا، نازیہ کی ماں کو تو جیسے اس واقعے نے توڑ کر رکھ دیا اور وہ چار پائی سے لگ گئیں اور کہتی رہتیں۔

"نہ جانے میری تربیت میں کہاں کمی رہ گئی جو نازیہ نے ایسا کیا۔" وہ ہر وقت شرمندگی سے دوچار رہنے لگیں۔

احمد کا دوبئی میں بزنس سیٹ ہوا اور وہ اپنی ماں کو لے کر دوبئی چلا گیا، نازیہ کی شادی کر دی، معاذ کا چونکہ نوکری کا مسئلہ تھا، اس لئے وہ پاکستان میں ہی رہنے لگا، پر دوبئی آتا جاتا رہتا، روزانہ کی فون پر بات ہوتی معاذ کی خالہ کو بھی سگی اولاد سے زیادہ معاذ سے پیار تھا، ہر وقت فون پر اسے نوکری چھوڑ کر مستقل اپنے پاس آنے کا کہتیں۔

☆☆☆

ماہ رخ تو گھر اور ہسپتال میں الجھ کر رہ گئی، اماں کی طبیعت روز بروز ٹھیک ہونے کی بجائے بگڑتی گئی، معاذ کی وجہ سے اتنی تسلی ہو گئی تھی کہ اسد سے جان چھوٹ گئی، نازیہ کا ایسا رویہ اسے بہت دکھ دے رہا تھا، احمر سے بھی وہ دل کا بوجھ ہلکا نہ کرتی کہ کہیں احمر زیادہ پریشان نہ ہو جائے، وقت برق رفتاری سے گزر رہا تھا، پر اسے وقت کوئی ایسا تھا کہ جو اسے بغور دیکھ رہا تھا، اس پر عزت سے نظر رکھے ہوئے تھے، جو بہت جلد اپنی ماں کو ان کے گھر بھیجنا چاہ رہا تھا، جیسے ایک معصوم پیاری ماہ رخ بہت اچھی لگی تھی، ایسا تو نہیں کہ اسے پہلی ہی نظر میں اس سے محبت ہو گئی ہو، ہاں پر اسے وہ ... اور بھولی سی ماہ رخ اس کے دل کو بھا گئی۔

ایک عام سی صبح تھی جب وہ فجر کی نماز قرآن سے فارغ ہو کر خوب دل لگا کر اپنی ماں کی صحت یابی کے لئے دعا کر کے ناشتہ بنا کر احمر کے ساتھ ہسپتال گئی اور اگلے ایک گھنٹے میں اماں کی اچانک طبیعت ایسی بگڑی کہ وہ دار فانی سے کوچ کر گئیں، ماہ رخ کو ایسا لگا کہ جیسے طوفان آ گیا ہے یہ خبر اس پر بجلی کی طرح گری، اسے اپنے چار سو اندھیرا لگنے لگا، وہ پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی، اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا ہو رہا ہے، آج وہ احمر کے گلے لگ کر جی بھر کر روئی تھی اس کے رونے سے معاذ کو دکھ ہو رہا تھا۔

"مجھے ایسا کیوں ہو رہا ہے؟" وہ اپنے آپ سے مخاطب تھا۔

"کیا مجھے ماہ رخ سے محبت ہو گئی ہے؟" اس نے اپنے دل سے سوال کیا اور جواب مثبت ملا۔

"آج میں کتنا بے بس ہوں کہ جس سے محبت کرتا ہوں اسے تسلی کے دو بول بھی نہیں دے سکتا، کیونکہ میرا اس سے ایسا کوئی رشتہ نہیں ہے میں نے دیر کر دی شاید، کوئی رشتہ بنانے میں۔"

اماں کو دنیا سے گئے دو ماہ گزر گئے تھے ماہ رخ بھی بہت حد تک اس حقیقت کو مان چکی تھی کہ وہ تنہا ہے، احمر کو نوکری مل گئی تھی وہ انجینئر بن گیا تھا، احمر پہلے سے زیادہ ماہ رخ کا خیال تو رکھتا کوشش کرتا کہ زیادہ سے زیادہ وقت ماہ رخ کو دوں، احسن اور نازیہ کا رویہ بھی پہلے سے بہتر ہو گیا تھا، معاذ بھی کبھی کبھار چکر لگا لیتا، پر زیادہ وقت نہیں گزارتا تھا، ہاں فون کر لیتا خیریت کے لئے ماہ رخ ہاں، ہوں میں ہی جواب دیتی، آج بھی وہ جامن کے درخت کے نیچے بالکل گم صم بیٹھی تھی کہ اچانک معاذ اور اس کی ماں آ گئے، یوں بالکل اچانک آنے پر ماہ رخ کو حیرانی ضرور

ہوئی تھی، ماہ رخ نے سلام دعا کے بعد انہیں اندر بٹھایا اور نازیہ بھابھی کو اطلاع کر کے خود کچن میں چلی گئی۔

ماں کو دیکھ کر نازیہ دوڑ کر گلے لگ گی، کتنے عرصے سے ان لوگوں نے بائیکاٹ کر رکھا تھا، نازیہ سے ملتے نہیں تھے، نازیہ نے بہت بار کوشش کی ملنے کی فون بھی کرتی پر اماں کا غصہ کسی صورت کم نہ ہوتا، نازیہ کے سسرال کو بہت عرصے بعد اتنا پتا چلا تھا کہ نازیہ نے کچھ غلط کیا تھا جس کی وجہ سے وہ لوگ نہیں ملتے، البتہ احسن کو اسد کے بارے میں تو نہیں پتا تھا، پر اتنا علم تھا کہ کسی لڑکے کا چکر تھا، جس کی وجہ سے احسن کا دل نازیہ کی طرف سے ویسا نہیں رہا تھا۔

ماہ رخ کے آنے سے پہلے معاذ اماں کو نازیہ کا سسرال کے ساتھ رویہ بتا چکا تھا، اماں نے گھور کر نازیہ کو دیکھا اور گویا ہوئی۔

"پتا نہیں، کہاں میری تربیت میں کمی رہ گئی جو نازیہ تو ایسی نکلی، میری اولاد ہو کر تو نے ایسا کیا مجھے شرم آ رہی ہے۔" اتنے میں ماہ رخ چائے اور دیگر لوازمات لے کر اندر داخل ہوئی، اماں نے اٹھ کر اسے اپنے پاس بہت پیار سے بٹھایا اور بڑے پیار سے بولی۔

"ماہ رخ بیٹا، یہ مت سمجھنا کہ تم اکیلی ہو میں ہوں بیٹا تمہاری ماں کی جگہ۔" ماہ رخ کی آنکھوں میں ساون کا موسم اتر آیا۔

"تم ہو تو نہیں اس قابل کہ تم سے یہ بات کروں، پر تم اس گھر کی بہو ہو اس لئے تم سے بات کر رہی ہوں، میں اپنے بیٹے معاذ کے لئے ماہ رخ کا ہاتھ مانگنے آئی ہوں، احسن اور احمر کو بلا لو میں ان سے بھی بات کر لوں۔" نازیہ تو سر جھکائے خاموش بیٹھی تھی، ماہ رخ حیرت سے ان کا منہ دیکھ رہی تھی۔

معاذ نے کن انکھیوں سے ماہ رخ کو دیکھا۔

دور چمکتے چاند کو وہ غور سے دیکھ رہی تھی اور سوچ رہی تھی، کہ معاذ زندگی میں ایسے وارد ہوا جیسے دور بھٹکے مسافر کو اچانک منزل کا پتا مل جائے جیسے کسی پیاسے کو پانی مل جائے، وہ مطمئن تھی اور خوش تھی، اسے معلوم تھا کہ معاذ اچھا انسان ہے، جس چیز نے ماہ رخ کو سب سے زیادہ متاثر کیا وہ معاذ کا رویہ تھا، اس نے کبھی بھی ماہ رخ سے کوئی غلط بات نہیں کی، البتہ عزت سے اپنی ماں کو لے کر آئے تھا، ایسے ایسا لگ رہا تھا جیسے چاند کی ساری روشنی سمٹ کر اس کے آنچل میں آ گئی ہو، محبت کی خوشبو اس کے چار سو پھیلی تھی۔

تم کو دیکھا تو یہ خیال آیا
زندگی دھوپ تم گھنا سایہ

☆☆☆

مشہور مزاح نگار ابن انشاء
کی تازہ ترین کتاب
نگری نگری پھرا مسافر
شائع ہو گئی ہے۔
قیمت
قریبی بک سٹال سے خریدیں
یا ہم سے طلب فرمائیں
لاہور اکیڈمی ... چوک اردو بازار، لاہور

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

حاصل مطالعہ

عید کے اعمال مسنونہ

- حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دونوں عیدوں میں غسل کرنا ثابت ہے، حضرت خالد بن سعدؓ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادت کریمہ تھی کہ عید الفطر، یوم النحر، یوم عرفہ میں غسل فرمایا کرتے تھے۔
- حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عید کے دن خوبصورت اور عمدہ لباس زیب تن فرماتے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی سبز و سرخ دھاری دار چادر شریف اوڑھتے تھے، یہ چادر یمن کی ہوتی جسے ''بردیمانی'' کہا جاتا ہے، وہ یہی چادر ہے، عید کے لئے زیب و زینت کرنا مستحب ہے مگر لباس مشروع ہو۔ (مدارج النبوۃ)
- حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادت کریمہ یہ تھی کہ روز عید الفطر، عید گاہ جانے سے پہلے چند کھجوریں تناول فرماتے تھے، ان کی تعداد طاق ہوتی، یعنی تین، پانچ، سات وغیرہ۔ (بخاری، طبرانی)

شگفتہ رحیم، فیصل آباد

دعا

دعا روح اور آرزو کی ہم آہنگی کا نام ہے، دینے اور لینے والے کے مابین ایک ایسے لمحے کی تخلیق کا پیش نظر ہے جس میں خواہشوں کی تکمیل موجزن رہتی ہے، دعا نے مانگنے والے ہاتھ ان ریگستانوں کی طرح ہیں جن پر پانی کی بوند برسائے بغیر بادل تیزی سے گزر جاتے ہیں، اس لئے ہر پل اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا طلب گار رہنا چاہیے۔

حمیرا رضا، ساہیوال

ہر لمحہ ہے انمول

☆ یہ ایام تمہاری زندگی کے صفحات ہیں، ان کو اچھے اعمال سے زینت بخشو۔ (حضرت علی کرم اللہ وجہہ)

☆ میں اپنی زندگی کے گزرے ہوئے اس دن کے مقابلے میں کسی چیز پر نادم نہیں ہوتا جو دن میرا نیک اعمال میں اضافے سے خالی ہو۔ (حضرت سیدنا عمر عبداللہ ابن مسعودؓ)

☆ روزانہ تمہاری عمر مسلسل کم ہوتی جارہی ہے تو پھر نیکیوں میں کیوں سستی کرتے ہو؟ (حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیزؒ)

☆ اے آدمی! تو ایام ہی کا مجموعہ ہے، جب ایک روز گزر جائے تو یوں سمجھ تیری زندگی کا ایک حصہ بھی گزر گیا۔ (حضرت سیدنا حسن بصریؒ)

☆ اللہ کی قسم! کھانا کھاتے وقت علمی مشغلہ ترک ہو جانے کا مجھے بہت افسوس ہوتا ہے کہ وقت نہایت ہی قیمتی دولت ہے۔ (امام رازیؒ)

ماریہ عثمان، سرگودھا

سانس کی مالا

حضرت سیدنا حسن بصریؒ فرماتے ہیں۔

''جلدی کرو، تمہاری زندگی کیا ہے؟ یہی سانس تو ہے کہ اگر رک جائے تو تمہارے ان اعمال کا سلسلہ بھی منقطع ہو جائے جن سے تم اللہ کا قرب حاصل کرتے ہو، اللہ اس شخص پر رحم فرمائے جس نے اپنا جائزہ لیا اور اپنے گناہوں پر چند آنسو بہائے، یہ کہنے کے بعد آپ نے پارہ 16 سورہ مریم کی آیت نمبر 84 تلاوت فرمائی۔

ترجمہ:۔ ''اور ہم تو ان کی گنتی پوری کرتے ہیں۔''

حجتہ الاسلام حضرت سیدنا امام غزالیؒ فرماتے ہیں۔

''یہاں گنتی سے سانسوں کی گنتی مراد ہے۔'' (اقتباس از احیاء العلوم)

ماروخ آصف، خانیوال

میرا لفظ لفظ دعا دعا

☆ خوش خلقی تین چیزوں سے ہے، محرمات سے بچنا، حلال رزق تلاش کرنا اور حلال رزق تلاش کرنا۔ (حضرت علیؓ)

☆ اپنے آپ کو پیٹ بھر کر کھانے سے بچاؤ کہ یہ زندگی میں بوجھ اور موت کے وقت بدبو ہے۔ (سیدنا حضرت عمر فاروقؓ)

☆ وہ شخص کس طرح تکبر کر سکتا ہے جو مٹی سے بنا ہو، مٹی میں ملنے والا ہو اور مٹی میں کیڑے مکوڑے کی غذا بننے والا ہو۔ (سیدنا ابوبکر صدیقؓ)

☆ بندے کا بغیر طلب کیے رزق پالینا اس بات کی دلیل ہے کہ رزق کو بندے کی تلاش کا حکم دیا گیا ہے۔ (حضرت یحییٰ بن معاذؒ)

☆ جو شخص زیادہ ہنستا ہے اس کی ہیبت کم ہو جاتی ہے۔ (سیدنا عمر فاروقؓ)

☆ دنیا کی معمولی سی محبت بھی آخرت سے کافی ہے تو بھی پیدا کر دیتی ہے۔ (امام غزالیؒ)

صائمہ ابراہیم، فیصل آباد

علم دین

کسی بادشاہ نے ایک تیلی سے دریافت کیا۔

''ایک من تلوں سے کتنا تیل نکلتا ہے؟''

تیلی نے کہا۔

''دس سیر۔''

پھر پوچھا۔

''دس سیر میں سے؟''

تیلی نے کہا۔

''اڑھائی سیر۔''

بادشاہ نے پوچھا۔

''اڑھائی سیر میں سے؟''

تیلی نے کہا۔

''اڑھائی پاؤ۔''

سلسلہ سوالات کے آخر میں بادشاہ نے پوچھا۔

''ایک تل میں سے کتنا تیل نکل سکتا ہے؟''

تیلی نے جواب دیا۔

''جس سے ناخن کا سرا تر ہو سکے۔''

کاروباری دنیوی میں تیلی کی ہوشیاری سے بادشاہ خوش ہوا اور کہا۔

''علم دین سے بھی کچھ واقفیت ہے؟''

تیلی نے کہا۔

''مطلق نہیں۔''

بادشاہ نے ناراض ہو کر کہا۔

''دنیاوی کاروبار میں اس قدر ہوشیاری اور علم دین سے بالکل بے خبری، اس کو قید خانے میں ڈال دو۔''

جب تیلی کو قید خانے لے جانے لگے تو تیلی کے لڑکے نے بادشاہ سے عرض کی۔

''میرے باپ کے جرم سے مجھے مطلع فرمائیں تو کرم شاہانہ سے بعید نہ ہوگا۔''

بادشاہ نے کہا۔

''تیرا باپ اپنے کاروبار میں تو اس قدر ہوشیار ہے لیکن علم دین سے بالکل بے بہرہ ہے، اس لئے اس غفلت کے جرم میں اسے قید خانے بھیجا جارہا ہے۔''

تیلی کے لڑکے نے دست بستہ عرض کی۔

Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com

"حضور یہ قصور ان کے باپ کا ہے، جس نے ان کو تعلیم سے بے بہرہ رکھا نہ کہ میرے باپ کا، میرے باپ کا قصور اس حالت میں قابل مواخذہ ہوتا، اگر وہ مجھے تعلیم نہ دلاتا لیکن میرا باپ مجھے تعلیم دلوا رہا ہے، آگے حضور کا اختیار ہے۔"

بادشاہ لڑکے کے اس جواب سے بہت خوش ہوا اور کہا۔

"تمہاری تھوڑی سی تعلیم نے نا صرف اپنے باپ کو مصیبت قید سے چھڑا لیا بلکہ تم کو بھی مستحق انعام ٹھہرایا۔"

چنانچہ بادشاہ نے تیلی کو رہا کر دیا اور اس کے لڑکے کو بھی معقول انعام دے کر رخصت کیا۔

وفا عبدالرحمان، روالپنڈی

نہ میں نے چاند دیکھا

نہ میں نے چاند دیکھا
اور نہ کوئی تہنیت کا پھول کھڑکی سے اٹھایا
میرا ملبوس اب بھی ملگجا ہے
حنا سے ہاتھ خالی ہے
اور چوڑی سے کلائی
نہ میرے پاس تھے تم
اور نہ میرے شہر سے گزرے
میں کیا افشاں لگاتی
مانگ میں سیندور بھرتی
رنگ اور خوشبو پہنتی
چاند کی جانب نظر کرتی
کہ!
میری لذت دیدار تو تم ہو
میرا تہوار تو تم ہو

ثمرہ شیرازی، پتوکی

پوشیدہ ٹیکس

محمود نے سگریٹ کا آخری کش لیتے ہوئے سرفراز سے پوچھا۔

"اس دفعہ سگریٹوں کے دام کیوں بڑھا دیے گئے ہیں؟"

سرفراز نے جواب دیا۔

"یہ ایک پوشیدہ ٹیکس ہے، اس نئے قبرستان کو ترقی دینے کے لئے جو صرف سگریٹ نوشوں کے لئے مخصوص ہوگا۔"

حمفعہ حماد، کراچی

عید

نرگس کے پھولوں کی پتیاں
پرانے عید کارڈ
اور گلابی کاغذ کے چند ٹکڑے
میری تنہائی کے ساتھی ہیں

مصباح فیصل، کوہاٹ

محبت اور جنگ

ایک دفعہ ایک سپاہی نے ٹیپو سے کہا۔

"کیا محبت اور جنگ میں سب جائز ہے؟"

ٹیپو نے جواب دیا۔

"ہرگز غلط، یہ انگریزوں کا قول ہے، ہم تو کہتے ہیں، محبت اور جنگ میں جو کچھ ہو، وہ جائز ہے۔"

عائشہ شہباز، لاہور

بہری

پہلی بار کسی چہرے پہ نگاہ ٹھہری تھی
اس کی آنکھیں ساگر سے بھی زیادہ گہری تھیں
تھک گیا اپنے پیار کا اظہار کرتے کرتے
تب پتا چلا وہ دونوں کانوں سے بہری تھی

نسرین خورشید، جہلم

حضرت علیؓ کے اقوال

- ہر شخص کی قیمت وہ ہنر ہے جو اس کے اندر ہے۔
- ضد اور ہٹ دھرمی صحیح رائے کو دور کرتی ہے۔

- تمہاری وہ خاموشی جس کے بعد تم سے بات کرنے کی خواہش پیدا ہو جائے، تمہارے اس کلام سے بہتر ہے جس کے بعد تم کو خاموش کر دیا جائے۔
- اپنا حق لینے میں کبھی کوتاہی نہ کرو، البتہ دوسروں کے غصب حقوق سے بچو۔
- ضرورت کے لئے اللہ کو پکارنے والا دونوں حالتوں میں اللہ کو چھوڑ دیتا ہے، ضرورت پوری ہونے پر اور ضرورت پوری نہ ہونے پر۔
- خوبصورتی کپڑوں سے نہیں علم و ادب سے ہوتی ہے۔
- کسی کے منہ پر اس کی تعریف کرنا اسے قتل کرنے کے مترادف ہے۔

صائمہ مظہر، حیدر آباد

بے مثال کہاوتیں

☆ لکڑیوں کو انکھٹے جلاؤ تو روشنی دیتی ہیں، علیحدہ علیحدہ جلاؤ تو دھواں۔ (برطانوی کہاوت)

☆ جو بات عقل چھپاتی ہے، اسے نشہ ظاہر کر دیتا ہے۔ (لاطینی کہاوت)

☆ نیند آدھی غذا کا کام کرتی ہے۔ (جرمن کہاوت)

☆ ٹوٹ جانے سے جھک جانا بہتر ہے۔ (اسکاٹ کہاوت)

☆ اگر تم ماں، باپ کی باتوں پر عمل کرو گے تو لوہا اور پتھر بھی تمہارے ہاتھوں موم ہو جائے گا۔ (اٹلی کہاوت)

☆ آپ بلاشبہ مصور نہیں ہیں لیکن اپنے مطابق اپنی رات میں رنگ بھرے یقین مانیے صبح جب آپ بیدار ہوں گے تو آپ کے ذہن کے کینوس پر آپ کا شاہکار آپ کے سامنے ہوگا، کم از کم صبح بیداری ہے وقت اس کو ایک نظر دیکھ کر ایک مسکراہٹ تو ضرور آپ کے لبوں کا احاطہ بنے گی، وہی آپ کی صبح کا آغاز ہونا چاہیے۔

☆ اپنے آپ کا خیال رکھیے کیونکہ خود آپ کو اپنے آپ کی سب سے زیادہ ضرورت ہے۔

☆ اگر آپ کسی کو یہ یقین دلانے میں کامیاب ہو جائیں کہ اس کی کوئی بھی حرکت یا احساس و جذبہ آپ کے لئے باعث تمسخر نہیں ہے تو یقیناً وہ آپ کو اپنے آپ سے شیئر کرے گا۔

☆ اپنے لئے ستائش ضرور ڈھونڈیے یہ آپ کی شخصیت کی بقا کے لئے ضروری ہے۔

☆ دیکھیے، محسوس کیجئے، تجزیہ کیجئے، نتائج سے خود کو آگاہ کیجئے اور گزر جایئے کیونکہ ابھی آپ اس عمل میں دخل دینے کے اہل نہیں ہیں۔

سدرہ نعیم، شیخوپورہ

شیطان رشوت نہیں لیتا

امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "شیطان ہمارا ایسا دشمن ہے جو کبھی رشوت قبول نہیں کرتا، باقی دشمن ایسے ہیں کہ اگر کوئی ہدیہ یا تحفہ رشوت کے طور پر دے تو وہ نرم پڑ جائیں گے اور مخالفت چھوڑ دیں گے اور اگر خوشامد کی جائے تو اس سے بھی مان جائیں گے مگر شیطان وہ دشمن ہے جو نہ تو رشوت لیتا ہے اور نہ ہی خوشامد قبول کرتا ہے۔

یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ ہم ایک دن بیٹھ کر اس کی خوشامد کریں گے اور یہ ہماری جان چھوڑ دے گا، یہ ہرگز نہیں چھوڑے گا، اس لئے کہ یہ ایمان کا ڈاکو ہے، اس کی ہر وقت اس بات پر نظر ہے کہ میں کس طرح انسان کو ایمان سے محروم کر دوں۔

زاہدہ اظہر، حافظ آباد

☆☆☆

Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com

بیاض

تسنیم طاہر

دانیا سحر ---- ملتان

ہر دکھ ہر غم کو بھول جائیں ہم
تم جو آؤ عید منائیں ہم
سنبھال رکھے ہیں لفظوں کے موتی
دامن دل پھیلاؤ تو برسائیں ہم

....

تم ہو جاتی ہیں آنکھیں میری اکثر
کئی چہروں پہ دکھوں کا ملال دیکھ کر
اور بڑھ جاتی ہے سحر دل میں خواہش وصل کی
شب ڈھلے آسمان پہ، عید کا ہلال دیکھ کر

....

برف گرتی رہے، آگ جلتی رہے
آگ جلتی رہے، رات ڈھلتی رہے
رات بھر ہم یوں ہی رقص کرتے رہے
نیند تنہا کھڑی ہاتھ ملتی رہی

حیدر رضا ---- جھنگ

تھا جنہیں زعم وہ دریا بھی مجھی میں ڈوبے
میں کہ صحن نظر آتا تھا سمندر نکلا
میں کہ صحرائے محبت کا مسافر تھا فراز
ایک جھونکا تھا کہ خوشبو کے سفر پر نکلا

....

جب جی چاہا کہ سمیٹوں خود کو
کوئی شے مجھ میں بکھرتی چلی گئی
پہلے تو آسماں سر پہ نہ رہا
پھر مرے پاؤں سے دھرتی چلی گئی

....

کوشش کے باوجود بھی تو بھولتا نہیں
تیرے بغیر کیا کروں کچھ سوجھتا نہیں
ہوتی ہے صبح و شام مگر اس کے باوجود
ہے چاند تیری یاد کا جو ڈوبتا نہیں

فائزہ عبدالمنان ---- کراچی

مرا ملنا کوئی مشکل نہیں ہے
تو جب چاہے مجھے زنجیر کر لے
کوئی جادو نہیں چلتا ہے مجھ پر
محبت سے مجھے تسخیر کر لے

....

رات ہر چند کہ سازش کی طرح ہے گہری
صبح ہونے کا مگر دل میں یقیں رکھنا ہے

....

میں نہ ہوں گا تو خزاں کیسے کٹے گی تیری
شوخ پتے نے کہا شاخ سے مرجھاتے ہوئے
کپکپی لیے ہونٹ وہ پاکیزہ نگاہیں سن کر
میلی ہو جاتی ہے آواز بھی دہراتے ہوئے

عفیفہ منیر ---- سیالکوٹ

آنکھیں پہچانتی ہیں آنکھوں کو
درد چہرہ شناس ہوتا ہے
ڈس ہی لیتا ہے سب کو عشق کبھی
سانپ موقع شناس ہوتا ہے

....

سہما سہما ڈرا سا رہتا ہے
جانے کیوں جی بھرا سا رہتا ہے
ایک پل دیکھ لوں تو اٹھتا ہوں
جل گیا گھر ذرا سا رہتا ہے

....

سفر میں عشق کے اک ایسا مرحلہ آیا
وہ ڈھونڈتا تھا مجھے اور کھو گیا تھا میں
مجھے گلہ نہ کسی سنگ کا نہ آہن کا
اسی نے توڑ دیا جس کا آئینہ تھا میں

صائمہ سلیم ---- گجرات

ہوتی ہے صداقت میں خامشی کی گہرائی
صرف شور ہوتا ہے حرف بے صداقت میں

....

تم میری آنکھ کے تیور نہ بھلا پاؤ گے
ان کہی بات کو سمجھو گے تو یاد آؤں گا
آج تو محفل یاراں پہ ہو مغرور بہت
جب کبھی ٹوٹ کر بکھرو گے تو یاد آؤں گا

....

کیا بتاؤں کہ روٹھ کر تجھ سے
آج تک تجربوں سے کھویا ہوں
تو مجھے بھول کے بھی خوش ہو گا
میں تجھے یاد کر کے رویا ہوں

نازیہ جمال ---- چکوال

ملیں جب ان سے تو مبہم سی گفتگو کرنا
پھر اپنے آپ سے سو سو وضاحتیں کرنی
کبھی فراز نئے موسموں میں رو دینا
کبھی تلاش پرانی رفاقتیں کرنی

....

اب تمہیں کیا بتائیں ہم کیسے تمہیں دکھائیں ہم
سینے میں کیا اتر گیا آنکھ پہ کیا گزر گئی

....

قریب تھا تو کسے فرصت محبت تھی
ہوا ہے دور تو اس کی وفائیں یاد آئیں

سمن رضا ---- چیچہ وطنی

بچھڑ کے تجھ سے عجب وحشتوں نے گھیرا ہے
اداس رہتا ہے یہ دل بھی جنگلوں کی طرح

....

انا کی قید سے نکلے مقابلہ تو کرے
وہ میرا ساتھ نبھانے کا حوصلہ تو کرے
کبھی نہ ٹوٹنے والا حصار بن جاؤں
وہ میری ذات میں رہنے کا فیصلہ تو کرے

....

ڈبو دے اپنی کشتی کو اے کنارے ڈھونڈنے والے
یہ دریائے محبت ہے یہاں ساحل نہیں ہوتا

شاہین سلیم ---- دیپالپور

پھر اس کی یاد میں انجم شناس روئے بہت
ستارہ ٹوٹ کے جب آسمان چھوڑ گیا

....

مجھ کو تو مانگنے کا سلیقہ بھی نہیں
میرے آنسوؤں نے کہا مدعا میرا

....

ابھی تو ضد ہے اسے راستہ بدلنے کی
وہ روئے گا بھی بہت میری چاہتوں کے لئے

ایمن عزیز ---- میانوالی

گرچہ اب ترک مراسم کو بہت دیر ہوئی
اب بھی وہ میری اجازت ہے مجھے سوچتا ہے
کتنا خوش فہم ہے وہ شخص کہ ہر موسم میں
اک نئے رخ نئی صورت سے مجھے سوچتا ہے

....

اگر روک لیتے تو جاتا نہ وہ
مگر ہم بھی اپنی ہواؤں میں تھے

....

مجھے عزیز ان من محبت کا کوئی تجربہ نہیں ہے
میں اس سفر میں نیا نیا مجھے دعاؤں میں یاد رکھنا
مجھے کسی سے بھلائی کی اب کوئی توقع نہیں ہے تابش
میں عادتاً سب سے کہہ رہا ہوں دعاؤں میں یاد رکھنا

ام رباب ---- ساہیوال

جب تیری یاد میں مصرعہ کوئی لکھنے بیٹھا
میں نے کاغذ پہ چھالوں کا گلستان دیکھا
تو نے دیکھا ہے منڈیروں پہ چراغوں کو فقط
میں نے جلتا ہوا ہر دور میں انسان دیکھا

....

دن تو اسی شہر کی رونق میں گزر جاتا ہے
یاد کچھ لوگ سر شام بہت آتے ہیں

....

محبت کا ارادہ اب بدل جانا بھی مشکل ہے
تمہیں کھونا بھی مشکل ہے تمہیں پانا بھی مشکل ہے

Scan & PDF
FIAZ AHMED
FriendsKorner.com

اداسی تیرے چہرے کو گوارہ بھی نہیں لیکن
تیری خاطر ستارے توڑ کر لانا بھی مشکل ہے
نعیمہ بخاری ----- اٹک

اس نے مٹی کی دیوار پر کچے رنگ کے ساتھ
لکھ کر نام میرا بارش کی دعا مانگی ہے

....

کچھ نہ کچھ شہر میں ہونے کا گماں ہوتا ہے
جس کو پایا تھا اسے کھونے کا گماں ہوتا ہے
جب سے دیکھی ہیں وہ بھیگی ہوئی آنکھیں
ہنستے چہروں پہ بھی رونے کا گماں ہوتا ہے

....

فصیل جسم پہ تانی ہے کرب کی چادر
ہم اہل درد سے پوچھو کہ زندگی کیا ہے
ثمرین زاہرہ ----- خان پور

اگر ہو سکے تو کرو خود میں کشش پیدا
ہر کسی کو حسرت سے دیکھا نہیں کرتے
ہر شخص نہیں ہوتا ہر شخص کے قابل
ہر شخص کو اپنے لئے پرکھا نہیں کرتے

....

اے چشم فلک اے چشم زمیں
ہم لوگ تو پھر آنے کے نہیں
دو چار گھڑی کا سپنا ہیں
دو چار گھڑی کا خواب ہیں ہم

....

مجھے بارش کی چاہت نے ڈبویا
میں پختہ شہر کا کچا مکاں ہوں
خود اپنی چال الٹی چلنا چاہوں
میں اپنے واسطے خود آسماں ہوں
نمرہ سعید ----- اوکاڑہ

اپنا آپ مٹا ڈالا اس بے کار سی خواہش میں
میرا ذکر کتابوں میں ہو میرا نام رسالوں میں

....

دولت درد کو دنیا سے چھپائے رکھنا
آنکھ میں بوند نہ ہو دل میں سمندر رکھنا

اپنی آشفتہ مزاجی پہ ہنسی آتی ہے
دشمنی سنگ سے اور کانچ کا پیکر رکھنا

....

جبر کے شہر میں ظلمت سے بغاوت کر دو
آہنی ہاتھوں کو جینے کی ضمانت کر دو
رونا حالات کا یوں روتے رہو گے کب تک
بیڑیاں کاٹ کے پیروں کی قیامت کر دو
طاہرہ رحمان ----- بہاول نگر

خالد جو بات بات پہ کہتا تھا مجھ کو جان
وہ شخص آخر مجھے بے جان کر گیا

....

یقین تھا کہ ہے آساں اس کو منا لینا
بچھڑ گیا ہے تو بڑی مشکلیں نظر آئیں

....

رات اپنے کو بھی نہ دیکھ سکی
اک دیا جو جلا نہیں کوئی
ہم سے بہتر ہے گر زمانے میں
ڈھونڈ لے اور دوسرا کوئی
عمرانہ علی ----- حاصل پور

زباں کا درد ہوئے پر دل میں گھر نہ ہوئے
ہتھیلیوں پہ لکھے نام ہمسفر نہ ہوئے
عجب طریقہ ہے جاناں تجھے بھلانے کا
کہ تیری یاد سے اک پل بھی بے خبر نہ ہوئے

....

سلوٹیں ہیں میرے چہرے پر تو حیرت کیوں ہے
زندگی نے مجھے کچھ تم سے زیادہ پہنا

....

کہا ساتھی کوئی دکھ درد کا تیار کرنا ہے
کہا تم کو اکیلے ہی دریا پار کرنا ہے
کہا میں لاڈلا تیرا پھر مٹی میں کیوں اتروں
کہا یہ سمندر سبھی کو پار کرنا ہے
عظمیٰ جبیں ----- لیہ

راستہ روکے کھڑی ہے یہی الجھن کب سے
کوئی پوچھے تو کہیں گے کیا کہ کدھر جاتے ہیں

نرم الفاظ بھلی باتیں مہذب لہجے
پہلی بارش ہی میں یہ رنگ اتر جاتے ہیں

....

مجھے منزلوں سے عزیز تر ہیں تیری راہ گزر کی مسافتیں
کہ لکھی ہیں میرے نصیب میں ابھی عمر بھر کی مسافتیں
اسی ایک پل کی تلاش میں جسے لوگ کہتے ہیں زندگی
تیری راہگزر میں بکھر گئیں میری عمر بھر کی مسافتیں

....

گھنے درخت کے نیچے سلا کے چھوڑ گیا
عجب شخص تھا سپنے دکھا کے چھوڑ گیا
یہ اجڑا گھر تو اسی ایک کی نشانی ہے
جو اپنے نام کی تختی لگا کے چھوڑ گیا
وردہ منیر ----- لاہور

خدا کی اتنی بڑی کائنات میں، میں نے
بس اک شخص کو مانگا مجھے وہی نہ ملا
بہت عجیب ہے یہ قربتوں کی دوری بھی
وہ میرے ساتھ رہا اور مجھے کبھی نہ ملا

....

نقش گزرے ہوئے لمحوں کے ہیں دل پر کیا کیا
مڑ کے دیکھوں تو نظر آتے ہیں منظر کیا کیا
کتنے چہروں پہ رہا عکس میری حیرت کا
مہرباں مجھ پہ ہوئے آئینہ پیکر کیا کیا

....

اے دل تجھے دشمن کی بھی پہچان کہاں ہے
تو حلقہ یاراں میں بھی محتاط رہا کر
شگفتہ رحیم ----- فیصل آباد

محبتوں کا حساب تھا، عداوتوں کا شمار تھا
کبھی رات اس کی عذاب تھی کبھی روح کا وہ قرار تھا
تو بھی دور ہے میں بھی دور ہوں کیوں الگ ہوئے یہ راستے
میری چاہتوں کا گریز تھا یا میری انا کا حصار تھا

....

سمو لیے ہیں زمانے کے غم تبسم میں
زمانہ اس پر بھی برہم ہے کیا کیا جائے
عظیم تر ہے عبادت شباب کی لیکن
یہی گناہ کا موسم ہے کیا کیا جائے

....

جو آج مجھ سے بچھڑ کر بڑے سکون میں ہے
کبھی وہ شخص میرے واسطے عذاب میں تھا
اسی نے مجھ کو غم سوز جاوداں بخشا
وہ ایک چاند کا ٹکڑا سا جو نقاب میں تھا
حمیرا رضا ----- ساہیوال

اب اس کے بعد کوئی رابطہ نہیں رکھنا
یہ بات طے ہوئی لیکن سوال درد کا ہے
یہ دل یہ اجڑی ہوئی چشم غم یہ تنہائی
ہمارے پاس تو جو بھی ہے مال درد کا ہے

....

اللہ کرے جہاں کو میری یاد بھول جائے
اللہ کرے تم کبھی ایسا نہ کر سکو
میرے سوا کسی کی نہ ہو تم کو جستجو
میرے سوا کسی کی تمنا نہ کر سکو

....

اب کہاں جوش جنوں جذب وفا شوق طلب
آج ہم پھرتے ہیں بے سرو ساماں کی طرح
اور کچھ روز یہی کرب کا عالم جو رہا
ہم بکھر جائیں گے اک خواب پریشان کی طرح
ماریہ عثمان ----- سرگودھا

تمہارے شہر کی ہر چھاؤں مہرباں تھی مگر
جہاں پہ دھوپ کڑی تھی وہاں شجر ہی نہ تھا

....

چھینی کسک طلب کی مجھے سکوت وفا دیا
میرے معبود تیرا شکریہ کیا لے کے کیا دیا

....

مجھ سے فرشتے سیکھیں گے آداب بندگی
میں نے عبادتوں کو محبت بنا دیا

....

تجھ سے بچھڑا کر اب تو یوں ہے کہ بزم میں
بے سود بولنا کبھی بے کار سوچنا

☆☆☆

Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com

رنگ حنا

بلقیس بھٹی

تہیہ

دو ادھیڑ عمر، کاہل اور کام چور آدمی پارک کے بینچ پر بیٹھے گپ شپ کر رہے تھے، ایک بولا۔

''میں نے بائیس سال کی عمر کو پہنچنے سے پہلے ہی تہیہ کر لیا تھا کہ میں بہت دولت کماؤں گا اور ایک امیر کبیر آدمی بنوں گا۔''

''لیکن تم امیر کبیر تو نہیں بنے۔'' دوسرے نے قدرے حیرت سے کہا۔

''دراصل بائیس سال کی عمر کو پہنچنے کے بعد میں نے فیصلہ کیا کہ دولت کمانے کے مقابلے میں خیالات تبدیل کر لینا زیادہ آسان کام ہے۔'' پہلے کاہل نے جواب دیا۔

نمرہ سعید، اوکاڑہ

شیخی خور

کبوتروں کا ایک جوڑا فضا میں اڑ رہا تھا، نر نے اپنی مادہ سے کہا۔

''تم کیا جانو کہ مجھ میں کتنی طاقت ہے؟ اگر میں چاہوں تو اپنے پروں کے ایک ہی وار سے سامنے کی پوری عمارت گرا دوں۔''

اتفاق سے اسی عمارت کی چھت پر کھڑا ہوا آدمی پرندوں کی بولی جانتا تھا، اس نے کبوتر کو اشارے سے بلایا اور کہا۔

''کبوتر میاں! یہ شیخی کیوں بگھار رہے ہو؟''

کبوتر نے فوراً کہا۔

''معاف کیجئے جناب! میں تو صرف اپنی کبوتری پر رعب جما رہا تھا، ورنہ میں کیا اور میری طاقت کیا؟''

آدمی نے کہا۔

''خبردار آئندہ ایسا رعب ہرگز نہ جمانا، یہ بہت بری عادت ہے۔''

کبوتر واپس آیا تو کبوتری نے پوچھا۔

''وہ آدمی تم سے کیا کہہ رہا تھا؟''

کبوتر نے کہا۔

''تم نے دیکھا نہیں کہ وہ آدمی ہاتھ جوڑ کر کہہ رہا تھا کہ اللہ کے لئے میری عمارت نہ گرانا۔''

طاہرہ رحمان، بہاول نگر

دھمکی

بیٹا نے امی سے کہا۔

''امی میں جھیل پر نہانے جا رہا ہوں۔''

امی نے کہا۔

''نہیں بیٹے! تم ڈوب جاؤ گے۔''

بیٹے نے کہا۔

''نہیں امی! میں ضرور جاؤں گا۔''

امی غصے سے کہا۔

''کمبخت! اگر ڈوب گیا تو میں تجھے گھر میں گھسنے نہ دوں گی۔''

عمرانہ علی، حاصل پور

بڑا دل

ایک سردار ریسٹورنٹ میں سوپ پی رہا تھا۔ لڑکے نے کہا۔

''سردار جی! سوپ میں مکھی ہے۔''

سردار جی بولے۔

''دل بڑا کر یار! مکھی نے کتنا پی لینا ہے۔''

آخری موقع

استاد نے شاگرد کہا۔

''شادی کے وقت دولہے کو گھوڑے پر کیوں بٹھایا جاتا ہے؟''

شاگرد جواب دیتے ہوئے۔

''آخری موقع دیا جاتا ہے ابھی بھی وقت ہے بھاگ جاؤ۔''

عظمیٰ جبیں، لیہ

معصومیت

استاد نے بچے سے کہا۔

''بتاؤ بجلی کہاں سے آتی ہے؟''

بچے نے جواب دیا۔

''سر! میرے ماموں کے گھر سے۔''

استاد حیرت سے بولا۔

''وہ کیسے؟''

بچہ معصومیت سے بولا۔

''سر! جب بھی لائٹ جاتی ہے تو میرے ابو کہتے ہیں سالوں نے پھر بجلی بند کر دی۔'' بچے نے معصومیت سے جواب دیا۔

وردہ منیر، لاہور

بیوی نامہ بمقابلہ شوہر نامہ

- وہ اپنے شوہر کی موت پر روئی، آنسو سے نہیں محض آوازوں سے۔
- شوہر کے لئے شادی کی رات زندگی کی آخری پرسکون رات ہوتی ہے۔
- شوہر صرف اسی وقت پرسکون رہ سکتا ہے جب اس کی بیوی گونگی ہو یا خود بہرا ہو۔
- یا اللہ عذاب تو آخرت میں ملنا تھی، دنیا میں کیوں، (مظلوم شوہر کی فریاد)
- بیوی کو رام کرنے کے لئے ضروری ہے کہ آپ اپنی زبان بند رکھیں اور جیبیں کھلی۔
- شوہر وہ گدھا ہے جو سارا دن بوجھ ڈھو کر بھی ڈنڈوں کا حق دار ٹھہرتا ہے۔
- بیوی کے آنسو اور شوہر کے بہانے کبھی سچے نہیں ہوتے۔

دانیا سحر، ملتان

اندازہ

باپ کو بچے کے بارے میں اسکول ٹیچر کا خط ملا تو اس نے غصے سے بیٹے کو بلایا اور گرج کر کہا۔

''تمہیں معلوم ہے تمہارے ٹیچر نے اس خط میں کیا لکھا ہے؟''

''جی نہیں۔'' بیٹے نے نفی میں سر ہلا دیا۔

''اس نے لکھا ہے، شاید وہ زندگی بھر تمہیں کچھ نہ سکھا سکے۔''

''میں نے پہلے ہی کہا تھا یہ ٹیچر کسی قابل نہیں۔'' بچے نے منہ بنا کر کہا۔

حیدر رضا، جھنگ

وقت کے ساتھ

بیوی غصے بھرے لہجے میں اپنے شوہر سے کہہ رہی تھی۔

''میں تم سے شادی کرتے وقت بہت بے وقوف تھی۔''

شوہر کا اطمینان سے جواب دیا۔

''میں جانتا تھا مگر میرا خیال تھا وقت کے ساتھ تم کو عقل آجائے گی۔''

فاعزہ عبدالمنان، کراچی

پولٹری فارم

پولٹری فارم کے مالک نے اپنے ایک دوست سے کہا۔

''جب سیلاب آتا ہے، سینکڑوں چوزے ڈوب کر ہلاک ہو جاتے ہیں، اب تم بتاؤ میں کیا کروں، میں تو قلاش ہوتا جا رہا ہوں۔'' دوست نے چند لمحے سوچا اور پھر بولا۔

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

"تم چوزوں کی جگہ بطخیں کیوں نہیں پال لیتے۔"

عتیقہ منیر، سیالکوٹ

کنجوس

ایک صاحب کا کنجوس میں کوئی ثانی نہ تھا، ایک دن وہ دانتوں کے ڈاکٹر کے پاس پہنچے ان کے ایک دانت میں درد تھا، معائنے کے بعد ڈاکٹر بولا۔

"یہ دانت نکالنا پڑے گا۔"

"کیا فیس ہو گی؟" ان صاحب نے دریافت کیا۔

"دو سو روپے۔" ڈاکٹر نے جواب دیا۔

"یہ لیجئے پچاس روپے، اسے تھوڑا سا ڈھیلا کر دیں، نکال میں خود ہی لوں گا۔"

نازیہ جمال، چکوال

عدم

دہلی کے ایک مشاعرے میں عبدالحمید عدم، پنڈت ہری چند اختر کو دیکھتے ہی ان سے لپٹ گئے اور بولے۔

"پنڈت جی! مجھے پہچانا نہیں عدم ہوں۔"

پنڈت جی ان کا موٹا تازہ وجود دیکھ کر بولے۔

"اگر یہی عدم ہے تو وجود کیا ہو گا۔"

سمن رضا، چیچہ وطنی

تشفی

جہاز کے ٹیک آف کا اعلان کرنے کے بعد پائلٹ اسپیکر آف کرنا بھول گیا، تھوڑی دیر کی پرواز کے بعد اس نے اپنے معاون سے کہا۔

"یار رابٹ! تم ذرا میری جگہ آؤ جاؤ، میں پہلے کافی پیوں گا پھر کچھ دیر آرام کروں گا پھر ایئر ہوسٹس سے باتیں کروں گا؟"

اسپیکر آن ہونے کی وجہ سے پائلٹ کی یہ گفتگو ایئر ہوسٹس کے ساتھ دوسرے مسافروں نے بھی سن لی، ایئر ہوسٹس گھبرا کر جلدی سے کاک پٹ کی طرف بھاگی تاکہ پائلٹ کو اس کی غلطی کا احساس دلائے، بوکھلاہٹ میں وہ ایک بڑی بی سے ٹکرا گئی جس نے اسے تھامتے ہوئے کہا۔

"آرام سے بچی! آپ نے سنا نہیں پہلے وہ کافی پیئے گا۔"

شاہین سلیم، دیپالپور

مضمون نگاری

اسکول میں ایک کلاس کے بچوں کو کسی "سواری" کے بارے میں ڈھائی سو الفاظ پر مشتمل ایک مضمون لکھنے کے لئے کہا گیا۔

"میرے ابو نے ایک پرانی کار خریدی پہلی رات وہ ہمیں اس میں بٹھا کر سپر ہائی وے پر بہت دور ایک ہوٹل میں کھانا کھلانے لے گئے، راستے میں کار خراب ہو گئی، ہمیں کوئی دوسری سواری بھی نہیں ملی اور کسی نے ہمیں لفٹ بھی نہیں دی، ہمیں کئی میل تک پیدل چلنا پڑا، مس! یہ تقریباً پچاس الفاظ ہو گئے تقریباً دو سو الفاظ وہ ہیں جو ابو نے راستے میں گاڑی کی شان میں بولے، مگر وہ لکھنے کے قابل نہیں۔"

ایمن عزیز، میانوالی

آنکھ میں کھٹکنا

رشیدہ "پچھلے ہفتے میری بیوی کی آنکھ میں ریت کا ایک ذرہ پڑ گیا اور اتنا کھٹکنے لگا کہ اسے ڈاکٹر کے پاس جانا پڑا اور میرے پچاس روپے خرچ ہو گئے۔"

سعید "یہ تو کچھ بھی نہیں پچھلے دنوں میری بیوی کی آنکھوں میں ایک ساڑھی کھٹکنے لگی اور مجھے پورے ڈھائی ہزار روپے خرچ کرنا پڑے۔"

ہری مرچیں

بہت جلد وہ زمانہ آئے گا، جب ہم تین گھنٹے میں پوری دنیا کا سفر کر لیں گے، ایک گھنٹہ ہوائی جہاز میں گزرے گا جبکہ دو گھنٹے ایئر پورٹ پہنچنے میں لگیں گے۔

نسرین نگہت، کراچی

ضرورت

لکھنؤ کے مشہور مولوی نظام الدین حسن صاحب مغفور بھوپال میں جج تھے، مسعود ثانی مرحوم نے ملازمت کی درخواست دی، طلبی ہوئی، برہم ہو کر فرمایا۔

"یہ کیسی بے تکی عرض لکھ کر لائے ہو، دیکھو اتنے الفاظ کے شوشے غائب ہیں، اتنے حروف پر نقطے نہیں، فلاں دائرے نامکمل ہیں، جاؤ ٹھیک کر کے پیش کرو۔"

ثانی مرحوم عرضی لے کر چلے گئے، دوسری عرضی پیش کی، پھر طلبی ہوئی، اب کے اور زیادہ برہم ہوتے ہوئے پوچھا۔

"کیوں جی یہ عرضی کے چاروں طرف تم نے کیا کیڑے مکوڑے بنا رکھے ہیں۔"

عرض کیا۔

"حضور کوشش تو کی ہے کہ نقطے، شوشے، دائرے سب اپنی اپنی جگہ موجود ہوں پھر بھی احتیاط کچھ اور لکھ دیے جہاں کہیں ضرورت ہو ان سے لے لئے جائیں۔"

ایمان علی، ٹوبہ ٹیک سنگھ

تبصرہ

مشہور ادیبہ ڈورتھی پارکر اپنے مشہور ادبی کالم "مستقل قاری" میں مختلف کتابوں پر تبصرہ کیا کرتی تھی، ایک مرتبہ اس نے ناول پہ تبصرہ کرتے ہوئے لکھا۔

"یہ کتاب نہایت خوبصورت سرورق سے مرصع ہے، لفظوں کے ہجے بھی درست ہیں، زبان بھی ٹھیک ہے، طباعت بھی معیاری ہے، لیکن اپنے مضمون اور موضوع کے اعتبار سے ایسی نہیں ہے کہ اسے پڑھ کر آرام سے بک شیلف میں سجایا جائے، بلکہ اسے پوری قوت سے سامنے والی دیوار پر مارنے کو دل کرتا ہے۔"

شاہدہ اسد، گوجرانوالہ

احسان

ایک فرانسیسی نوجوان تین سال لندن میں رہا جب وہ وطن واپس جانے لگا تو اپنے انگریزی کے استاد سے الوداعی ملاقات کرنے گیا، اس نے جذباتی انداز میں اور غلط سلط انگریزی میں استاد کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا۔

"محترم استاد! آپ نے جس توجہ اور انہماک سے مجھے انگریزی پڑھائی ہے، آپ کا شکر گزار ہوں، براہ کرم آپ فرمائیے میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں؟"

استاد نے جواب دیا۔

"جب تم واپس جاؤ تو وہاں کسی کو یہ مت بتانا کہ انگریزی میں نے پڑھائی تھی۔"

صائمہ مشتاق، جڑانوالہ

نارمل عورت

ایک عورت نے نفسیاتی علاج کے ماہر ڈاکٹر سے کہا۔

"اللہ کے لئے میرے شوہر کو سدھارنے کے لئے کچھ کیجئے، وہ سارا سارا دن ایک بہت بڑا ڈھول بجاتے ہوئے گھومتے پھرتے ہیں۔"

ڈاکٹر بولا۔

"اسے خبط تو نہیں کہا جا سکتا، بالکل نارمل عادت ہے یہ، میں خود بھی کبھی کبھی ایک بہت بڑا ڈھول بجاتا ہوں۔"

عورت نے حیران ہو کر پوچھا۔

"ڈھول کے اندر بیٹھ کر۔"

شگفتہ رحیم، فیصل آباد

☆☆☆

Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com

میری ڈائری سے

صائمہ محمود

حمیرا رضا: کی ڈائری سے ایک غزل

سنتے ہیں پھر چھپ چھپ کر ان کے گھر میں آتے جاتے ہو
انشا صاحب ناحق جی کو وحشت میں الجھاتے ہو
دل کی بات چھپانی مشکل لیکن خوب چھپاتے ہو
بن میں دانا شہر کے اندر دیوانے کہلاتے ہو
بے کل بے کل رہتے ہو پر محفل کے آداب کے ساتھ
آنکھ چرا کے دیکھ بھی لیتے بھولے بھی بن جاتے ہو
پیت میں ایسے لاکھ جتن ہیں لیکن اک دن سب ناکام
آپ جہاں میں رسوا ہو گے وعظ ہمیں فرماتے ہو
ہم سے نام جنوں کا قائم، ہم سے دشت کی آبادی
ہم سے درد کا شکوہ کرتے ہم کو زخم دکھاتے ہو

ماریہ عثمان: کی ڈائری سے ایک نظم

”مگر ظلم کے خلاف“

ہم امن چاہتے ہیں مگر ظلم کے خلاف
گر جنگ لازمی ہے تو پھر جنگ ہی سہی
ظالم کو جو نہ روکے وہ شامل ہے ظلم میں
قاتل کو جو نہ ٹوکے، وہ قاتل کے ساتھ ہے
ہم سربکف اٹھے ہیں کہ حق فتح یاب ہو
کہہ دو اسے جو لشکر باطل کے ساتھ ہے
اس ڈھنگ پر ہے زور تو یہ ڈھنگ ہی سہی
ظالم کی کوئی ذات، نہ مذہب نہ کوئی قوم
ظالم کے لب پہ ذکر بھی ان کا گناہ ہے
پھلتی نہیں ہے شاخ ستم اس زمین پر
تاریخ جانتی ہے زمانہ گواہ ہے
کچھ کور باطنوں کی نظر تنگ ہی سہی
یہ زر کی جنگ ہے، نہ زمینوں کی جنگ ہے
یہ جنگ ہے بقا کے اصولوں کے واسطے
جو خون ہم نے نذر دیا ہے زمین کو
وہ خون ہے گلاب کے پھولوں کے واسطے
پھوٹے گی صبح امن، لہو رنگ ہی سہی

شگفتہ رحیم: کی ڈائری سے ایک غزل

اداسیوں میں ذات ہے کبھی کبھی ملا کرو
بڑی کٹھن حیات ہے کبھی کبھی ملا کرو
یہاں تو لوگ دیکھتے ہی دیکھتے بچھڑ گئے
شہر حادثات ہے کبھی کبھی ملا کرو
کسی حسین خواب میں کبھی کسی خیال میں
جدائیوں کی رات ہے کبھی کبھی ملا کرو
کئی دنوں سے اجنبی نہ کوئی آشنا ملا
اداس شہر ذات ہے کبھی کبھی ملا کرو
کھڑے کھڑے کہاں سنا سکوں گا داستان دل
بڑی طویل بات ہے کبھی کبھی ملا کرو
قدم قدم پہ گھات ہے کبھی کبھی ملا کرو
حیات پل صراط ہے کبھی کبھی ملا کرو

ماروخ آصف: کی ڈائری سے ایک نظم

”میں تجھے چاہتا نہیں لیکن“

پھر بھی شب کی طویل خلوت میں
تیرے اوقات سوچتا ہوں میں
تیری ہر بات سوچتا ہوں میں
کون سے پھول تجھ کو بھاتے ہیں
رنگ کیا کیا پسند آتے ہیں
کھو سا جاتا ہوں تیری جنت میں
میں تجھے چاہتا نہیں ہوں لیکن
پھر بھی احساس سے نجات نہیں
سوچتا ہوں تو رنج ہوتا ہے
دل کو جیسے کوئی ڈبوتا ہے
جس کو اتنا سراہتا ہوں میں
اس میں تیری سی کوئی بات نہیں

صائمہ ابراہیم: کی ڈائری سے ایک غزل

بے خیالی میں بھی وہ بے خیال اچھا لگے
سرمگیں آنکھوں سے بہتے تیسیال اچھا لگے
شجر کاری بھی ہے اچھی اور گھنی چھاؤں بھی
لیک اپنے صحن میں تنہا نہال اچھا لگے
کارگاہ ہستی میں کوئی چیز بے مقصد نہیں
حسن کی جب بات ہو تو بے مثال اچھا لگے
میں مجبور یار ہوں ایک جھلک ہو عطا
جھولی بھر اس کی جسے مال و منال اچھا لگے
ہے خشونت باعث بگاڑ چہرے کی مگر
خوب رو چہرے پہ آئے تو جلال اچھا لگے
زلزلوں کے نام سے ہی سہم جاتا ہے جدون
اس کی یادوں کا گر آئے تو بھونچال اچھا لگے

وفا عبدالرحمان: کی ڈائری سے ایک نظم

یہیں تو تھیں پر
تمہارے لبوں نے
میرے سرد ہونٹوں سے برفیلے ذرے چنے تھے
اسی پیڑ کی چھال پر ہاتھ رکھ کر
ہم اک دن کھڑے تھے
یہیں برف باری میں ہم لڑکھڑاتے ہوئے جا رہے تھے
مہک تازہ بوسوں کی سر میں سمائے
ہم آغوش، جسم و جاں کے نشے میں
گئی برف باری کی رت
اور پگھلتی ہوئی برف بھی بہہ گئی سب
یہاں کچھ نہیں اب
کہ ہر شے نئی ہے
ہٹا کر ردا برف کی گھاس لہرا رہی ہے
ہری پتیوں کی گھنی ٹہنیوں میں
ہوا جب چلے تو
گئے موسموں سے گزرتی
ہماری ہنسی گونجتی ہے

سدرہ نعیم: کی ڈائری سے ایک غزل

جنوں عشق کھلاتے گلاب جنگل میں
غرور حسن بڑھاتے عذاب جنگل میں
کسی کے جسم کی خوشبو گمان سے لپٹی
گئے زمانوں کے گونجے رباب جنگل میں
حدود ہوش سے آگے کی لذتیں توبہ
ذرا سی دیر اٹھاؤ نقاب جنگل میں
ہیں یاد یار کے گجرے بہار کے گجرے
بدن کی شاخ پہ آیا شباب جنگل میں
ہجوم شہر ولی مجھ کو مانتا ہو گا
تری نگاہ پلاتے شراب جنگل میں

ثمرہ شیرازی: کی ڈائری سے ایک نظم

کچھ دور ہمارے ساتھ چلو
ہم دل کی کہانی کہہ دیں گے
سمجھے نہ جسے تم آنکھوں سے
وہ بات زبانی کہہ دیں گے
پھولوں کی طرح ہونٹوں پہ
اک شوخ تبسم بکھرے گا
دھیرے سے تمہارے کانوں میں
اک بات پرانی کہہ دیں گے
اظہار وفا تم کیا جانو
اقرار وفا تم کیا جانو
ہم ذکر کریں گے غیروں کا
اور اپنی کہانی کہہ دیں گے
کچھ دور ہمارے ساتھ چلو

حمضعہ حماد: کی ڈائری سے ایک نظم

”آج بھی شام اداس رہی“

آج بھی تپتی دھوپ کا صحرا
تیرے نرم لبوں کی شبنم
تیری بکھری بکھری زلف کے سائے سے محروم رہا
آج بھی پتھر، ہجر کا لمحہ
صدیوں سے بے خواب رتوں کی

Scan & PDF
FIAZ AHMED
Friends Korner.com

آنکھوں کا مقسوم رہا
آج بھی اپنے وصل کا تارا
راکھ اڑاتی شوخ شفق کی
منزل سے معدوم رہا
آج بھی شہر میں پاگل دل کو
تیری دید کی آس رہی
مدت کی گم صم تنہائی
آج بھی میرے پاس رہی
آج بھی شام اداس رہی

مصباح فیصل: کی ڈائری سے ایک غزل

سویرے رات کی تاریکیوں سے ڈر نہیں جاتے
اندھیرے چھا بھی جائیں تو اجالے مر نہیں جاتے
ارادے ہر گھڑی جب وحشتیں ایجاد کرتے ہوں
کسی بھی رت میں آوارہ پرندے گھر نہیں جاتے
کسی لمحے نے دہرانی ہے صدیوں کی زباں ورنہ
ذرا سی دیر میں آنکھوں کے پیالے بھر نہیں جاتے
اگر کچھ بھی نہ ہوا انسانیت کا مسئلہ ہو گا
ذرا سی بات پر اب اس قدر سر نہیں جاتے
ستارے جل بجھے اور چاندنی اکتا گئی لیکن
کھلی ہیں کھڑکیاں اور آنکھ سے منظر نہیں جاتے
تمہاری خواہشیں ایک دن ڈبو دیں گی تمہیں طاہر
کسی اندھے کی سالاری میں دیدہ ور نہیں جاتے

عائشہ شہباز: کی ڈائری سے ایک نظم

"جشن عید"
سبھی نے عید منائی مرے گلستان میں
کسی نے پھول پروئے، کسی نے خار چنے
بنام اذان تکلم، بنام جبر سکوت
کسی نے ہونٹ چبائے، کسی نے ہونٹ بنے
بڑے غضب کا گلستاں میں جشن عید ہوا
کہیں تو بجلیاں کوندیں، کہیں چنار جلے
کہیں کہیں کوئی فانوس بھی نظر آیا
بطور خاص، مگر قلب داغ دار جلے
عجب تھی عید خمستاں، عجب تھا رنگ نشاط
کسی نے بادہ و ساغر، کسی نے اشک پیے
کسی نے اطلس و کمخواب کی قبا پہنی
کسی نے چاک گریباں نے زخم سیے
ہمارے ذوق نظارہ کو عید کے دن بھی
کہیں پہ سایہ ظلمت، کہیں پہ نور ملا
کسی نے دیدہ و دل کے کنول کھلے پائے
کسی کو ساغر احساس چکنا چور ملا
یہ فیض عید بھی پیدا ہوئی نہ یک رنگی
کوئی ملول کوئی غم سے بے نیاز رہا
بڑا غضب ہے، خداوند کوثر و تسنیم
کہ روز عید بھی طبقوں کا امتیاز رہا

نسرین خورشید: کی ڈائری سے ایک غزل

ہتھیلیوں کی دعا پھول لے کے آئی ہو
کبھی تو رنگ میرے ہاتھ کا حنائی ہو
کوئی تو ہو جو میرے تن کو روشنی بھیجے
کسی کا پیار ہوا میرے نام لائی ہو
گلابی پاؤں میرے چمپئی بنانے کو
کسی نے صحن میں مہندی کی باڑھ اگائی ہو
کبھی تو ہو میرے کمرے میں ایسا منظر بھی
بہار دیکھ کے کھڑکی سے مسکرائی ہو
وہ سوتے جاگتے رہنے کے موسموں کا فسوں
کہ نیند میں ہوں مگر نیند بھی نہ آئی ہو

صائمہ مظہر: کی ڈائری سے ایک نظم

تمہارے ہونٹوں کی ٹھنڈی ٹھنڈی تلاوتیں
جھک کے میری آنکھوں کو چھو رہی ہیں۔
میں اپنے ہونٹوں سے چن رہا ہوں
تمہاری سانسوں کے آیتوں کو
کہ جسم کے اس حسین کعبے
یہ روح سجدے بچھا رہی ہے
وہ ایک لمحہ بڑا مقدس تھا جس میں تم جنم لے رہی تھیں
وہ ایک لمحہ بڑا مقدس تھا جس میں میں جنم لے رہا تھا

وہ ایک لمحہ بڑا مقدس ہے جس کو ہم جنم دے رہے ہیں
خدا نے ایسے ہی ایک لمحے میں سوچا ہوگا
حیات تخلیق کر کے لمحے کے لمس کو جاوداں بھی کر دے

زاہدہ اظہر: کی ڈائری سے ایک غزل

تھکا گیا ہے مسلسل سفر اداسی کا
اور اب تو بھی ہے میرے شانے پہ سر اداسی کا
وہ کون کیمیا گر تھا کہ جو بکھیر گیا
تیرے گلاب سے چہرے پہ ذرا اداسی کا
میرے وجود کے خلوت کدے میں کوئی نہ تھا
جو رکھ گیا ہے دیا طاق پر اداسی کا
یہ اب جو آگ کا دریا مرے وجود میں ہے
یہی تو پہلے پہل تھا شرر اداسی کا
نہ جانے آج کہاں کھو گیا ستارہ شام
وہ میرا دوست مرا ہم سفر اداسی کا
فراز دیدہ پر آب میں نہ ڈھونڈ اسے
کہ دل کی تہ میں کہیں ہے گہر اداسی کا

ایمان علی: کی ڈائری سے ایک نظم

"ابھی کہاں ہے وہ ساعت"
ابھی کہاں ہے وہ ساعت
کہ ہم دریدہ بدن
سیہ لباس کے پرزے
سپرد خاک کریں
جگر کے داغ اجالیں لہو کے چھینٹوں سے
قبائے ضبط جدائی کو
خود سے چاک کریں
ابھی کہاں ہے وہ لمحہ
کہ جس کو اہل نظر
طلوع موسم گلرنگ کی نوید کہیں
ابھی کہاں ہے وہ ساعت
کہ جس کو "عید" کہیں

شاہدہ اسد: کی ڈائری سے ایک غزل

صحرا صحرا جنگل جنگل
پھرتے ہیں ہم بے کل بے کل
دیکھ کے ساون کی بدلی کو
اکھیاں ہو گئیں جل تھ جل تھل
وہ جو ہم کو بھول گیا ہے
یاد ہمیں آتا ہے پل پل
اس کی چاہت میں سارے کہتے ہیں
مجھ کو بھی پاگل پاگل
شام ہوتے ہی یاد آتی ہیں
اس کی آنکھیں کاجل کاجل
اب تو اس جیسا لگتا ہے
ہر ایک چہرہ، ہر ایک آنچل

فضہ بخاری: کی ڈائری سے ایک غزل

تعبیر ہو جس کی اچھی سی کوئی ایسا خواب نہیں دیکھا
کوئی کہنی سبز نہیں پائی کوئی شوخ گلاب نہیں دیکھا
ایسا ہے کہ تنہا پھرنے کا کچھ اتنا زیادہ شوق نہیں
ترے بعد ان آنکھوں نے بھی جشن مہتاب نہیں دیکھا
ہم ہجر زدہ سودائی تھے، جلتے رہے اپنے شعلوں میں
اچھا ہے کو تو محفوظ رہا تو نے یہ عذاب نہیں دیکھا
بس اتنا ہوا، ہم تشنہ ذہن لوٹ آئے بھرے دریاؤں سے
کوئی اور فریب نہیں کھایا کوئی اور سراب نہیں دیکھا
کسی شاخ امید کی بانہوں نے گجرے نہیں پہنے اب کے برس
یہ موسم یوں ہی بیت گیا کلیوں پہ شباب نہیں دیکھا

حنا زبیر احمد: کی ڈائری سے ایک قطعہ

بہت دن بعد پھر ایسا ہوا ہے
کہ ہم سے آئینہ روٹھا ہوا ہے
ہمارے ہونے کے امکاں سے آگے
نہ ہونے کا خلا پھیلا ہوا ہے
تمہارے جیت جانے سے زیادہ
ہماری ہار کا چرچا ہوا ہے

☆☆☆

Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com

عید کے پکوان

ثمینہ احتشام

عید الفطر پر بیٹھے کا مطلب ہے شیر خورمہ لیکن اس بار ہم آپ کو سویوں کی بھی کئی ایک تراکیب بتا رہے ہیں جو نہ صرف مہمانوں کو بھائیں گی بلکہ گھر والے بھی آپ کی تعریف کریں گے، یقین نہ آئے تو آزمالیں۔

شیر خورمہ

اشیاء

دودھ	دو لیٹر
سویاں	دو کھانے کے چمچے
چاول	ایک کھانے کا چمچہ
گھی	دو کھانے کے چمچے
شکر	ایک کپ
بادام	نصف کپ کٹے ہوئے
پستے	نصف کپ کٹے ہوئے
چھوہارے	چار عدد (ابال لیں)
کدوکش ناریل	نصف کپ
سبز الائچی	دس عدد چھلی ہوئی
زعفران اور کیوڑہ	حسب ضرورت

ترکیب

سویوں کو چورا کر کے ذرا سے گھی میں فرائی کر لیں، باداموں کو بھی کاٹ کر تل کر الگ رکھ لیں، پستے کو بھی کاٹ لیں، ناریل کو بھی تل لیں، نکال کر اچھی طرح باریک پیس لیں، دودھ کو اتنا ابالیں کہ وہ گاڑھا ہو جائے، چولہے سے دودھ ہٹا کر ذرا ٹھنڈا ہونے دیں، دودھ نیم گرم ہو تو اس میں سویاں اور چاولوں کا آٹا ڈال کر نصف گھنٹے تک پکائیں، اس میں ابلے چھوہارے، سبز الائچی، تلا ناریل، بادام، پستہ اور شکر ڈال کر پکنے دیں، دس منٹ بعد زعفران اور کیوڑہ ملا لیں، چولہے سے ہٹا کر ٹھنڈا ہونے دیں، لذیذ شیر خورمہ تیار ہے۔

اسپیشل سویاں

اشیاء

سویاں	آدھا کپ چورا
کنڈینسڈ ملک	ایک کلو
دودھ	تین کپ
تیل	دو کھانے کے چمچے
سبز الائچی	تین عدد چھلی ہوئی

ترکیب

تیل گرم کر کے اس میں سبز الائچی اور سویاں ڈال کر ایک منٹ تک تلیں، تمام اقسام کے دودھ ڈال کر اتنا پکائیں کہ سویاں گاڑھی ہو جائیں، چولہے سے ہٹا کر ٹھنڈا کر لیں، اسپیشل سویاں تیار ہیں۔

سویوں کی پڈنگ

اشیاء

پھیکا مکھن	چار کھانے کے چمچے
سویاں	دو کپ چورا کر لیں
گرم دودھ	آٹھ کپ
سبز الائچی	آدھا چائے کا چمچہ
کشمش	دو چائے کے چمچے
بادام	چھلے ہوئے تین چائے کے چمچے
شکر	ایک کپ
پستہ	دو چائے کے چمچے (ہوائیاں)

ترکیب

دھیمی آنچ پر مکھن گرم کر کے چورا سویاں ڈال کر اتنا بھونیں کہ سنہری ہو جائیں، گرم دودھ ڈال کر ابال آنے دیں پھر بادام اور الائچی شامل کر دیں، آدھے گھنٹے تک پکنے دیں، اس دوران چمچہ مسلسل چلاتی رہیں، شکر بھی شامل کر دیں، مزید پانچ سے دس منٹ تک پکائیں، ڈش میں نکال کر ٹھنڈا کر لیں، کشمش اور پستہ چھڑک لیں، ٹھنڈا کر کے پیش کریں۔

سویوں کا مزعفر

اشیاء

سویاں	۲۵۰ گرام
شکر	آدھا کلو
گھی	ایک کپ
دودھ	ایک کلو
سبز الائچی	دس دانے چھلے ہوئے
زعفران	آدھا چائے کا چمچہ
پیلا رنگ	آدھا چائے کا چمچہ
بادام، پستہ	حسب پسند
چاندی کے ورق	حسب خواہش

ترکیب

شکر میں ایک کپ پانی ملا کر شیرہ تیار کر لیں، اس میں پیلا رنگ ملا لیں، گھی میں سویاں ڈال دیں، سنہری ہو جائیں تو اس میں دودھ ملا کر دھیمی آنچ پر اتنا پکائیں کہ سارا دودھ سویاں میں جذب ہو جائے، اب سویوں میں پیلا شیرہ ڈال دیں، ساتھ ہی بادام اور پستہ ملا دیں، ورق لگا دیں، لذیذ مزعفر تیار ہے۔

بادامی سویاں

اشیاء

سویاں	۲۵۰ گرام
گھی	۲۵۰ گرام
بادام	۲۵۰ گرام
شکر	۷۵۰ گرام
کھویا	۲۵۰ گرام
دودھ	ایک کلو
پیلا رنگ	آدھا چائے کا چمچہ
بادام، پستہ	حسب پسند
زعفران	حسب ضرورت
کریم	نصف کپ
کیوڑہ	چند قطرے

ترکیب

گھی گرم کر کے چورا کی گئی سویاں دھیمی آنچ پر سنہری کر لیں، دس منٹ بعد خوشبو آنے لگے تو پہلے سے ابلا دودھ اس میں شامل کر کے پیلا رنگ (پانی میں گھول لیں) بھی ڈال دیں اور اتنا پکائیں کہ دودھ جذب ہو جائے اور سویاں گل جائیں، بادام پیس لیں، کھویا بھون کر سویوں میں ڈال کر بادام بھی ملا لیں، چینی میں ایک کپ پانی ملا کر شیرہ تیار کر لیں اور سویوں میں شامل کر کے پانچ منٹ کے لئے تیز اور پانچ منٹ کے لئے دھیمی آنچ میں سویاں پکائیں، کیوڑے میں زعفران گھول کر سویوں میں ڈال کر اتار لیں، لذیذ بادامی سویاں تیار ہیں۔

چکن بریانی

اشیاء

چکن	ڈیڑھ کلو (۱۲ ٹکڑے کروا لیں)
دہی	ایک کپ
ادرک لہسن پیسٹ	دو کھانے کے چمچے
سرخ مرچ پاؤڈر	حسب ضرورت
نمک	حسب ضرورت
پیاز	دو عدد سنہرے کر کے چورا کر لیں
تیل	ایک کپ
گرم مصالحہ	ڈیڑھ چائے کا چمچہ
کٹا سبز دھنیا	چار چائے کے چمچے
کٹی سبز مرچیں	چھ عدد

Scan & PDF EJAZ AHMED FriendsKorner.com

چاول	آدھا کلو
دار چینی	ایک انچ کا ٹکڑا
سبز الائچی	چار عدد
سیاہ زیرہ	ایک چائے کا چمچہ
نمک	تین چائے کے چمچے
زعفران	آدھا کپ دودھ میں ذرا سا بھیگی ہوئی
کیوڑہ	ذرا سا
آٹا (ذرا سا)	پانی ملا کر گوندھ لیں

ترکیب

دہی میں ادرک لہسن، سرخ مرچ، نمک اور نصف مقدار میں سرخ پیاز، تیل، گرم مصالحہ، دھنیا اور سبز مرچیں ملا کر چکن شامل کر کے دو سے تین گھنٹوں کے لئے رکھ چھوڑیں، دوسری طرف چاول میں دار چینی، سبز الائچی، سیاہ زیرہ اور نمک ملا کر ایک کنی پر ابال لیں، ایک بڑی دیگچی میں چکن کو اس کے دہی والے مرکب سمیت تہہ کی صورت بچھا لیں، اب اس پر چاولوں کی تہہ لگا لیں، اب ان چاولوں پر چورا کی ہوئی بقیہ پیاز ڈال کر، دیگچی کا ڈھکن بند کر کے دم پر رکھ دیں، ان چاولوں کو کافی دیر تک دم دینا ہے، تاکہ چکن گل جائے۔

لبنانی کباب

اشیاء	
قیمہ	آدھا کلو
ابلے آلو	دو عدد
پیاز	دو عدد درمیانے
ابلی میکرونی	ایک کپ
بڑے ٹماٹر	دو عدد کٹے ہوئے
ابلے مٹر	تین سے چار کپ
سبز مرچیں	چھ سے آٹھ عدد
نمک	حسب ذائقہ
تیل	تلنے کے لئے
ادرک لہسن پیسٹ	ایک کھانے کا چمچہ
ڈبل روٹی کا چورا	ایک کپ
پھینٹے انڈے	دو عدد

ترکیب

دھیمی آنچ پر قیمے میں ادرک لہسن اور ٹماٹر نمک ملا کر پکائیں جب سارا پانی خشک ہو جائے تو مرکب کو ٹھنڈا ہونے دیں، پھر تمام اشیاء ملا کر یکجان کر لیں، لمبوترے کباب بنا لیں، پھینٹے انڈے میں ڈبو ڈبو کر ڈبل روٹی کے چورے میں لپیٹ کر گرم تیل میں فرائی کر لیں، خیال رہے آنچ دھیمی ہونا چاہیے، عید ٹرالی کے لئے بہترین انتخاب ہے۔

کبابی مٹن

اشیاء	
مٹن	آدھا کلو
دہی	آدھا کپ
پسی ہوئی پیاز	نصف کپ
پسی ادرک	ایک چائے کا چمچہ
پسا لہسن	ایک چائے کا چمچہ
سرخ مرچ	ایک چائے کا چمچہ
پاؤڈر	حسب ضرورت
گرم مصالحہ	ایک چائے کا چمچہ
تیل	آدھا کپ

ترکیب

تیل کے علاوہ تمام اشیاء کو مٹن میں ملا کر آدھے گھنٹے کے لئے رکھ چھوڑیں پھر اسے ابال لیں، جب گوشت گل جائے تو گرم تیل میں مٹن مل لیں، جب سنہری ہو جائے تو نان کے ساتھ پیش کریں۔

فروٹ سویاں

اشیاء	
رنگین سویاں	۲۰۰ گرام
دودھ	ایک لیٹر
کیلا، چیکو (سلائس/کیوبز میں کٹے ہوئے)	آدھا کلو
اخروٹ	۵۰ گرام
بادام (کٹے ہوئے)	۵۰ گرام
آم (کیوبز میں کٹے ہوئے)	آدھا کلو

ترکیب

دودھ کو چینی کے ساتھ پانچ منٹ ابالیں، ابلتے ہوئے دودھ میں رنگین خوشبو دار سویاں ڈال دیں اور تقریباً دس منٹ تک بادام اور اخروٹ ڈال کر پکائیں، پھر چولہے سے ہٹا کر ٹھنڈا ہونے کے لئے رکھ دیں، اس کے بعد اس میں کٹے ہوئے آم، کیلے یا چیکو ڈال کر مکس کریں، دو گھنٹے کے لئے فریج میں رکھ دیں، فروٹ سویوں کو ٹھنڈا ٹھنڈا پیش کریں۔

قومی سویاں

اشیاء	
چینی	دو کلو
کھویا	تین پاؤ
دیسی گھی	ڈیڑھ پاؤ
کشمش	دس گرام
سویاں	آدھا کلو
دودھ	ڈیڑھ لیٹر
زرد رنگ	ایک گرام
پستہ	دس گرام
بادام	دس گرام
سبز الائچی	دس گرام
روح کیوڑہ	ایک چھوٹی شیشی
چاندی کے ورق	حسب ضرورت
لونگ	پانچ گرام

ترکیب

پہلے ڈیڑھ لیٹر دودھ کو پکا کر آدھا کر لیں پھر دودھ میں چینی ڈال کر قوام تیار کریں، جب قوام تیار ہو جائے تو اتار لیں، اس بات کا خیال رکھیں کہ قوام پتلا نہ ہو ورنہ سویاں گل جائیں گی۔

پھر ایک کھلے منہ کی دیگچی میں پانی ابالیں جب پانی کھول جائے تو اس میں زرد رنگ ڈال دیں پانی کو چولہے پر چڑھا رہنے دیں، اس کے بعد سویاں باریک کپڑے میں باندھ لیں اور پوٹلی کو پانی میں آہستہ آہستہ ہلاتے رہیں، پھر پانی نچوڑ کر سویاں قوام میں ملا دیں۔

چکن ڈونٹس

اشیاء	
مرغی بغیر ہڈی	ایک کلو
انڈے	تین عدد
پودینہ	ایک گٹھی
میدہ	ایک پیالی
ہری مرچ	پانچ عدد
ڈبل روٹی کا چورا	ایک پیالی
زیرہ (کٹا ہوا)	کھانے کا ایک چمچہ
بیسن	کھانے کا ایک چمچہ
سرخ مرچ	حسب ذائقہ
نمک	حسب ضرورت
تیل	تلنے کے لئے
لہسن، ادرک پیسٹ	کھانے کے دو چمچے

ترکیب

چکن میں پودینہ، ہری مرچیں، لہسن ادرک کا پیسٹ ڈال کر بلینڈر میں بلینڈ کریں پھر ایک برتن میں نکال کر اس میں کٹا ہوا زیرہ، نمک، بیسن، سرخ مرچ، ایک عدد انڈہ ڈال کر اچھی طرح مکس کریں، پھر ڈونٹس بنا کر یعنی کباب بنا کر درمیان میں انگلی کو میدہ لگا کر سوراخ بنا لیں، پہلے میدے میں ڈپ کریں پھر انڈے میں اور

Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com

پھر ڈبل روٹی کے چورے میں لپیٹ کر فرائی کریں، سنہری مائل ہونے پر نکال لیں اور ٹماٹو کیچپ کے ساتھ پیش کریں۔

آلو چھولے کی چاٹ

اشیاء
آلو — آدھا کلو بوائل کریں
سفید کابلی چنے — آدھا کلو
میٹھا سوڈا — چائے کا ایک چمچہ
ہری مرچ — چھ عدد کٹی ہوئی
املی کی چٹنی — حسب ضرورت
نمک — حسب ذائقہ
سونٹھ پسی ہوئی — کھانے کا آدھا چمچہ
دھنیا مسور کی دال — آدھی پیالی
ٹماٹر — چار عدد کٹے ہوئے
پودینہ — آدھی گٹھی کٹی ہوئی
چاٹ مصالحہ — کھانے کا آدھا چمچہ
سفید زیرہ — کھانے کا آدھا چمچہ
پیاز — تین لچھے نمکین میں بھگو دیں

ترکیب

بھیگے ہوئے چنوں کا پانی پھینک دیں، دوبارہ پانی ڈال کر مسور کی دال ڈال کر ہلکی آنچ پر چڑھا دیں، جب چنے ذرا گل جائیں تو سوڈا ڈال دیں، (مسور کی دال زیادہ دیر تک پکنے کی وجہ سے چھولوں میں گریوں بہت اچھی بن جاتی ہے) جب چھولے اور دال اچھی طرح مکس ہو جائیں تو زیرہ، سونٹھ اور نمک ڈال کر اچھی طرح ملائیں، جب پیش کرنا ہو تو ہرا مصالحہ، چاٹ مصالحہ، آلو، ٹماٹر، پیاز، لیموں اور کٹھی میٹھی چٹنی الگ مصالحے نہ ملائیں، ورنہ دوسرے دن چاٹ استعمال کے قابل نہیں رہتی، ٹماٹر اور پیاز پانی چھوڑ دیتے ہیں۔

زعفرانی سویاں

اشیاء
سویاں — ایک کلو
چینی — حسب ذائقہ
چھوہارے — دو عدد
زعفران — تھوڑا سا
پستے (کٹے ہوئے) — آٹھ، دس عدد
تیل — ایک کھانے کا چمچہ
دودھ — دو لیٹر
سبز الائچی — دو سے تین عدد
ناریل (پسا ہوا) — ایک چائے کا چمچہ
بادام (کٹے ہوئے) — آٹھ، دس عدد
کشمش — دس عدد

ترکیب

دودھ اتنا پکائیں کہ آدھا رہ جائے، تیل میں الائچی ڈال کر بھونیں پھر سویاں ڈال کر پانچ منٹ بھونیں، اب اس میں دودھ اور چھوہارے ڈال کر پکائیں، جب آمیزہ گاڑھا ہو جائے تو چینی ڈال دیں، دھیمی آنچ پر پکاتے رہیں، جب پکتے پکتے آدھا رہ جائے تو زعفران، بادام، پستے، کشمش وغیرہ ڈال کر مزید تھوڑا پکائیں۔

جب حسب منشاء ہو جائے تو ڈش میں نکال کر پیش کریں۔

☆☆☆

ج: عید کے دن عید مبارک کہہ دوں گا۔
س: عیدی لینے آؤں یا آپ بھیج دیں گے؟
ج: ہم تو اس بات کے حامی ہیں۔ ہمارے ہاں آؤ گے تو کیا لے کر آؤ گے؟
س: چلو بڑی عید پر سہی خدا حافظ۔
ج: جان چھڑا ہی گئے نا۔

عمارہ اعجاز ---- حافظ آباد

س: جب وہ ہمارے گھر آتا ہے تو سب کے چہرے کھل جاتے ہیں بتایئے کون؟
ج: وہی جس کے آنے پر تمہارے گھر والوں کے چہرے کھل جاتے ہیں۔
س: ہماری وجہ سے آپ کا نام ہے ہم سوال نہ بھیجیں تو آپ فارغ بیٹھیں رہیں؟
ج: اگر میں نہ جمدی تے تیرا بیاہ نہ ہوندا۔
س: لنڈے بازار میں میں نے دیکھا آپ کو لگتا ہے عید کی شاپنگ ہو رہی تھی۔؟
ج: تم سے ملنے کا ایک بہانہ تھا۔
س: جب بھی ملتا ہے خفا خفا سا لگتا ہے؟
ج: عادت سے مجبور جو ہوا۔
س: دل میں تمہارے گھر لینا ہے
وہ بھی کرایہ پر لینا ہے؟
ج: میں نے دل میں گھر نہیں بنایا
تاکہ پڑے نہ کرایہ داروں کا سایہ

رضا سلمٰی ---- سادھوکے

س: یہ کیا محبت کسی اور سے شادی کسی اور سے؟
ج: یہ خود سے پوچھئے کہ آپ نے ایسا کیوں کیا؟
س: رات بھر رو رو کر آنکھیں سرخ ہو گئیں؟
ج: کس نے کہا تھا کہ آنکھوں پر اتنا میک اپ کریں۔
س: میں اس کی خاطر بہت تڑپی پر.....؟
ج: لیکن آپ کے تو پر نہیں ہیں۔
س: بال لمبے کیسے کروں؟
ج: میں نے کل ہی بال کٹوا دیئے تھے۔
س: رات کو آسمان پر ستارے کیوں نکل آتے ہیں؟
ج: شرم آ رہی ہے مگر کیا کریں بتا ہی دیتے ہیں کہ آپ نے مجھے دیکھ ہی لیا۔

نبیلہ نعمان ---- گلبرگ لاہور

س: زندگی کا سفر کیسے طے کرنا چاہیے؟
ج: جو سواری بھی مل جائے۔
س: ذرا یہ بتایئے کہ فی زمانہ اپنے لوگ پرائے ہو جاتے ہیں اور پرائے اپنے بن جاتے ہیں۔
ج: دونوں سے ہی ہوشیار رہنا چاہیے۔
س: آج کل کے لڑکے کس بات سے ڈرتے ہیں؟
ج: کہیں محبوبہ سے سچ مچ محبت نہ ہو جائے۔

افشاں زینب ---- شیخوپورہ

س: پہلی کی محبت میرے محبوب نہ مانگ۔
ج: شادی ہو گئی ہے کیا؟
س: درد جب حد سے بڑھ جاتا ہے تو؟
ج: آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے ہیں۔
س: آج کل لوگوں کے چہروں پر دکھاوے کا تبسم کیوں ہوتا ہے؟
ج: ہمدردیاں حاصل کرنے کے لیے۔

علینہ طارق ---- لاہور

س: سنا ہے بلی کو خواب میں چھچھڑے نظر آتے ہیں آپ کو خواب میں کیا نظر آتا ہے؟
ج: اگر میں کچھ کہہ دوں برا تو نہیں مناؤ گی؟
س: آج کے دور میں اپنوں کا خون سفید ہو گیا ہے وجہ؟
ج: انہیں اپنا تو نہ کہو۔

☆☆☆

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

حنا کی محفل

عین غین

عظمیٰ نعیم ---- ملتان

س: عرصے بعد اس محفل میں آئی ہوں کیسا لگ رہا ہے؟

ج: اگر کوئی صبح کا بھولا شام کو آ جائے اسے بھولا نہیں کہتے۔

س: ارے کیا کہا کہ بھول گئے.....؟

ج: ارے بھولا نہیں بہت کچھ یاد ہے۔

س: سب سے پہلے شادی کی مبارکباد تو دے دیں؟

ج: نہ بلایا نہ کھلایا اب بتایا۔ پھر بھی اس خبر سے دل ہوا سوایا۔

س: اب حافظ آباد کی بجائے ملتان سے شامل ہوا کروں گی یاد رکھنا؟

ج: خوشی ہوئی کہ آپ حنا کو نہیں بھولیں۔

س: جی کسی مہربان نے آ کے میری زندگی

ج: خدا اس مہربان کو ہمیشہ مہربان ہی رکھے۔

بشریٰ رشید ---- راولپنڈی

س: میں نے آپ کے لیے لاہور سے لے کر راولپنڈی تک پھول ہی پھول راہ میں بچھائے ہیں کب تشریف فرما ہوں گے؟

ج: لاہور تک بچھائے ہیں میرے گھر تک نہیں۔

س: میں زمانے میں وفا ڈھونڈتی ہوں..... مگر ملتی نہیں؟

ج: کہتے ہیں کہ ڈھونڈنے سے تو خدا بھی مل جاتا ہے۔

س: محبت کیا ہے؟

ج: خلل ہے دماغ کا۔

س: میں عید پر آپ کا انتظار کروں گی آئیں گے نا؟

ج: چل جھوٹی نہ ہو۔

س: سنجیدگی سے کچھ سوچیں؟

ج: سوچ رہا ہوں اور وہ بھی سنجیدگی سے؟

س: ہم اکٹھے مریں گے اور اکٹھے جئیں گے، کہا تھا نا..... آپ نے بھول گئے؟

ج: ان ہونی باتیں بھول ہی جاتی ہیں۔

حنا ناز ---- پنڈ دادنخان

س: اس بار بھی روزے نہیں رکھے؟

ج: مجھے کیوں بتا رہی ہو۔

س: اچھا کتنے رکھے؟

ج: یہ تو تمہیں ہی معلوم ہوگا۔

س: سنا ہے بے روزے سب سے پہلے عید مناتے ہیں؟

ج: تجربے کی بات معلوم ہوتی ہے۔

س: آپ کی عید کب شروع ہوتی ہے؟

ج: جس دن عید ہوتی ہے۔

س: عیدی کتنی ملتی ہے؟

ج: کبھی حساب نہیں رکھا۔

س: کچھ خاص جو کھائیں گے بتائیں؟

ج: جو مل جائے صبر شکر کر کے کھالیں گے۔

میاں منیر احمد انجم ---- فیصل آباد

س: عید کہاں پر منا رہے ہو گھر یا پھر؟

ج: اپنے گھر ہی منالیں گے۔

س: کبھی عید مبارک بھی کہہ دیا کرو کنجوس؟

خبرنامہ

عبداللہ

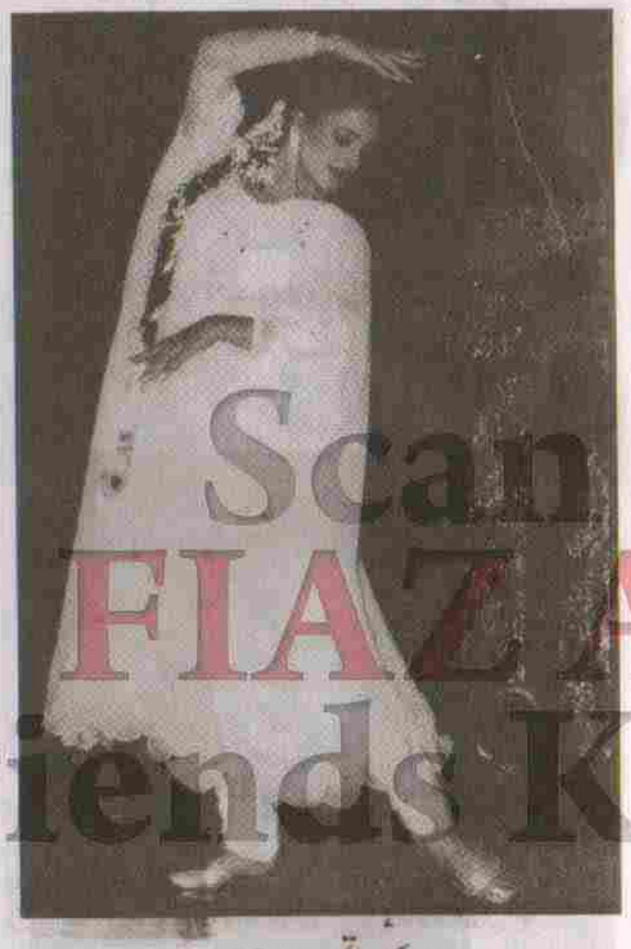

ایک تجربہ اور سہی

ایک کے بعد دوسری اور دوسری کے بعد تیسری شادی کرنے والوں میں گلوکارہ نور جہاں کا نام سرفہرست ہے، پچھلے دنوں میڈیم نور جہاں کی ہم نام اداکارہ نور نے بھی تیسری شادی کر کے اس فہرست میں اپنا نام لکھوانے میں کامیاب ہوگئی۔

نور نے یہ شادی ایک پینتیس سالہ بزنس مین عون چوہدری سے کی جس میں صرف فیملی کے لوگوں نے شرکت کی، خاموشی سے انجام پانے والی اس شادی کی نمایاں بات نور کا حق مہر تھا جو کہ پچیس لاکھ بتایا جاتا ہے، وکرم اور فاروق مینگل سے شادیوں کی ناکامی کے بعد نور اپنے والد کے کندھے سے لگی اپنے دکھ بھلانے کی کوششوں میں تھیں کہ والد بھی اس کو چھوڑ کر اگلے جہان سدھار گئے تو نور کو تو چپ لگ گئی ایسے میں والدہ ماجدہ نور کو غم کی اس کیفیت سے نکالنے کے لئے اسے تیسری شادی کے لئے ذہنی طور پر تیار کیا اور امید واروں کی لمبی لسٹ میں انتہا کی چھان پھٹک کے بعد (کہ آسامی کتنی پاور فل ہے روپے پیسے کے لحاظ سے) عون چوہدری کے نام پر مارک لگا کر اسے بلایا گیا، حق مہر طے کیا گیا اور قاضی جی بلوا کر نور کو عون چوہدری کے نام کر دیا گیا، یوں نور تیسری مرتبہ دلہن بن کر پیا سنگ سدھار گئیں، اللہ کرے نور کا یہ تیسرا تجربہ ناکامی سے دوچار نہ ہو۔

کچھ نہ کچھ تو ہے

سوناکشی سنہا نے اپنی پہلی فلم کے بعد ہی خوب پر پرزے نکال لئے، بہت اچھی شہرت

Scan & FIAZ AHMED
Friends Korner.com

والے پاپا ستر وکھن سنہا کی اس بیٹی کو جمعہ جمعہ آٹھ دن نہیں ہوئے فلم انڈسٹری میں آئے کہ پہلے کترینا کیف اور پھر شاہد کپور کے حوالے سے خبروں کا نشانہ بنی، کہا جا رہا ہے کہ پنکج نے اپنی فلم ''موسم'' میں سونم سے پہلے سوناکشی کو سائن کرنا چاہا تھا لیکن شاہد نے اسے ریجیکٹ کروا دیا کہ وہ سنہاکشی کے ساتھ میچ نہیں کر پائے گا، جب یہ خبر مس سنہا تک پہنچی تو وہ شاہد کے پیچھے پڑھ گئی اور فلم کے حوالے سے وہ مختلف ریمارکس دیتی نظر آ رہی ہے جب یہ باتیں زبان عام ہوئی تو سنہاکشی نے شاہد کپور کو ٹکسٹ میسج کیا کہ ان بے بنیاد باتوں پر توجہ نہ دی جائے میں نے ایسی کوئی بات نہیں کی، لیکن آخر کب تک؟ شاہد بھی اسی انڈسٹری میں ہے اور سنہاکشی سے پرانا ہے وہ جانتا ہے کہ چنگاری وہیں نکلتی ہے جہاں آگ لگی ہوتی ہے چنانچہ کچھ نہ کچھ تو مس سنہا نے کہا ہوگا اور اس کچھ میں ایک کچھ یہ ہے کہ سوناکشی کہتی ہے کہ وہ شاہد سے لمبی ہے اس لئے شاہد اس کے ساتھ کام کرنے سے کتراتا ہے۔

''لو کر لو بات، ابھی سنہاکشی میڈیم نے کچھ کہا ہی نہیں۔''

میں نہیں ڈرتی کسی سے

میرا کا ایکس منیجر میرا کا قریبی عزیز بھی ہے، جس نے ہر طرح کے حالات میں میرا کا ساتھ دیا، اچانک ہی میرا نے اسے فارغ کر دیا اور اس کا حساب بھی کلیئر نہیں کیا، پہلے تو میرا کے منیجر تصور نے میرا سے پیار و محبت سے اپنے تین لاکھ نکلوانے کی کوشش کی لیکن میرا کی طرف سے ہر بار یہ سننے کے بعد ابھی حالات ٹھیک نہیں انتظار کرو، منیجر تصور نے وہ کیا جو میرا کے تصور میں بھی نہیں تھا، اس نے میڈیا کو بتایا کہ میرا کی بے شمار پراپرٹی اور بینک بیلنس ہے جو دیگر فیملی کے نام ہے تاکہ ٹیکس سے بچا جا سکے اور ڈیفنس والی کوٹھی بھی عتیق الرحمان نے میرا کو گفٹ کی تھی، شادی کے موقع پر اور اس شادی کا ایک گواہ وہ خود کو بتاتا ہے، اُدھر میرا اپنے سیکرٹری کی ان حرکتوں سے قطعی پریشان نہیں، میرا کا کہنا ہے کہ ایسے بڑے آئے مجھے بلیک میل کرنے والے لیکن میرا کا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکا۔

(میرا پرائز آف پرفارمنس ملنے کے بعد تو آپ کو واقعی کسی سے ڈرنے کی ضرورت نہیں رہی۔)

☆☆☆

Scan & PDF EJAZ AHMED Friends Korner.com

مہندی کے رنگ حنا کے سنگ

ادارہ

بقیہ سروے

چاہنے والوں کو عید مبارک کیسے کہتے ہیں جواب طویل بھی ہو سکتا ہے اور بے حد مختصر بھی آپ کون سا پڑھنا چاہیں گے چلے پہلے طویل بلکہ طوالت کو مختصر کرنے کی کوشش کرتے ہوئے جواب دیتی ہوں ویسے مختصر جواب یہ ہے کہ عید مبارک کہہ کر ہاہاہا...... بچپن کا زمانہ تھا تو مبارک باد کہا ہی نہیں تھا (پانچ چھ سال کی عمر میں اس قسم کے تعلقات اور احساسات کب جنم لیتے ہیں) ہاں سکول لائف میں دوستوں کو ٹیچرز کو کارڈز کے ذریعے مبارک باد دینے کا طریقہ باخوبی آیا اور طویل مدت تک باخوبی نبھایا ابھی تک میری سکول فرینڈز کے عید کارڈز محفوظ ہیں میرے پاس جو کبھی کبھی یادوں کو تازہ کر ڈالتے ہیں آگے کی سٹوڈنٹ لائف بھی میں یہی سلسلہ جاری رہا اور اب افسوس کے زمانے کے اس قدر تیز رفتاری نے مشینی چولہ پہنا کر صرف مختصر سا ایس ایم ایس چاہنے والوں کو بھیج کر سکھ کا سانس لیا جاتا ہے بس ایک مختصر سا بٹن دبایا اور دل میں بے حد خوبصورت میٹھے پیار بھرے جذبات اور احساسات کو ٹوں ٹوں کے حوالے کر ڈالا جب سننے والے کے کان آپ کی وہ آواز نہ سن پائے جس میں محبت بولتی ہو جس میں جذبات کی شدت ہو احساس سے گندھی ہو وہ کیا قدر کرے گا ایسی مبارک باد کی بس یونہی سرسری سا نظروں میں ایس ایم ایس گزرے گا ہلکا سا کوئی مسکرائے گا اور پھر وہ ایس ایم ایس چاہنے والے کے دل میں کوئی نقش چھوڑے بغیر ڈلیٹ ہو جائے گا یقیناً آپ سمجھ ہی گئے ہوں گے کہ میں کس بات کی طرف احساس دلانا چاہتی ہوں اور کیا کہنا چاہتی ہوں ہمارے پاس وقت کی ہرگز کمی نہیں کئی کئی گھنٹے ٹی وی دیکھنا، شاپنگ کرنا، رسائل پڑھنا، پسندیدہ موویز دیکھنا ٹی وی کے کوکنگ شو دیکھ کر کئی گھنٹے لگا کر عجیب و غریب افطاری کے لیے ڈشز تیار کرنا، عید کے جوڑے کے لیے فیشن میگزین کا گھنٹوں مطالعہ کرنا، لیسز اور ربن کے لئے بازاروں میں خوار ہونا بس ایک وقت نہیں ہے تو بس اپنے چاہنے والوں کو روایتی انداز میں بھرپور طریقے سے عید مبارک کہنے کا وقت نہیں میرا مقصد ہرگز ناصح بننے کا نہیں بس دل میں آیا کہ یہ کہہ ڈالوں اور آپ کے دل اتنے بڑے ہیں کہ نا صرف ہماری باتیں پڑھتے ہیں بلکہ بہت سے ان پر عمل بھی کرنے کی کوشش کرتے ہیں آپ کو اچھی بات پر سوچنے اور پھر اس پر عمل کرنے پر اللہ اجر دے آمین۔

۲۔ اس کا جواب تو آپ کو میرے پہلے جواب میں مل گیا ہو گا جی بالکل زمانے کی تیز رفتاری نے عید کا روایتی جوش و خروش کم کر دیا ہے بے حد و بے حساب اضافہ کیا ہے تو صرف اور صرف ویلنٹائن ڈے کے تہوار میں تب ہم زمانے کی تیز رفتاری اور وقت کی کمی بھی کچھ فراموش کر ڈالتے (محبت اندھی جو ہوتی ہے شاید مگر تب تو بہری بھی ہو جاتی ہے) کچھ پل کو آپ بھی میرے ساتھ سوچئے اے آر خاتون یا زبیدہ خاتون (میری امی کی فیورٹ رائٹرز) کے ناولز میں ان تہواروں کو منانے کا کتنا طویل اور خوشیوں سے بھرا منظر ملا کرتا تھا لوگ

Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com

رمضان اور عید کی تیاری ایک ایک مہینہ پہلے شروع کر دیتے تھے رمضان میں پورے گھر کی خوب صفائی ستھرائی اور رنگڑائی کروائی جاتی تھی ہر چیز نکھری نکھری دھلی دھلی اور یہی چیز ان لوگوں کے جذبوں میں اور رشتوں میں بھی پائی جاتی تھی سال بھر کی جو دل پر دھول جم آتی تھی کسی رشتے دار کے بارے میں اسے رمضان میں صاف کر لیا جاتا تھا اور خوب اہتمام سے رشتے داروں سے بھی عید ملی جاتی تھی ہم بھی بس سیل فون پر اوپری اوپری ایس ایم ایس یا چھوٹی کال کر کے ایسے موقع کو بوجھ سمجھ کر اتار ڈالتے ہیں عید آتی ہے اور بس چلی جاتی ہے ہم گھر اور دل کی اوپری صفائی کے ساتھ عید کو مناتے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ پتہ نہیں چلا کہ رمضان کب آیا اور عید کب گئی، ہم اپنے مذہبی تہوار کو کسی بھی خوشی کو اصل طریقے سے محسوس ہی نہیں کر پاتے انجوائے کرنا چاہتے ہیں ٹینشن اور تھف لائف میں سے کچھ پل ان پیاری خوشیوں کے نام کرنا چاہتے ہیں ڈھیر سارے نئے کپڑے خرید کر چوڑیاں مہندی کا اہتمام کر کے مٹھائی کیک کے ساتھ رشتے داروں کے گھر جا کر یا انہیں مدعو کر کے پھر بھی کیوں اس سچی خوشی سے محروم رہ جاتے ہیں جس پر ہم نے اپنا وقت اور پیسہ لگایا ہوتا ہے آخر کیوں؟ بہت سادہ جواب ان سب چیزوں میں ہم اپنا پیار بھرا دل شامل نہیں کرتے شاید بہت سے قارئین میری بات سے متفق نہ ہوں لیکن سچ یہی ہے کہ نئے اور مہنگے کپڑے ٹی وی اینکرز کے لمبے بے تکے حلیے والے فیشن نم کپڑے دیکھ کر ویسے ہی مہنگے خرید کر سلوائے کپڑے) محض اس بناء پر خریدے کہ عید پر فلاں کے گھر جا کر اسے جلانا ہے یا اسے گھر بلا کر خریدی ہوئی گھر کی نئی چیز دکھا کر جلانا ہے اترانا ہے اس کا ایک بار اترا ہوا چہرہ دیکھنا ہے جسے ایک بار بھی رمضان کے دوران فون یا عید مبارک کا ایس ایم ایس نہیں کیا تو پھر ہمیں سچی خوشی کہاں سے حاصل ہو بس میرا تو یہی کہنا ہے کہ اس رمضان صلہ رحمی اختیار کیجئے صلہ رحمی کہ جس میں اس رشتے دار سے بھی تعلق قائم کرنے کی کوشش کرو جو تم سے ترک تعلق کرنا چاہتا ہو پھر آپ عید کی خوشیوں کو منا سکیں گے لطف لے سکیں گے خوش ہو سکیں گے میں جانتی ہوں یہ بہت مشکل عمل ہے بلکہ سامنے والے کے رویے کی بناء پر ناممکن نظر آتا ہے مقابل آپ کے ساتھ زیادتی کرے آپ سے اچھا سلوک نہ کرے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ آپ اچھا سلوک کر سکے تو یہی تو صلہ رحمی ہے میں نے خود اس پر عمل کیا ہے کافی عرصے سے میں اپنی ایک رشتے دار خفا تھی وہ مجھے فون نہیں کرتی اس لیے میں نے بھی یہ گوارا نہیں کیا کہ میں اسے فون کروں اس کی طرف سے زیادتی بھی تھی وہ جانتی تھی کہ میری طبیعت ٹھیک نہیں رہی لیکن اس نے خیریت تک کا فون نہ کیا اور ملنے کا سبب بنا تو ملنے سے اجتناب کیا، گریز کیا میرا دل اس کی جانب سے گلے اور شکووں سے بھر پڑا تھا اور میں نے تہیہ کر لیا تھا کہ ٹھیک ہے اگر وہ نہیں ملنا چاہتی تو میں بھی اس سے کبھی نہیں ملوں گی اور نہ ہی فون کروں گی مجھے کیا پڑی ہے اور میں کوئی گئی گزری ہوں خواب تک میں اس سے ایسی ہی لڑائی رہتی دن میں کام کے دوران پھر ایسی کوئی بات یاد آ جاتی اور مجھے الجھن ہوتی اور پھر میں نے ایک روز صلہ رحمی کے بارے میں سنا تو مجھے لگا کہ

سب سے پہلے مجھے اسے ہی فون کرنا (شیطان تو چونکہ آج کل جکڑا ہوا ہے لہٰذا نیکی پر جلد عمل ہو جاتا ہے آپ بھی اس کا فائدہ اٹھائیے) اور میں نے اس کی خیریت دریافت کرنے کے لئے فون کر ڈالا نہ گلہ کیا اور نہ اس کے گزشتہ برے رویے کو جتایا بس خیریت کا فون کیا اور یقین جانئے اس دن سے دل کو ایک عجیب سا اطمینان اور خوشی حاصل ہے کوشش کیجئے کہ دل حسد سے ہمیشہ پاک رہے بس پھر زمانہ جتنا مرضی تیز رفتاری سے گزرے ہم عید کی خوشیوں کو حاصل کر پائیں گے کہ اسی تیز رفتاری کے باعث بس بٹن دبائے فون پر بات کی اور خوشی حاصل کر لی نہ اس جھمیلے میں پڑنا پڑا کہ کیسے جاؤں کب جاؤں کب وقت نکالوں وغیرہ زمانہ برا نہیں کیونکہ زمانے کی قسم اللہ تعالیٰ نے کھائی ہے ہمارے رویے برے اور تیز رفتار ہوتے جا رہے ہیں زمانے کو ہم ہی بدل رہے ہیں لیکن اس بدلاؤ میں ہم برے رویے کیوں اختیار کرتے جا رہے ہیں تیز رفتار مگر اچھے رویے بھی تو اختیار کر سکتے ہیں خرابی ہمارے اندر ہیں اور کیا؟ وہ بھی جانتے ہیں بس دور کرنے کی جانب نظر ثانی نہیں کرتے۔

۳۔ کھجور لازمی ہے ایک دو روز تک افطاری میں کھجور نہیں تھی واقعی مجھے افطاری ادھوری لگی اور یہ بتا دوں کہ میں افطاری بے حد سادہ رکھتی ہوں ویسے بھی موسم گرم ہے تو سوائے پیاس بجھانے کے کسی چیز کو جی نہیں چاہتا اور یہ سموسے پکوڑے اور نہ جانے کیا کیا ہم کوشش کرتے ہیں کہ یہ سب نہ ہو بس کبھی کبھار پکوڑے بنا لئے تو بنا لئے ورنہ پھل اور دودھ اور کھجور ہی افطاری کا زبردست اہتمام ہوتا ہمارا۔

۴۔ روایتیں چونکہ انسان بناتا ہے لہٰذا اس کے اچھے اور برے دونوں ہی پہلو بدرجہ اتم موجود ہوتے ہیں اس پاک ذات نے تشکیل کیا ہو تو اچھائی ہی اچھائی ہو رمضان کی ایک روایت بہت اچھی لگتی تھی جو اب معدوم ہوتی جا رہی ہے صد افسوس وہ یہ کہ سحری کے وقت کسی ڈھولچی کا ڈھول بجا کر روزہ رکھنے کے لئے جگانا اور اماں بتاتی ہیں کہ ہمارے زمانے میں تو لوگ ٹولیوں کی صورت میں ہوتے تھے اور گلی گلی بلند آواز میں نعتیں پڑھتے جاتے تھے ہر گھر روشن اور سحری کی تیاری میں جاگ رہا ہوتا تھا رحمتوں کی بارش شاید تبھی ہوتی تھی سجدوں کے اسپیکر بھی خوب رونق لگاتے تھے (تھے کا صیغہ اس لئے کہ اب اس میں کمی آتی جا رہی ہے) اب گلیاں سحری میں بھی خاموش اور اندھیروں میں ڈوبی ہوتی ہیں ہمارے دلوں کے خوف اور دلوں کے اندھیرے بہت بڑھتے جا رہے ہیں جن کا اثر ہماری گلیوں اور محلوں پر بھی نظر آنے لگا ہے نہیں کیا ایسا نہیں؟ اور عید کی تو ہمیشہ کی وہی روایت نئے جوتے کے ساتھ جیولری مہندی چوڑیاں وغیرہ بہت خوبصورت روایت ہے بس اس میں مثبت پہلو ہی اجاگر رہے تو۔

۵۔ لینا، لینا کسے اچھا نہیں لگتا اور ویسے بھی ابھی تو ہم لینے والوں میں سے ہی ہیں اور دینے والے شفیق ہاتھ صدا سلامت رہے آمین، ایک عید پر ایک دوست کا بڑی شدت سے انتظار تھا اس کی آمد پر بے حد خوشی بھی ہوئی اور پھر اپنے ہی گھر اس سے زبردستی عیدی وصول کرنے کا بھی لطف لیا (بہت یادداشت کو کھنگالنے کے بعد یہ واقع یاد آیا ہے اور بھی

Scan & PDF
EJAZ AHMED
Friends Korner.com

ہوں گے مگر فی الحال ذہن میں نہیں آ رہے)۔

۶۔ چاند کو دیکھ کر وطن عزیز اور اپنی خوشیوں کے دائمی ہونے کی دعا کرتی ہوں اور یہ بھی سوئے اتفاق ہے کہ چاند ہمیں نظر آ جائے ورنہ اتنا پیارا اور اہم فریضہ رویت ہلال کمیٹی والوں کے دس دس نمبر لگی عینکوں والے بابوں نے سنبھال رکھا نہ جانے انہیں چاند آسمان پر نظر آتا ہے یہ ساتھ والے گھر کی چھت پر ہم بے چاری عوام ٹی وی پر نظریں اور ریڈیو سے کان لگائے چاند نظر آنے کی آس میں رات دس دس بجے تک بیٹھی رہتی ہیں کبھی کپڑوں کو نکالتے ہیں کہ اعلان ہو تو استری ہو جائے کبھی کون مہندی پر تشفی بھری نظر ڈالتے ہیں کہ تمہیں خریدا ہے تو باقی کاموں سے فراغت کے بعد آدھی رات بیت جانے کے بعد تمہاری باری آ ہی جائے گی پتہ نہیں کیوں با حیثیت قوم ہم حکمرانی فیصلوں میں معلق ہی رہتے ہیں۔

آخر میں سبھی قارئین کو میری طرف سے بہت بہت عید مبارک قبول ہو اور اللہ تعالیٰ آپ کو عید کی سچی خوشیوں سے روشناس کرائے آمین اور میرے لئے ایک خوبصورت اضافہ اپنے چاہنے والوں کو عید کی مبارک باد یوں کہنے کا اللہ ہم سب کا حامی و ناصر۔

سیما انصار.....مظفر گڑھ

۱۔ عید ہمارا مذہبی تہوار ہے لہٰذا ہر مرتبہ جوش و خروش کے ساتھ منانے کی روایت قائم ہے عید الفطر صبر کا انعام ہے، عید کا تصور ہی خوش کن ہوتا ہے، یہ خوشی کا تہوار اپنے چاہنے والوں کے ساتھ گزارنے کو دل چاہتا ہے۔

پہلے تو دوست احباب وغیرہ کو عید کارڈ دے کر عید مبارک دیتی تھی، لیکن اب ایس ایم ایس اور فون کے ذریعے عید مبارک کہتی ہوں اور عید والے دن خواتین و بچوں کو گلے لگا کو عید مبارک کہتی ہوں۔

رنگ و نکہت کا سیل رواں ہے ہر سو
عید کا جشن ہے خوشیوں کی فروانی ہے
گلے ملتے ہوئے احباب و عزیز آپس میں
میزبانی ہے کہیں تو کہیں مہمانی ہے

۲۔ پہلے تو رمضان کے شروع میں عید کی تیاریاں ہونے لگتی تھیں، رنگ برنگی چوڑیاں، مہندی، رنگا رنگ ملبوسات، زیورات، جوتے، تحائف کی خریداری، کارڈ اور دوسرے تحائف کا تبادلہ بھی رمضان میں ہوتا تھا، ساری رات جاگ کر عید کی صبح کا انتظار بہت خوشی دیتا تھا، لیکن اب سب خواب کی طرح لگتا ہے، زمانہ بدل گیا ہے یا پھر جیسی گہما گہمی روزانہ دیکھنے میں آتی ہے تو پھر عید اور عام دنوں کی روٹین میں کوئی زیادہ فرق محسوس نہیں ہوتا، ہر روز ایک نیا ہنگامہ اب گھر بیٹھے ٹی وی پر دیکھ لیتے ہیں اور اب لوگ عید کی نماز پڑھنے کے لئے عید گاہ جاتے ہوئے ڈرتے ہیں کہ کہیں بم بلاسٹ نہ ہو جائے؟ اس لئے میرے نزدیک زمانے کی تیز رفتاری نے عید کا مذہبی و روایتی جوش و خروش کم کر دیا ہے۔

۳۔ افطاری میں، میں زیادہ اہتمام نہیں کرتی ہوں، میرے ہاں افطاری میں زیادہ تر کھجوریں، لیموں پانی پکوڑے اور روٹی سالن ہوتا ہے ہاں اگر رمضان میں مہمان وغیرہ آ جاتے ہیں یا ختم شریف وغیرہ کا سلسلہ ہوتا ہے تو پھر دہی بھلے فروٹ چاٹ سموسوں وغیرہ کا اہتمام ضرور کرتی ہوں،

ہمارے ہاں لیموں پانی بہت شوق سے پی جاتی ہے، اس لئے اگر افطاری میں لیموں پانی اور کھجوریں نہ ہوں تو افطاری ادھوری لگتی ہے۔

۴۔ رمضان اور عید کا تہوار مکمل طور پر ایک مذہبی تہوار ہے، رمضان شریف میں، میں فرض نمازوں کے علاوہ نفلی عبادت بھی کر سکتی ہوں اور قرآن شریف بھی عام دنوں کی نسبت زیادہ پڑھ لیتی ہوں اور اس کے علاوہ مجھے رمضان شریف کی جو روایت سب سے اچھی لگتی ہے وہ یہ ہے کہ بھوکے رہ کے ہمیں غریبوں کا احساس ہوتا ہے، اسی لئے میں عید کی نماز سے پہلے ہی زکوٰۃ اور فطرانہ ادا کر دیتی ہوں ہمسائیوں اور نزدیکی رشتے داروں میں افطاری بھیجنے کی روایت بھی میں نے ابھی تک قائم رکھی ہوئی ہے۔

۵۔ جب بچے تھے تو عید لینا ہی اچھا لگتا تھا لیکن اب بچوں کو عید دینا اچھا لگتا ہے (عیدی لئے بغیر بچے جان بھی نہیں چھوڑتے) اس حوالے سے بہت سی خوشگوار یادیں وابستہ ہیں، لیکن یہ واقعہ ایسا ہے جو ذہن سے محو نہیں ہوتا۔

کچھ سالوں پہلے چاند رات کو مجھ سے میرا عید کا سوٹ استری سے جل گیا، یہ دیکھ کر میں خوب روئی کہ اب صبح میں کیا پہنوں گی؟ کہ اسی اثناء میں میری ایک قریبی دوست بھی عید کا گفٹ دینے آ گئی، میں نے وہ گفٹ کھول کر دیکھا تو وہ سلا ہوا ایک خوبصورت سوٹ تھا، میں بہت خوش ہوئی، اپنی دوست کا اور اپنے پاک پروردگار کا بہت شکر ادا کیا کہ بے شک اپنے بندوں کو دکھ میں نہیں دیکھ سکتا۔

۶۔ عید کا چاند دیکھ کر بہت دعائیں مانگیں کچھ قبول ہوئیں اور کچھ شرف قبولیت کے درجے پر نہ پہنچ سکیں لیکن ایک دعا میری فوراً قبول ہوئی عید کا چاند دیکھ کر میں نے رب سے بیٹا دینے کی دعا مانگی تھی اور عید کے کچھ دن بعد میری یہ دعا قبول ہو گئی۔

شازیہ مصطفےٰ.....کراچی

۱۔ میں اپنے چاہنے والوں کو عید کا پیغام فون اور ایس ایم ایس کے ذریعے دیتی ہوں، چاند رات کا دن میرا بہت مصروف گزرتا ہے۔

۲۔ زمان کی تیز رفتاری نے عید کا روایتی و مذہبی جوش و خروش کم تو نہیں کیا ہے مگر شہر اور ملک کے حالات کی وجہ سے لوگ ڈرے سہمے رہتے ہیں، خوشیاں بھی اب ان حالات کی نظر ہو گئی ہے۔

۱۔ افطاری میں یوں تو انواع اقسام کی چیزیں ہوتی ہیں مگر پکوڑے اور شربت نہ ہو تو افطاری ادھوری لگتی ہے۔

۴۔ رمضان میں سب وقت کے پابندی کا خیال رکھتے ہیں اور سب نماز اور قرآن پاک پڑھتے ہیں جو بہت اچھا لگتا ہے۔

۵۔ مجھے عید لینا بھی اچھا لگتا ہے اور اپنے سے چند خاص چھوٹوں کو عیدی بھی دیتی ہوں، خوشگوار واقعہ یہ ہے کہ میرا بچپن میں عیدی سے بھرا چھوٹا سا پرس کھو گیا تھا جو مجھے عید گزر جانے کے بعد ملا تو میری دوبارہ عید ہو گئی تھی یہ واقعہ مجھے ہمیشہ یاد رہتا ہے۔

چاند کو دیکھ کر ہاتھ اٹھیں
مانگنا بھول نہ جانا ہمیں

۶۔ میں عید کی چاند رات چھت پر جا کر چاند ضرور دیکھتی ہوں اور دعا بھی مانگتی ہوں، ہاں چاند دیکھ کر میری اکثر دعائیں قبول ہوئی ہیں، جن کا میں ذکر نہیں کر سکتی۔

(باقی اگلے ماہ)

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

کس قیامت کے یہ نامے

فوزیہ شفیق

ستمبر کے شمارے کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہیں، جب یہ شمارہ آپ کو ملے گا یقیناً عید کی خوشیاں آپ کے آنگن میں اپنے رنگوں کی قوس وقزح بکھیر رہی ہوگی، ہماری طرف سے عید کی مبارک باد قبول کریں دعا گو ہیں کہ یہ عید اہل پاکستان کے آنگنوں میں حقیقی خوشیوں کا پیغام لے کر آئے آمین۔

آیئے اب چلتے ہیں آپ کے خطوط کی طرف یہ پہلا خط ہمیں ہماری نٹ کھٹ سی مصنفہ مبشرہ ناز کا موصول ہوا ہے مبشرہ ناز سے جب بھی ہماری فون پر بات ہوتی ہے تو ہنستا مسکراتا قہقہے بکھیرتا شرارتی سا لہجہ ایک ہی سانس میں ڈھیروں باتیں کرنے کی کوشش کرتا سنائی دیتا ہے، آیئے دیکھتے ہیں کہ وہ کیا لکھتی ہیں۔

سب سے پہلے تو فوزیہ آپی، حنا اسٹاف اور تمام قارئین کو رمضان المبارک کا بابرکت مہینہ بہت بہت مبارک ہو۔

اب میں بات کروں گی اپنی تحریر ''شام محبت'' اور ''ع سے عورت'' کی میں خاص طور پر بہت شکر گزار ہوں نائلہ احمد، ظل ہما اور فریدی جاوید فری کی کہ انہوں نے میری ان کاوشوں کو اتنا پسند کیا آپ سب کی محبتیں بے شک ہمارے اوپر قرض ہیں، فریدہ جاوید فری آپ کے لئے میں دعا گو ہوں کہ اللہ پاک آپ کو صحت تندرستی اور درازی عمر عطا فرمائے (آمین)۔

اب ذرا تبصرہ ہو جائے اس ماہ کے شمارے کا سرورق پر ہر ماڈل عید کی مناسبت سے ہلکی پھلکی جیولری اور نزاکت سمیٹے کافی پیاری لگ رہی تھی، سردار انکل کی باتوں سے فیضیاب ہو کر رمضان المبارک کی عبارات وظائف سے مستفید ہوئے اور بے اختیار فوزیہ آپی کے لئے دعائیں نکلیں کہ اللہ پاک اس کی جزائے خیر آپ کو دونوں جہانوں میں عطا فرمائے (آمین) بات ہو حنا کے شمارے کی اور انشاء جی کا نام نہ ہو ''یہ ملک ہمارا ہے'' پڑھ کر بے ساختہ واہ واہ کیا بات ہے ابن انشاء کی کلمات جاری ہو گئے، سلسلے وار ہیشہ کی دونوں بہترین ہیں، فوزیہ غزل کوئی تحریر لکھیں اور وہ بہترین نہ ہو یہ ایک ناممکن بات ہے۔

مکمل ناول دونوں بہت اچھے تھے مگر مجھے ذاتی طور پر ''شام فراق'' صبا جاوید کا ناول زیادہ پسند آیا، اس سے پہلے بھی صبا کا ناول ''کچھ خواب دل میں'' بہت بہترین تھا، ناولٹ میں مدیحہ تبسم کا ''محبتوں میں حساب کیسا؟'' بہت ہی زبردست چل رہا ہے مگر ماہا پہ اتنا ترس آ رہا تھا اس ماہ کی کوئی حد نہیں پلیز مدیحہ جی اب تو سسپنس ختم ہو جانا چاہیے، ''صبح امید شام وصال'' ہما عامر کا ناولٹ بھی بہت دلچسپ تھا، افسانوں کے لئے معذرت کیونکہ وہ اب تک میں نے پڑھے ہی نہیں۔

آخر میں آپ سب کو ایک بار پھر رمضان بہت بہت مبارک ہو، مجھے اپنی دعاؤں میں ضرور یاد رکھیئے گا، کیونکہ یہ رمضان میرے لئے خاص اس لئے بھی ہے کہ وسط رمضان میں ماہدولت کی سالگرہ ہے۔

مبشرہ ناز اگست کے شمارے کو پسند کرنے کا شکریہ، ادارہ حنا کی طرف سے آپ کو سالگرہ مبارک ہو، آئندہ بھی اپنی رائے سے نوازتی رہنا شکریہ۔

سارا حیدر: چکوال سے لکھتی ہیں۔

اگست کا شمارہ سات تاریخ کو ملا، اپنے منفرد ٹائٹل سمیت پسند آیا، آگے بڑھے اسلامیات میں حمد ونعت پیارے نبی ﷺ کی پیاری باتیں اور رمضان کی مناسبت سے عبادات وظائف سے فیضیاب ہوئے، رمضان کے وظائف نے ہماری معلومات میں گراں قدر اضافہ کیا، انشاء نامہ میں اگست کے حوالے ''یہ ملک ہمارا'' انشاء جی کی بہترین تخلیق تھی، سب سے پہلے اس تحریر کی طرف بڑھے جس نے اپنے سحر میں ہمیں شروع سے ہی جکڑا ہوا ہے، جی ہم بات کر رہے ہیں ام مریم کے ناول کی جو اپنے اختتام کے نزدیک آن پہنچا، مریم شروع سے ہی اپنے ہر کردار پر اپنی گرفت مضبوط رکھے ہوئے ہیں، کاش مریم یہ دنیا طارق اور داؤد سے لوگوں سے مزین ہوتی، آپ کے لئے بہت ساری چاہتیں اور محبتیں، فوزیہ کا سلسلے وار ناول بھی بڑی خوبصورتی سے آگے بڑھ رہا ہے یقیناً آگے چل کر مزید دلچسپ ہو جائے گا، مکمل ناول میں سعدیہ عابد کا ''بچھڑا شام سلونا پیا'' مصنفہ نے اچھی کوشش کی ہے اگلی قسط پڑھ کر ہی رائے دیں گے، صبا جاوید کا مکمل ناول ''شام فراق'' کچھ خاص پسند نہیں آیا اپنی پہلی تحریر کی نسبت صبا کی یہ تحریر کافی ناپختہ تھی، ناولٹ میں مدیحہ تبسم تو خیر بہت اچھا لکھ ہی رہی ہیں، کیا تعریف کی جائے مدیحہ کی، مدیحہ آپ کی تحریر کی سب سے بڑی خوبی جوائنٹ فیملی سسٹم ہے، ''محبتوں چاہتوں اور شرارتوں سے سجا آنگن اللہ تعالیٰ آپ کو مزید بہتر لکھنے کی صلاحیت عطا کرے آمین، افسانوں میں اس مرتبہ تمام تحریریں بہترین تھیں تحسین اختر کی تحریر ان کے مخصوص رنگ میں رنگی تھی تو قراۃ العین رائے کا ہلکا پھلکا مزاح سے بھرپور طرز تحریر بے حد پسند آیا۔

مستقل سلسلوں میں، بیاض، رنگ حنا، حاصل مطالعہ، میری ڈائری اور حنا کی محفل، ہر رنگ چمکتا دمکتا ملا ڈھونڈنے سے بھی کہیں کوئی تحریر غیر معیاری نظر نہیں آئی، ان سلسلوں کو سجانے اور سنوارنے والے بھی ساتھیوں کو مبارک باد آپی کافی عرصے سے آپ سے ڈاکٹر عامر لیاقت اور ساحر لودھی کے انٹرویو کی فرمائش کر رکھی ہے پلیز اس طرف بھی توجہ دیں اور ہمارے وہ پرانے ساتھیوں کو بھی آواز دیں، فریدہ جاوید آپ کا شکریہ آپ اس محفل میں لوٹ آئی ہیں۔

سارا حیدر بے حد شکریہ اگست کے شمارے کو پسند کرنے کا، تحریروں کے متعلق آپ کی رائے مصنفین کو ان سطور کے ذریعے مل گئی ہیں ان کی طرف سے شکریہ قبول کریں، آپ کی فرمائش انشاء اللہ جلد پوری کریں گے آئندہ بھی آپ کی محبتوں کے منتظر رہیں گے شکریہ۔

منال ضیا: بہاولپور سے لکھتی ہیں۔

اگست کا شمارہ خلاف توقع جلد مل گیا، ٹائٹل کچھ خاص اچھا نہیں لگا، اگست کے حوالے سے سردار محمود صاحب کی باتیں پسند آئیں کاش ہم سب اس پر عمل کر سکیں، حمد ونعت اور پیارے نبی ﷺ کی باتوں سے فیضیاب ہونے کے بعد انشاء جی کی تحریر کو پڑھا مزہ آیا، انشاء جی کی ہر تحریر ہی بہترین ہوتی ہے آپی کافی عرصہ سے آپ نے ان کی شاعری میں شائع کی پلیز اس طرف توجہ دیں، آگے بڑھے اور سلسلے وار ناول ''میرے ساحر سے کہو'' میں پہنچے حسب توقع طارق اور پریشے کے سوا سب کو اپنی اپنی منزل مل گئی پریشے محبت میں ہار کر بھی جیت گئی اس کے کردار کی خوبصورتی ہی اس کی ہار میں تھی، ام مریم خوش رہیں اور ایسی اچھی اچھی تحریریں لکھتی رہیں، فوزیہ غزل ''وہ ستارہ صبح امید کا'' بے حد پسند آ رہا ہے،

مکمل ناول میں صبا جاوید کی تحریر پڑھ کر یقین نہیں آ رہا کہ جولائی میں شائع ہونے والی تحریر بھی کیا واقعی صبا کی تھی، اتنا فرق پہلی تحریر جتنی دلچسپ تھی دوسری اتنی ہی غیر معیاری، پلیز آپ اپنا معیار برقرار رکھیے آپ بے شک کم لکھیں مگر اچھا لکھیں، ناولٹ دونوں ہی پسند آئے۔ افسانوں میں قراۃ العین رائے کی تحریر بے ساختہ لبوں پر مسکراہٹوں کے پھول بکھیر گئی، باقی مصنفین نے بھی اچھی کوشش کی خصوصاً مبشرہ ناز کی تحریر کافی اچھی تھی۔

مستقل سلسلوں میں حاصل مطالعہ کی سبھی تحریریں بہترین تھیں، بیاض اور ڈائری کا سلسلہ بھی آپ پہلے کی نسبت بہت دلچسپ ہو گیا ہے رنگ حنا اور حنا کی محفل کی وجہ ابھی تک ہم مسکرانا نہیں بھولے دستر خوان جہاں چٹ پٹا اور ذائقہ دار ہوتا ہے وہاں مہنگا بھی، آخر میں آپ سب کو عید مبارک۔

منال ضیاء اس محفل میں خوش آمدید اگست کے شمارے کو پسند کرنے کا شکریہ، انشا نامہ میں اس محفل انشا جی کی نظم شائع کی جا رہی ہے پڑھ کر بتایئے گا کیسی لگی ہم آپ کی رائے کے منتظر رہیں گے شکریہ۔

سیما انصار: مظفر گڑھ سے لکھتی ہیں۔

سب سے پہلے تو میں آپ کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرنا چاہوں گی کہ آپ نے مجھ جیسی ناچیز کا محبت نامہ اپنے معیاری پرچے میں شائع کیا میری حنا سے وابستگی اسی طرح برقرار رہے گی۔

اگست کا شمارہ آٹھ تاریخ کو ملا، آنکھوں کے میک اپ سمیت سرورق بہت اچھا لگا، "سردار محمود صاحب" کے ہمراہ [illegible] کی سلامتی اور بقاء کے [illegible] تعالیٰ اور نعت رسول مقبول [illegible] کیا ہے، سبحان اللہ۔

پیارے نبی ﷺ کی پیاری باتیں پڑھ کر ایمان تازہ ہو گیا، بحیثیت ایک مسلمان اسلام سے واقفیت میری فطری ہے، لیکن رمضان المبارک کی عبادات و وظائف پڑھا، اس میں کئی وظائف ایسے تھے، جو مجھے پہلے سے معلوم نہیں تھے، اس بابرکت مہینے میں ان کا اہتمام کروں گی اور اس کا جتنا ثواب مجھے ملے گا، اتنا ہی فوزیہ جی کو بھی ملے گا کیونکہ یہ سعادت مجھے انہی کی وجہ سے ملے گی، شکریہ فوزیہ جی۔

انشا نامہ طنز و مزاح کے ساتھ ساتھ زبردست اصلاحی پہلو بھی رکھتا ہے، "میرے ساحر سے کہو" کی اس قسط نے متاثر کیے بغیر نہیں چھوڑا، شہریار ایک بالکل نئے انداز میں سامنے آیا ہے، یہ قسط اے ون رہی، فوزیہ غزل "وہ ستارہ صبح امید کا" میں بہت ہی بہترین طریقے سے مختلف مذاہب کے متعلق معلومات فراہم کر رہی ہیں، ویلڈن فوزیہ غزل صاحبہ، مبشرہ ناز، ثمینہ شیخ، سعدیہ عابد، صبا جاوید، تحسین اختر، طیبہ ہاشمی، مدیحہ تبسم اور ہما عامر سب کی تحریریں قابل تعریف تھیں۔

قرۃ العین رائے کا "سویٹی" پڑھ کر اپنی آپ بیتی یاد آ گئی، میں نے بھی بلیوں کو بھگانے کے بہت طریقے آزمائے مگر کارگر نہ ہوئے، آپ کو مبارک ہو کہ آپ انہیں بھگانے میں کامیاب ہوئیں، حنا کی محفل کا کیا کہنا اور باقی تمام سلسلے پڑھ کر بھی دل خوشی سے جھومنے لگتا ہے، اللہ تعالیٰ اس پرچے کو حنا کی دلفریب خوشبوؤں میں بسائے رکھے آمین۔

سیما انصار اگست کے شمارے کو پسند کرنے کا شکریہ آپ کی پسندیدگی مصنفین کو ان سطور کے ذریعے پہنچائی جا رہی ہیں آئندہ بھی آپ کی [illegible] گے شکریہ۔

☆☆☆

Scan & PDF
FIAZ AHMED
Friends Korner.com